میرزا غازی بیگ ترخان

اور اُس کی

بزمِ ادب

سیّد حسام الدین راشدی

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ کراچی۔۱

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو۔ شمارہ ۳۴۶

134257

اشاعت اول ۱۹۸۰ء

طابع انجمن پریس، شومارکیٹ کراچی

قیمت پچیس روپے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

Marfat.com

فہرست

حرفے چند — جناب اختر حسین — ۱۱

چند باتیں — ۱۳

حصہ اوّل

میرزا جانی بیگ کی وفات اور میرزا غازی بیگ کی مسند نشینی — ۱۷

میرزا غازی کی عمر — ۲۲

ابتدائی مشکلات — ۲۴

میرزا احمد بیگ کا تقرر — ۲۶

ملکی معاملات کی اصلاح — ۲۹

بغاوتوں کی ابتدا — ۳۰

مخالفین — ۳۱

شاہ قاسم خان — ۳۱

ابوالقاسم سلطان کی بغاوت — ۳۴

لشکرکشی — ۳۷

صلح — ۳۸

ابوالقاسم کو نابینا بنانا — ۳۹

بابا طالب اصفہانی کی آمد — ۴۱

جام ہالہ کی بغاوت — ۴۲

Marfat.com

سعید خان چغتہ کی آمد ۴۴

دربار میں روانگی کی تیاری ۴۷

ابوالقاسم کا فرار ۴۸

میرزا غازی اور ابوالقاسم نمکین ۵۲

سعید خان سے ملاقات ۵۳

دربار کی طرف روانگی ۵۵

دربار میں باریابی ۵۶

خسرو خان کی بے راہ روی ۵۷

جہانگیر کا عہد حکومت اور میرزا غازی بیگ ترخان ۵۹

جہانگیر کی میرزا پر عنایات ۶۰

خسرو کے ساتھ ہمشیر

میرزا غازی کی نسبت ۶۲

وطن کی طرف واپسی ۶۲

قندھار کے مسائل اور معاملات ۶۴

قندھار کی طرف روانگی ۶۸

قندھار کی فتح ۶۹

قندھار کے کوائف، قحط، دربار میں مخالفت اور میرزا کی واپسی ۷۵

جہانگیر کا روپیہ روانہ کرنا ۷۷

بھکر میں آمد ۷۷

Marfat.com

دربار میں غلط فہمی ۷۸
قندھار کی صوبہ داری ۸۱
وطن کی طرف روانگی ۸۳
بھکر میں قیام اور ملکی انتظام ۸۴
قندھار کی حکومت ۸۶
قندھار میں ورود کے بعد ۸۷
شاہ ایران کے ساتھ تعلقات ۸۸
قیام قندھار کی برکتیں ۹۰
شاہ خرچیاں ۹۲
سندھ میں انتشار اور حالات کی ابتری ۹۴
ملک میں عام بیزاری ۹۶
نیا انتظام، ہندو خان
اور مانک چند کا تقرر ۹۷
ہندو خان اور مانک چند کی سندھ میں آمد اور جنگ ۹۹
خسرو خان کی بے دخلی ۱۰۲
عبدالعلی ترخان کی جانشینی ۱۰۳
عبدالعلی کی گرفتاری اور خسرو کی بے دخلی ۱۰۴
قندھار کا انتظام ۱۰۵
وفات۔ قولنج یا زہر؟ ۱۰۸
سالِ وفات ۱۱۴
وفات پر مورخوں کی رائے ۱۲۱

Marfat.com

مدفن ۱۲۲
مقبرہ ۱۲۳
تعلیم و تربیت ۱۲۶
میرزا جانی کی ہدایات ۱۲۷
اساتذہ ۱۲۸
شاہ خرچیاں اور داد و دہش ۱۳۱
ہمہ گیر صفات، صلاحیتیں اور مشاغل ۱۳۶
شعر و سخن کا شوق اور معارف پروری ۱۴۱
شاعری اور دیوان ۱۵۱
تخلص ۱۵۲
دیوان ۱۵۳
اشعار متفرق ۱۵۴
رباعیات ۱۵۷
ساقی نامہ ۱۶۰
مذہبی عقائد ۱۶۵
اہل و عیال ۱۶۷
کچھ عیب ۱۷۱

حصہ دوم
میرزا غازی بیگ ترخان کی
بزم ادب
۱۷۵

Marfat.com

احسنی ، ملا احسنی گیلانی	۱۸۰
اسحاق ، ملا شیخ اسحاق بکھری	۱۸۳
اسد ، ملاّ اسد قصہ خوان	۱۸۹
الہٰی ، میر عماد الدین محمود اسد آبادی	۱۹۶
بزرگ بکھری ، میر	۲۱۰
بزمی کوز	۲۳۲
چرکس ، خسرو خان	۲۳۷
خلدی تتوی	۲۴۴
داؤد ، حافظ داؤد بدیتی	۲۴۶
ذہنی ، محمد روشن ٹھٹھوی	۲۴۷
رشید ، ملا عبد الرشید بندر لاہری	۲۴۸
رضوی ، عطاء اللہ کشمیری	۲۵۲
سروری یزدی	۲۵۴
سنجر کاشی ، میر محمد ہاشم	۲۵۶
شاہد ، محمد شریف ٹھٹھوی	۲۷۲
شانی تکلو ، ملاّ نفیس الدین	۲۷۳
شمسائی ، زرّین رقم	۲۹۰
شیدا اصفہانی ، ملاّ	۲۹۳
صوفی ملاّ محمد مازندرانی	۲۹۵
طالب آملی	۳۰۵
طالب اصفہانی	۳۰۸
عبد الباقی قصہ خواں ، میر	۳۱۵

Marfat.com

عتابی، حسن بیگ تکلو ۴۱۶

عریضی، میر عبداللہ سلطان سبزواری ٹھٹوی ۴۲۵

فصیحی انصاری۔ ہراتی، مرزا ۴۳۲

فغفور، حکیم محمد حسین لاہیجانی ۴۴۵

قاسم خان زمان اور

خانوادۂ بیگلار کے دوسرے شعرا ۴۵۵

کامی شیرازی ۴۶۲

محوی اردبیلی، مولانا ۴۶۶

مرشد بروجردی ۴۷۳

نسیانی، محمد طاہر تتوی ۵۶۱

نشاط، محمد بیگ ترک ٹھٹوی ۵۸۹

نمکین، میر ابوالقاسم ہروی بھکری ۵۹۰

وصلی، میر نعمت اللہ شیرازی ۵۹۸

کتابیات ۶۰۴

اشاریہ ۶۰۷

شجرہ

تصاویر

میرزا غازی بیگ ترخان

مقبرہ میرزا جانی بیگ و غازی بیگ

داخلی دروازہ احاطہ مقبرہ میرزا جانی بیگ

مقبرہ میرزا جانی بیگ و غازی بیگ

میرزا غازی بیگ کا فرمان اور مہر

Marfat.com

میرزا غازی بیگ ترخان

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ چند

اختر حسین (ہلال پاکستان)
صدر انجمن ترقی اردو

زیرِ نظر کتاب اردو، سندھی اور فارسی کے ممتاز محقق سید حسام الدین راشدی کی تقریباً ربع صدی کی تلاش و تحقیق کا نتیجہ ہے، جس میں انھوں نے سندھ کی ادبی تاریخ کے ایک اہم باب کو قلم بند کیا ہے۔

میرزا غازی بیگ ترخان عہد اکبری و جہانگیری کے نامور امراء میں سے تھا۔ اگرچہ اس کی امارت کا سکہ سندھ سے قندھار تک رواں تھا؛ لیکن اس کی شہرت کا اصل سبب علم و ادب کی سرپرستی ہے۔ وہ نہ صرف خود ایک شاعر تھا، بلکہ اس نے اپنے دربار میں بعض ایسے شعرا بھی جمع کر لیے تھے، جو فارسی ادب کی تاریخ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اسے طالب آملی، مرشد بروجردی اور طالب اصفہانی جیسے بڑے شاعروں کی علمی رفاقت حاصل تھی اور یہ بات بجائے خود غازی بیگ کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

راشدی صاحب نے غازی بیگ کے حالات زندگی اور اس کے دربار سے متعلق شعرا کے بارے میں یہ مفصل کتاب لکھ کر کئی جہتوں میں رہنمائی کی ہے۔ سب سے پہلی اور اہم بات تو یہ ہے کہ اس کتاب کے ذریعے برصغیر ہند و پاکستان کی فارسی شاعری کے ایک خاص گوشے پر

Marfat.com

روشنی پڑتی ہے، متعدد اہم شعرا کے حالات پہلی مرتبہ پوری تفصیل سے سامنے آئے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی بعض غیر معروف شعرا کو بھی گوشۂ گمنامی سے نکال کر متعارف کرایا گیا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ فارسی زبان جو پاکستان کے تمام علاقوں کا مشترک تہذیبی ورثہ ہے، اس کی خدمت صوبہ سندھ نے کسی طرح بھی دوسرے صوبوں سے کم نہیں کی۔ بلکہ زیر نظر کتاب کے مطالعے کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سندھ کا فارسی ادب، برصغیر کے ادبیات میں ایک وقیع اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کتاب کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ راشدی نے سندھ کے فارسی شعرا کے بارے میں یہ کتاب اردو زبان میں لکھی ہے۔ وہ اگر چاہتے تو اسے سندھی یا فارسی میں بھی لکھ سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے اس گراں قدر کتاب کے ذریعے اردو کے سنجیدہ ادب میں اضافہ کر کے اردو سے اپنی قدیم اور لازوال محبت کا ثبوت دیا ہے۔

راشدی صاحب نے انجمن ترقی اردو میں میرے رفیق کار کی حیثیت سے ہمیشہ انجمن کے کاموں میں گہری دلچسپی لی ہے، اور اس کا تازہ ترین ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے اس کتاب کی اشاعت کو انجمن کی طرف سے پسند فرمایا ہے۔ اس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب علمی حلقوں میں مقبولیت حاصل کرے گی۔

Marfat.com

چند باتیں

شاہ حسین بایقرا کی وفات (۹۱۱ھ) پر جب تیموریوں کی بساط بکھری اور ان کے شہزادوں کو شیبانی خان نے ہرات کے دارالسلطنت سے مار بھگایا (۹۱۳ھ)، اس وقت وہ تمام صوبے جو اس سلطنت کے زیر نگیں تھے، مختلف فاتحین کے قبضے میں چلے گئے، بڑے حصے پر محمد خان شیبانی نے قبضہ کیا، کچھ صوبے شاہ اسمٰعیل صفوی کے ہاتھ لگے، اسی لپیٹ میں کابل و قندھار کا ٹکڑا بابر کے حصے میں آ گیا، اور وسط ایشیا کی محکم اور وسیع و عریض سلطنت، جس کی بنا تیمور نے ڈالی تھی جب ختم ہونے پر آئی تو یوں پارہ پارہ ہو کر سلطانی تاریخ کے مختلف بابوں میں بکھر گئی۔

ہندی مغلوں کی سلطنت کی داغ بیل وہیں اسی موقع پر بابر نے کابل اور قندھار پر قبضہ کر کے ڈالی، جس کے نتیجے میں ہندوستان میں از سرِ نو اولادِ تیمور کی ایک عظیم سلطنت، تاریخ کے صفحات پر اُبھری اور نکھر آئی۔

کابل اور قندھار پر شاہ حسین بایقرا کی طرف سے اس کے امرا میں سے ایک خاندان حکومت کر رہا تھا، جو ارغون کہلاتا تھا، امیر ذوالنون اس خاندان کا بانی تھا جو ۹۱۳ھ میں شیبانی اور تیموری شہزادوں کی جنگ میں مارا گیا جس کے بعد اس کا بیٹا شاہ بیگ کابل اور قندھار پر حکومت کرنے لگا۔ بابر نے اسی شاہ بیگ ارغون سے ملک کا یہ حصہ چھینا، جس نے وہاں سے آوارہ ہو کر کوئٹہ اور سبی پر قبضہ کیا اور پھر سندھ کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ۹۲۸ھ میں پورے سندھ پر قابض ہو گیا اور اپنے

Marfat.com

خاندان کی حکومت کی دوبارہ طرح ڈالی۔

شاہ بیگ اس نئے ملک اور اس نئے قبضے سے زیادہ دیر تک فائدہ اٹھا نہیں سکا، عمر نے وفا نہ کی اور سندھ پر قبضہ کرتے ہی وفات پا گیا جس کے بعد اس کے بیٹے شاہ حسین ارغون نے ۹۲۸ھ سے لے کر ۹۶۲ھ تک سندھ پر حکومت کی۔

ویسے تو شاہ بیگ بھی کچھ قابل ستائش مزاج کا آدمی نہیں تھا، مگر اس کو اتنا موقع مل ہی نہ سکا کہ کابل اور قندھار میں شکست کھانے کی تلخی اور غصے کی آگ سندھ کے باشندوں پر اتار سکے لیکن۔ اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ کے مصداق اس کے بیٹے شاہ حسین نے اپنے ۳۴ سالہ دور حکومت میں ملتان سے لے کر ٹھٹھہ کا پورا ملک اچھی طرح روند ڈالا اور ملتان، اچ، بکھر، سیوھن اور ٹھٹھہ کے شہروں، قریوں اور قصبوں تک کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ شیبانی، شاہ اسمٰعیل اور بابر نے جو کچھ وہاں کیا تھا اس کا حساب کتاب اس نے یہاں کے مکینوں اور مکانوں سے مع سود چکا لیا۔

یہ شخص ۹۶۲ھ میں جب لا ولد مرا تو سندھ دو حصوں میں بٹ کر اس کے دو قوی امیروں کے ہاتھ میں چلا گیا، بالائی سندھ فاضل کوکل تاش کے بیٹے سلطان محمود کے قبضے میں آیا جس کا مرکز بھکر بنا اور زیریں سندھ جس کا دارالسلطنت ٹھٹھہ کا تاریخی شہر تھا، وہ مرزا عیسیٰ ترخان کے حصے میں آیا۔

مرزا عیسیٰ کے آباء اجداد دراصل تیموریوں کے سات پشتی امرا تھے، جو ایک مدت کے بعد جب تیموریوں میں ضعف آیا تو ارغونوں کا ضمیمہ بن گئے۔

مرزا عیسیٰ کا دور (۹۶۲ - ۹۷۳ھ) قدرے اطمینان کا دور رہا، لیکن اس کے بیٹے مرزا محمد باقی کا زمانہ پھر ایک قیامت بن کر آیا اور اس نے نہ فقط یہاں کے لوگوں کو تہس نہس کیا بلکہ اپنے خاندان کا بھی جتنا صفایا کر سکتا تھا کر لیا۔ اتنا خون بہایا کہ آخر خود بھی دیوانہ ہو گیا، اور جنون میں خودکشی کر لی (۹۹۳ھ) اس کا بیٹا پایندہ بیگ جو صحیح الدماغ نہیں تھا۔ اس کا جانشین ہوا، لیکن مملکت کا اصل کاروبار اس کے بیٹے مرزا جانی بیگ کے ہاتھوں میں رہا۔

Marfat.com

جانی بیگ اگر بہتر نہیں تھا تو اتنا برا بھی نہیں تھا، اس نے خون کے بہت سارے داغ دھوئے، لیکن کہاں تک دھوتا؟ ۹۹۳ھ میں اس نے انتظام سنبھالا ہی تھا کہ سات برس کے بعد ۱۰۰۰ھ میں خان خانان مرزا عبدالرحیم خان نے آکر سندھ کی علیحدہ حکومت ختم کر کے اس کو اکبر کی سلطنت میں ملا دیا اور مرزا کو اپنے ساتھ لے جاکر دربار اکبری میں بٹھا دیا۔

اس کتاب میں اسی مرزا جانی بیگ کے بیٹے مرزا غازی خان ترخان کا حال لکھا گیا ہے۔ جس نے اکبر اور جہانگیر کے دور میں نہ فقط سندھ سے لے کر قندھار تک حکمرانی کی اور اپنی امیری کی ٹھاٹھ دار مسند سجائی، بلکہ شعر و سخن اور داد و دہش کی یوں دھومیں مچائیں کہ جہانگیر سے لے کر ایران کے شاہ عباس تک کے درباروں میں اس کی علم دوستی، سخن پروری اور زر بخشی کے چرچے سنائی دیئے اور داستانیں بیان ہوا کیں۔ ہندوستان سے لے کر ایران تک کے گوشے گوشے میں آوازے پھیل گئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ کئی ایک نامی شعرا اور ارباب علم و ہنر، اپنے اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر اس کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے۔

مرزا غازی کو نظر کھا گئی اور جوانی میں اس کا انتقال ہو گیا، اگر طبعی عمر نہ سہی، زندگی کی ذرا سی مہلت اور ملتی، تو ہماری ادبی تاریخ میں اس کا دربار اکبر اور جہانگیر جیسے بادشاہوں کی ٹکر کا، جائے ادب ہونے کی وجہ سے، اگر نہیں شمار کیا جا سکتا تو پرورش علم و ہنر میں خان خاناں جیسے علم دوست اور ادب پرور امرا سے تو یقیناً بہتر جگہ پا جاتا۔

مرزا غازی کی داستان حیات اور اس کے دامن دولت سے وابستہ اہل علم و فن کے حالات جمع کرنے اور لکھنے کی ابتدا، آج سے کئی سال پہلے، بلکہ کم و بیش اس پر بیس بائیس برس بیت چکے ہوں گے کہ میں نے کی تھی، اور کئی سال ہوئے کہ اس کے سوانح حیات کا ایک خاکہ تیار کر کے مجلہ اردو میں بھی چھپوا دیا تھا، لیکن یہ دلچسپ داستان اس حد تک بکھری ہوئی ہے کہ اس کو یکجا کرنا اور پھر کتاب کی صورت میں لے آنا، اتنی مدت میں باوجود ہر ممکن کوشش کے بھی، مجھ سے ممکن نہ ہو سکا۔

Marfat.com

مرزا کی اپنی زندگی کے بہت سے پہلو معلوم نہیں ہو سکے، اس کے اپنے دیوان تک کا موجود ہونا ابھی تک کسی کے علم میں نہیں۔ جن تذکروں اور کتابوں میں اس کا منتشر کلام اور احوال ہے ان میں سے کئی ایک دسترس سے باہر تھے، قندھار کے پورے دور کے واقعات اور حقائق پر اندھیرے کا پردہ پڑا ہوا ہے، اسی طرح جو اہل علم اور اصحاب کمال اس سے وابستہ تھے، ان میں سے اگرچہ بعض کے نام اور حالات ملے ہیں، لیکن اس فہرست کی ابھی کتنی اور کون سی کڑیاں سامنے نہیں آئیں، یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

بہرحال تجسس اور تلاش میں، میں نے مقدور بھر کوشش کی ہے، جو کچھ سرمایہ جمع ہو سکا ہے اہل علم اور اصحاب دانش کے سامنے حاضر ہے۔ ویسے بھی کوئی علمی کام کتنا ہی کامل کیا جائے، لیکن حرف آخر کا حکم نہیں رکھتا، اس لیے اپنے موضوع پر میری یہ حقیر سی کوشش بھی حرف آخر نہیں کہی جا سکتی۔

(سید) حسام الدین راشدی

اسلام آباد

۲۵-۸-۱۹۷۰ء

پس نوشت

کتاب کی طباعت کے دوران میں سفر میں رہا، اس وجہ سے آخری پروف میری نظر سے نہیں گزر سکے۔ جن عنایت فرما کے ذمے یہ کام ڈالا تھا، وہ بھی پروف ریڈنگ کے دوران ذہنی طور پر عالم سفر میں رہے۔ اس وجہ سے کہیں کہیں، خصوصاً فارسی اقتباسات میں کتابت کی اغلاط رہ گئی ہیں، اس کے لیے میں خوانندگانِ محترم سے معذرت خواہ ہوں۔ مزید تحقیقی کاموں کے لیے میرے دیے ہوئے اقتباسات کو اگر اصل کتب حوالہ کی روشنی میں ملاحظہ کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

س۔ ح۔ ر

Marfat.com

میرزا جانی بیگ کی وفات

اور

میرزا غازی بیگ کی مسند نشینی

سندھ کے ترخان خاندان کے آخری خود مختار فرماں روا میرزا جانی بیگ نے ۱۰۰۰ھ میں شکست کیا کھائی، بلکہ بڑی کشمکش کے بعد مجبور ہو کر ملکی مصلحتوں کی بنا پر سندھ کی حکومت میرزا عبدالرحیم خان خاناں کے حوالے کر دی اور خود فاتح سپہ سالار کے ہمراہ اکبری دربار کی طرف چلا۔

میرزا جانی، جیسا کہ ملا عبدالباقی نہاوندی نے لکھا ہے ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۰۱ھ کو دربار اکبری میں پہنچا[1]۔ کچھ تو خان خاناں کی تعریف اور سفارش سے اور کچھ جانی بیگ کی خود اپنی رفتار اور گفتار سے اکبر بادشاہ اتنا متاثر ہوا کہ سندھ[2] کو میرزا جانی بیگ

---

[1] مآثر رحیمی ۲: ۳۷۶ و اکبر نامہ ۳: ۶۳۳-۶۳۴

[2] .... در زمان میرزا شاہ حسن ارغون این ولایت (سندھ) پانزدہ سرکار کردہ بودند۔ (۱) سرکار بھکر (۲) سرکار سیہوان (۳) سرکار نصر پور (۴) سرکار چاچکان (۵) سرکار ٹھٹھہ (جاری)

کی جاگیر قرار دے کر اس کی حکومت پھر اُسی کے سپرد کردی۔

جانی بیگ خود تو وہیں دربار میں رہا اور اپنے امرا کو سندھ کی طرف واپس کیا تاکہ مملکت کا انتظام کریں اور اس کے اکلوتے فرزند میرزا غازی بیگ کی تربیت اور تعلیم کا بندوبست کریں۔ چنانچہ شاہ قاسم ارغون، خسرو خاں چرکس، بہائی خاں، ملا گدا علی، عرب کوکہ، اور ملا جمال الدین۔ لشکر بیاز[1] کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ ہو گئے۔

خان خاناں میرزا عبدالرحیم سندھ سے واپس جاتے وقت دولت خاں[2] کو سندھ کا قائم مقام حاکم بنا کر گیا تھا جس وقت جانی بیگ کے امرا نیا فرمان لے کر سندھ کی حدود میں داخل ہوئے تو دولت خاں بکھر میں تھا۔ انہوں نے وہیں فرمان اس کے حوالے کیا اور حکومت سندھ کا جائزہ اس سے لے لیا۔

لشکر کشی اور جنگ نے ملک کی حالت[3] خراب کر دی تھی، خوں ریزی، انتشار دگی، اور مسلسل جنگ وجدل سے کئی شہر ویران اور منہدم ہو چکے تھے۔ خود دارالسلطنت ٹھٹھہ بھی ان اثرات سے نہ بچ سکا تھا۔ شاہی محل، سرکاری امرا اور شرفائے شہر کی حویلیاں برباد ہو گئی تھیں۔ مرزا جانی بیگ کے امرا نے انتظام ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلے خراب شدہ شہروں کی اصلاح اور ٹھٹھہ میں حویلیوں اور شاہی محلات کی درستی اور مرمت کا

جاری) (۶) سرکار چاکر ہالہ وجون ـــ سرکار بھکر اول بدست عساکر ظفر آثار حضرت عرش آشیانی (اکبر) افتادہ بود و سرکار سیوان و بندر لاہری بعد از فتح ٹھٹھہ و گرفتن میرزا جانی ترخان۔ حضرت عرش آشیانی داخل ممالک محروسہ بادشاہی نمودند۔ و تتمہ چہار سرکار را در جاگیر میرزا جانی مرحمت فرمودند ـــ (مسبر شاہجہانی ص۲)

[2] طاہری ص۲۰۵ ـــ دولت خاں لودھی شاہو خیل امرائے اکبری میں سے تھا خان خاناں کے ساتھ سندھ کی مہم میں شریک تھا ۱۰۰۹ھ میں دد تو لنج سے احمد نگر میں فوت ہوا۔ خان جہاں لودھی جہانگیری اور شاہجہانی عہد کا نام آور امیر ان کا بیٹا تھا ـــ تک۔ ماثر الامراء ۲: ۵ و ۱: ۷۱۶

بندوبست کیا جیسا کہ تاریخ طاہری کے مصنف نے لکھا ہے۔

۔ بوطن اصلی ہر کس متوطن گردیدہ، خانہ و حویلی سوختہ و خراب گشتہ۔ را آباد نمودہ، موافق فرمودہ صاحب خود پرداخت ولایت نمودہ گرفتند[1]

میرزا جانی بیگ تقریباً آٹھ برس زندہ رہا، سندھ کا انتظام اس کے امرار غائبانہ چلاتے رہے۔ اور میرزا غازی کی تعلیم و تربیت بھی ہوتی رہی میر طاہر نے لکھا ہے:

۔ مدت ہشت سال بدین منوال با ہشت ہزار (سوار)، میرزا در بندگی حضرت۔ کہ شرف و سعادت بزرگان با آستان ایشانست بود، متعلقان در ملک حکومت بملازمت والا گہر ارجمند میرزا غازی بیگ ترخان داشتند[2]

میرزا جانی کا انتقال ۲۷ رجب سال ۱۰۰۹ھ میں برہان پور میں ہوا اور اس کی میت ٹھٹھہ لاکر دفن کی گئی۔[3]

میرزا کے انتقال کے بعد بقول مآثر رحیمی:

۔ شاہ قاسم ارغون، کہ امیر الامرا بود، و خسرو خان چرکس کہ ممالیک میرزا جانی بود، و منصب وکالت میرزا جانی بہ او متعلق بود، باتفاق اعیان سندھ، میرزا غازی را کہ در سن چہار سالگی (؟) بود بساعت میمون و طالع سعید بہ سلطنت برداشتند[4]

میرزا غازی کی مسند نشینی کے سلسلے میں ایک روحانی بزرگ کے ارشادات گرامی

---

[1] طاہری ص ۲۰۸

[2] طاہری ص ۲۰۸

[3] میرزا کی نعش اکبر کے حکم پر خواجہ محمد قزوینی ٹھٹھہ لایا اور ایک جدا مقبرہ میں دفن کی گئی مقبرہ کی غربی دیوار پر محراب کے سر پر یہ کتبہ ایک سطر پر پتھر پر کندہ ہے: (۱) فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب (۲) تاریخ میرزا جانی بیست ہفتم ماہ رجب ۱۰۰۹ھ (مکلی نامہ ص ۱۹) [4] مآثر رحیمی ص ۳۴۸

بھی سننے کے قابل ہیں۔ مخدوم نوح ہالائی رحمتہ اللہ کے ملفوظات۔

۔ دلیل الذاکرین مصنفہ حاجی پنہور۔ میں لکھا ہے کہ ایک دن مخدوم نوح کے فرزند ارجمند مخدوم ادھم ثانی نے حاضرین مجلس سے پوچھا:

۔ میرزا جانی رخت حیات بدار البقا فرستاد، بجائے او بر تخت سلطنت کدام شخص اجلاس خواہد کرد؟۔

اور تو کسی صاحب نے کچھ نہ کہا لیکن شیخ احمد سید یحییٰ لکعلوی جو خوارق میں مشہور و معروف تھے۔ دوزانو ہو کر ادب کے ساتھ مخدوم ادھم کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور بولے:

۔ دستار سلطنت ایں دیار از خدمت رسالت پناہ میرزا غازی یافت۔[1]

میرزا جانی کی وفات پر ملک میں بہت تشویش، انتشار اور انتظار کے حالات پیدا ہو گئے تھے۔ جب اس کی میت فرمان شاہی کے مطابق خواجہ محمد نور بیگی برہان پور سے ٹھٹہ لایا تو اس وقت بقول مصنف تاریخ طاہری:

۔ مردم سپاہی و شہری کہ ہنوز از حادثہ ماضی آرام و آسائش نہ یافتہ بودند، مضطرب و متفکر گشتند کہ باز چہ بلا و محنت بریں مردم رو خواہد آورد، ہر یک مرگ میرزا، مردن خود پنداشتہ۔[2]

اس سے ظاہر ہے کہ میرزا جانی کے انتقال کے بعد ملک میں انتشار کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ملک کے روحانی پیشوا بھی تشویش کا اظہار کر رہے تھے۔

---

[1] دلیل الذاکرین۔ قلمی صہ ۱۲۴ - ۱۲۳

[2] طاہری صہ ۲۰۸

Marfat.com

میرزا غازی کے حق میں اکبر بادشاہ کی طرف سے بھی حکم صادر ہوا' جیسا کہ تاثر رحیمی میں ہے:

— در برہان پور' نیز خلیفتہ اللہی فرمان واجب الاذعان بنام میرزا غازی عنایت نمودند کہ بدستور میرزا والی سندھ بودہ باشد۔[1]

حکم ہوا کہ یہ فرمان بابا طالب اصفہانی بطور ایلچی ٹھٹھہ لے جائے اور میرزا غازی اور اس کے امرار کو نوازشات اور عنایات شاہی سے سرفراز کرے' اور واپسی میں میرزا غازی کو اپنے ساتھ لیتا آئے تاکہ نوجوان حاکم اپنے بادشاہ کی آستان بوسی سے معزز اور مکرم ہو۔ ملا عبد الباقی نے لکھا ہے کہ سعید خاں کو بھی بادشاہ نے ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ میرزا کو لینے کے لئے روانہ کیا۔

بابا طالب اصفہانی اور سعید خاں کی روانگی کو ملا نہاوندی نے ایک ساتھ — فرمان شاہی — کے سلسلے میں ملا دیا ہے۔[2] حالانکہ یہ دونوں جدا جدا موقع پر سندھ میں آئے اور ان کی آمد جداگانہ اغراض کے ماتحت تھی' جیسا کہ آئندہ صفحات میں بیان کیا جائے گا۔ اکبر نامہ کے مصنف نے اس فرمان اور میرزا غازی کی تخت نشینی کا ذکر ۱۰۰۹ھ کے واقعات میں ان الفاظ میں کیا ہے:

— گیتی خداوند' از قدردانی' الکائے او را بہ پور او' مرزا غازی باز گذاشت۔ و منشور والا و گران مایہ خلعت فرستاد۔[3]

یہ منشور — اور — گراں مایہ خلعت — بابا طالب سندھ میں لایا تھا۔

---

[1] تاثر رحیمی ۲: ۳۵۰

[2] تاثر رحیمی ۲: ۳۵۰

[3] اکبر نامہ ج ۳۔ ص ۸۳۲

Marfat.com

(۲)

میرزا غازی کی عمر

ملا عبدالباقی نہاوندی نے میرزا جانیؒ کی وفات ۲۸ رجب ۱۰۰۸ھ بتائی ہے جو غلط ہے، اور تخت نشینی کے وقت مرزا غازی کی عمر۔ چہار سالگی ۔ لکھی ہے[1] جب کہ دوسرے مورخ اس کی عمر ۱۴ سال بتاتے ہیں. ممکن ہے عبدالباقی کی اس عبارت میں کتابت کی غلطی سے ۔ چہاردہ سالگی ۔ کو ۔ چہار سالگی ۔ لکھا گیا ہو۔ اکبرنامہ، لب تاریخ سندھ اور کتبے کی رو سے مرزا جانی کی وفات (۲۷ رجب) ۱۰۰۹ھ میں ہوئی اور غالباً اسی سال مرزا غازی تخت نشین ہوا۔ اگر اس وقت اس کی عمر ۱۴ سال کی مان لی جائے تو اس لحاظ سے اس کا سال ولادت ۹۹۵ھ یا ۹۹۶ھ قرار پاتا ہے ۔ طاہر نسیانی اپنی تاریخ طاہری میں لکھتا ہے:

۔ ہر کرا حق سبحانہ و تعالیٰ بزرگی و اقبال می دہد، بہ خوردی در جبہ او علامت

---

[1] رحیمی ج ۲، ص ۳۵۰۔

134257

Marfat.com

سنردگی نہد، چون میرزا جانی بیگ جسد خویش از صحبت جان بے جان داشتہ درحجاب خاک خواب دراز نمودہ' د میرزا محمد غازی ترخان بسن شانزدہ سالہ برمسند حکومت درجائے او منصوب گردید ..... [1]

مآثر الامراء نے سعید خاں کی بکھر میں آمد ۱۰۱۱ھ میں بتائی ہے اور لکھا ہے کہ مرزا غازی اس کے ہمراہ ۱۰۱۳ھ میں بہ عمر ۱۷ سال بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا. اگر ۱۰۱۳ھ میں اس کی عمر ۱۷ سال کی تھی تو اس لحاظ سے بھی اس کی ولادت کا سال ۹۹۶ھ ہونا چاہیئے. مرزا غازی کے تمام سوانح نویس، سوائے ایک مآثر الامراء کے جس نے اس کی وفات کا سال غلطی سے ۱۰۱۸ھ لکھا ہے، متفق ہیں کہ ۱۰۲۱ھ میں ۲۵ سال کی عمر میں مرزا غازی نے انتقال کیا. اس لحاظ سے اس کا سال ولادت ۹۹۶ھ ہوا.

بہر حال مرزا غازی کی ولادت ۹۹۵ھ سے ۹۹۷ھ تک کسی سال ہوئی بندھ پر اکبری قبضہ ہونے کے وقت اس کی عمر ۴، ۵ سال کی تھی. تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۱۳، ۱۴ سال کی تھی اور ۲۵ برس کے سن میں اس کا انتقال ہوا.

---

[1] تاریخ طاہری. ذکر میرزا غازی نسخۂ خطی مطبوعہ میں تین کو تیس سمجھا گیا ہے (ص ۲۱۰)

Marfat.com

(۳)

ابتدائی مشکلات

مرزا غازی کو صغر سنی کی وجہ سے تخت نشین ہوتے ہی اندرونی مشکلات سے سابقہ پڑا۔ مرزا جانی کے امرا جو سات آٹھ برس تک بلا شرکت غیرے سندھ پر حکومت کر چکے تھے، اس ناتجربہ کار اور کم عمر فرماں روا کو بے دست و پا کر کے حکومت کو حسب سابق اپنے ہی تصرف میں رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی سازشوں کے جال اور دھڑے بندیوں کی بساط بچھ گئی۔

امرا کو سازشوں میں مصروف دیکھ کر ملک کے زمیندار اور عوام بھی گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ مملکت کے باشندے ایک تو مسلسل مصیبتوں کی وجہ سے پہلے ہی پریشان تھے، اب اس نئے حکمراں کی کم سنی اور ناتجربہ کاری کو دیکھ کر اور زیادہ دلگیر ہو گئے۔ ملک پر قدیم امرا کا اثر تھا، اس لئے عوام نے یہ اندازہ لگایا کہ انہیں میں سے کوئی امیر صاحبِ اختیار بن جائے گا اس لئے وہ بھی امرا کی طرح سازشوں اور دھڑے بندیوں میں منقسم ہو گئے۔

Marfat.com

ان سازشوں میں ترخان خاندان کا قدیم ملازم اور امیر خسرو خاں چرکس، اور دربار کا بااثر امیر، شاہ قاسم ارغون سب میں پیش پیش تھے۔ ان کی تقلید میں سلطنت کے دوسرے کمتر ارکان اور اہل کار بھی ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ مثلاً ملا گدا علی، بہائی خان وغیرہ۔

میرزا غازی کا بخت اگر یاور نہ ہوتا تو جو طوفان ملک میں اٹھا تھا وہ اس کم عمر ناتجربہ کار اور بے یار و مددگار حاکم کو تنکے کی طرح اڑا لے جاتا۔

تاریخ طاہری کے مصنف نے ان تمام حالات کو مفصل لکھا ہے، امرا کی فتنہ پردازیوں اور مرزا کی دشواریوں کو جزئیات کی حد تک بیان کیا ہے۔ اس وقت جو ماحول تھا اس کے متعلق اس تاریخ سے چند عبارتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں تاکہ حالات کا صحیح نقشہ ذہن میں آجائے۔

میرزا غازی جب اپنے امیروں سے تنگ آ گیا تو اس نے سوچا کہ:

— اگر کسی قابل امیر امور ملکی بہم رسد اور امعاملات ملک و ملک کہ از پدرش ماندہ سپارد واز چنگ آن کہنہ گرگان، یعنی وکیلانِ پدر، بدر آورد چرا کہ چنین صاحبزادہ تیز فطرت را از بی دانشیٔ خورد خورد سال پنداشتہ در نظر نمی آوردند —

ان قدیم امرا کی بے اعتنائی اور خود سری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ معمولی ملازم بھی نافرمانی کرتے شرماتے نہیں تھے۔ اس کی انتہا یہ تھی کہ میرزا کے مویشیوں اور گھوڑوں تک کو وقت پر دانہ اور گھاس نہیں دیا جاتا تھا۔ بے زبان جانور چار چار دن تک بھوکے پیاسے اصطبلوں میں بندھے رہتے تھے۔ مصنف لکھتا ہے کہ:

— در ابتدائے کار، وکیلان پدرش کہ میرزا را خود پرورده بودند چنان می پنداشتند کہ این طفل نادان باشد، از وی ہیچ نخواہد شد، بلکہ عار از خدمت او می داشتند —

ایک روز کا واقعہ لکھتا ہے:

— یک روز عرب کوکہ . . . . ایشان را در سواری دید، و خود لطفاف میرزا جانی بیگ آمده بود، باز گردیده در کنار مسجد در آمده بہ بہانۂ نماز نشست و میرزا نیز از فرط فراست،

Marfat.com

دریافت کہ این کدام فوج سواران از من خود را در گوشہ گرفتہ رو بہ رو نیامدہ از ہمین راہ عبور داشت۔

لوگوں نے بتایا کہ یہ فلاں شخص ہے جس نے اس طرح دانستہ تجاہل کیا ہے!

بہائی خاں اور ملا گدا علی جواس کے باپ کے زمانے کے امیر تھے اور جنہیں مرزا جانی بیگ نے آگرہ سے اپنا وکیل اور مختار بنا کر بھیجا تھا، ان کی کیفیت یہ تھی:

— از رعونت و نخوت در مہم و معاملات دخل می کرد کہ عمر عزیز را ہمگی نہ بدین طفل ناآزمودہ کار ناہموار را مصروف نماید۔ [1]

اور امیروں نے اپنی طرف سے ایک شخص احمد بیگ مہر نگ[2] نامی کو مقرر کر دیا کہ:

— او باحوال میرزا پرداختہ باشد، معاملات جزوی بدانش و وقوف خود سرانجام نمودہ بسمع سامی رسیدہ باشد، و مہام کلی، اگر میرزا نیز حکم فرماید تا ازین استفسار نماید، در انصرام آن نہ کوشد، کہ صاحبزادہ خورد سال چہ از کار بزرگ می داند، موجب برہم زدگی حکومت و ولایت خواہد بود۔ [3]

میرزا احمد بیگ کا تقرر ان تمام معاملات نے مرزا غازی کو پریشان کر دیا۔ ملک میں روز بروز اس کا اثر زائل ہو رہا تھا، روپیہ کی آمدنی کم ہوتی جا رہی تھی۔ فوج اور ملازم تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے سست، کاہل اور نافرمان ہو گئے تھے۔ ان مشکلات کی وجہ سے آخر کار میرزا غازی نے اپنے ایک ہی خواہ امیر میرزا احمد بیگ کو سلطنت کا مختار کار اور وکیل کل بنا کر تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا اور اس کو حکم دیا کہ:

---

[1] طاہری ۲۱۵

[2] میرے خطی نسخے خواہ مطبوعہ میں — مہرنگ — ہے، ممکن ہے یہ — مہر کن — ہو۔

[3] طاہری ۲۱۵

Marfat.com

ــــ شما را موافق معاملات امور ملکی و مالی پنداشته، مہام کلی و جزوی درولایت علی الاستقلال حوالۂ ایشان فرمودیم، نوعی کہ اخلاص بستہ با نصرام مساعی آرند، کہ دانقہ طلبان چند انگشت اعتراض بر کار ایشان دراز ندارند، در رخنہ در حکومت می اندازند ان شاء اللہ تعالیٰ، آنچہ مدعاے خاطر آن دولت خواہ خواہد بود، ہم چنان نمودہ خواہد شد۔ امّا این ہمہ خود بینان راچنان در پای حساب آوردہ شرمسار و شرمندہ دارند کہ از ما ملاحظہ پیدا نمایند۔ لہ

احمد بیگ نے عرض کیا کہ:

ــــ اگر سایۂ اقبال شما برین بندہ بی مقدار عاطفت گستر خواہد بود! و التفات روز برو ز افزون خواہند فرمود! توجہ عالی، بمثابہ پرداختن مہام خواہد شد کہ سپاہی درست و خزانہ و ولایت بمرتبہ معمور خواہد گشت، کہ صاحب بدولت آفرین خواہند فرمود۔ کسی کہ ازین نادولت خواہان جریان امر ایشان نخواہد شد، بسزائی و جزائی شائستہ خواہد رسید، انشاء اللہ تعالیٰ! ازین بدگمان بے اعتقاد ناموافق منافق چند راچنان روزہا خواہد انداخت کہ از کردار ناہموار منفعل و شرمسار گردیدہ، بر صائب رائے صاحب تدبیر و معاملات ملک دفترت لعنی بندگان تربیت طلب دیدۂ حیرت و حسرت خواہند کشاد ؎

میرزا احمد بیگ نے اس کے بعد ایک اور درخواست بھی کی اور کہا کہ:

ــــ غرض گویان ازروی غرض درباب بندہ عرض نمایند، تا تفحص و تمیز نشود، مسموع نہ فرمائید! و نوشتہ بدست خاص بدین مضمون مرحمت شود کہ در سخن صلاح دید او کسی دیگر دخل ندارد ــــ

لہ طاہری ص ۲۱۶

؎ طاہری ص ۲۱۶

Marfat.com

تاریخ طاہری کے مولف نے لکھا ہے کہ جب یہ نیا تقرر عمل میں آیا اور احکام صادر ہوئے اور ان گرگوں کو پتہ چلا' جو ملک کو بکری سمجھ کر اپنے اپنے چنگال میں دابے ہوئے بیٹھے تھے' تو یک لخت خواب خرگوش سے بیدار ہو کر متحیّر و متفکر ہو گئے۔ سب سے زیادہ بہائی خاں کو طیش آیا، اور:

ـــ از پائے تا سر بآتش حسرت وحیرت سوخت ـ

وہ نافذ شدہ حکم ہاتھ میں لے کر مرزا غازی کے محل کے دیوان خانے میں پہنچا اور میرزا احمد بیگ سے کہا ـــ اس بیوقوف صاحبزادے کے کہنے پر تم نے اپنے آپ کو کیسے بیوقوف بنایا ہے کہ احکام صادر کرنے لگے ہو!

احمد بیگ نے مناسب اور موزوں جواب دیا تو بہائی خاں نے تن کر کہا:

ـــ او طفل نادان است! از معاملات ملک چہ خبر دارد! این مہمات وابستۂ ما مردم است' پدرش ہم او را و ہم ولایت را بما یان سپردہ بود کہ در آنچہ خیریت وخیر خواہی این سلسلہ دانستہ باشد' آنچنان نمایند ـ

احمد بیگ نے جمعیت خاطر اور بڑے اطمینان اور اعتماد کے ساتھ جواب دیا:

ـــ ملک میراث اوست' نہ میراث شما! ہر کہ سپارد بخود میداند' فردا نیک و بد از و درخواست خواہد فرمود ـــ

بہائی خاں نے کہا:

ـــ مگر ما مردم را عزل دانستہ ترا نصب کردہ است؟ ـــ

جواب ملا کہ:

ـــ از بندگی ایشان استفسار باید داشت تا معلوم مفہوم شود ـ ؎

؎ طاہری ص ۲۱۹

Marfat.com

اس وقت ایک خادم مولا نامی کو جو دربار سے دولت رائے کا خطاب حاصل کر چکا تھا بہائی خاں نے میرزا غازی کی خدمت میں دریافت حال کے لئے بھیجا۔ وہاں سے جواب آیا کہ:

ـــ شمارا در مہام خود تصدیعہ نمی توانیم داد کہ بسیار خدمت میرزائے مرحوم نمودہ اید! الحال از دولت ما فراغت دارند کہ حکم حکم ماست! ہر کہ دستوری می فرمائیم، دیگران را متابعت او داشتنی باید کہ بندگان را بجز اطاعت و حکم برداری محبت و قدرت نیست! اصلاح دولت خود درین دیدہ ایم کہ بہ جمیع معاملاتِ ولایت بدست اوی رسیدہ باشد و شما ہم متابعت نمائید کہ اختیار ما بدست او ست ـــ ؎۱

اس غیر متوقع جواب سے نہ صرف بہائی خاں کے ہوش ٹھکانے لگ گئے بلکہ دوسرے دوسرا امیر اور بے پروا اہلکار بھی بقول صاحب تاریخ طاہری

ـــ از گوش پنبۂ غفلت برآوردہ بہ ہوش آمدند ـــ ؎۲

اب بظاہر تو یہ لوگ خاموش ہو گئے لیکن در پردہ سازشوں اور توڑ جوڑ میں مشغول ہو گئے تاکہ:

ـــ اگر تفرقہ و پریشانی و قصور و فتورہ پدید آید، وا زجائی فتنۂ قائم شود، سلطنت و برتری مابہ میرزائی خورد کام و خورد سال بطور رسد ـــ ؎۳

ملکی معاملات کی اصلاح ابتدائی مشکلوں پر قابو پانے کے بعد میرزا احمد بیگ نے ملکی معاملات کی طرف توجہ کی۔ فوج کو از سر نو درست کیا، ایک مدت سے فوج کی تنخواہیں وقت پر نہیں دی جاتی تھیں وہ باقاعدگی کے ساتھ جاری کیں، عوام کو خوشحال بنانے کی تجویزیں

؎۱ طاہری صـ ۲۲۰

؎۲ طاہری صـ ۲۲۰

؎۳ طاہری صـ ۲۲۱

Marfat.com

سوچیں اور ان پر عمل کیا۔ شرفا اور مستحق لوگوں کے مسدود شدہ وظائف پھر سے جاری کئے،
ایوان حکومت کی کارکردگی میں اس طرح اصلاح اور تیزی پیدا کی کہ ہر عرضی گذار اور دادخواہ
معروضہ پیش کرنے کے بعد تین دن کے اندر اندر اپنی دادرسی کو پہنچ جانے لگا۔

جاگیرات کا نظام بھی نئے سرے سے درست کیا۔ قبل ازیں تمام جاگیردار جاگیروں کی پوری
آمدنی ہضم کر جاتے تھے اور سرکاری مطالبات کی ادائی، خرابی فصل کے بہانے سے ٹال جاتے تھے
اس قسم کے لوگوں اور اہل کاروں کی جاگیریں ضبط کر کے خالصہ سرکار میں شامل کر دیں۔ اس
سے دوسرے جاگیرداروں کو عبرت ہوئی اور وہ دیانت دار اور ایماندار بن گئے۔

ان تمام نئے اور موثر انتظامات کی وجہ سے ملک میں سکون محسوس کیا جانے لگا۔ ملک کی
سرسبزی اور خوشحالی بڑھنے لگی، رعایا میں جان آگئی، نا امیدی اور مایوسی کی وجہ سے جو انتشار
کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، وہ رفتہ رفتہ دور ہونے لگی۔ مملکت پر اپنے نوجوان حاکم کے تدبر
اور انداز حکمرانی کا سکہ بیٹھنے لگا۔

میرزا غازی ان حالات کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا اور اپنے باتدبیر اور نیک نہاد وزیر کو
سلطان کے لقب سے سرفراز کیا۔

بغاوتوں کی ابتدا معزول شدہ امرا اور بے دخل کارندے پہلے تو اس انتظار میں خاموش
بیٹھے رہے کہ ان کے بغیر اس برباد شدہ سلطنت کا انتظام نہ میرزا غازی سے سنبھل سکتا ہے
اور نہ اس کے مختار کل احمد بیگ سے، اس لئے جلد ہی پھر انہیں کو عنان اختیار و اقتدار سونپی
جائے گی۔ لیکن انتظام مملکت کی گاڑی جب بغیر رکاوٹ کے تیزی سے چلتی نظر آئی اور ان
کی طرف توجہ کرنے کی کوئی ضرورت درپیش نہ ہوئی تو انہیں تشویش پیدا ہوئی کہ اگر کچھ مدت
اور یہی صورت حال رہی اور انتظام ملکی کی بنیادیں پختہ ہو گئیں تو پھر یہ سب لوگ
گلدستۂ طاق نسیاں ہو کر رہ جائیں گے۔ لہٰذا انھوں نے اپنے آپ کو منظم کرنا شروع کیا اور
ملک میں انتشار پھیلانے اور فتنے برپا کرنے کی ترکیبیں کرنے لگے۔

Marfat.com

مخالفین اس کے لئے ملک میں مواد موجود تھا، خود میرزا غازی کے خاندان میں دو افراد ایسے تھے جو اپنے دل میں سلطنت حاصل کرنے کی دبی دبی سی آرزو رکھتے تھے۔ ایک تو میرزا عیسیٰ ترخان (ثانی) تھا جو ٹھٹھہ ہی میں رہتا تھا اور سندھ کا طاقتور قبیلہ سمیجہ جو اس کا ننھیال تھا، ہمدرد اور طرفدار تھا۔ دوسرا شخص میرزا مظفر بن میرزا باقی ترخان تھا، جو میرزا غازی کا چچا تھا اور ایک عرصے سے کچھ کے راجہ کے ہاں مقیم تھا۔

شاہ قاسم خاں ان دو کے علاوہ امرا کا ایک اور خاندان بھی تھا جو مرزا غازی کے عدم التفات کی وجہ سے اپنا اقتدار کھو چکا تھا، اور دوبارہ اپنا اثر و رسوخ حاصل کرنے کا آرزومند تھا۔ یہ شاہ قاسم خاں کا خاندان تھا۔

شاہ قاسم خاں خود اور اس کا بیٹا امیر ابوالقاسم سلطان، دونوں ترخانی عہد کے با اثر اور ذی اقتدار فوجی سردار، امیر اور جاگیردار تھے۔ گذشتہ دور میں اس خاندان نے بڑے بڑے فوجی اور ملکی کارنامے انجام دیئے تھے۔ میرزا جانی کے زمانے میں عمر کوٹ کے راجہ سودرہ کو شاہ قاسم خاں نے مغلوب کر کے عمر کوٹ حاصل کیا تھا۔ نصرپور کا علاقہ سالہا سال سے اس کی جاگیر میں چلا آتا تھا۔ علاوہ اس کے حکمران خاندان سے ان کی رشتہ داری بھی تھی۔ میرزا غازی کے والد میرزا جانی بیگ نے شاہ قاسم خان ارغون کی لڑکی سے شادی کی تھی جس کے بطن سے ایک لڑکا میرزا ابوالفتح پیدا ہوا۔ شاہ قاسم کے لڑکے ابوالقاسم سلطان کی لڑکی پہلے ابوالفتح سے منسوب ہوئی تھی اور اس کے انتقال کے بعد میرزا غازی سے بیاہ دی گئی تھی۔

ابوالقاسم سلطان بے مثل بہادر اور بہت بڑا جنگجو تھا۔ تاریخ طاہری میں اس کے متعلق لکھا ہے:

— بہر طرف کہ رجوع می داشت فتح می گردید، اکثر جائے آن داشت کہ ازان حین بازکہ حسام در دست گرفتہ ہیچ جا شکست نخوردہ بود۔ دکارہا کردکہ دمان ہمہ میان

Marfat.com

نواحی کسی یاد نداشت . چنانچہ در حیات میرزائے مرحوم (مرزا جانی) سودھائے عمر کوٹ را شکست دادہ ' بے دخل ساختہ ' در قلعۂ الیشان در آمدہ ' چند شیان روز خانہ ہائے راجپوتان مع زنان آنہا تقسیم نمودہ بہ نوکران خود داد. وگاؤکشی بمرتبہ داشت کہ تمام چاہ و تالاب ہندوان از جیفۂ آن مالا مال ساخت . ؎

پھر لکھتا ہے کہ اس نے اپنی بہادری، مردانگی اور سپاہیانہ فن کاری کی ایسی دھاک بٹھا دی تھی کہ :

ـــ اگر اتفاقاً تا یک طرف میل سواری می داشت ' ہر طرف مردم ملاحظہ می کردند ـــ

یہ بہادر اور ذی وقار خاندان، جس نے ایوان حکومت کو قائم رکھنے میں ایک مضبوط ستون کا کام انجام دیا تھا، اب میرزا غازی سے روگرداں ہو گیا تھا. خسرو خاں چرکس، بہائی خان اور گدا علی وغیرہ تو احمد بیگ کے تقرر کے بعد ہی سے حکومت کا تختہ الٹنے کی فکر میں تھے. تاریخ طاہری کا مؤلف ان کے متعلق لکھتا ہے :

ـــ حسودان چند کہنہ کار از تشویہ خیالات ' خود را معزول پنداشتہ ' شروع شورش در اطراف وجوانب ولایت ساختند ـــ

ملک میں عام فتنہ و فساد پھیلنے سے پہلے ان لوگوں نے خود شہر ٹھٹھ میں بلوے کرانے شروع کر دیئے تاکہ سب سے پہلے دار السلطنت کا امن وامان غارت ہو جائے، اور اس کے اثرات سے یہ فائدہ اٹھائیں. چنانچہ ایک دن ندیم کوکہ اور قاسم علی کوکہ کو ایوان حکومت کے احاطے میں دیوان خانے کے اندر محمد علی سلطان کابلی اور اس کے بیٹے محمد معین اور خالو صبور علی نے بلا وجہ اور بے قصور دن دھاڑے شدید زخمی کر دیا اور اس حرکت کے بعد وہ دیوان خانے سے نکل کر اپنے گھر تک بڑے اطمینان کے ساتھ چلے گئے لیکن کسی کو ہمت نہ پڑی کہ ان

؎ تاریخ طاہری صہ ۲۲۸

Marfat.com

کو گرفتار کرلے۔ [۱]

میرزا غازی نے جب ان کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا تو دو ٹوک جواب دے کر اس کو واپس کر دیا۔ شہر میں انتشار پھیل گیا لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے اور باہم دست و گریباں ہوگئے۔ میرزا غازی کے آدمی بڑی مشکل سے حالات پر قابو پا سکے اور مجرموں کو ان کی حویلی کے قریب قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس طرح چند اور بھی اس قسم کے واقعات رونما ہوئے جس کی وجہ سے انتظام میں خلل پڑنے لگا۔

مرزا غازی، احمد بیگ سلطان کو اپنا دیوان مقرر کرکے خود :

۔ در محل "عشرت گاہ" و "دلکشا" کہ در آن حین نو بنا فرمودہ بودند بہ دلبران دلخواہ وندیمان غم کاہ گاہ بےگاہ بہ عیش و طرب ۔ [۲]

مشغول ہوگیا تھا، ان واقعات سے چونک اٹھا اور چاہا کہ ان تمام شورہ پشتوں کا ایک ہی دفعہ قلع قمع کردے چنانچہ سب سے پہلے خسرو خاں چرکس کو ختم کرنے کا ارادہ بلکہ اہتمام کیا۔ لیکن میرزا علی ترخان کے ذریعہ، جو اس اہتمام کے وقت موجود تھا، خسرو خاں اطلاع پاکر بچ گیا۔ میرزا غازی نے عیسیٰ ترخان کو تہ تیغ کرنا چاہا۔ لیکن وہ ٹھٹھہ سے نکل کر سیجہ قبیلے میں جاکر پناہ گزین ہوگیا اور انتظار کرنے لگا کہ :

۔ امروز فردا فتنہ قائم خواہد گشت و مرا نیز از ملک یک گوشہ ۔۔۔۔ بہ ۔

---

[۱] طاہری ص ۲۱۶

[۲] طاہری ص ۲۱۷

(۴)

ابوالقاسم سلطان کی بغاوت

میرزا غازی ابھی مقامی امرا کے قلع قمع کرنے کی تدبیر کر ہی رہا تھا کہ نصر پور[1] کے علاقے میں ابوالقاسم سلطان نے بغاوت کا علم بلند کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ابوالقاسم سلطان نے سوچا کہ اگر میں اس وقت اور موقع سے فائدہ اٹھاؤں تو کسی کی یہ مجال نہیں کہ میرے مقابلے میں کامیاب ہو سکے۔

---

[1] روایتاً یہ بات تحفتہ الکرام میں ہے کہ سلطان فیروز تغلق کے ایک امیر نصر نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ اس نے رشاخ دریائے سندھ) کے کنارے پر ایک قلعہ بنوایا۔ پانی کی وجہ سے یہ شہر جلدی شاداب اور سرسبز ہو گیا۔ کثرت سے باغات تھے۔ ترخان سرداروں نے اس شہر کو سرسبز ہونے کی وجہ سے بہت پسند کیا اور اس میں سکونت اختیار کی۔ نصر پور تجارت و صنعت و حرفت کا بھی مرکز تھا۔ اس وقت بہت چھوٹا سا قصبہ رہ گیا ہے۔ دریا کی شاخ خشک ہونے کی وجہ سے اس کی مرکزیت ختم ہو چکی ہے۔

Marfat.com

— تمام حکومت ملک بدست ما خواہد آمد، کدام کسے است کہ روبروے ما شمشیر خواہد کشید۔

فتح کے بعد جو پروگرام ابوالقاسم کے ذہن میں تھا اس کا نقشہ تاریخ طاہری کے مولف نے اس طرح کھینچا ہے:

— میرزا فرزند ماست، چند دیہہ بدجاگیری سازم و پیش خود نگاہ می دارم، باقی یکسر بہ تخت تصرف ما خواہد شد. غلامان مع حویلی و فرزندان و املاک بہ نفران و خاصہ خیلان خویش می بخشم۔

غرض بغاوت کی ابتدا یوں کی کہ ایک قافلہ تاجروں کا جو ٹھٹھہ سے جیسلمیر کی طرف جا رہا تھا جب نصرپور کے قریب سے گذرا تو اس کا تمام مال و اسباب لوٹ کر ٹھٹھہ کی طرف واپس بھیج دیا۔ ٹھٹھہ پہنچ کر قافلہ والوں نے مرزا غازی سے فریاد کی مرزا غازی نے ابوالقاسم سلطان کو ایک خط لکھا اور اس کو تنبیہ کر کے قافلہ والوں کے مال کو واپس کر دینے کی تاکید کی خط میں لکھا:

— در عہد حکومت ما برشما چہ مناسب و لائق بود کہ باوجود چنین پیوند خاص و اخلاص چنان دست تعدی داشتہ می خواہید کہ رخنہ ای در نام و ناموس ما اندازند. اگر کسی دیگر چنین امر ناشائستہ و نالائق بظہور می رسید، ایشان عمدۂ دولت خواہی و ستون عمارت حکومت و عزت ما گردیدہ، روز سیاہ برآن می آوردند. برخلاف گذشتہ انسانیت و آدمیت شعار شیوہ خویش ساختہ متاع موی الیہ باز دھند۔

اور آخر میں لکھا کہ:

— اینہا نسبت ازین فعل ناہموار ایشان درگذشتیم و من بعدہ، مردم خود را منع از بدفعلی خواہند داشت کہ لائق نیست۔

اس خط کا کوئی اثر نہیں ہوا؛ مال و اسباب واپس کرنے کے بجائے ابوالقاسم نے لکھا کہ — آپ کے اور میرے درمیان آمندہ 'رین بارگاہ' حد فاصل ہے۔ اس طرف

Marfat.com

میری حکومت اور اس پار آپ کا عمل رہے گا۔ اگر آپ نے زیادہ چون وچرا کی تو میں اپنی سرحد کنار علی جانؒ تک لے آؤں گا۔"

اس کے بعد اس نے وہ ہنگامہ برپا کیا کہ الامان والحفیظ آمد ورفت کی تمام راہیں مسدود ہوگئیں۔ میرزا غازی کے تحصیلداروں اور تمام شقداروں کو وہاں سے نکال باہر کیا، تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ:

— فتنہ بمرتبہ قائم ساخت وحادثہ بمرتبہ انداخت کہ راہ آمد وشد کشتی وخشکی مسدود ساخت، امن وامان از معموری آں فتنان درگوشۂ کمان ودم شمشیر نہان گردیدہ —

شہر ٹھٹہ کی ہیجانی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

— چون در مردانگی ودلیری از خوردی باز علم والف بود، شہری وسپاہی، خورد وبزرگ از تاخت بیدریغ او، دریغ بر حال خویش می خوردند کہ الحق، اگر بے اختیار تاخت بدین صوب آرد، کیست کہ روبروے او گردیدہ از عہدۂ مصافش برآمد —

ٹھٹہ اور ملک کے دوسرے گوشوں میں جتنے شورہ پشت امیر اور راندۂ درگاہ ملازمین تاک میں تھے، سب نے سمجھا کہ:

— نان مادر روغن افتاد، آلان وقت ماست، میرزا را زبون خود خواہیم ساخت —

لہ ٹھٹہ کے قریب ایک نہر تھی جو سمے کے باغوں کو سیراب کیا کرتی تھی۔ عطا ٹھٹوی نے اپنے اشعار میں اس کو یاد کیا ہے۔

عطا ز بخت بناز دکز اتفاق رسید — میان نہر علی جان بہ پیش بحر (کولاب)
کہ بود ہر قدمش موج موج دریا لے — کہ بود گام بگامش چو عکس ماہ ابر آب)

— دیوان عطا ٹھٹوی ص ۱۴۴

Marfat.com

لشکر کشی ان حوصلہ شکن حالات میں کہ چاروں طرف مخالفت اور بغاوت کی آگ سلگتی جارہی تھی، خوف وہراس سے سپاہیوں اور شہریوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے، میرزا غازی اپنے لشکریوں کو لے کر باغی کی سرکوبی کرنے کے لئے محل "دلکشا" اور عشرت گاہ سے برآمد ہوا۔

میرزا غازی کی فوج کی تعداد مورخ نے نہیں بتائی جو کچھ بھی تھی وہ افتاں وخیزاں نصر پور کی طرف قدم اٹھا رہی تھی، ٹھٹھہ سے میرن کا تیار تک اس فوج نے جس شان سے راستہ طے کیا اس کی تصویر تاریخ طاہری نے یوں کھینچی ہے:

۔ منزل بمنزل خندق کنان واحاطہ کنان از بیم ویاس آن نشان لیطانی وچکی نشان می رفتند۔ ہر شب ہراس از عدمی داشتند کہ مبادا او (ابوالقاسم) در ماہ شب خون آرد۔ لہ

مولف تاریخ طاہری خود ابوالقاسم سلطان کے متعلق یہ رائے رکھتا تھا:

۔ واقعی انسانیت ودبدبہ دلاوری او بجائی بود کہ چنین کارہا از انگشت چپ، ترکش بند، فروترین او می آمد۔ اکثر مردم عام وچہ مردم خاص نیز از رعب چنین می پنداشتند کہ اگر نیم شب او یک طرف تاخت نمود، حاجت تردد دیگر نبود۔ از بس کثرت لشکر باہم دیگر می افتادند۔

ابوالقاسم سلطان کو جب معلوم ہوا کہ مرزا غازی کا لشکر شب خون کے خوف سے سخت ہراساں ہے تو میرن کا تیار کی منزل پر کہلا بھیجا کہ:

۔ ابوالقاسم از ین قسم زبون نیست کہ از جمعیت لشکر شما اندیشیدہ بشب خون کوشش نماید۔ از ین وجہ تا حال شبخون نیاوردہ کہ صف جنگ خواہد نمود در

لہ تاریخ طاہری ص ۲۳۱

Marfat.com

روز روشن میدان از خونِ یلان زنگارنگ خواہد ساخت [۱]

مرزا غازی کے لشکر نے شاہ گڑھ پہنچ کر قلعہ کے سامنے پڑاؤ ڈالا اور جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ابوالقاسم سلطان پر اس لشکر کا کوئی اثر نہیں تھا، وہ بدستور اپنے لاف و گزاف ہی میں مصروف تھا۔ تاریخ طاہری کا بیان ہے:

ــ ابوالقاسم سلطان نیز در عین ہوا پیش گاہ صبوحی زدہ، بر برنج یارہ می نشست و بہ نزدیکان خود از مستی شراب و نخوت جاز ہمین سخن لاطائل می نمود کہ والدۂ میرزا جانی بیگ اگر مع ولایت در کابین ما آید، یا بہ عقد پدر خود شاہ قاسم خان بر آریم۔ و دیگر دختران محمد باقر و جمیع ترخان کہ در محل ایشان است بہ برادران و خویشان قسمت نمودہ می دہیم و زنانِ مقربانِ او بہ نزدیکان خویش بر سپاریم۔

صلح ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی مگر حالات روز بروز جنگ کو قریب تر لا رہے تھے۔ ابوالقاسم سلطان کے بوڑھے، دور اندیش اور تجربہ کار باپ، شاہ قاسم خاں نے جنگ کو ٹال دینے اور صلح صفائی کرا دینے کی کوشش شروع کی۔ اس کے لئے یہ وقت سخت مشکل کا تھا، ایک طرف اپنا سر پھرا بیٹا تھا جو سندھ کا حکمران بننے کے خواب دیکھ رہا تھا، اور دوسری طرف اس کے ولی نعمت کا نورِ نظر تھا۔ بقول مؤلف تاریخ طاہری:

ــ اگر طرفداری فرزند خود نماید، در ہمہ عالم شہرت حرام نمکی یابد، واگر ننماید، مردود و مطعونِ آن حق ناشناس شود۔

آخر بڑی کد و کاوش کے بعد شاہ قاسم خاں صلح کرانے میں کامیاب ہوا۔ شرطیں یہ طے ہوئیں کہ: ابوالقاسم سلطان کے پچھلے تمام قصور معاف کئے جائیں اور اس کی جاں بخشی ہو۔

---

[۱] تاریخ طاہری صہ ۲۳۲

Marfat.com

اس کے ساتھ اس کے متعلقین کے قصور بھی معاف ہوں۔ یہ شرطیں قرآن مجید پر تحریر کی گئیں اس کے بعد ابوالقاسم اپنے باپ اور بھائی مقیم سلطان کے ساتھ میرزا غازی کے حضور میں اس انداز سے پہنچا:

— از بس دماغ رعونت ہا در سراو جبلی واقع گشتہ بود، در مجلس کہ در آمد، ہیچ کس را از جملہ انسان نمی شمرد —

بظاہر تو ملک خانہ جنگی سے بچ گیا، لیکن نہ ابوالقاسم کے دماغ سے فتور گیا اور نہ میرزا غازی کے دل کا میل اترا۔ کلام مجید درمیان میں آگیا تھا اس لئے مرزا کو بظاہر شرائط صلح کا احترام رکھنا پڑا۔

مرزا غازی کا لشکر ابھی اسی جگہ پڑاؤ ڈالے موجود تھا۔ ابوالقاسم کبھی کبھی مرزا غازی کی خدمت میں سرسری طور پر حاضر ہو جاتا تھا لیکن اس کے کر و فر نخوت و پندار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس دوران میں مرزا غازی نے اس کے انداز اور افتاد طبع کا اندازہ لگا لیا اور فیصلہ کر لیا کہ یہ کانٹا کسی طرح سے راستے سے ہٹا دینا ضروری ہے۔ شرائط صلح میں اس کی جان بخشی منظور کر چکا تھا، اس لئے ابوالقاسم کو قتل کرانا خارج از بحث تھا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر بینائی سے محروم کر دینا اس کو ہمیشہ کے لئے بے ضرر بنا سکتا تھا۔

ابوالقاسم کو نابینا بنانا اس زمانے میں ندیاں بھرپور چل رہی تھیں۔ ایک دن مرزا غازی خاں نے تفریح کا پروگرام بنایا۔ کشتی میں سوار ہو کر دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچا اور سبزہ زار میں محفل سجائی۔ ابوالقاسم سلطان کو کہلا بھیجا کہ وہ "چنیسر نامہ"[۱] لے آئے تاکہ اس

[۱] سندھ کے اس نیم تاریخی داستان کو جس میں کونرو اور چنیسر کے عشق کی روداد بیان کی گئی ہے راقم نے تصحیح کے بعد سال ۱۹۵۶ء میں شائع کیا ہے۔ یہ بیگلار نامہ کے مؤلف ادرکی بیگلار کی تصنیف ہے جس نے اس کو ابوالقاسم سلطان کے نام پر معنون کیا ہے۔

Marfat.com

سبزہ زار میں لطف سخن اٹھایا جائے۔

ابوالقاسم سلطان "چنیسر نامہ" لے کر کشتی میں سوار ہوا۔ جب اس کی کشتی بیچ دریا میں پہنچی اس وقت باباعلی یا باغ علی نامی ایک تنومند شخص نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ دوسرے شخص نے اس کے سر سے دستار اتار کر اس کی مشکیں کس لیں۔ تیسرے شخص نے اس کی کمر سے تلوار اور خنجر نکال لیا، اور وہیں کشتی میں سلائیں گرم کر کے اس کی آنکھوں میں پھیر دی گئیں۔

محمد علی سلطان کو اس سازش کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی۔ اس نے ابوالقاسم سلطان کے نام ایک خط لکھا جس میں اس سازش کا پورا حال لکھا تھا۔ مگر ابوالقاسم سلطان کی بدبختی آ چکی تھی، قسمت پلٹ گئی تھی، وہ خط اسے راستے میں دیا گیا مگر اس نے بغیر پڑھے خط کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اس کے بعد مرزا غازی کے حکم سے سرکاری سپاہی ابوالقاسم سلطان کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور تمام لشکر کو تہ و بالا کر دیا۔ سوائے ایک جعفر علی ارغون کے جو بہادری سے لڑتا ہوا گرفتار رہا باقی سارے کا سارا لشکر بغیر مقابلے کے بھاگ کھڑا ہوا۔

ابوالقاسم سلطان اور اس کے ساتھی جعفر علی ارغون کو میرزا غازی کے حکم سے عرب کوکہ کا ملازم دریا خاں ٹھٹھہ لے گیا اور وہاں اپنے ہاں قید رکھا۔ ابوالقاسم سلطان کی تلاشی لی گئی تو محمد علی سلطان کا بلی کا وہ رقعہ نکلا جس میں اس نے ابوالقاسم کو اس سازش کی اطلاع لکھی تھی۔ مرزا غازی نے اس کو توپ دم کرا دیا۔

جب یہ ہنگامہ ختم ہوا تب تمام شورہ پشت مایوس ہو کر بیٹھ رہے۔ میرزا یحییٰ ترخان، جو ایک مدت سے اس فتنہ و فساد میں اپنی حکومت کے خواب دیکھ رہا تھا، ناامید ہو کر سیجہ قبیلہ سے نکل کر سیدھا آگرہ کی طرف اکبری دربار میں پناہ لینے کے لئے روانہ ہو گیا۔ میرزا غازی جب اس کارروائی سے فارغ ہو کر ٹھٹھہ پہنچا تو بقول صاحب تاریخ طاہری:

— مردم کہ اورا خورد سال پنداشتہ در نظر نمی آوردند چون بید از بیم...

لرزیدن گرفتند۔

Marfat.com

(۵)

باباطالب اصفہانی کی آمد

میرزا غازی جب اس انتشار میں مبتلا تھا اور ابوالقاسم سلطان کی مہم پر ٹھٹھہ سے غیر حاضر تھا، اس وقت باباطالب اصفہانی ٹھٹھہ پہنچا۔ اکبر بادشاہ نے میرزا غازی کے لئے خلعت، پروانہ اور امرا کے لئے انعامات دے کر اسے ٹھٹھہ بھیجا تھا۔ اکبر نے باباطالب کو یہ بھی ہدایت کی تھی کہ واپسی میں میرزا غازی کو ساتھ لیتا آئے تاکہ وہ خورد سال شاہی دربار میں حاضر ہو کر مزید نوازشوں اور مراحم خسروانہ سے فیض یاب ہو۔ مآثر رحیمی کا بیان ہے:

— باباطالب اصفہانی را برسم ایلچی گری منفر نمودہ کہ بہ تتہ رود و میرزا غازی و وکلائے او را بنوازشات بادشاہی سرفراز ساختہ بہ دربار آورد — [1]

باباطالب[2] ٹھٹھہ میں میرزا غازی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ تاریخ طاہری کا

---

[1] مآثر رحیمی، ج ۲، ص ۳۵۰

[2] حالات کے لئے دیکھئے تذکرہ شعرائے کشمیر تالیف راقم الحروف ص ۶۶ وفات کا سال ۱۰۳۰ھ ہے

Marfat.com

بیان ہے :

ـــ بابا طالب ایلچی، درین اوقات از دارالخلافہ رسیدہ بود، وتمام این واقعات بحضور او گذاشت، وہمیشہ استعجال برآمدن باعلیٰ حضرت می نمود، اما چون می دانست کہ معاملات ملک این مرد آدمی ابتر وپریشان است، رعایت نیز نگاہ می کرد، بلکہ دستش ازین قسم نمی رسید کہ او را تحکم نمودہ برآرد ـــ [۱]

اس خلفشار میں میرزا غازی کے تقریباً دو برس ضائع ہوگئے۔ ۱۰۰۹ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور ۱۰۱۱ھ تک مہمات ملکی میں مصروف رہا۔ جب ابوالقاسم سلطان کی بغاوت ختم ہوئی اس وقت اسے کسی قدر سکون حاصل ہوا اور دوبارہ ملکی نظم ونسق کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ تاریخ طاہری میں لکھا ہے کہ :

ـــ در دو سال بعد از فوت پدر رونق ولایت بمرتبہ ای داد کہ اہل سندھ را از داد ودہش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آباد ساخت۔ اکثر اوقات شبہا در شہر مخفی سیر می کرد واحوال ہر یک از نیک وبد معلوم کردہ باحوال او می پرداخت ـــ

جام ہالہ کی بغاوت اس دوران میں ایک اور چھوٹی سی بغاوت ملک کے ایک حصے میں نمودار ہوئی۔ جام ہالہ کھور ولد جام دلبیر، کگرالہ کا جاگیردار، بلکہ ایک طرح سے خود مختار حاکم تھا۔ سندھ کا یہ حصہ ٹھٹھہ اور جیسلمیر کے درمیان تھا۔ جام نے ملکی انتشار سے فائدہ اٹھا کر شورش شروع کردی، خوش قسمتی سے جام کا ایک عزیز، جام داؤد اس سے کٹ کر میرزا غازی سے آملا۔ اس کی امداد سے میرزا غازی کے لشکر نے بغاوت کا فوراً سدباب کردیا۔ اس شورش کو ختم کرنے کے بعد میرزا غازی نے اس علاقے کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ جام داؤد کو اس کی خدمات کے صلے میں دیا اور باقی دو حصے سرکاری

---

[۱] تاریخ طاہری ص ۲۳۹

Marfat.com

خالصے میں شامل کر دیئے۔

میرزا غازی کی خوش بختی اور اقبال مندی تھی جس کی وجہ سے وہ ان مہموں میں اتنی جلد کامیاب ہوگیا ورنہ کم عمری اور ناتجربہ کاری کے ساتھ ساتھ جب کہ تمام درباری، پرانے امیر، ذاتی ملازم اور ملک کے سربرآوردہ لوگ مخالفت پہ تیار تھے تو یہ بات امکان سے باہر نظر آتی تھی کہ وہ آسانی سے سب پہ قابو حاصل کرلے گا۔

Marfat.com

(۶)

سعید خان چغتہ کی آمد

یہ تمام واقعات، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، سنہ ۱۰۱۰ھ تک کے ہیں۔ بابا طالب اصفہانی کو ٹھٹھہ میں رہتے ایک مدت ہو چکی تھی۔ میرزا غازی کی جائز اور ضروری مصروفیت اسے دربار کی حاضری سے روک رہی تھیں، ادھر دربار میں اس کی غیر حاضری کی وجہ سے چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ غالباً میرزا عیسیٰ ترخان جو سندھ سے بھاگ کر دربار میں پہنچ چکا تھا، اس کا بھی ان سرگوشیوں کے پھیلانے میں کچھ حصہ رہا ہوگا۔ چنانچہ اکبر بادشاہ کا دل مکدر ہو گیا اور میرزا غازی کی غیر حاضری کو نافرمانی پر محمول کر کے سعید خاں چغتہ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ حالات کا جائزہ لے اور میرزا غازی کو فوراً دربار میں لا کر حاضر کرے۔ یہ سنہ ۱۰۱۱ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ مآثر الامراء کی اس عبارت سے ظاہر ہے[1]؛

— در سنہ ۱۰۱۱ھ مرزا غازی در ٹھٹھہ بعد مردن پدر خود جانی بیگ خیال خود سری

---

[1] دیکھئے مآثر الامراء ج ۲ ص ۴۰۳

Marfat.com

پیش گرفت، عرش آشیانی ملتان و بکھر را بہ جاگیر سعید خان تنخواہ فرمود، و را

بر سر میرزا تعین کرد۔ [۱]

"خیال خودسری" اور "بر سر میرزا تعین کرد" کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دربار

کی فضا میرزا غازی کی طرف سے مکدر ہو چکی تھی۔ مآثر رحیمی کے الفاظ یہ ہیں:

— سعید خاں چغتائی کوکہ را با بیست ہزار سوار مقرر نمودند کہ رفتہ میرزا غازی را

بپایہ سریر خلافت مبسر آورد۔ [۲]

اس عبارت میں "بیست ہزار سوار" کے تیور درباری جذبات کی غمازی کر رہے ہیں۔

سعید خاں کے ساتھ ساتھ میر ابوالقاسم نمکین کے نام جو اس زمانے میں بکھر میں

موجود تھا، میرزا غازی کو لانے کے لئے فرمان جاری ہوا۔ اکبر نامہ کا مصنف سال ۱۰۱۱ھ (۴۷

سال اکبری) کے حالات میں لکھتا ہے:

— بابوالقاسم نمکین فرمان نافذ گشت میرزا غازی را با خسرو خان غلامے کہ معتمد

اوست روانہ درگاہ والا سازد۔ [۳]

اکبر بادشاہ ابھی تک اس خیال میں تھا کہ خسرو خاں غلام، میرزا غازی کا معتمد ہے۔ اس

کو کیا خبر تھی کہ اس معتمد غلام نے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں! اور اپنے فرائض

منصبی کو کہاں تک بجا لایا ہے!

بہرحال بابا طالب اصفہانی ابھی تک ٹھٹھ میں فروکش تھا کہ ۱۰۱۱ھ میں سعید

خاں چغتائی بھی بیس ہزار سواروں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا بکھر پہنچ گیا۔ تاریخ طاہری

---

[۱] مآثر الامراء، ج ۲، ص ۴۰۴

[۲] مآثر رحیمی، ج ۲، ص ۳۵۰

[۳] اکبر نامہ ج ۳، ص ۸۱۶

Marfat.com

میں اس کی آمد کی اطلاع اس طرح درج ہے:

— درین وقت خبر آمدن سعید خان اشتہار یافت کہ بگرفتن ایشان از آں جا متعین گردیدہ۔ اگر لسطوع وطور خویش دریافت او نمودہ، ملک ومردم او ما مون خواہند ماند والا بازولایت پائمال لشکر ہند خواہد گشت —

کم عمر، مصیبت کا مارا میرزا غازی پریشان ہوگیا۔ اکبر کی ایک فوج ملک کو روند کر اس کے باپ کو لے گئی تھی۔ ابھی اس پائمالی کے اثرات زائل نہیں ہونے پائے تھے کہ دوسری فوج اس کو لینے کے لئے سرحد تک آپہنچی۔ دربار کے صحیح احکام اور سعید خاں کی آمد کا اصلی مطلب ابھی معلوم نہیں ہوا تھا۔ اہل ملک نے اور خود میرزا غازی نے بھی اس کی آمد کو دوسری جنگ کا پیش خیمہ سمجھا۔

جنگ کی صورت میں، میرزا غازی نے خیال کیا کہ "لکی"[1] کے پہاڑ پر ایک مضبوط قلعہ بنا کر اپنی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس میں بڑے خرچ کی ضرورت تھی۔ علاوہ ازیں مقابلے کے لئے پامردی اور استقلال بھی لازمی تھا جس کے لئے ملک تیار تھا اور نہ میرزا غازی کی خواہش تھی کہ ان حالات میں ملک اور رعایا کو مصیبت میں مبتلا کرے۔

---

[1] لکی کے پہاڑ سیہون کے قریب ہیں۔

Marfat.com

(۷)

دربار میں روانگی کی تیاری

میرزا غازی کو جب سعید خاں چغتہ کے بکھر پہنچ جانے کی اطلاع ملی تو اس نے بکھر جاکر سعید خاں سے ملنے کا ارادہ کیا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر بکھر سے سعید خاں اس لاؤ لشکر کے ساتھ ٹھٹہ آئے گا تو ملک لشکر زدگی سے تباہ ہو جائے گا، لہٰذا اس نے فوراً بکھر جانے کی تیاری کی اور ملک کا انتظام چاروناچار خسرو خاں چرکس کے حوالے کیا اور عرب کوکہ اور والہ قلی دلیان کی تحویل میں اپنا لشکر دے کر ملک کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ شاہباز خان، احمد بیگ سلطان، لطف اللہ سلطان، خواجہ امیر بیگ بخشی اور خسرو خاں کے بیٹے سبھائی خان کو ساتھ لے جانے کے لئے تیار کیا۔

روانہ ہونے سے چند روز قبل "فتح باغ"[1] میں آکر ٹھہرا اور وہیں بیٹھ کر سفر کی تیاریوں میں مصروف ہوا۔

---

[1] فتح باغ نہرانی (شاخ نہران) کے کنارے پر تھا۔ اس کے کھنڈر اور آثار ابھی تک موجود ہیں۔ جنوب رویہ شہر ماتلی (ضلع حیدرآباد) سے آٹھ میل پر۔

Marfat.com

ابوالقاسم کا فرار ابوالقاسم سلطان عرب کوکہ کی حویلی میں قید تھا اور دریا خاں اس کی نگرانی پر متقرر تھا، حویلی بہت مضبوط تھی اور چوکی پہرے کا انتظام بھی معقول تھا۔ تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ عرب کوکہ نے :

ـــ دریا خان افغان خدمت گار خویش را با جماعت دیگر بید پاسبان گزاشت. باوجود خانہ ہائے چناں محکم کہ طبقہ طبقہ و در در داشتہ، درون و برون چوکے گماشتند[1]

اس کے ساتھ قیدی سے بہت اچھا سلوک بھی روا رکھا گیا تھا، اس کے آرام و آسائش کا ہر طرح لحاظ کیا جاتا تھا، حتیٰ کہ :

ـــ رعایت آن فتنۂ وقت از بی قسم می داشتند کہ بدان کوری خواہ عورت و مرد اگر طلب می کرد، کسے مانع نمی شد[1]

پھر لکھا ہے کہ :

ـــ اگرچہ چون باز چشم دوختہ، محبوس بود، اما از نشاط و طرب کہ دلش می خواست کمی و کوتاہی نداشت[2]

روزانہ رات کو ابوالقاسم سلطان کی بہن شاہ بیگم جو میرزا جانی مرحوم کی زوجہ تھی، شیرینی بھیجا کرتی تھی۔

جب میرزا غازی "فتح باغ" میں جا ٹھہرا تھا تو اس بہادر نابینا کو قید سے رہائی پانے اور ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کرنے کی سوجھی۔ چنانچہ اس نے اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کا منصوبہ بنایا۔

۱۔ تاریخ طاہری صہ ۲۴۴

۲۔ تاریخ طاہری صہ ۲۴۵

Marfat.com

اس کے لئے روزانہ رات کو فیرنی آتی تھی ایک روز اس نے فیرنی کی تاب میں بجائے فیرنی کے رسی منگوائی، اور رات کو اس رسی کو بادگیر سے باندھ کر بندی خانے کے کمرے سے باہر اتر گیا "پنبہ واہی" میں اس کے لئے کشتی تیار تھی اس میں سوار ہو کر دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گیا۔ وہاں پہلے سے دو اونٹوں کا انتظام کر رکھا تھا، ان پر سوار ہو کر راہ فرار اختیار کی۔ طاہری کے مؤلف نے حیرانی کے ساتھ لکھا ہے کہ:

— کسے در خاطر این خطرہ ہرگز نبود کہ آن بے چشم تنہا تواند زین خانہ ہا کہ سر بفلک بودہ اند، بجز بادگیر کہ ازاں گربہ با حیلہ روباہی می برآید' وراہ دیگر ندارند' تواند برآمد۔ [1]

جس طرح وہ نکلا ہے اس کی تصویر یوں کھینچی ہے:

— دران طور جائی بر صفا کاشی اندود گچ آلود کہ مگس بران پا زندی لغزد (کھٹ کھاٹ) را کنارہ دیوار درون خانہ نہادہ، بر طاق سوار گشت واز آنجا نردبان بر بالائے خانہ بود برآمد' چون در طبقہ بوم رسید کہ بالا تر ازان محل دیگر نبود دریچہ خورد کہ در روز نغزان بدر نشان دادہ بودند۔ تنہا بچشم کور در نیم شب آن را یافتہ طناب بہ میخ لبنہ سود دریچہ ساخت در ریسمان بیرون تافت۔ تن تنداد و جسم جسیم خویش بزور کتف و دست چنان برآورد کہ بعض جا پوست اعضائے آن عیار زمالم برآمد۔ چون ازان روزن مانند ریسمان بسوزن درگذشت، دست بر ریسمان گرہ ناک نہادہ انگشت پارا دران بند داشتہ آہستہ آہستہ بزمی صرف در آمدہ، کہ اندیشہ اہل بینش اندرین حال حیران ماند۔ [2]

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۴۵

[2] تاریخ طاہری ص ۲۴۶

Marfat.com

جمعہ کی رات کو یہ فراری ہوئی تھی۔ دوسری صبح کو جب ہندو پوجا پاٹ کے لئے ادہر سے گذرے تو انہیں بادگیر سے لٹکتی ہوئی رسی نظر آئی۔ انہیں شک گذرا اور چوکیداروں کو اس کی اطلاع کی۔ اس اطلاع پر جب اندر دیکھا بھالا گیا تو معلوم ہوا کہ قیدی تو ندارد تھا، البتہ ایک چارپائی دیوار سے لگی ہوئی تھی جس پر چڑھ کر قیدی بادگیر تک پہنچا تھا۔

ابوالقاسم سلطان کی چابکدستی کا کمال یہ تھا کہ نہ صرف خود رہائی حاصل کی بلکہ اپنے ساتھی جعفر علی ارغون کو بھی، جو دوسری حویلی میں قید تھا، نکال کر اپنے ساتھ لیتا گیا۔

میرزا غازی کو "فتح باغ" میں یہ اطلاع پہنچی، بہت پریشان ہوا۔ ملک کا انتظام خسرو خاں کے ہاتھ میں دے چکا تھا، خود ملک سے باہر جا رہا تھا جہاں سے واپسی کے متعلق اس کو کوئی یقین نہیں تھا۔ ابوالقاسم سلطان کے آزاد ہو جانے سے ملک کے اندر جو اندیشناک صورت حال پیدا ہو سکتی تھی وہ صاف عیاں تھی۔

ابوالقاسم سلطان کے فرار ہو جانے سے مرزا غازی کو جو تشویش ہونی چاہیے تھی وہ تو تھی ہی مگر اس سے اہل شہر کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی، مولف تاریخ طاہری کہتا ہے کہ:

— از رعب آن بے بصر، صاحب دبدبہ، اضطراب در سپاہی و شہری چنان پیدا گشت کہ گویا ہزار لشکر ہمین زمان از جائے بر شہر خواہند ریخت — [۱]

دریا خاں جس کی تحویل سے قیدی فرار ہوا تھا اس کی حالت یہ تھی:

— آن بیچارہ از ہم خوردن خانمان متفکر و حیران بود کہ اگر او را بدست نخواہد آورد، اہل و عیالش را بدیگران خواہند بخشید و خود خوراک کدام سگان تشنہ خون می گردد —

شہر میں پھیلی ہوئی افواہوں اور چہ میگوئیوں کی آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی روئداد مصنف

---

[۱] تاریخ طاہری صہ ۲۴۷

Marfat.com

نے یوں لکھی ہے:

ــــ فقیر بگوش خود از مردم شہر ٹھٹھہ آن روز ہمین استماع می داشت کہ امثالے

ابوالقاسم شریر را حوالہ روباہان می سازد و ہر چہ از زبان اہل بازار و اصناف می

آمد، می گفتند و پگاہ کہ اورا بدست آورد، ہمان مردم بدان زبان صد انواع مدح او

می گفتند کہ چہ خوش بہادر و دلاورے و مردانہ بود کہ اورا گرفتہ آوردہ۔ آرے عزوخواری

قہر و لطف بدست ارادہ باری است۔ دریک ساعت خوار را عزیزے سازد و

عزیز را خوارے گرداند۔ کسے را مجال و یارائے دم زدن نیست ــــ [1]

دریاخان غریب مفرور قیدیوں کی تلاش میں دیوانوں کی طرح نکلا۔ "ساموئی"[2] کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس طرف چار شتر سوار ابھی ابھی گئے ہیں۔ آخر بڑی دوڑ دھوپ اور تلاش و جستجو کے بعد ان کو جالیا۔ جعفر علی ارغون تو مقابلہ کرتے ہوئے وہیں مارا گیا، ابوالقاسم سلطان بہت حیلوں اور کوششوں کے بعد گرفتار ہوا۔

جعفرخاں ارغون کے سر کو نیزے پر رکھ کر شہر میں تشہیر کی گئی اور پھر اس کو عبرت کی خاطر ایک چوراہے پر لٹکا دیا گیا۔ ابوالقاسم سلطان کو کڑی نگرانی میں قید میں رکھا گیا، میرزا غازی کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے سجدۂ شکر ادا کیا، عرب کوکہ کو سردیا مع اسپ خاصہ عنایت کیا گیا، اور دریاخاں کو تنخواہ میں اضافہ کے ساتھ خلعت بھی عطا کی گئی اور اسے اپنی ملازمت خاص میں رکھ لیا۔

---

[1] تاریخ طاہری صـ ۲۴۸

[2] مکلی کے پائین پرانا شہر جو اب ویران ہے۔

Marfat.com

(۸)

میرزا غازی اور ابو القاسم نمکین

جس دور میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا، میر ابوالقاسم نمکین سہوان کا گورنر تھا۔ سعید خاں کو روانہ کرتے وقت اکبر نے، جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، میر ابوالقاسم نمکین کو بھی فرمان بھیجا تھا کہ وہ خود ٹھٹھہ جا کر مرزا غازی کو وہاں سے نکالے اور دربار میں پہنچا دے چنانچہ میر ابوالقاسم تیاری کر کے سہوان سے ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا، اس وقت سعید خاں دربیلہ میں منزل انداز تھا۔ میر ابوالقاسم نمکین نے چاہا کہ سعید خاں سے پیشتر ٹھٹھہ پہنچ کر مرزا غازی کو ساتھ لے اور دریا کی طرف روانہ ہو جائے۔ اسی غرض سے وہ نصر پور تک پہنچا اور میر عطاء اللہ مشہدی کو اپنے آنے کی اطلاع دینے کی غرض سے مرزا غازی خاں کے ہاں بھیجدیا۔ یہ پیام پہنچتے ہی مرزا غازی نے ابوالقاسم نمکین کو کہلا بھیجا کہ میں خود دربار جانے کے لئے پا بہ رکاب ہوں اور عنقریب آپ کے پاس سہوان پہنچ رہا ہوں! اس لئے آپ یہاں تک آنے کی زحمت نہ کریں۔ چنانچہ میر ابوالقاسم نمکین سہوان واپس چلا گیا اور چند روز کے بعد مرزا غازی بھی سہوان پہنچ گیا۔

میرک یوسف (بن ابوالقاسم نمکین) نے "منظر شاہجہانی" میں اس سلسلے میں جو لکھا ہے،

Marfat.com

وہ درج ذیل ہے:

"— وچون میرزا جانی فوت شد، میرزا غازی پسر او در ٹھٹھہ بود، برائے تسخیر او سعید خاں را حضرت عرش آشیانی ملک بھکر و ملک سیوی جاگیر دادہ فرستادند۔ او آمدہ در پرگنہ دربیلہ نشست۔ و پیر غلام (ابوالقاسم نمکین) را فرمان صادر شد کہ خود رفتہ میرزا غازی را سزاولی کردہ، از ٹھٹھہ برآوردہ بحضور فرستند۔ بنا بر آن او استعداد لشکر خوب کردہ، حسب الحکم می خواست پیش از سعید خان خود را بہ ٹھٹھہ رسانیدہ، میرزا غازی را سزاولی نمودہ بجانب دار الخلافت آگرہ برآرد چنانچہ تا نصرپور کہ ناف ملک ٹھٹھہ است، رفت۔ و میر عطاء اللہ مشہدی را از ملازمان خود کہ در فضیلت شعر و خط دخل تمام داشت، ایلچی کردہ پیشتر فرستاد کہ این خبر را میرزا غازی شنیدہ در جواب نوشت کہ من حکم حضور را قبول دارم، شما برگشتہ روید و من در تعاقب شما می آیم۔ و پیر غلام (ابوالقاسم نمکین) مراجعت نمودہ بہ سہوان آمد، و متعاقب او میرزا غازی رسید۔ و پیر غلام را (ابوالقاسم نمکین) او را ہمراہ کردہ پیش سعید خان آورد۔ و از آں جا ہر سہ باہم متفق شدہ روانہ دار الخلافت آگرہ شدند —"[1]

سعید خاں سے ملاقات میرزا غازی کے سہوان پہنچنے کے بعد ابوالقاسم نمکین[2] بھی اس کے ہمراہ ہو لیا، سہوان سے کوچ کرکے یہ دونوں سعید خاں کے پاس پہنچے جو دربیلہ میں مقیم تھا۔[3]

---

[1] مظہر شاہجہانی ص ۱۱۱ - ۱۱۲

[2] اس فرمان کا ذکر اکبر نامہ میں بھی ہے جو آگے آ رہا ہے ابوالقاسم نمکین (متوفی ۱۰۱۸ھ) کے لئے دیکھئے ماتم کی کتاب "تذکرہ امیر خانی"

[3] ذخیرۃ الخوانین میں ہے کہ سعید خاں سے میرزا غازی کی ملاقات موضع سیتا رجہ از توابع سرکار بھکر میں ہوئی۔ (قلمی ص ۲۱۳)

Marfat.com

ملاقات کے دوران میرزا غازی نے سعید خاں سے اپنی مشکلیں بیان کیں اور دیر کرنے کے اسباب بتائے۔ سعید خاں اس نوجوان فرماں روا کے حالات، اس کے خلوص اور سعادت مندی سے بہت متاثر ہوا۔ تاریخ طاہری کا بیان ہے:

— نواب، آن بخت مسعود را بچشم فرزندی دیدہ تلطف و سلوک پدرانہ بنوع و نہج کردن گرفت کہ ہیم خاطر او مبدل بہ امید گردید۔ و بہ فرزند رشید خویش سعد اللہ خان کنا صیہ دولت او چون آفتاب اندر چرخ چہارم رخشان و تابان است، می درخشید۔ چنان اشارت عیان و پنہان فرمود کہ بدین گوہر بحر خاندان اصالت و آدمیت یاری و برادری صوری و معنوی ہمیشہ و ہمہ وقت از اندازہ افزون مبذول داشتہ باشد، تا غمگین و دل گیر نباشد ہمہ وقت ہر دو گلدستہ باغ جوانی و جوان بختی شاخسار پر بار کامگار و کامیابی بہ شکار و چوگان بازی شغل بلیغہ می داشتند۔ [1]

تحفۃ الکرام میں بھی اس حقیقت کو اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے:

— خان مذکور بجالش متوجہ تمام گردیدہ بہ فرزند خود مرزا سعد اللہ گفت: از ناصیہ این جوان آثار اقبال جلوہ گر است، و ترا با او عقد اخوت بستم باہم برادری صوری و معنوی ممد نمائید۔ [2]

مآثر الامراء کا مصنف اس کی تصدیق ان الفاظ میں کرتا ہے:

— و با سعد اللہ خان پسرش کہ خالی از کمال نبود صحبت مرزا کوک شدہ — [3]

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۴۱-۲۴۲

[2] تحفۃ الکرام، ج ۳، ص ۸۲-۸۳

[3] مآثر الامراء ۳: ۳۴۶

Marfat.com

(۹)

دربار کی طرف روانگی

جب سندھ سے کوچ کرنے کا وقت آیا تو جانے سے پہلے میرزا غازی نے اپنی مملکت کے انتظام کو بدلنا چاہا۔ خسرو خاں چرکس کی تحویل میں مملکت کا انتظام چھوڑنے کے بجائے اسے ہمراہ لے جانا ضروری سمجھا کیونکہ خطرہ تھا کہ:

۔ اگر بجا گیر خواہد بود، آیا بعد از نفاذ امر دارد یا نہ۔ کہ بحضور ما نیز موافق رائے خویش کاری نماید۔ در غیبت از ویں بتر خواہد کرد۔

مرزا احمد بیگ سلطان جس کو مرزا غازی خسرو کے بجائے اپنا قائم مقام کرنا چاہتا تھا اس کی کیفیت یہ تھی:

۔ اگر از رکاب صاحب خدمت سمہ اختیار خواہم نمود، رسا خواہیم گشت کہ مردم بوسیہ ہمہ بخان وابستہ اند دعاقبت معاملہ صاحب نیز معلوم نیست کہ کجا خواہد انجامید پس لائق چنانکہ از رکاب محروم نمانند ؎

؎ تاریخ طاہری ص ۲۵۱

Marfat.com

خسرو خاں چرکس ساتھ جانے پر رضامند نہیں تھا اور احمد بیگ سلطان ساتھ جانے پر مصر تھا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ خسرو خاں ٹھٹھ میں قائم مقام کی حیثیت سے کام کرتا رہے اور احمد بیگ بھی وہیں رہ کر فوج اور مالی معاملات کی نگہداشت کرے جس میں خسرو خاں کو مداخلت کا حق نہیں ہوگا۔

دربار میں باریابی مرزا غازی ۱۰۱۳ھ میں آگرہ پہنچا۔ صاحب مآثر الامراء نے لکھا ہے کہ ۱۷ سال کی عمر تھی جب وہ شرف اندوز ملازمت ہوا۔[1] تاریخ طاہری اور کتب تاریخ سندھ کے مصنف نے بھی ۱۰۱۳ھ میں اس کا دربار میں پہنچنا بتایا ہے۔ اکبر نامہ سال ۱۰۱۳ھ (۵۰ سال جلوس اکبری) کے واقعات میں لکھتا ہے کہ:

— چہاردہم مہر ماہ الٰہی (۱۰۱۳ھ) سعید خان با پور خود، ابوالقاسم تمکین ملازمت نمود۔ و میرزا غازی پور میرزا جانی ترخان از ٹھٹھ آمدہ جبین بسجود آستان اقبال نورانی ساخت۔ و گزیدہ پیش کش بہ نذرانہ گذرانید۔ ہژدہم، بہ میرزا غازی و ابوالبقا اوزبک گوہر مرصع و بہ عابدی خواجہ جمدھر مرحمت شد۔[2]

تاریخ طاہری کا مؤلف دربار میں باریابی کی کیفیت یوں بیان کرتا ہے:

— دو ہزار و سیزدہ سن جلوس، بہ خاک بوسی قبلۂ آستان اعلیٰ حضرت عرش آشیانی بہ دارالخلافت آگرہ مشرف شد۔ افتخار کونین و مباہات کائنات حاصل داشت۔ چون آن دائی ولایت حقیقی و مجازی بصورت و معنی او را از جملۂ صادقان اخلاص آئین یافت، منظور نظر کیمیا اثر فرمودہ شمشیر خاصہ بدو عنایت نمودہ۔ از مین الطاف و مرحمت بہ منصب پدر ممتاز و سرفراز داشتہ، دستور سابق صوبۂ سندھ بجاگیر

---

[1] مآثر الامراء ج ۳، ص ۳۴۶

[2] اکبر نامہ ج ۳، ص ۸۲۹ و تذکرہ امیر خانی ص ۳۴

Marfat.com

ادمقرر و مفوض فرمودہ ۔ ؎۱

میرزا غازی کو وہاں چند مہینے نہیں گزرے تھے کہ اکبر بادشاہ کا انتقال ہوگیا (۱۱ جمادالثانی ۱۰۱۴ھ) اور جہانگیر تخت نشین ہوا۔

خسرو خاں کی بے راہ روی | خسرو خاں نے مرزا غازی کے غیاب میں اپنی سابقہ ریشہ دوانیاں پھر شروع کردیں۔ اسے احمد بیگ سلطان کا وجود کھل رہا تھا اور کسی نہ کسی طرح یہ کانٹا راستے سے ہٹا کر اپنے لئے میدان صاف کرنا چاہتا تھا۔

اس نے اپنے داماد شیخ کالہ (نواسہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی) اور قاسم خاں چرکس سے مشورہ کیا۔ طے یہ پایا کہ ارغون اور ترخان قبیلوں کو برانگیختہ کرکے احمد بیگ کو اس طرح ذلیل ورسوا کردیا جائے تاکہ اس کو یہاں رہنے کی ہمت اور جرأت نہ ہو۔

ان سب کا خیال یہ تھا کہ میرزا غازی کا آفتاب اقبال دربار میں پہنچ کر غروب ہو جائے گا اور سندھ کی سرزمین ان کی ریشہ دوانیوں کے لئے وقف رہے گی۔ لہٰذا وہ احمد بیگ کی ٹھٹھہ میں موجودگی، اپنے اغراض کے خلاف سمجھ رہے تھے۔ شیخ کالہ اور قاسم خاں چرکس نے بقول تاریخ طاہری:

> ـــ جماعت ارغون وترخان شبا شب پیش خود طلب داشتہ، چنین قرار نمودند کہ اگر ایشان دراین جا راسخ قدم خواہند گشت دربہام ملک دخل پیدا خواہند داشت! از جاگیر ہریک چہارم حصہ موافق ضابطہ کہ از ہشت ماہ سالیانہ 'ششماہ' قرار دادہ بود اند خارج خواہند ساخت۔ لائق آنکہ فرد افلنہ قائم سازند کہ کار ایشان بکرسی نہ نشیند ـــ ؎۲

؎۱ تاریخ طاہری صـ ۲۴۲

؎۲ تاریخ طاہری صـ ۲۵۲

Marfat.com

دوسرے دن صبح کو جب میرزا احمد بیگ، مرزا جانی بیگ مرحوم کی والدہ کے سلام سے فارغ ہو کر دیوان امارت میں واپس آرہا تھا، اس وقت اس پر حملہ ہوا۔ احمد بیگ نے حالات کا اندازہ لگا کر وہاں سے اپنی حویلی کی راہ لی۔ فسادی وہاں بھی پہنچ گئے، آخر بچنے کی جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو قاسم خاں کی امداد طلب کی۔ شاہ قاسم خاں حویلی میں پہنچا اور اسے ساتھ لے کر اپنی جاگیر نصرپور کی طرف چلا گیا۔

احمد بیگ سلطان وہاں سے عمرکوٹ اور جیسلمیر کے راستے سے آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ خسرو خاں چرکس کے آدمیوں نے وہاں تک تعاقب کیا لیکن وہ بہ عافیت تمام منزلیں طے کرتا ہوا اپنے ولی نعمت مرزا غازی کے ہاں پہنچ گیا۔

Marfat.com

جہانگیر کا عہدِ حکومت

اور

میرزا غازی بیگ ترخان

ترخان نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ:

ــــ بعد از اندک مدت حضرت اکبر بادشاہ متوجہ ملک بقاشد، وحضرت نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ بر سریر سلطنت وخلافت جلوس فرمود۔ اول کسی کہ بہ سعادت مبارک بادی استسعاد یافت، مرزا غازی بود، بعد ازاں امرائے دیگر۔ [1]

جہانگیر کے حضور میں مرزا غازی کی پیشی کچھ ایسی ساعت سعید میں ہوئی کہ اس کے بعد بادشاہ کی خاص توجہ اور عنایات ہمیشہ مرزا پر مبذول رہیں۔

خسرو کی بغاوت جہانگیر کو اپنی حکومت کے پہلے ہی سال اپنے بیٹے شہزادہ خسرو کی بغاوت سے سابقہ پڑا۔[2] مرزا غازی ابھی تک دربار میں موجود تھا، ایک روز جب کہ

---

[1] ترخان نامہ ص ۸۷

[2] ۸ ذی الحجہ ۱۰۱۴ھ کو خسرو آگرہ سے بغاوت کا ارادہ کرکے فرار ہوا اور لاہور کی طرف چلا گیا۔

Marfat.com

جہانگیر بغاوت فرد کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا، درباریوں سے کہا کہ مرزا غازی بھی حکمراں خاندان کا فرد ہے، امور جہاں بانی سے ضرور واقف ہوگا، کیوں نہ اس سے بھی اس مسئلے میں رائے لی جائے؟ تجربہ کار پرانے امیروں نے کہا کہ ابھی وہ بچہ ہے، تجربہ نہیں، کیا مشورہ دے گا؟ جہانگیر نے کہا:

— آخر والی زادہ است، ہر آئینہ رائش منحرف از صواب دثواب نخواہد بود۔

مرزا غازی کو بلا کر پوچھا:

— غازی مرزا، درین مہم چہ گوئی —

مرزا غازی نے کہا:

— ہر چہ رائے عالی تقاضا فرماید ہمان صواب باشد!

جہانگیر نے اصرار کیا:

— آخر بگو ترا چہ بخاطر می رسد!

مرزا غازی نے عرض کیا:

— قبلہ دین و دنیا! ہر گاہ این کہترین غلامان را از راہ نوازش باین خصوصیت مختص می فرمائید، آنچہ بخاطر می رسد وقتی عرض کنم کہ یک پائے مبارک در رکاب آرند! —

جہانگیر خود عزم سفر کئے ہوئے تھا جب مرزا غازی نے بھی یہی اشارہ کیا تو کہا:

— نمی گفتم سردار زادہ است در تدبیر غلط نمی کند! —

جہانگیر کی میرزا پر عنایات یہی صفات تھیں جن کی وجہ سے مرزا غازی کے ساتھ جہانگیر کی دلچسپی بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچی کہ اس کو اپنی "فرزندی" میں داخل کیا، یہ نہایت غیر معمولی اعزاز تھا جو کسی اور امیر کو نصیب نہیں ہوا تھا۔

ذخیرۃ الخوانین میں لکھا ہے کہ:

Marfat.com

— حضرت جنت مکانی، جہانگیر بادشاہ، مرزا غازی بیگ را مخاطب بہ فرزندی
ساختہ ہفت ہزاری ذات و سوار سہ اسپہ و دو اسپہ منصب دادہ، صوبہ ملتان ہم
بجاگیر ایشان تنخواہ نمودند و فرمان بخط خاص با این عبارت می نوشتند کہ —
فرزند ارجمند، سربلند، بابا غازی بیگ بہادر ترخان! — و روز بروز مراحم خسروانہ
بحال او در تزاید بود — [1]

ترخان نامہ کے مصنف سید محمد جمال بن سید جلال الدین حسینی شیرازی نے یہ کتاب مرزا غازی کے انتقال کے ۴۰ ـ ۵۰ سال کے بعد مرزا محمد صالح بن مرزا عیسیٰ خاں ترخان ثانی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ اس سلسلے میں یہ کتاب مستند ہے، وہ مرزا غازی اور جہانگیر کے تعلقات کو وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے:

— حضرت جہانگیر بادشاہ، جرأت و چستی و چالاکی مرزا غازی پسندیدہ، بسر عنایت
و عاطفت آمدہ او را بخطاب فرزندی، منصب پنج ہزاری و دوازدہ ہزار سوار سرفراز
فرمودہ بر ولایت ٹھٹہ، مملکت قندہار در جاگیر او اضافہ فرمود — [2]

خسرو کے تعاقب میں جہانگیر لاہور آیا، مرزا غازی بھی دوسرے امرا کی طرح اس کے جلو میں لاہور تک پہنچا۔ اس سلسلے میں اس نے نہایت شائستہ خدمات انجام دیں۔ طاہری میں ہے کہ:

— بادشاہ چہار دانگ ہند تعاقب او (خسرو) فرمود۔ مرزا آنچہ لازمہ بندگی
بندگان یک رنگ بے درنگ از دل و جان بجا آوردہ خود را در سلک خاصان این
بارگاہ منسلک ساخت۔ و سرانجام کار بہ نتیجۂ نیک رسید — [3]

---

١ ذخیرۃ الخوانین ـ قلمی ـ صہ ۱۶۱

٢ ترخان نامہ صہ ۹۰

٣ تاریخ طاہری۔ ذکر مرزا غازی

Marfat.com

خسرو کے ساتھ ہمشیرِ مرزا غازی کی نسبت

جہانگیر ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو تخت نشین ہوا۔ مرزا غازی کو دربار میں حاضر ہوئے کئی مہینے ہو چکے تھے۔ جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد خود مرزا غازی کی یہ خواہش ہوئی کہ وہ اب وطن واپس ہو جائے، اور اس کے لئے اجازت حاصل کرے تزک جہانگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غازی نے سعید خاں چغتہ کو، جو اسے سندھ سے لا یا تھا، ذریعہ بنا کر اپنا مدعا بادشاہ تک پہنچایا۔ چنانچہ جہانگیر نے اپنے پہلے سال کے روزنامچہ میں لکھا ہے:

— درہمین ایام عرضداشت سعید خان بہ رخصت مرزا غازی کہ حاکم زادہ ولایت ٹھٹھہ بود رسید، فرمودم کہ: چون پدر من ہمشیرہ او را بہ فرزندی خسرو نامزد نمودہ اند، انشاءاللہ تعالیٰ چوایں نسبت بوقوع آید اور را رخصت خواہم نمود۔ ؎

یہ نسبت غالباً مرزا جانی کی زندگی میں ہوئی ہوگی۔ عقد ابھی نہیں ہوا تھا کہ مرزا جانی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد مرزا غازی اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دربار میں اس وقت حاضر ہوا جب خود اکبر رخت سفر باندھے دنیا سے کوچ کرنے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ اب چونکہ مرزا غازی موجود تھا اس لئے جہانگیر نے چاہا کہ عقد ہو جانے کے بعد وہ وطن واپس جائے۔ معلوم نہیں عقد ہوا یا نہیں کیونکہ اس عرصے میں خود خسرو نے اپنے باپ جہانگیر سے سرکشی کی اور جہانگیر کو اس کے تعاقب میں نکلنا پڑا۔

وطن کی طرف واپسی

خسرو کی بغاوت فرو کرنے کے سلسلے میں جہانگیر نے مرزا غازی سے بھی مشورہ کیا تھا رائے یہی قرار پائی کہ اس مہم پر خود جہانگیر کو نکلنا چاہیے، چنانچہ جہانگیر جب آگرہ سے نکلا تو مرزا غازی بھی اس کے ہمراہ چلا اور بقول میر طاہر اس سلسلہ میں شائستہ خدمات انجام دیں۔ ۱۰۱۵ھ میں قندھار پر ایران کے ہمسایہ قبیلوں نے لشکر کشی کی اس وقت جہانگیر

؎ تزک جہانگیری۔ نولکشور ۹-۱۰۔ بیورج ۳۰

Marfat.com

لاہور میں مقیم تھا۔ خسرو کی بغاوت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مرزا غازی کے تذکرہ میں ایک جگہ یہ فقرہ آیا ہے کہ:

— اما دریں راہ کہ مرزا محل خود (دختر برادر شریف خاں اتکہ) در ملتان متمکن ساختہ متوجہ بدیں صوب (یعنی قندھار) گشت —[۱]

ملتان کا صوبہ جہانگیر نے بطور جاگیر کے مرزا غازی کو عنایت کیا تھا۔ اس لئے جب اس کو قندھار جانے کا حکم صادر ہوا تو اس نے اپنے محل کو ملتان میں چھوڑا اور قندھار کی طرف روانہ ہوا۔

اپنے تزک میں جہانگیر نے ایک جگہ لکھا ہے کہ:

— آخرالامر بہ آگرہ آوردہ (یعنی غازی را) کہ بشرف پابوسی والد بزرگوارم سرفراز گردانید، در آگرہ بود کہ حضرت عرش آشیانی شنقار شدند و من بر تخت دولت جلوس نمودم۔ بعد ازانکہ خسرو را تعاقب نمودہ بہ لاہور داخل شدم، خبر رسید کہ امرائے سرحد خراسان جمعیت نمودہ بر سر قندھار آمدہ اند و شاہ بیگ حاکم آنجا در قلعہ متحصن شدہ منتظر کمک است۔ بآں ضرورت فوجی بسرداری میرزا غازی و دیگر امرا و سرداراں بہ کمک قندھار تعین شدند —[۲]

اس عبارت سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے کہ ۱۰۱۳ھ میں مرزا غازی آگرہ پہنچا۔ لاہور تک جہانگیر کے ساتھ رہا، تا آنکہ ۱۰۱۵ھ میں قندھار کی شورش فرو کرنے کے لئے کمک روانہ ہوئی۔ اس میں مرزا غازی کو بھی شریک کیا گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو جو غالباً اس دوران میں اس کے عقد میں آئی ہوگی ملتان چھوڑ کر قندھار کی راہ لی۔

---

[۱] طاہری ص ۲۵۵

[۲] تزک جہانگیری۔ نولکشور ص ۱۱۰ - بیھنج ۲۲۳

Marfat.com

(۱۱)

قندھار کے مسائل اور معاملات

اس زمانے میں مغل سلطنت کی طرف سے قندھار کے صوبے پر شاہ بیگ حکومت کر رہا تھا۔ قندھار کے ہمسایہ ایرانی سرداروں نے ۱۰۱۵ھ میں شورش کی[1] اور قلعہ قندھار کا محاصرہ کرلیا۔ جہانگیر نے اپنی تزک میں لکھا ہے کہ:

— چہارشنبہ نہم محرم (بقول ترجمہ بیورج ۸ محرم) جشن اولین نوروز بہ مبارکی بہ قلعہ لاہور درآمدم۔ جمعے از دولت خواہان، معروض داشتند کہ معاودت بدارالخلافت آگرہ درین ایام کہ فی الجملہ خللے در صوبہ گجرات، دکھن و بنگالہ واقع است، بہ صلاح دولت اقرب خواہد بود۔ این کنگاش پسند خاطر من نیفتاد، چہ از عزائض شاہ بیگ خان

---

[1] صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے کہ — در ہزار و پانزدہ بموجب حرام نمکی حیدر، ملازم شاہ بیگ خاں (حاکم قندار) لشکر خراسان بقندار رسید (ص ۵ خطی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ بیگ کے خود اپنے ملازم کی شہ پر ایرانی لشکر قندھار پر چڑھ آیا تھا۔

Marfat.com

حاکم قندھار، لبعضے مقدمات معروض افتادہ بود، دلالت براں می کرد کہ امرائے سرحد قزلباش بر افساد، چندے از لقایائے لشکر میرزایان آنجا کہ ہمیشہ محرک سلسلۂ خصومت ونزاع اند، وترغیب نامجات در گرفتند، قندھاریان طائفہ می نویسند، حرکتی خواہد نمود. بخاطر رسید کہ مبادا شتفار شدن حضرت آشیانی، ومخالفت بے ہنگام خسرو، داعیۂ اظہار تیز ساختہ، بر سر قندھار یورش نمایند. بحسب اتفاق آنچہ بخاطر آفتاب اشراق پرتو انداختہ بود، از قوۃ بہ فعل آمد. حاکم ہرات وملک سیستان، و جاگیرداران این نواحی بہ کمک ومدد حسین خان حاکم ہرات[1] بر سر قندھار متوجہ گشتند۔[2]

پھر لکھتا ہے:

۔شاباش بر ہمت ومردانگی شاہ بیگ خان کہ مردانہ قائم کردہ قلعہ را مضبوط و مستحکم ساختہ وخود بالائے ارک سیوم از قلعہ مذکور چنان نشست کہ بیرونیاں علانیہ بر مجلس او را می دیدند، ودر مدت محاصرہ میان نابستہ، سر وپا برہنہ، مجلس عیش و عشرت ترتیب می دادے وہیچ روزے نبود کہ فوجے در برابر لشکر غنیم از قلعہ بیرون نمی فرستاد، وکوششہائے مردانہ بہ تقدیم نمی رسانید. تا در قلعہ بود چنین بود. لشکر قزلباش طرف قلعہ را احاطہ نمودہ بودند۔[3]

اس طرح تقریباً ایک سال قندھار میں شورش رہی اور جس وقت یہ واقعات جہانگیر کو لاہور میں معلوم ہوئے اس وقت شاہ بیگ قلعہ میں محصور تھا اور قلعہ کے چاروں طرف

---

[1] شاملو

[3] تقا ترک۔ ص ۴۴

غنیم کی فوجیں محاصرہ کئے ہوئے تھیں. جہانگیر لکھتا ہے کہ جب میں نے واقعات کی اطلاع پائی:

— چون این خبر در لاہور رسید ظاہر شد کہ توقف درین حدود اقرب وا صلح بودہ. درحال فوجے کلانے بہ سرداری میرزا غازی وہمراہی جمعے از منصب داران وبندہ ہائے درگاہ مثل قرا بیگ کہ بہ خطاب "قراخانی" وتختہ بیگ کہ بہ خطاب "سردارخانی" سرفراز گردیدہ بودند، معین گشتند۔[1]

یہ خطاب بہت بڑا اعزاز تھا جو میرزا غازی نے جہانگیر کی غیر معمولی توجہ اور عنایت خاص کی بدولت، پرانے تجربہ کار امیروں اور بڑے بڑے سپہ سالاروں کی موجودگی میں پایا. تندھار کی مہم معمولی نہیں تھی. بہت سے سردار اور سپہ سالار موجود تھے جو اس مہم پر جا سکتے تھے. میرزا غازی ان کے مقابلے میں بچہ تھا، پھر بھی اسی کا انتخاب ہوا اور ساتھ ہی منصب اور نقارے وغیرہ سے بھی سرفراز کیا گیا. جہانگیر نے لکھا ہے کہ:

— میرزا غازی را بہ منصب پنج ہزاری ذات وسوار، سرفراز ساختہ ونقارہ عنایت کردہ۔[2]

اس سلسلے میں جہانگیر میرزا غازی کے حالات بھی بیان کرتا ہے کہ:

— میرزا غازی ولد میرزا جانی ترخان، کہ بادشاہ ملک ٹھٹہ بود، وبہ سعی عبدالرحیم خان خاناں سپہ سالار، درعہد حضرت عرش آشیانی، آں دیار مفتوح وملک ٹھٹہ درجاگیر او کہ منصب پنج ہزاری ذات وسوار مقرر گشتہ بود، تفویض یافت. وبعد از فوت او، میرزا غازی پسرش بہ منصب وخدمت پدر سرفراز بود. آباو اجداد اینہا

---

[1] تزک جہانگیری صہ ۳۴

[2] " " صہ ۳۴

Marfat.com

از امرائے سلطان حسین میرزا بالیقرا والی خراسان بودند' دراصل از سلسلۂ امرائے صاحب قران اند۔ [1]

اس کمک کے سلسلے میں جو انتظامات کئے گئے ان کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

۔ خواجہ عاقل بخدمت بخشی گری این لشکر مقرر گشت' چہل و سہ ہزار روپیہ مددخرچ گویا بہ قراخان' دپانزدہ ہزار روپیہ بہ نقدی بیگ و قلیج بیگ کہ از ہمراہان میرزا غازی بودند' مرحمت شد۔

اس کے بعد لکھتا ہے کہ:

۔ بہ جہت رفع این خدشہ ' ارادۂ سیر کابل توقف لاہور را بخود قرار دادم۔

---

[1] تزک جہانگیری ص ۳۴

Marfat.com

(۱۲)

قندھار کی طرف روانگی

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں، میرزا غازی ملتان میں اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر قندھار کی طرف چلا۔

چند سال وطن سے غیر حاضر رہنے کی وجہ سے ملکی انتظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ خسرو خاں چرکس نے احمد بیگ سلطان کو سندھ کے حدود سے نکال دیا تھا، مالی اور انتظامی امور اب اس کے اور اس کے متعلقین کے قبضے میں تھے۔ روپیہ پیسہ سب کا سب وہیں خورد برد ہو رہا تھا۔ میرزا غازی کے طلب کرنے پر بھی اس کو حسب ضرورت روپیہ نہیں بھیجا جاتا تھا۔

جس وقت قندھار کی مہم پیش آئی اس وقت وہ سخت مالی مشکلات میں مبتلا تھا۔ تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ:

– از بے سرانجامئے کہ ہنوز از جاگیر نہ خزانہ نہ لشکر بالیشان رسیدہ بود، آزار بسیار می کشید۔ علی الخصوص دران وقت کہ قرہ خان از روئے ہزل دہند یا نے

لہ رک: تاریخ مظہر شاہجہانی ۶۱- ۱۰۷- ۱۰۸- ۱۱۳- ۲۸۷

Marfat.com

ہمیں می گفت کہ مرزا بدیں مدد دے واستعداد روبرو ئے ترکمان خواہد شد[1]

مرزا غازی کی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بے سروسامانی کا کیا عالم تھا، نہ روپیہ، نہ پیسہ، نہ اپنا لشکر۔ اس پر قرہ خاں کا تمسخر اور تضحیک، ستم بالائے ستم، غرض ایک عجیب کشمکش کی حالت میں وہ قندھار کی طرف کوچ کر رہا تھا اور ہر منزل پر اپنے لشکر اور خزانے کا منتظر رہتا تھا۔

جب مرزا غازی کا پڑاؤ "دُکی جو نیانی" میں تھا، اچانک قرہ خاں کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے خیال کیا کہ اب اس کی فوجی جمعیت اور اس کا روپیہ واپس لے جا کر اس کے بیٹے کے حوالے کر دیں جو اس وقت اپنی جاگیر سھکر میں تھا۔

میرزا غازی گھبرایا کہ اگر یہ لشکر اور یہ خزانہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا تو پھر قندھار کی مہم سے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا! بہت کچھ کہا سنا لیکن قرہ خان کے آدمیوں نے نہیں مانا۔ میرزا غازی نے مہم کی اہمیت جتلائی اور کہا کہ میرا خزانہ اور لشکر ابھی تک نہیں پہنچا، سردست قرہ خان کا لشکر اور روپیہ میرے تصرف میں دیا جائے تاکہ یہ مہم سرانجام ہو۔ جب میرا خزانہ آ جائے گا تو رقم ادا کر دی جائے گی اور لشکر بھی واپس کر دیا جائے گا! لیکن کسی صورت سے وہ لوگ آمادہ نہیں ہوئے، آخر مرزا غازی نے کوچ کا نقارہ بجوا دیا اور خود ہی قندھار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت قرہ خان کے آدمیوں کو ہوش آیا اور انہوں نے بھی مرزا غازی کا ساتھ دیا۔

قندھار کی فتح مرزا غازی قندھار سے ایک آدھ میل ابھی دور تھا کہ غنیم کو اس کی اطلاع پہنچ گئی۔ اس وقت اتفاقاً شاہ عباس والیٔ ایران نے بھی تمام واقعات سے واقف ہو کر شورش کرنے والوں کی طرف اپنے ایلچی حسن بیگ کو روانہ کیا اور حکم بھیجا، کہ

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۵۵

فوراً محاصرہ اٹھاکر اپنے اپنے علاقوں میں چلے جائیں۔

ایک طرف سے مرزا غازی کی آمد کی اطلاع اور دوسری طرف سے شاہ ایران کا فرمان لے کر حسن بیگ کا آنا، شورش پسندوں نے رات کو محاصرہ اٹھاکر چپکے سے اپنے گھروں کی راہ لی۔

مرزا غازی کی خوش قسمتی تھی کہ ایک قطرہ خون بہائے بغیر قندھار میں داخل ہو گیا۔

مقالات الشعراء میں ہے کہ جب مرزا غازی قندھار کے شہر میں داخل ہوا تو ایک شاعر نے یہ قطعہ تاریخ موزوں کیا۔ [۱]

نواب شاہ غازی چون سوئے قندھار
نہضت نمود باسپہ بے حد و عدد
با موکب جلال در آمد بہ مولتان
دست دعا بہ دامن میمون شیخ زد
فتح و ظفر نمود بہ عین رضائے پیر
وز خیل بدسگال مخالف نہ شد احد
تاریخ آن ز عقل چو کردم شبے سوال
بشگفت و گفت "پیر ولایت شدہ مدد" ۱۰۱۶ھ

ملتان کے جس پیر اور شیخ کی طرف اس قطعے میں اشارہ ہے، نہیں معلوم کہ یہ اشارہ حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی کی طرف ہے یا کوئی اور صاحب دل پیر ہیں جن سے مرزا کو عقیدت ہوگی

جہانگیر کو اس کی اطلاع ۲۲ ر ذوی القعدہ ۱۰۱۵ھ کو لاہور میں ملی۔ اپنی تزک میں دوسرے سال جہانگیری کے پہلے دن (مطابق ۲۲ ر ذی قعدہ ۱۰۱۵ھ ۱۰ ر مارچ ۱۶۰۷ء) لکھتا ہے:

---

[۱] مقالات الشعراء صد ۸۳۲

— در ہمین ایام روز مبارک از عرائض قندھار بموقف عرض رسید کہ: لشکرے کہ بسرکردگی مرزا غازی ولد مرزا جانی بہ کمک شاہ بیگ خان تعین یافتہ بودند، در دوازدہم شہر شوال ستہ مذکور داخل بلدۂ قندھار می شوند۔ و طائفہ قزلباش چون خبر رسیدن عساکر منصورہ را پیش منزلے بلدۂ مذکور می شنوند، سراسیمہ و پریشان و پشیمان تاکنار آب ہلمند کہ پنجاہ و شصت کروہ بودہ باشد، عنان باز نمی کشند—

اس کے ساتھ سپہر جہانگیر اس شورش کا مفصل تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتا ہے:

— درین ایام رایات جلال کہ بہ تعاقب خسرو از دارالخلافہ آگرہ حرکت نمودہ بود، در لاہور نزول اجلال داشت۔ بمجرد شنیدن این خبر بلاتوقف فوج کلانی از امرا و منصبداران بسرداری مرزا غازی فرستادہ شد۔ پیش ازان کہ مرزائے مذکور بہ قندھار رسد، این خبر بہ شاہ (شاہ عباس) رسید کہ حاکم فراہ با بعضی از جاگیرداران این نواحی قصد ولایت قندھار نمودہ اند، این معنی را لائق ندانستہ بہ قدغن، حسن بیگ نامی را از مردم روشناس خودی فرستند، و فرمانی باسم ایشان صادر می گردد، کہ از کنار قلعہ قندھار برخاستہ متوجہ جا و مقام خود شوند کہ بسبب محبت و موالات آبائے کرام باسلسلۂ علیہ جہانگیر بادشاہ قدیم است. آن جماعت پیش ازان کہ حسن بیگ برسد حکم بادشاہ بہ ایشان رسانید، تاب مقاومت عساکر منصورہ نیاوردہ، مراجعت را غنیمت می شمارند۔ حسن بیگ مذکور آن مردم را ملامت نمودہ روانۂ ملازمت شد۔ در لاہور سعادت خدمت دریافت و این معنی را اظہار نمود کہ این جماعت بے عاقبت کہ بر سر قندھار آمدہ بودند، بغیر از فرمودہ شاہ عباس این حرکت از آنہا

Marfat.com

بوقوع آمد۔ مبادا کہ درخاطر ازیں ثمر گرانی راہ یافتہ باشد۔ ؎

جب مرزا غازی کا لشکر شہر میں داخل ہوا تو جہانگیر نے لکھا ہے کہ ہمارے حکم کے مطابق اس نے قلعہ سردار خاں کے حوالے کیا اور کمکی لشکر کے ہمراہ شاہ بیگ ؎ کو واپس درگاہ والا کی طرف روانہ کیا۔

؎ تزک جہانگیری ص ۴۲-۴۳-۴۴۔ بیورج ۸۵ - ۸۶

؎ شاہ بیگ خاں ارغون ولد ابراہیم جو یک پہلے اکبر بادشاہ کے چھوٹے بھائی مرزا محمد حکیم فرماں روئے کابل کا نوکر تھا۔ ۱۲ر شعبان ۹۹۳ھ (۳۰ر جولائی ۱۵۸۵ء) کو مرزا محمد حکیم نے وفات پائی اس کے کئی سرداروں نے اکبر بادشاہ کی ملازمت اختیار کرلی جن میں شاہ بیگ خان بھی تھا۔

اکبر نے ۹۹۸ھ میں مرزا عبدالرحیم خان خاناں کو ملتان و بھکر کی حکومت پر مامور کرکے سندھ کو فتح کرنے کا حکم دیا۔ خان خاناں ۹۹۹ھ میں حاکم سندھ مرزا جانی بیگ ترخان کے مقابلے میں روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ میاں محمد خاں نیازی، فریدوں خاں برلاس، سید بہاء الدین بخاری بختیار بیگ، ترا بیگ ترکمان، دھارو ولد راجہ ٹوڈرمل، میر معصوم بھکری وغیرہ سرداروں کے علاوہ شاہ بیگ خاں کابلی بھی تھا۔

رجب ۱۰۰۳ھ میں مرزا مظفر حسین قندھاری صفوی نے اکبر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ اور قلعہ قندھار حوالہ کردیا۔ اکبر نے قندھار کی حکومت پر شاہ بیگ خاں کو بھیج دیا۔ اس نے صوبہ قندھار کا بہت اچھا انتظام کیا۔ ۱۰۱۰ھ میں اس کو اس کا منصب تین ہزار پانچسو سوار کا کردیا گیا تھا۔

۱۰۱۴ھ میں اکبر کی وفات کے بعد جلوس جہانگیری کے پہلے ہی سال حسین خاں شاملو حاکم ہرات نے خراسان کا لشکر لے کر قندھار پر چڑھائی کی اور شہر کو تین طرف سے محاصرہ میں لے لیا۔ شاہ بیگ خاں نے بڑی ہمت سے شہر کو محاصرے والوں سے اس وقت تک بچائے رکھا جب تک کہ مرزا غازی
(جاری)

Marfat.com

(جاری)

پہنچ گیا۔

قندھار کی مہم کی کامیابی کا حال سُن کر جہانگیر کابل چلا گیا اور شاہ بیگ خاں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم بھیجا۔ شاہ بیگ خاں نے ۱۰۱۶ھ میں قندھار سے کابل پہنچ کر دربار میں حاضری دی۔ جہانگیر نے اسے پنج ہزاری منصب اور "خان دوراں" کا خطاب دیا اور کابل کی صوبہ داری دی۔ وہاں شاہ بیگ دس بارہ سال تک کامیابی سے حکومت کرتا رہا۔

اب زیادتی عمر کی وجہ سے شاہ بیگ خاں کے قویٰ میں انحطاط آچلا تھا۔ کابل کے صوبے پر نہایت مستعد صوبہ دار کی ضرورت تھی۔ آخر جہانگیر نے اسے دربار میں طلب کیا۔ ۱۰۲۶ھ میں جہانگیر احمد آباد اور کنبایت گیا تو خان دوراں شاہ بیگ خان بھی ساتھ تھا۔ جہانگیر نے اس کو ٹھٹھہ کی صوبہ داری دی۔

شاہ بیگ خاں بڑا سیدھا سادھا ترک تھا مصلحت بینی اس میں مطلق نہیں تھی۔ ٹھٹھہ کی صوبہ داری پر جانے سے پہلے ملکہ نور جہاں کے بھائی آصف خاں سے جو اب وزیر اعظم بن چکا تھا رخصتی ملاقات کے لئے گیا۔ آصف خاں نے اپنے مصاحب خاص ملا محمد ٹھٹھوی کے بھائیوں کی سفارش کی۔ شاہ بیگ خاں کو یہ اطلاع تھی کہ ملا محمد کے اثرات کی وجہ سے اس کے بھائی ٹھٹھہ میں بڑے خود سر ہو گئے ہیں اور کسی حاکم کو خاطر میں نہیں لاتے۔ آصف خاں کی سفارش کے جواب میں شاہ بیگ خاں نے کہا۔ اگر ملا محمد کے بھائی سیدھے رہیں گے تو ٹھیک ہے میں کوئی تعرض نہیں کروں گا ورنہ ان کی کھال کھنچوا دوں گا۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ بیگ خاں کا یہ جواب آصف خاں کو بہت گراں گذرا۔ اس نے وہ چال چلی کہ شاہ بیگ کا منصب، جاگیر اور صوبہ داری سب خاک میں مل گئی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دربار کی حاضری بھی بند کر دی گئی۔ لیکن اس کی دیرینہ خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے ۵۰ ہزار سالانہ کی جاگیر پرگنہ خوشاب جو سالہا سال سے اس کے پاس تھی بحال رکھ کر اس کو رخصت کیا گیا۔

ذخیرۃ الخوانین کا بیان ہے کہ شاہ بیگ خاں شراب کا بری طرح عادی تھا اور اس کا ایک

(جاری)

Marfat.com

(جاری)

قول نقل کیا ہے جس کا مطلب ہے — دنیا خواہ رہے یا نہ رہے مگر صراحی ضرور سامنے رہے —

انہیں ایام میں اس نے وفات پائی۔

مآثر الامراء نے لکھا ہے:

— شاہ بیگ خان مرد ترک سادہ سپاہی بود، در عہد عرش آشیانی وقت رخصت قندھار شیخ فرید میر بخشی ایستادہ کردہ تسلیم عنایت علم و نقارہ فرمود. ہماں وقت بشیخ می گوید: اینہا بچہ کاری آید، در منصب بیفزاید و جاگیر دہند کہ سواران دیگر برائے کار پادشاہی نگاہ دارم. مشہور است کہ با مثل جہانگیر پادشاہی دیوانہ سر گفت کہ: حضرت! در زنگل پدر شما جوانان چند ایستادہ می شدند کہ شاہ بیگ بیشم خانہ آنہا نمی رسید. والحال این مردمین کہ ایستادہ اند، ہیچ کدام بیشم خانہ شاہ بیگ نمی رسید. گویند سکرات دیگر را مثل بنگ و افیون وکوکنار با شراب آمیختہ می خورد، "چار لغزہ" می نامید — شاہ بیگ خان کوئے چار لغزہ خور! زبان زد مردم بود۔

ایک بیٹا میرزا شاہ محمد غزنین خان بڑا بہادر و دانائے وقت تھا، دوسرا بیٹا یعقوب بیگ جو میرزا جعفر آصف خان وزیر اعظم کا داماد تھا اور بے انتہا ارذل پرست تھا (مآثر الامراء ۲ : ۶۴۲)

Marfat.com

(۱۳)

قندھار کے کوائف

قحط، دربار میں مخالفت اور میرزا کی واپسی

جس وقت مرزا غازی کا لشکر قندھار میں پہنچا ہے اس وقت اس علاقے میں سخت قحط تھا، تقریباً ایک سال یہ علاقہ کشت وخون اور مسلسل محاصرے میں مبتلا رہنے کی وجہ سے قحط اور دوسری مصیبتوں میں مبتلا تھا۔ مرزا غازی کا لشکر جب پہنچا تو اس کو بھی قحط کی وجہ سے سخت مصیبت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ تحفۃ الکرام میں ہے کہ:

— مردمان مرزا غازی بسیار تلف وسواران پیادہ شدند — [1]

تاریخ طاہری کا مصنف محمد طاہر نسیانی اس زمانے میں وہیں تھا وہ اس خزانہ اور لشکر کے ساتھ پہنچا تھا جو ٹھٹہ سے مرزا غازی کے فرمان پر بھیجا گیا تھا اور جس کے آنے میں تاخیر کی وجہ سے مرزا غازی ترخان کے تمسخر کا ہدف بنا تھا۔ نسیانی اپنے چشم دید حالات یوں لکھتا ہے:

---

[1] تحفۃ الکرام ج ۳، ص ۴۸

Marfat.com

ـــ فقیر نیز دران کومک که از ٹھٹہ بملازمت ایشان می آمد تعین گردیده بود ـ بعد از ان داخل شدن ایشان سپاه مذکور رسید ـــ

ـــ قحط سالی بمرتبہ ای دید که اکثر غربای آن سرزمین گوشت چغہای اسپ و شتر می بریدند و می خوردند ـ روزی از ایشان استفسار داشت که این محض حرام است چرا می خورند ـ جواب دادند که بعد از سہ فاقه حرام را حلال ساخته اند و ما مردم را هفت و نہ فاقه می گزرد ـ چون چیزی دیگر بهم نمی رسد بہ همین آرام نفس بی آرام می نمائیم ـ الحق، هم چنان وقت بود ـ

ـــ ما دیک یار، محمد ہاشم نام هم منزل داشتیم ـ آنچه محاصرہ می بود باتفاق تناول می کردیم ـ چون سفر گزرانده در قندهار حضر داشتیم ـ آذوقه که همراه برداشته بودم اتمام گردیده کار بر خریدن افتاد ـ یاران که در انجا بوده اند، بهتری دانسته باشند که روپیه سیر روغن گندہ بود و روپیه پا سیر آرد و برنج بحیله بهم می رسید ـ آن عزیز را پارہ روغن در دبلہ مانده بود ـ چون دانست که روغن سرکار ما خوب است، هم سفرگی فقیر برطرف ساخت ـ عاقبت معاملہ او بجائے کشید که طعام از یاران که هم جوار بودیم، نهان کرده در طهارت خانه می خورد ـ روزی یاران برائے رسوائی و شرمساری آن کم همت نفران جا پس مانده ـ همین که سفره دران نجاست جا گسترد و خود بہ بهانه طهارت در آمده بران نشست، حاضر گردیدند و او را طعن و لعن نمودند ـ اما چه سود ـــ ؟ کرچوں ترک آنجا داشت، چادر در بر کشیده، لخت گوشت و نان پیش نهاده پہلو افتاده می خورد ـ چندان که یاران برابر محاصره خویش طلب داشتند، نمی آمد ـ یوسف علی خان یارے بود، روزے چادر از روی آن تن پروری برداشته گریخت ـ و یاران، گوشت و نان، مانند سگ از روی هزیان کشیده گرفتند ـ آخر ہاشم سگ مشہور گشت ـــ [۱]

[۱] تاریخ طاہری ص ـــ ۲۵۶ ـــ ۲۵۷

Marfat.com

مرزا غازی کے لشکر اور آدمیوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے آخر میں مصنف نے لکھا ہے:

— مردم میرزا لسبے پریشان وخراب ازین قسم گشتند، کہ اکثر پیادہ ماندند و زیر بار قرض چون گاو و خر در خلاب افتادند۔ [1]

یہ تو ہوا میرزا غازی کے لشکریوں کا حال۔ لیکن خود میرزا غازی کی پریشان حالی کے متعلق مصنف نے لکھا ہے کہ معلوم ہوا کہ وہ خود سردار خاں اور میر بزرگ بن میر معصوم بھکری سے قرض لے کر اپنا گذارہ کر رہا ہے۔ جب سپاہی بھوک سے تنگ آکر اس کی حویلی پر جاتے تو ان کے حالات ملازم سن لیتے لیکن میرزا کی تنگ دستی کو دیکھ کر اس کے سامنے ان کو پیش نہیں کر سکتے تھے بلکہ دلاسہ دے کر بالا بالا ٹال دیا کرتے تھے۔ آخر ایک دن مرزا غازی نے از خود حالات کا اندازہ کر لیا اور حکم دیا کہ جو کچھ ان کے پاس ہے وہ لے جا کر غریب سپاہیوں میں بانٹ دیں:

جہانگیر کا روپیہ روانہ کرنا دو شنبہ نہم ربیع الثانی کے روزنامچے میں جہانگیر نے لکھا ہے کہ میرزا غازی کو تیس لاکھ دام بطور انعام دیئے گئے [2] غالباً یہ انعام میرزا کو مہم قندھار کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینے کے صلے میں عنایت کیا گیا تھا اور جب یہ انعام اسے پہنچا ہوگا اس وقت یقیناً اس کی مشکلات میں آسانی ہو گئی ہوگی۔

بھکر میں آمد جہانگیر کی طرف سے میرزا غازی کو قندھار میں حکم پہنچا کہ وہ اپنے حالات اور لشکر کے ساز و سامان کو درست کرنے کے لئے قندھار چھوڑ کر بھکر کو چلا آئے، اور جب تک دوسرا حکم صادر نہ ہو بھکر ہی میں قیام کرے۔ چنانچہ میرزا فوراً بھکر پہنچا اور اپنے ذاتی اور ملکی حالات کو درست کرنے میں مصروف رہا۔

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۵۷

[2] تزک جہانگیری ص ۳۷ ۔ بیورج ۷۵۔

Marfat.com

دربار میں غلط فہمی | قندھار کی مہم ختم ہونے کی اطلاع پاکر جہانگیر لاہور سے کابل کی طرف سیر و تفریح کے لئے گیا۔ میرزا بدستور سکھر میں مقیم رہا۔ کچھ عرصے کے بعد جہانگیر کے دربار میں میرزا غازی کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش شروع ہوئی اور بادشاہ پر یہ اثر ڈالا گیا کہ میرزا غازی اب اپنے وطن سے واپس نہ آئے گا۔[۱] چنانچہ دربار سے فوری طلبی کا فرمان صادر ہوا۔

یہ اطلاع تاریخ طاہری کی ہے لیکن ترخان نامہ کا مؤلف لکھتا ہے کہ جب قندھار کی حکومت میرزا غازی کے سپرد ہوئی اور اس نے وہاں جاکر اپنے آپ کو اتنا مقبول اور مؤثر ثابت کیا کہ ایک طرف ایران کے بادشاہ نے اس کے ساتھ ربط ضبط بڑھایا اور اس کو فرزند کے لقب سے یاد کرنے لگا، اور دوسری طرف شعرا اور علما کی آمد سے اس کا دربار شہنشاہوں کے دربار سے ٹکر کھانے لگا۔ رعایا اور لشکری اس پر جان دینے لگے تو حاسدوں نے بادشاہ کے کان بھرے اور کہا کہ:

> — مرزا غازی ہوائے باغی گری در سر گردہ، بہ والی ایران اہل گردیدہ، امروز فردا سرکشی آغاز خواہد کرد —[۲]

پھر لکھتا ہے کہ:

> — بنابران، امتحاناً فرمان طلب بہ میرزا غازی صادر گشت کہ بہ ڈاک چوکی خود را بملازمت رساند —

فرمان کے پہنچتے ہی مرزا غازی "اخلاص درست" کے ساتھ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور (۱۷) دن کے اندر قندھار سے لاہور پہنچ گیا جہاں جہانگیر شکارگاہ میں مقیم تھا۔

بادشاہ اسے دیکھ کر بہت مسرور اور متاثر ہوا۔ چغل خوروں کی امیدوں پر پانی

---

[۱] تزک جہانگیری ص ۳۰۷۔ بیورنج ص ۷۵

[۲] ترخان نامہ ص ۹۲

Marfat.com

پھر گیا. جہانگیر نے انعام واکرام کے ساتھ پنجاب کے چند علاقے بھی اس کو بطور جاگیر عطا کئے اور قندھار کی حکومت بھی برقرار رکھی۔

اصل واقعہ تاریخ طاہری کا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ صاحب ترخان نامہ کو غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ پنجاب میں ملتان کی جاگیر بادشاہ نے آگرہ سے آنے کے بعد قیام لاہور کے زمانے میں عنایت کی تھی۔ وہاں سے قندھار کی مہم پر گیا، قحط کی وجہ سے قندھار کو سردار خاں کے سپرد کر کے حسب فرمان شاہی سکھر میں آ کر مقیم ہوا۔ اس زمانے میں درباری امراء نے مرزا غازی کے سرکشی اختیار کرنے کے خطرات بیان کر کے بادشاہ کی طبیعت کو مکدر کرنا شروع کیا، اور بادشاہ نے اس کو سکھر سے بلایا۔ جب مرزا غازی لاہور پہنچا تو بادشاہ اس سے خوش ہو گیا اور اس کو قندھار کی صوبہ داری کا فرمان دے کر اسے فوراً وہاں پہنچنے کا حکم دیا۔ والیٔ ایران سے مرزا غازی کے تعلقات اور مرزا غازی کی درباریاں وغیرہ سب بعد کی چیزیں ہیں۔ بہرحال، حسب اطلاع تاریخ طاہری مرزا غازی آستانہ خلافت کی طرف چلا اور:

— خلیفہ روزگار از صوبہ کابل برگشتہ قریب فردوس ثانی (یعنی سال دوم)، بلدۂ لاہور تشریف ارزانی فرمودہ بودند رسیدہ سر از سجدہ قبلہ صوری خداوند مجازی سرافراز داشتہ از آلام دوری و محن مہجوری مخلصی یافت —

تزک جہانگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ رشعبان ۱۰۱۶ھ کو مرزا آستاں بوس ہوا۔ جہانگیر نے لکھا ہے کہ:

— روز دوشنبہ دوازدہم (۱۰۱۶ھ) مرزا غازی، کہ در سرداری لشکر قندھار مصدر خدمات پسندیدہ گشتہ بود ملازمت نمود، و عنایات بسیار نمودم — [۱]

---

[۱] تزک جہانگیری ص ۶۳، بیورج ص ۱۳۱

Marfat.com

ان "عنایات بسیار" کی شرح صاحب تاریخ طاہری یوں کرتا ہے:

—مرزا بموجب عقیدۂ درست خویش از عنایت و اخلاص حضرت شاہنشاہی سر بلند گردیدہ، ترقی منصب و جاگیر دیدہ، بصاحب صوبگی قندھار منصوب گشت—

گویا ٹھٹھ کی مملکت تو اس کی تھی ہی۔ بادشاہ نے آگرے سے لاہور پہنچ کر ملتان عنایت کیا۔ قندھار کی مہم پہ جاتے وقت "پنج ہزاری ذات سوار اور نقارہ" عطا ہوا۔ قندھار میں تھا کہ تیس لاکھ دام انعام ملا، اور اب ٹھٹھ، بھکر اور ملتان کے ساتھ ساتھ قندھار صوبے کی حکومت بھی مرزا غازی کے سپرد کی گئی۔

Marfat.com

(۱۴)

قندھار کی صوبہ داری

ہندوستان کا سرحدی صوبہ ہونے کی وجہ سے قندھار کا صوبہ اس زمانے میں بڑی اہمیت رکھتا تھا، علاوہ ازیں وہاں کے قرب وجوار کے امیروں نے جو فتنہ وفساد برپا کیا تھا اس کی وجہ سے خاص طور پر قندھار کی طرف سے بادشاہ کو اطمینان نہیں تھا۔ شاہ بیگ قندھار کی گورنری سے واپس بلالیا گیا تھا اور وہاں کی حکومت عارضی طور پر سردار خاں کے حوالے کی گئی تھی۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ قندھار پر کسی مضبوط حاکم کو بھیج کر اس طرف سے اطمینان حاصل کرے۔ اور اس کے بعد ہندوستان کے جن علاقوں میں شورشیں پیدا ہورہی تھیں، ادھر توجہ کی جائے۔

جہانگیر مرزا غازی کو دل سے پسند کرتا تھا، فرزندی کا خطاب فقط اسی ایک سردار کو عنایت کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں ابھی ابھی قندھار کی مہم میں "خدمات شائستہ وپسندیدہ" انجام دے کر آیا تھا۔ اس بنا پر اس علاقے کی حکومت کا قرعہ اس بلند اقبال نوجوان کے نام پڑا جہانگیر ۱۰ رمضان ۱۰۱۶ھ (سال دوم جہانگیری) کے روزنامچے میں لکھتا ہے،

Marfat.com

— روز پنجشنبہ، دہم ماہ، میرزا غازی را بہ منصب پنج ہزاری ذات سوار، سرفراز ساختہ، با آنکہ کل ولایت ٹھٹہ بجاگیر او مقرر بود، پارہ ای از صوبہ ملتان نیز بہ جاگیر او مقرر گشت، وحکومت قندھار: محافظت آن ملک کہ سرحد ہندوستان است، بہ عہدۂ کاردانی وحسن سلوک او مقرر گردید، وخلعت وشمشیر مرصع عنایت کردہ رخصت دادم — [1]

صاحب ترخان نامہ اس کی تفصیل فراہم کرتا ہے:

— حضرت جہانگیر بادشاہ، جرات وچستی وچالاکی میرزا غازی پسندیدہ بہ سر عنایت وعاطفت آمدہ، اورا بخطاب فرزندی، ومنصب پنج ہزاری او را بہ دوازدہ ہزار سوار سرافراز فرمودہ۔ بر ولایت ٹھٹہ، مملکت قندھار را در جاگیر او اضافہ فرمودہ، وحکومت قندھار بہ او تفویض فرمودند، وفرمان بدستخط خاص صادر شد کہ —" فرزند غازی امیدوار بودہ بداند کہ اورا بخطاب فرزندی سرفراز ساختیم وانچہ کہ لوازم شہزادہ ہا ہست از سلام ونور وفیل جنگی وغیرہ می کردہ باشد، وحکم فرمودیم کہ از بندہ ہائے تا ناہزاری روز دیوان پیش او دست بستہ ایستادہ باشد، واز ہزاری بالاتر، از مسند شاہ دور تر باادب بنشیند، وزمام اختیار حل وعقد وعزل ونصب آن مملکت ومرد تعینات آنجا بہ ید اختیار او دادہ ایم، اگر احدی را ہزاری وہزاری را احدی بکند، منظور است — [2]

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہنشاہ نے مرزا غازی کو فرزندی کا خطاب قندھار کی حکومت تفویض کرتے وقت عنایت کیا۔ اور اس حکومت کے ساتھ لوازم شاہزادگی اور

---

[1] تزک جہانگیری ص ۳۴۶، بیورج ص ۱۳۳ /

[2] ترخان نامہ ص ۹۰

Marfat.com

دیگر اختیارات لا انتہا سے بھی اس کو سرفراز کیا گیا۔ گویا حکومت قندھار کی ایک طرح خود مختاری دی گئی، جو اس زمانے میں انتہائی اعزاز تھا۔

وطن کی طرف روانگی دربار جہانگیری سے انعام واکرام، خطاب و مناصب جاگیر اور اختیارات لے کر مرزا غازی بیگ ملتان پہنچا۔ طاہری کا بیان ہے:

— چوں از حضور حضرت مرخص گردیدہ در بلدہ ملتان رسید، صلاح دولت درین یافت کہ معاملات آنجا را فیصل دادہ، بحال مردے پرداذد، صاحب دخلاں را طلب نمودہ — [1]

ملتان کے انتظامات مکمل کرنے کے بعد پھر اپنا وطن اصلی یاد آیا اور چاہا کہ قندھار جانے سے پیشتر سندھ جاکر انتظامات درست کرے اور موجودہ انتظامی انتشار کو ہمیشہ کے لئے دفع کردے اور جب تک وہ وہاں قیام کرے اس مدت کے لئے قندھار میں اپنا قائم مقام بھیج دے۔ مرزا بہرام ولد محمد امان ترخان کو جو اس کے اپنے خاندان کا فرد تھا، قندھار کی نیابت کے لئے منتخب کیا، اور:

— یک فیل، چند اسپ مع فراش خانہ و اسباب مطبخ و دلچہ و علم کہ عرف ایشان از پاستان شدہ آمدہ بود، با افواج سپاہ منتخب ارغون و ترخان نیار فرمودہ —

بہرام خاں پہلے تو جانے کے لئے رضامند نہ ہوا لیکن جب روانگی کا وقت آیا تو اس نے ٹھٹھہ جانے کی اجازت طلب کی تاکہ:

— پسر از دہقان زن سندی کہ جاگیر او بود، داشت، عذر آن درمیان آورد کہ یک بار بہ تتہ رسیدہ او را حوالہ بما درش داشتہ، بعد ازاں ہر خدمت کہ رجوع فرمائید بجان بر جا خواہد بود — [2]

---

[1] تاریخ طاہری صہ ۲۵۹ [2] تاریخ طاہری صہ ۲۶۰

Marfat.com

نہ صرف مرزا غازی اس جواب ناصواب سے ششدر رہا بلکہ بقول طاہری:

— ندمائے لطیفہ گو در چنان لطیفہ گوئی درآمدند کہ دایہ پسر خواست، پستانش خواہد داد و در گہوارش پرورش نمودہ — [1]

میرزا غازی نے بہت افسوس کیا:

— بسے افسوس و آوخ خوردن گرفت کہ ابنائے جنس ما چنین کسان مانند —

اس کے بعد میرزا احمد بیگ سلطان کو "اعتماد خان" کا خطاب عطا کر کے بہرام خاں کی جگہ قندھار کے لئے نامزد کیا اور:

— آنچہ برائے آن کم ہمت تیار نمودہ بود ند بہ و مرحمت فرمود ...... روانہ آن خوب ساخت تا رسیدن میرزا معاملات ملک را بنوعے ترتیب داشت کہ رعیت و سپاہ، ہمہ از سلوک و ساخت او راضی گشت. خرابی کہ بموجب لشکر بیگانہ ہنوز رو بہ آبادی نیاوردہ بود، آباد گردیدن گرفت — [2]

بھکر میں قیام اور ملکی انتظام میرزا غازی، احمد بیگ کو قندھار روانہ کر کے، خود ملتان کی جاگیر کا انتظام مکمل کرنے کے بعد بھکر آیا اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ ٹھٹہ کا انتظام بہت خراب ہو چکا تھا، خسرو اور اس کے ہم مشرب سارے ملک اور آمدنی پر قابض تھے. جب جی میں آیا کچھ میرزا کو بھیج دیا ورنہ سب کچھ خود ہی ہضم کر لیا۔ تاریخ طاہری کے مؤلف نے نئے انتظامات کے متعلق تفصیل سے نہیں لکھا صرف اتنا لکھا ہے:

— ولی نعمت والدہ کلان خود مع صاحب دخلان ٹھٹہ طلب داشتہ، فیصل مہام ملک دادہ، علی القدر احوال ہر یک از ملازمان و متعلقان پرداختہ، بعضے را برکار حکم نمودہ، بعضے را رخصت فرمودہ، از محل ہر کہ ہمراہ داشت و آنکہ از ٹھٹہ طلبیدہ

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۶۰

[2] تاریخ طاہری ص ۲۶۰

Marfat.com

بود، ہمہ بازیدان جافرستاد [1]

معلوم نہیں کس کس کو ساتھ رکھا اور کن ملازموں کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا، اور کن امرا کی تحویل میں ملک کی عنانِ اختیار سونپی۔ آئندہ حالات سے اتنا ظاہر ہوتا ہے، کہ خسرو خاں چرکس حسبِ سابق صاحبِ اختیار رہا اور اس کے متعلقین بھی وہیں رہے۔ البتہ خسرو خاں کے بیٹے بہائی خاں کو غازی ساتھ لیتا گیا۔ مسلسل بدعنوانیوں، نافرمانیوں اور بددیانتیوں کے باوجود حیرت ہوتی ہے کہ میرزا غازی نے پھر اسی آدمی کے رحم و کرم پر رعایا اور ملک کو چھوڑ دیا! قیاس ہوتا ہے کہ یا تو مرزا کے پاس آدمی نہیں تھے یا پھر خسرو خاں کے اثر اور اقتدار کی وجہ سے کوئی دوسرا آدمی حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالنا نہیں چاہتا تھا۔ مرزا غازی کی غیبت میں احمد بیگ سلطان سے جو سلوک ہوا تھا اس کی وجہ سے دوسرا کوئی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ مرزا مجبور تھا کہ انتظام پھر اسی قابوچی کے ہاتھ میں رہنے دے۔

بہرحال بکھر کے قیام میں انتظام کے سلسلے میں جو کچھ بن پڑا وہ کیا۔ ولی نعمت والدۂ کلاں کو جو غالباً مرزا جانی بیگ کی والدہ تھیں، رخصت کیا۔ اپنے محلات میں سے چند کو ٹھٹھہ واپس بھیج دیا اور بعض کو ساتھ لیا اور قندھار کی طرف رخصت ہوا۔

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۶۰

(۱۵)

قندھار کی حکومت

تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ مرزا غازی بکھر سے، سیوی اور گنجاوہ کے راستے قندھار پہنچا۔ توزک جہانگیری میں مرزا کے جانے کی اطلاع جلوس جہانگیری کے تیسرے سال کے وقائع میں (جو ۲ ذوالحجہ روز پنجشنبہ سال ۱۰۱۶ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۶۰۸ء کو شروع ہوا) یوں درج ہے:

— در ۱۴ ماہ مذکور (رجب ۱۰۱۷ھ) حکم کردم کہ مرزا غازی متوجہ قندھار شود۔ از اتفاقات حسنہ، بمجرد آنکہ مرزائے مشارٌ الیہ از بھکر روانۂ ولایت مذکور گردد، خبر فوت سردار خان حاکم آنجا می رسد۔ سردار خان[1] از ملازمان مقرر در روشناس مرزا محمد حکیم عم مزبور، تختہ بیگ اشتہار داشت[2]

---

[1] ابتدا میں مرزا حکیم کا ملازم تھا۔ اکبری دور میں ترقی کی اور ۱۰۱۶ھ میں وفات پائی۔ مآثر الامرا ۱: ۸۱م

[2] تزک جہانگیری صـ۷۳، بیورج ۱۵۱

Marfat.com

مرزا غازی کا تقرر ۱۰ر شعبان ۱۰۱۶ھ کو ہوا، تقریباً گیارہ ماہ مرزا تیاریوں کے سلسلے میں ملتان اور بکھر میں مقیم رہا، ۱۴ر رجب ۱۰۱۷ھ کو بادشاہ نے وہاں جانے کے لئے حکم صادر کیا۔

مرزا اس حکم کے صادر ہونے کے بعد کس تاریخ کو بھکر سے چلا، مولف تاریخ طاہری نے بھی نہیں لکھا، اندازہ یہی کیا جا سکتا ہے کہ حکم پہنچتے ہی مرزا اسی ماہ رجب کی کسی تاریخ کو قندھار کی طرف روانہ ہوا ہوگا۔ سردار خاں جو وہاں قائم مقام حاکم تھا اس اثنا (۱۰۱۶ھ) میں فوت ہو چکا تھا جسے جہانگیر نے "اتفاقات حسنہ" سے تعبیر کیا ہے۔

قندھار میں ورود کے بعد قندھار پہنچتے ہی میرزا غازی نے سب سے پہلے فتنہ و فساد کے مٹانے اور امن و امان قائم کرنے کی طرف توجہ کی۔ تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ:

- در اطراف و پیرامون آن صوبہ مردم عمدہ خویش معین ساخت، بہائی خان و لطف اللہ سلطان را برافغان فرستاد کہ دود از دمار آن بدکرداران برآوردہ، مطیع و مال گذاری از ماضی در حال افزون ساخت۔ رائے مانک حیدر ولد مہتہ رائے گوریہ را برحیدر متقی معین داشت۔ چنانچہ او برین ملک غلبہ نمودہ بود۔ ہم چنان بر قلعہ ہائے او غالب گردیدہ، بنوعے مغلوبش ساخت کہ از کینہ دیرینہ سینہ صاف داشتہ صلاح پذیر گشت۔

کچھ ہی مدت کے اندر فتنہ و فساد کا ایسا استیصال کر دیا کہ پھر کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ رہی۔ امن و امان قائم ہو گیا اور ملک فارغ البال اور اطمینان کی طرف لوٹنے لگا۔ طاہری کا بیان ہے کہ:

- تا راست دروازۂ قندھار ہر جا کہ بدکارہ ای ناہموار رہزن و افتو طلب بود، ہمہ را ہموار و تابع الامر ساختہ چمن بے خار و خاربن نمودہ ...... بمقصد گاہ رسید۔

Marfat.com

شاہ ایران کے ساتھ تعلقات قندھار کا صوبہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ہندوستانی حکومت کے لئے بہت اہمیت رکھتا تھا، جہاں قندھار کے لئے ایک ہوشمند اور مضبوط حاکم کی ضرورت تھی، وہاں یہ بھی ضروری تھا کہ والئ ایران کے ساتھ تعلقات درست ہوں تاکہ آئے دن جو ایرانی حدود کے رئیس قندھار پر ہلّہ بولتے رہتے تھے ان کا سدباب ہو جائے۔ جہانگیر کی بھی خواہش تھی اور میرزا نے بھی وہاں پہنچ کر اس امر کی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کی۔ ویسے بھی ایران کے صفوی خاندان کے ساتھ مغلوں کے تعلقات ہمایوں کے زمانے سے دوستانہ چلے آرہے تھے۔

اگر مغل بادشاہ تعلقات کو برقرار رکھنے کا آرزومند تھا تو دوسری طرف ایران کا صفوی حکمران شاہ عباس (۹۸۵ - ۱۰۳۸ھ) بھی یہی چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے قندھار کے محاصرے کو ختم کرانے کے بعد اپنا ایلچی جہانگیر کے دربار میں بھیجا تاکہ اس محاصرے سے اگر کوئی غلط فہمی ہوئی ہو تو دور ہو جائے۔

جب میرزا غازی قندھار پہنچا اس وقت دونوں ملکوں کے تعلقات خوشگوار تھے۔ لیکن میرزا نے اپنی روش اور طریقہ کار سے خوشگوار تعلقات کو اور بھی استوار کرنے کی کوشش شروع کی۔ وہاں پہنچ کر اس نے سید عبداللہ سلطان[ل] کو "امیر خاں" کا خطاب دے کر بطور

ل میر عبداللہ سلطان ولد میر ابوالمکارم پسر میر غیاث الدین محمد المعروف بہ سلطان رضائے العرلیفی سبزواری۔ میر غیاث خواند میر صاحب حبیب السیر کا نبیرہ تھا، اور شاہ بیگ کے ساتھ سندھ میں آیا۔ عبداللہ سلطان ۱۶ ارشعبان ۱۰۵۴ھ میں فوت ہوا۔ (تحفۃ الکرام ۸۵ - ۱۲۸ - ۱۳۹ - ۲۰۳) میر عبداللہ شاعر تھا (مقالات الشعراء ۴۳) اس کے خاندان سے میر ابوالبقا بہرور علی صاحب وچراغ ہدایت، فاضل اور شاعر تھا (مقالات الشعرا ۹۶) یہ میر جیدر الدین ابوتراب کامل کے شاگرد رشید تھے (تحفۃ الکرام ۳: ۲۰۳ اور تذکرہ امیر خاں تحت میر کامل)

Marfat.com

سفیر، بیش بہا اور کثیر تحائف کے ساتھ شاہ عباس کی خدمت میں روانہ کیا[1]۔ یہ پہلی سفارت تھی جو قندھار کی صوبائی حکومت کی طرف سے والئ ایران کے دربار میں پہنچی۔ شاہ پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا اور اس کے جواب میں وہاں سے بھی ایک سفیر تحفہ تحائف لے کر قندھار پہنچا۔

سفارتوں کی آمد و رفت نے سیاسی روابط کے ساتھ ساتھ شاہ عباس اور مرزا غازی کے درمیان ذاتی محبت اور اخلاص کے تعلقات بھی پیدا کر دیئے، اور آئندہ کے لئے دونوں کے درمیان مراسلت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

ترخان نامہ کے مصنف نے ان تعلقات کی وجہ ایک اور بھی بیان کی ہے، وہ یہ کہ مرزا غازی کی داد و دہش اور حسن سلوک نے ایرانی علماء، فضلا اور صاحب اثر لوگوں کو کثرت سے اپنا مداح اور گرویدہ بنا لیا تھا، اور انہیں لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے اس کا دربار، شاہی دربار کی ٹکر کا ہو گیا تھا۔ لہٰذا:

— والئ ایران ازو اندیشہ ناک بود و ایلچیان درمیان آمد و رفت می کردند میرزا غازی را والئ ایران نیز فرزند خود گفتہ بہ تحائف آنجا یادی فرمود[2]

ممکن ہے ان دونوں کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے میں ایک سبب یہ بھی ہوا ہو، لیکن زیادہ تر مرزا غازی کے اخلاق اور ذاتی جاذبیت کو اس میں دخل تھا۔ جہانگیر کو جس کشش نے اس کی طرف کھینچا تھا وہی کشش شاہ ایران سے بھی اس کے تعلقات کا

---

[1] تحفۃ الکرام میں ہے کہ میرزا غازی نے — میر عبداللہ سلطان را بخطاب میر خان ممتاز فرمودہ برسم رسالت نزد شاہ عباس والی ایران نامزد نمود کہ تحائف لائقہ رفتہ راہ منازعت مابین مسدود کردہ، آنگاہ (میرزا) بفراغت بر صدر ایالت متمکن بکام نشست۔ (ص ۱۳۵)

[2] ترخان نامہ ص ۹۱

Marfat.com

باعث بنی۔

بہر حال یہ تعلقات کسی وجہ سے قائم ہوئے ہوں لیکن وہ اس طرح استوار ہوتے گئے کہ نہ صرف نامہ و پیام ہی کا سلسلہ رہا بلکہ شاہ عباس نے جہانگیر کی طرح مرزا غازی کو "فرزند" کا خطاب بھی دیا اور کئی بار بیش بہا خلعت اور تحائف بھی بھیجتا رہا۔ مآثر الامرا کا مؤلف لکھتا ہے:

— بادشاہ عباس طریقہ مراسلت سلوک نمود، گویند شاہ مکرر خلعت فرستاد[1]

ذخیرۃ الخوانین نے بھی دو دفعہ خلعت آنے کا اور ذاتی مراسلت کا ذکر کیا ہے۔

— مکرراً شاہ عباس حضور علیہ رحمتہ سرو پا با فرمان بہ ایشان فرستاد[2]

میرزا غازی بیگ نے شاہ عباس کی مدح میں قصیدہ بھی کہا تھا جس کا ایک شعر ذخیرۃ الخوانین میں محفوظ رہ گیا ہے:

زز ہر مار زمان، در امان بود آن کس
کہ شاہ مہرہ مدح تو، در دہن گیرد

قیام قندھار کی برکتیں مرزا غازی ۱۴ رجب ۱۰۱۷ھ کے بعد قندھار پہنچا اور اپنی وفات (صفر ۱۰۲۱ھ) تک وہاں رہا۔ ساڑھے تین سال کی اس مختصر مدت میں اس نے اپنے آپ کو بیحد مقبول بنا لیا تھا۔ ہمسایوں کے ساتھ تعلقات استوار رکھے۔ رعایا کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتا رہا۔ ملک میں امن و امان قائم کیا، عمال اور سپاہ کو خوشحال رکھا اور ملک کو سرسبز اور شاداب بنا دیا۔ ملکی اور غیر ملکی اہل علم و ہنر کو داد و دہش کی وجہ سے اپنا مداح اور ہوا خواہ بنا یا، اپنے دربار کو ایسے لوگوں سے سجایا کہ تمام مورخ

---

[1] مآثر الامرا، ج ۳، صـ ۳۴۶

[2] ذخیرۃ الخوانین قلمی صـ ۱۶۲

Marfat.com

بیگ آوازاس کی تعریف اور توصیف کرتے ہیں اور اس کے دربار کو شاہی دربار کے مماثل بتاتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان دربار آرائیوں، فیاضیوں اور حسن سلوک کی وجہ سے ملک کے تمدن و تہذیب اور زندگی پر بہت خوشگوار اثر پڑا۔ صاحب "مے خانہ" جو اس کا معاصر تھا، لکھتا ہے کہ:

— باوجودے کہ در قندھار اندک زمانے حکومت کردہ، فاما آثار خوب از دلبسیار ماندہ ست[1]

ذخیرۃ الخوانین کا مؤلف اس کا ہم وطن اور ہم عصر تھا۔ اس کا قول ہے کہ:

— مرزا در صوبہ داری قندھار نامے گذاشت و "نادر قندھار" بود۔ سلوک با متردین بہ عنوان پسندیدہ کرد۔ خود را بہ نیکنامی علم ساخت[2]

اہل علم و ہنر کی سرپرستی کا ذکر کرتے ہوئے مآثر رحیمی کا مصنف لکھتا ہے کہ:

— در ایام بودن قندھار بہ جمع آوردن اہل استعداد، در قندھار رغبت نمود[3]

مآثر الامرا کا قول ہے کہ:

— در انجا بہمت وحسن سلوک با متردین عراق بر آورد۔ گویند در قندھار مجلس میرزا مجمع صاحب کمالان بود[4]

صاحب ترخان نامہ نے تفصیل کے ساتھ اس طرح اس کی تعریف کی ہے:

— روز بروز شان وشوکت میرزا غازی زیادہ می شد، و آن جوان بخت دست

---

[1] مے خانہ عبدالنبی ص ۲۲۹

[2] ذخیرۃ الخوانین، قلمی ص ۱۶۰

[3] مآثر رحیمی ج ۲، ص ۳۵۳

[4] مآثر الامرا، ج ۳، ص ۳۴۶

Marfat.com

همت و سخاوت وجود کشاده، مانند ابر زر افشانی می نمود. ازین جہت فضلا و شعرا روزگار از ایران و توران رجوع بخدمت او نمودند، و مجلسش بہشت آئین ہمواره مجمع فضلا و شعرا روزگار بود، و ہمیشہ بہ عیش و طرب می کوشید. چنانچہ ہر روز سپاه و رعیت روز عید و ہر شب شب برات از دولت آن جوان بخت داشتند، و غائبانہ اکثر مدرسان و شعرا و گوشہ نشینان ایران را نام بنام سالیانہ مقرر فرموده بود کہ ہر سال بہ آنہا می رسید. ازین ممر ہمہ مردم مداح او بودند، و دربار او نمونہ بادشاہی بود، و ضبط و ربط آن مملکت توعی نمود کہ مردم ایران را نیز مطیع خود ساختہ۔[1]

یہ مدح و ثنا تو مورخوں کی ہے لیکن خود جہانگیر بھی اس کے حسن انتظام سے اتنا متاثر ہوا کہ اس کی وفات کی خبر لکھتے وقت اقرار کرنا پڑا کہ:

— درین مرتبہ قندھار را اضافہ ٹھٹہ نموده، میرزا غازی مرحمت نمودم، از آن تاریخ تا زمانہ رحلت درانجا بہ لوازم حفظ و حراست قیام و اقدام می نمود. سلوک او با متردین بہ عنوان پسندیده بود۔[2]

جہانگیر کے یہ مختصر الفاظ میرزا کے انتظام اور حسن سلوک کے بخوبی شاہد ہیں۔

شاہ خرچیاں مرزا غازی نے حکومت کرنے کا جو رنگ ڈھنگ اور طور طریق اختیار کیا تھا داد و دہش، جود و سخا اور درباری کا جو انداز ڈالا تھا، ظاہر ہے کہ اس کے لئے بہت روپیہ کی ضرورت تھی۔ قندھار کی آمدنی محدود تھی۔ ٹھٹہ کی ریاست خسرو خاں اور اس کے ساتھیوں کے تصرف میں تھی، باوجودیکہ اس کو بار بار لکھا جاتا تھا لیکن روپے کے بجائے

---

[1] ترخان نامہ صہ ۹۱

[2] تزک جہانگیری صہ ۱۱۰، بیورج صہ ۲۴۳

Marfat.com

ہمیشہ حیلے حوالوں کی طویل اور پیچ در پیچ داستانیں وصول ہوتی تھیں۔ تاریخ طاہری کا مؤلف لکھتا ہے کہ:

ــــ از بس کہ علی القدر دخل خرچ نمی داشت، و افراط از اندازہ افزون می کرد۔ باوجود ایں کہ جاگیر بدو نسبت تمام ٹھٹہ و قندھار و پارۂ انقطاع صوبۂ ملتان و سیوہان داشت، ہمیشہ قلاش و قرضدار بود ــــ

کبھی اخراجات کی تنگی حد سے زیادہ بڑھ جاتی تھی تو میرزا غازی مرکزی حکومت سے روپیہ منگا لیتا تھا، ایک دفعہ روپیہ بھیجنے کا ذکر جہانگیر نے تزک میں پنجم سال جلوس جہانگیری میں جو ۲۴ ر ذی الحجہ ۱۰۱۸ھ مطابق ۲۰ ر مارچ ۱۶۱۰ء سے شروع ہوا، لکھتا ہے کہ:

ــــ میرزا غازی بیگ ترخان بجہت سامان آذوقہ قندھار و ماہیانہ برقندازان مذکور درخواست نمودہ بود، فرمودم کہ دو لک روپیہ از خزانۂ لاہور روانہ قندھار سازند ــــ [1]

اس حکم کا اجرا صفر المظفر ۱۰۱۹ھ کی غالباً ۹ ر تاریخ کو ہوا ہے یعنی پانچویں سال کے شروع ہونے کے ۴۶ دن بعد۔

---

[1] تزک جہانگیری صہ ۱۱۰۔ بیورج ۲۲۳

Marfat.com

(۱۶)

سندھ میں انتشار اور حالات کی ابتری

قندھار آنے سے پیشتر، جیساکہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، میرزا غازی ایک دفعہ پھر سندھ کا نظام درست کر چکا تھا۔ خسرو خاں چرکس اور اس کے حواری موالی کو کافی تنبیہ ہو چکی تھی، لیکن ادھر مرزا غازی قندھار پہنچا، ادھر انہوں نے اپنی دستوری حرکتیں شروع کر دیں۔ خسرو خاں نے اپنے تمام متعلقین کو مملکت کے مختلف حصوں پر مسلط کر دیا، جنہوں نے گدھوں کی طرح ملک کو نوچ نوچ کر اپنا پیٹ بھرنا شروع کر دیا۔ جب حالات بد سے بدتر ہو گئے اور میرزا غازی کے خزانہ میں اپنے ملک سے کوڑی بھی وصول نہیں ہوئی تو مقربوں نے گذارش کی:

— درصوبہ ٹھٹھہ گنجائش بسیار است، ہمہ تحت تصرف خسرو خان می رود، از بے پروائی صاحب فترت معاملات آن ملک ابتر گردیدہ۔ شیرازہ بندی از جملہ ضرور است۔ یککس تعین است تا در سپاہ نظر نماید کہ نوتی و فراری، حاضر و غائب بسیار و بے شمار است۔ جاگیرات آن ہارا خالصہ صاحب نماید۔ دیگر آنچہ از جاگیر و خالصہ اضافہ بر اصل واصل می گردد، داخل جمع نمی سازد۔[1]

---

[1] ... اہری، ص ۲۶۳

Marfat.com

یہ معروضات تو ندیموں اور مقربوں نے کیں لیکن ملک سے بھی کئی آدمی فریادی آئے جنہوں نے بیان کیا کہ:

— او (خسرو خان) خود را گماشتۂ شاہی نپندارد، نواسہائے خود را در صوبہ باسر انجام تمام صاحب صوبہ ساختہ کہ ہر یک تقلید شاہی دارد۔ الحق، ہم چنان بودہ است — [1]

خسرو خاں نے محمد بیگ ولد رستم بیگ نامی اپنے نواسے کو نیرون کوٹ کا والی بنا دیا تھا جس کی کیفیت وہاں کے لوگوں کی زبانی یہ معلوم ہوئی کہ:

— از غرور جوانی و نخوت کامرانی بہ نوعے دماغ بہم رسانیدہ کہ اکثر برارغون و ترخان زدہ می داشت، و کسے کہ بدیدن او می آمد بجائے دست دادن پا دراز می کرد — [2]

فتح اللہ ولد لطف اللہ بہائی خاں کو بدین کا حاکم مقرر کیا تھا جس کی حرکات ناشائستہ کی وجہ سے تمام رعایا نالاں تھی۔ شیخ عبدالباقی ولد شیخ کالہ جو خسرو خاں کی بیٹی کا لڑکا تھا، اس کے متعلق تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ:

— باوجود اصالت و آدمیت کہ جبلی در شان خاندان غوث العالم مخدوم شیخ بہاؤالدین زکریا بودہ، ہست، چنین بے رسمی پسند داشتہ و رو داد ازین قسم ناشائستگیہا گردیدہ کہ اشال عبدالعزیز نجاست در صحبت او، و یاران مذکور می ریخت، کہ درعین معرکہ گوزہا می زد، و ایشان از ذوق خندہ فرحت حاصل می داشت — [3]

ایک مرتبہ ہندوؤں کے کسی تہوار میں ایک خوبصورت عورت نظر پڑی۔ شیخ صاحب کے

---

[1] تاریخ طاہری صہ ۲۶۳

[2] تاریخ طاہری صہ ۲۶۴

[3] تاریخ طاہری صہ ۲۶۴

Marfat.com

ہم جلیسوں نے بڑھا چڑھا کر تعریفیں کیں، عبدالباقی نے عبدالعزیز کو کہا کہ: اگر پسند ہے تو اس کو اٹھا لے جا! اس "تشنۂ لعنت حرارت بے شرمی، ملحد گرسنۂ جوع بے ناموسی" نے اسی وقت اس کو اس کے عزیزوں کے سامنے سے زبردستی اٹھا لیا، اور کسی گوشے میں لے جا کر "کار دیگر" سے منہ کالا کرنا چاہتا تھا لیکن مجمع میں ہنگامہ برپا ہو گیا اور وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ لوگوں میں جو ائے زنی اور گفتگو ہونے لگی اس کا نقشہ صاحب تاریخ طاہری نے یوں کھینچا ہے:

— دران وقت از زبان اہل عبرت، چہ ہندو وچہ مسلمان برآمد۔ وآخر ہمچنان بچشم معاینہ دیدہ شد کہ الہی این حکومت وحاکمان باصاحب خویش نگوں ساز، کہ آوارہ روزگار گردیدہ، چون ناموس عزا برہم می زدند، ہمچنان خود بے ننگ ونام رشوند، مردم بر افعال ناپسندیدہ چنین بزرگ زادہ کہ باعث بدین کار برہم زنندۂ ہنگامہ ایشان وحکم صاحبش بود خون می گریستند — [۵]

رعایا کے تو یہ جذبات تھے، لیکن ظالم طبقہ:

— خود چنین عار وعیب را ہنر پنداشتہ چوں گل می خندید — [۶]

ملک میں عام بیزاری الغرض خسرو خاں چرکس اور اس کے کارندوں سے تمام ملک بیزار ہو چکا تھا۔ ملک میں روزانہ ناگفتہ بہ واقعات رونما ہو رہے تھے۔ کچھ لوگ ٹھٹھہ سے چل کر قندھار پہنچے تاکہ میرزا غازی سے فریاد کریں اور داد خواہی کریں۔ انہیں میں مرشد خاں تھا جس کی عزت میرزا غازی اس کے علم وفضل کی وجہ سے فتح اللہ کے باپ بہائی خاں سے بھی زیادہ کرتا تھا۔ اور اس کے سامنے کبھی کوئی ناشائستہ لفظ بھی مرزا غازی کی

---

[۵] تاریخ طاہری ۲۶۶

[۶] تاریخ طاہری ص ۲۶۶

Marfat.com

زبان سے نہیں نکلا تھا۔ ایک مرتبہ عید کے دن فتح اللہ نے اس کو اپنی جاگیر سے بلایا، جب وہ ٹھٹھہ پہنچا تو اس کے ساتھ اتنا برا اور ناروا سلوک کیا کہ بے چارہ ہکا بکا رہ گیا اور جب فتح اللہ ہاتھی پر سوار ہو کر عیدگاہ کی طرف گیا تو مرشد خاں سخت شرمندگی کے ساتھ اپنی جاگیر کو لوٹ آیا۔ اور وہاں سے قندھار کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میرزا غازی نے اس سے سندھ کی خبر خیر دریافت کی تو مرشد خاں نے جواب میں ایک ہی شعر ایسا پڑھا جو اس وقت کے تمام حالات کا مرقع تھا۔ اور میرزا غازی کے لئے نشتر کا کام کر گیا۔ اس نے کہا: شعر

لب شیریں بکام خسرو شد — جان بے ہودہ می کند فرہاد [1]

نیا انتظام، ہندو خاں اور مانک چند کا تقرر میرزا غازی بے حس کر بے قرار ہو گیا، اور اسی وقت رائے گھوریہ کے داماد سائیں ڈنہ کو "ہندو خاں" کا خطاب دے کر اور شہباز خاں کے خسر رائے مانک چند کے ساتھ ٹھٹھہ روانہ کیا تاکہ عنان حکومت خسرو خاں اور اس کے لواحقین سے چھڑا کر اپنے ہاتھ میں لیں اور خسرو خاں کو اس کے نواسوں، اہل کاروں اور دیگر چھوٹے بڑے چرکسوں کے ساتھ۔ جنہوں نے سندھ میں ایک آفت مچا رکھی تھی۔ فوراً معزول کر کے قندھار روانہ کریں۔ مرزا غازی سخت برافروختہ تھا، ان لوگوں کو ٹھٹھہ روانہ کرنے کے بعد اپنے امراء سے کہا:

— ہمہ غلامان حرام نمک را کہ پا از گلیم بیرون آوردہ و سر از اندازہ بدر بردہ ما را بنظر نمی آوردند، بدین عقوبت خوار و رسوا خواہم ساخت کہ خسرو خان را چوب در دست دادہ، دربان کنیزان چند گہ در کار بست می نمائیم۔ فتح اللہ ولد لطف اللہ بہائی خان را کہ حاکم بدین شدہ، آنقدر بکی می سازم کہ پدرش در جگر گذشتہ باشد و او آب بر دست آں کسان بریزد کہ آن را از جملہ نوکران خود نمی

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۶۴ ۔ یہ بیت کمال خجندی کی ہے

Marfat.com

پنداشت. محمد بیگ کہ بسیار نازک و بلبشتر تقلید ما می دارد جلا جل جلو داران
در کرشش می بندیم و در جلوی دوانیم تا بدانند کہ صاحب ماست و نتیجۂ بد دیانتی
خودمی باید۔ ؎

فتح اللہ، خسرو خاں کا پوتا اور لطف اللہ بہائی خاں کا بیٹا تھا، بہائی خاں کو
مرزا غازی اپنے ہمراہ قندھار لیتا گیا تھا، محمد بیگ رستم بیگ کا بیٹا اور خسرو خاں کا نواسہ
تھا، نیرون کوٹ اس کی تحویل میں تھا۔ اس کی نخوت و پندار کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی ملنے آتا
تو اس کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بجائے اپنا پاؤں اس کی طرف پھیلا دیتا تھا۔ ؎

یہ طور طریقہ ان لوگوں نے، محض مرزا غازی کی مروت، ملائمت، شرافت نفسی اور
بار بار چشم پوشی کی وجہ سے، اختیار کر رکھا تھا۔ اگر وہ ان کے ابتدائی کارناموں کو نظر میں
رکھ کر ہر ناشائستہ فعل پر کڑی باز پرس کرتا اور سزائیں دیتا تو شاید اس کی غیر
حاضری میں ملک کی اور خود اس کے خزانے کی اس طرح بربادی اور خرد برد نہ ہوتی بہر حال
مرزا غازی نے آخر کار ان کی معزولی کا حکم صادر کیا اور ان کو رسوا کرنے کا منصوبہ سوچا۔

؎ تاریخ طاہری صـ ۲۶۷

؎ تاریخ طاہری صـ ۲۶۴

Marfat.com

(۱۷)

ہندو خان اور مانک چند کی سندھ میں آمد اور جنگ

قندھار سے چل کر ہندو خاں اور رائے مانک چند سب سے پہلے نصر پور پہنچے، جہاں شاہ قاسم خاں ارغون کی اولاد جاگیرداری کر رہی تھی۔ ان دونوں کا خیال یہ تھا کہ نصر پور کا انتظام کر کے اور اگر ممکن ہو تو شاہ قاسم خاں کی اولاد کو ہموار کر کے ٹھٹھہ جائیں۔

شاہ قاسم کا بیٹا مقیم سلطان[1] وہاں موجود تھا اس نے بجائے اس کے کہ جاگیر کا انتظام والئ ملک کے فرمان کے مطابق ان کے سپرد کرتا، ان کو قلعہ میں بند کر دیا۔ خسرو خاں چرکس کے اس خاندان کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے، علاوہ ازیں دونوں یکساں ملک پر قابض تھے اور دونوں اپنے ولی نعمت سے روگرداں تھے۔ مقیم سلطان نے یہ رویہ خسرو خاں کے ایما ر ہی سے اختیار کیا تھا۔

ہندو خاں پریشان ہو گیا لیکن رائے مانک چند نے قلعہ سے نکل کر مقیم سلطان

---

[1] یہ خان زماں امیر شاہ قاسم بیگلار کا دوسرا بیٹا تھا۔ اس کا حال علیحدہ آئے گا۔

Marfat.com

سے گفت و شنید کی۔ دوران گفتگو میں سخت کلامی تک نوبت پہنچی اور مقیم سلطان کے آدمیوں نے، جو پہلے سے تیار تھے، رائے مانک چند اور اس کے ساتھی میرک محمد سلطان ولد قاسم علی سلطان کو قتل کر دیا۔ [1]

رائے مانک چند کا لڑکا رائے سنگھ سندھ ہی میں موجود تھا جب اسے اس واقعے کی اطلاع ملی تو وہ دندناتا ہوا وہاں پہنچا اور للکار کر کہا کہ باپ کی لاش کو نذر آتش کرنے سے پہلے اس کے قتل کا انتقام لونگا۔ چنانچہ طرفین میں دست بدست لڑائی ہوئی۔ مقیم سلطان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بے شمار مال و دولت اور ہاتھی رائے سنگھ کے قبضہ میں آگئے۔ [2]

---

[1] مظہر شاہجہانی میں ہے کہ سندر خاں نے آنے کے بعد قلعہ خالی کرا کے شہباز خاں کے حوالے کیا اور پھر خسرو خان کے مشورے پر قاسم خاں کے بیٹوں میں سے میر فتحی نے رائے مانک کو دعوت دے کر اپنے ہاں بلایا اور وہیں اسے قتل کرا دیا۔ اس کے بعد جنداکی برادر فتحی اپنے آدمی لے کر قلعہ نصر پور پر حملہ آور ہوا تاکہ رائے مانک کے آدمیوں اور شہباز خاں اور سائینڈنہ قلعہ کے دروازے بند کر دیے۔ (مظہر شاہجہانی ص ۲۳۵ - ۲۳۶)

[2] رائے سنگھ اور قاسم خاں کے بیٹوں کی اس جنگ میں قاسم خاں کا داماد مارا گیا تھا جس کی قبر کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ ۱۱ رمضان ۱۰۲۰ھ کو ہوئی تھی (مظہر شاہجہانی ص ۲۳۶۔ مقدمہ راقم الحروف بر خیر نامہ ص ۵۶) کتبہ یہ ہے:

(۱) تاریخ رحلت عمو دیر شیر بیگ (مرحوم بنی)۔

(۲) میر علی شیر ارغون روز دو شنبہ وقت۔

(۳) دو پاس یازدہم شہر رمضان۔

(۴) المبارک سنہ ۱۰۲۰ھ در جنگ۔

(۵) بمرتبہ شہادت رسید۔

Marfat.com

اس طرح انتقام لینے کے بعد رائے سنگھ نے اپنے باپ کی لاش جلائی اور پھر مرزا غازی کے ہاں قندھار روانہ ہو گیا۔

مرزا غازی رائے سنگھ کی بہادری اور شجاعت کا حال سن کر بہت خوش ہوا۔ منصب کے ساتھ ساتھ باپ کی امارت بھی اسے مرحمت کی اور دوبارہ سندھ کی طرف روانہ کر دیا۔

Marfat.com

(۱۸)

خسرو خان کی بے دخلی

منلدو خاں سندھ ہی میں موجود تھا۔ رائے سنگھ بھی قندھار سے آکر اس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ دونوں نے خسرو خاں کو بے دخل کر دیا اور مختلف علاقوں سے اس کے لواحقین کو ہٹا کر اپنے آدمی مقرر کر دیئے۔ تاریخ طاہری کا بیان ہے:

—خان را از معاملات ملک، بیدخل ساخت، در ہر صوبہ عمال تعین داشتہ، بہ تحصیل مال و معاملہ مشغول گشتند —

خسرو خان اپنے دوستوں، رفیقوں اور اہل کاروں کو ساتھ لے کر چار و ناچار قندھار کی سمت روانہ ہوا، اور چلتے ہوئے اپنے ان آدمیوں کو جنہیں سندھ میں چھوڑ ناجا رہا تھا، یہ سکھا پڑھا گیا:

— ہمہ را بموجب برہم زدگی معاملات اشارت نمود کہ از دو رو گردانیدہ، در مال گزاری فصل، تا توانند، تقصیر دارند۔ ہر طرف فتنہ برپا نمودہ شورش پیدا نمایند، تا میرزا بداند کہ بے وجود فلانے چنین حادثہ در ماموں جا ہویدا گشتہ — [1]

[1] تاریخ طاہری صہ ۲۷

Marfat.com

خسرو خاں کی بیدخلی کا واقعہ ۱۰۲۰ھ کے آخر یا محرم ۱۰۲۱ھ کا ہے، کیونکہ وہ قندھار جاتے ہوئے ابھی بالہ کندی تک ہی پہنچا تھا کہ میرزا غازی کے انتقال (۱۱ صفر ۱۰۲۱ھ) کی اطلاع قندھار سے آئی۔ اس واقعہ جانکاہ کو اس نے اپنے لئے فال نیک سمجھا اور اپنے طالع کی یاوری کا کرشمہ خیال کیا، اور اس خیال کے ساتھ واپس آیا کہ:

— آن ہندوے جانشین خود را بہ کیفر و مکافات چنان رساند کہ عبرت دیگران شود —

عبدالعلی ترخان کی جانشینی خسرو خان نے رائے سنگھ اور ہند و خان سے کیا سلوک کیا، یہ تو معلوم نہ ہو سکا، لیکن آتے ہی اس نے بقول صاحب ترخان نامہ:

— میرزا عبدالعلی بن میرزا فرخ بن میرزا شاہ رخ بن میرزا باقی کہ از نبائر میرزا محمد باقی ہمون ماندہ بود برائے گفت وشنود، بر مسند حکومت تھٹہ نشاندہ، ملک و حکومت بدست خود آوردہ —[1]

اس بچے کو تخت پر بٹھا کر اس نے پھر ملک پر اپنا قبضہ جمالیا اور حسب سابق اپنے عمال ہر حصے پر بھیج دیئے۔ اس کا خیال تھا کہ چونکہ میرزا عبدالعلی، میرزا غازی مرحوم ہی کے خاندان کا چشم و چراغ ہے، لہٰذا دستور سابق کے طور پر جہانگیر بادشاہ اس کی مسند نشینی کو تسلیم کرے گا۔ اور ملک میں بھی کوئی شورش اس لئے نہیں ہو گی کہ حکومت پر اسی کے رشتہ داروں اور ہوا خواہوں کا قبضہ تھا۔ میرزا عبدالعلی ناسمجھ بچہ تھا اس لئے وہ صرف مسند کا مالک رہتا اور ملک پر خسرو خان کی حکومت چلتی۔ مگر خسرو خاں کا یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ جب دربار جہانگیری کو یہ معلوم ہوا:

— خسرو خان غلام میرزا غازی بے حکم اقدس از ابنائے میرزا محمد باقی خورد

---

[1] ترخان نامہ صہ ۹۳

سالہ را بدست کردہ باغی شد. میرزا رستم قندھاری را کہ صاحب صوبہ ٹھٹہ نمزوہ با چند امرائے دیگر برسر خسرو خان تعین فرمودند۔ [۱]

عبدالعلی کی گرفتاری اور خسرو کی بیدخلی مرزا رستم قندھاری[۲] کے تقرر کے ساتھ میر عبدالرزاق معموری کو بھی بخشی بنایا گیا اور اسے مرزا رستم کے پہنچنے سے پہلے ٹھٹہ روانہ کردیا گیا. تاکہ خسرو خان کو معزول کرکے ملک کو ضبط کرے. چنانچہ میر عبدالرزاق معموری نے جاتے ہی ان احکام پر عملدرآمد شروع کردیا. مرزا رستم بھی اس کے پیچھے پیچھے ۱۰ محرم ۱۰۲۱ھ کو ٹھٹہ پہنچ گیا. نظم و نسق کو ٹھیک کرنے کے بعد میر عبدالرزاق معموری اپنے ساتھ میرزا عبدالعلی، خسرو خان اور دوسرے ارغون اور ترخانوں کے علاوہ مرزا غازی کے اہل وعیال کو لے کر دربار جہانگیری کی طرف روانہ ہوا. دربار میں پہنچنے پر اس کو "مظفر خان" کا خطاب ملا. [۳] مرزا عبدالعلی، خسرو خان اور اس کے لڑکے کے لئے قید کا حکم صادر ہوا. مرزا غازی کے اچھے اچھے ملازموں اور متعلقین کو ملازمتیں اور مناصب دیئے گئے.

[۱] ترخان نامہ صد ۹۳-۹۴

[۲] میرزا رستم قندھاری صفوی (متوفی ۱۰۵۱ھ) بن سلطان حسین میرزا صفوی (متوفی ۹۸۴ھ) والئ قندھار بن میرزا بہرام (۹۲۳ھ) بن شاہ اسمٰعیل کبیر صفوی شاہ ایران اور اس کے تقرر اور صورت حال کے سلسلے میں دیکھئے مکلی نامہ، حواشی راقم الحروف ۲۶۵ تا ۲۷۶ اور ۲۴۷، اور دیکھئے ماثر الامرا ۳: ۴۳۴۔ میرزا رستم کو بادشاہ کی طرف سے فرمان ۲۶ جمادی الثانی ۱۰۲۱ھ ملا. تزک جہانگیری صد ۱۱۲

[۳] میر عبدالرزاق معموری، ارغون اور ترخانوں کا یہ قافلہ نے کہ ۲۶ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ (ہجرات) کو اجمیر میں بادشاہ کے پاس پہنچا. معموری کے لئے دیکھئے ماثر الامرا ۳: ۳۷۶ اور حواشی مکلی نامہ صد ۲۷۰

Marfat.com

مرزا غازی کے عیال کے لئے مدد معاش مقرر کی گئی۔ باقی جتنے ارغون اور ترخان سردار اور سپاہی آئے تھے وہ سب نواب مرزا عیسیٰ ترخان (ثانی) کی سرکار میں بھیج دیئے گئے۔

نواب مرزا عیسیٰ ترخانؒ، مرزا غازی کے زمانے میں جب ابوالقاسم سلطان گرفتار ہوا تو سندھ سے بھاگ کر اکبری دربار میں آگیا تھا اور اس کے بعد وہیں رہا۔ جہانگیر نے جب ان ترخانوں اور ارغونوں کو اس کے سپرد کیا تو بقول صاحب ترخان نامہ:

— نواب موصیٰ الیہ از کمال ہمت پرداخت نمودہ، ہر کس را درخور استعداد درخدمت خود نگاہ داشت [۲]

خسرو خاں کا قید خانہ ہی میں انتقال ہو گیا، مرزا عبدالعلی اور بہائی خاں لطف اللہ کو نور جہاں بیگم کی سفارش پر بندی خانہ سے رہائی ملی اور مرزا عبدالعلی کا روزینہ مقرر کرکے آصف خاں کے حوالے کیا گیا۔ جب جوان ہوا تو اس کو جزوی منصب عنایت کیا تا آنکہ سنہ ۱۰۴۰ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ [۳]

قندھار کا انتظام مرزا غازی کے انتقال کے بعد بہائی خاں نے غالباً صوبہ قندھار پر اپنا قبضہ جمانے کی ٹھانی تھی۔ اس کی اطلاع ترخان نامہ کی اس عبارت سے ملتی ہے:

---

[۱] مرزا عیسیٰ کا مزار مکلی میں مشہور و معروف ہے۔ پاکستانی دس روپے کے نوٹ پر اس کا عکس ہے۔ اس کی مکمل سوانح کے لئے دیکھئے حواشی مکلی نامہ از ص ۲۳۷ تا ص ۵۶۵

[۲] ترخان نامہ ورق ۴۸

[۳] اس کی قبر میرزا باقی ترخان کے قبرستان میں ہے اور قبر کے کتبے کی عبارت یہ ہے:

(الف) وفات میرزا عبدالعلی۔

(ب) نہم شہر رجب ۱۰۴۰ھ

Marfat.com

— بہائی خاں ولد خسرو خاں بعد از رحلت میرزا خیال فاسد قائم مقامی میرزا بخاطر رسانیدہ اداہائے جنگ نمود، مردم اورا متہم داشتند کہ از روئے حرام نمکی آقائے خود را خفہ کرد۔ واللہ اعلم بالصواب — [1]

میرزا غازی کے انتقال پر ممکن ہے وہ یہ خیال خام اپنے دل میں لایا ہو، لیکن جہانگیر کے فرمان پر وہ بھی قندھار سے دربار میں لایا گیا۔ پہلے تو قید خانے میں رہا۔ بعد میں نور جہاں کی شفاعت پر رہائی حاصل کر کے پانصدی منصب پہ گذارا کرتا رہا۔

قندھار کی حکومت ابوالبی اوزبک کے تفویض کی گئی، تزک میں جہانگیر لکھتا ہے کہ:

— چوں عوضی میرزا غازی سردارے بہ قندھار بایست فرستاد، ابوالبی اوزبک را کہ در ملتان و آن حدود واقع بود بدین خدمت مامور ساختیم۔ [2]

مآثر الامرا میں ہے کہ:

— در سال ہفتم از اصل و اضافہ بمنصب سہ ہزاری و سہ ہزار سوار و خطاب "بہادر خانی" امتیاز اندوختہ از انتقال میرزا غازی بحکومت قندھار چہرہ بلند پائیگی برافروخت۔ [3]

---

[1] ترخان نامہ ص ۹۳

[2] تزک جہانگیری ص ۱۱۰، بیورج ۲۲۳

[3] مآثر الامرا ۱: ۴۰۱

Marfat.com

سندھ کی حکومت سال ۹۶۲ھ میں ارغونوں سے ترخانوں کے ہاتھ آئی تھی ۔ پورے ۳۸ سال تک ان کی حکومت قائم رہی ۔ سنہ ۱۰۰۰ھ میں مغلوں کا قبضہ ہوا لیکن اکبر نے اس کے بعد بھی یہ ملک انہیں واگزاشت کر دیا تھا ۔ مگر سنہ ۱۰۲۱ھ میں میرزا غازی کی وفات سے نہ صرف سندھ کی خودمختاری ختم ہوئی بلکہ ترخانی خاندان کا بھی خاتمہ ہوگیا ، اور سندھ دوسرے صوبوں کی طرح مملکت ہند کا ایک جزو بن گیا اور مرکز سے گورنر بھیجے جانے لگے ۔

Marfat.com

(۱۹)

وفات

قولنج یا زہر؟

مرزا غازی شراب کا بیحد شیفتہ تھا. جوانی دیوانی، اس پر تین صوبوں کی حکومت اور جہانگیر کی فرزندی، بے فکری کے ساتھ شب و روز عیش و عشرت میں مشغول، رات اور دن کے کسی حصے میں بھی شراب اس سے نہیں چھٹتی، آخر اس بلانوشی نے اپنا اثر کیا اور صحت خراب ہو گئی.

۲۵ برس کی عمر میں وہ بیمار ہوا اور بقول صاحب ذخیرہ:

— بیمار شدہ در سہ روز وفات یافت — [1]

لوگوں نے اس کی بے وقت موت اور دو تین ہی دن بیمار رہ کر اچانک انتقال کر جانے کی وجہ سے مشہور کر دیا کہ اس کو زہر دیا گیا. یہ الزام ان کے رفیق خاص اور خسرو خاں کے لڑکے بہائی خاں پر لگایا گیا. صاحب ذخیرہ لکھتا ہے کہ:

---

[1] ذخیرۃ الخوانین قلمی صہ ۱۶۲

Marfat.com

"مردم مردُن مرزا را به بہائی خاں لطف اللہ ولد خسرو خاں کو کہ تہمت نہادند چرا کہ مرزا اگرچہ لطف اللہ را بہ خطاب "بہائی خاں" ممتاز ساختہ وکیل مطلق العنان خود ساختہ بود و او مصاحب و ندیم میرزا بود، امّا مرزا با پدرش خسرو خاں بے عنایت بودند۔" [1]

مرزا نے انتقال سے چند روز پہلے خسرو کے مظالم اور خود سری کی وجہ سے تنگ آکر اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو قندھار بلالیا تھا تاکہ اس سے باز پرس کرے اور جو کچھ سلوک کرنے والا تھا وہ بقول تاریخ طاہری یہ تھا:

"فرار با اہل صحبت محرمِ اسرار چناں نمود کہ: ہمہ غلامان حرام نمک را کہ پا از گلیم بیرون آوردہ و سر از اندازہ بدر بردہ۔ ما را بنظر نمی آورند۔ بدین عقوبت خوار و رسوا خواہم ساخت کہ خسرو خاں را چوب در دست دادہ دربانِ کنیزان چند کہ در رکابست می نمایم! فتح اللہ ولد لطف اللہ بہائی خاں ما۔ کہ حاکم بدین شدہ۔ آفتابچی میسازم، کہ پدرش در حرم گذشتہ باشد و آب بر دست آن کسان بریزد کہ آن را از جملۂ نوکرانِ خود نمی پنداشت! محمد بیگ کہ بسیار نازک و بیشتر تقلید ما میبارد، جلاجل جلو داران در کمرش می بندیم و در جلو میدوانیم: تا بدانند کہ صاحب ما است، و نتیجہ بے دیانتی خود می یابیم" [2]

اس وجہ سے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا کہ بہائی خاں نے اپنے باپ اور اپنے عزیزوں کو اس خواری اور ذلت سے بچانے کے لئے میرزا کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ اور تقریباً سارے مورخ اس بات پر متفق ہیں۔

---

[1] ذخیرۃ الخوانین قلمی ص ۱۶۲

[2] طاہری ص ۲۶۷

Marfat.com

تاریخ طاہری کا مصنف، جو مرزا کا معاصر اور اس خاندان سے وابستہ تھا، بلکہ اس وقت خود بھی قندھار میں موجود تھا، اپنی تاریخ کی ابتدا میں ایسے کلمات لکھتا ہے جس سے زہر دینے کا معاملہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ تالیف کے ارادے کا ذکر کرتے ہوئے دیباچے میں لکھا ہے:

— اگرچہ مدت مدید بخاطر این آرزو میگذشت کہ اگر آسایش بمراد وکام دست دہد، نمک حلالی صاحب ماضی ہم دوش حور و کامیاب قصور، پیمانہ پیمائے شراب طہور، شہد بلاہل حضور، ہم نشینی امیر حسن وحسین معرفت پناہ افتخار آن ارغون وترخان میرزا غازی بیگ وقاری نمودہ . . . .[1]

— آن صاحب فاضل، باذل، اہل نواز، حاتم ہمت، نیسان کف، ازین عالم فانی بداں ملک جاودانی رحلت فرمود، این بندہ .... بہرہ ور از کسب فضیلت کہ بشوق خدمت خلد آئین او اکتساب نمودہ ۔ برگشت کہ از خانہ زادانش حرام نمکی نمودہ، بزہر قاتل طوطی شکر خوارہ روحش از آشیان وجود بر قفس کتم عدم محبوس داشتہ، داغ شقاوت و بدنامی بر ناصیۂ خویشتن نہادند[2]

اور اس کے بعد سید محمد طاہر نسیانی نے اس واقعہ پر اپنے تاریخی قطعہ کے اشعار دیئے ہیں ان میں بھی زہر خورانی کی طرف اشارہ کرتا ہے:

افتخار آل ترخان میرزا غازی، کہ خلق — خواندہ ورا آفتاب ابر کف دریا دلش
از خردمندی جہان را داد و، داد برد — بہر تحویل زبان تحصیل گشتہ حاصلش
کرد تنخواہ، آنچہ تحویل قدر بودہ برو — چون قضا افگند پائے زندگانی در گلش

---

[1] تاریخ طاہری ص ۱۰

[2] تاریخ طاہری ص ۱۶

Marfat.com

زہر درکامش غلامان ریختند از بہران | تا بگیرند جای او آیند اندر منزلش
سال و تاریخ وفاتش خواستم گفته خرد | برکشیدند کینه و دادند زہر قاتلش [1]

۸۵ - ۱۱۰۶ = ۱۰۲۱ ھ

مرشد خاں بروجردی نے ان کی وفات پر جو مرثیہ کہا ہے اس کے اشعار میں بھی زہر قاتل، خون وغیرہ کے اشارے موجود ہیں:

زہر دوران سوخت درکامش زلال جام را
خون او ترسم بگیرد دامن ایام را
قاتلش ترسم زید چندی، وگرنہ مرگ را
. . . .
خون اورا مثل یک اقلیم ننشاند زجوش
سیل اشکے سرد ہیم وعالمی ویران را [2]

صاحب تاثر رحیمی وفات کا سبب درد قولنج بیان کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھتا ہے کہ:

— وبقول جمعی مسموم شد — [3]

اور کہتا ہے کہ اس بنا پر قاضی محمود کھٹوی نے تاریخ یوں نکالی:

— کشتۂ زہر جفا — (۱۰۲۱ ھ)

---

[1] تاریخ طاہری ص ۱۸ و مقالات الشعرا ص ۸۳۶

[2] تاثر رحیمی ۲: ۳۵۵ - ۳۵۶

[3] تاثر رحیمی ج ۲، ص ۳۵۴

Marfat.com

مآثر الامرا نے بھی لطف اللہ پر الزام کی تائید کی ہے:

— مردم تہمت آن را بر لطف اللہ بہائی خان کہ مصاحب و وکیل مرزا بود و بنا بر آنکہ با پدرش خسرو خان چرکس، میرزا بے عنایتی داشت۔ بستند۔ [1]

صاحب مقالات الشعرا جو اس کا ہم عصر نہیں لیکن ہم وطن ہے لکھتا ہے کہ:

— بہائی خان ولد خسرو خان حرام نمکی ورزیدہ بدست غلام خانہ زادش عبداللطیف نام بقولے خفہ و بروایتی بزہر داخل زمرۂ — مُتّکِئِیْنَ فِیْھَا عَلَی الْاَرَائِکِ — کرد — [2]

وہی مصنف اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:

— از ثقات مذکور کہ: چون مرزا در قندھار بان پایۂ والا تصاعد نمودہ وانتباش روز بروزمی افزود، جمعی ناخواہ دستش از ابنائے جنس بران آمدند کہ آن گلبنِ اقبال بصرصر فنا از دست دہند، پس در حدود احد و عشرین و الف (۱۰۲۱ھ) بدست غلام خانہ زادش عبداللطیف نام، بقولی خفہ و بقولی مسموم کردند — [3]

اس طرح تمام مورخ اور تذکرہ نویس زہر کے واقعے کو دہراتے رہے ہیں، لیکن شیخ فرید بکھری صاحب ذخیرۃ الخوانین اس سلسلہ میں اپنا ایک چشم دید واقعہ یوں لکھتا ہے:

— بعد از وقوع این حادثہ، کہ بہائی خان در سلک جہانگیری مسلک شد،

---

[1] مآثر رحیمی ج ۲، صہ ۳۵۴

[2] مقالات الشعرا صہ ۳۰۲

[3] مآثر الامرا ج ۳، صہ ۳۴۷

Marfat.com

درسفر مرتبۂ اول کشمیر ۱۰۲۸ھ در رکاب سعادت جہانگیری بود۔ درمقام بابا حسن ابدال مسوّدِ این اوراق شیخ فرید بھکری را بامیر خواجہ محمد مودودی چشتی، از روی، ہم وطنی و معرفت ہائے سابق، بہائی خان شخانۂ خود طلبیدہ ضیافت کرد۔ درمجلس، ہمین مقدمۂ کشتن مرزا درمیان آمد۔ بہائی خان مصحف مجید برداشت کہ ازمن این امر صدور نیافتہ! و نہ بدانستگی من شدہ، مرزا باجل طبیعی درگذشتہ، از افراط شرب شراب مرزا از عالم رحلت کردہ ـــ [1]

ممکن ہے کہ یہ بات صحیح ہو اور بہائی خاں فقط حالات اور اسباب کی شہادت کی بنا پر اس سلسلے میں شک و شبہ کا شکار ہوا ہو۔

ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ میرزا غازی کو اپنا فرزند کہتا تھا اور جہانگیر نے اس کی وفات کا ذکر اپنے تزک میں بہت ہی اچھے الفاظ میں کیا ہے، اگر اس کو یہ چیز معلوم ہوتی تو لازماً ملزم کو سزا ملتی نہ کہ مجرم کو اپنی ملازمت میں رہنے کی سعادت بخشتا۔

ہوسکتا ہے کہ افراط شراب اور عیش کوشی نے مرزا کی صحت کو تباہ اور اس کے جگر اور آنتوں کو نقصان پہنچایا ہو اور بقول مآثر رحیمی تولنج جیسی خطرناک بیماری میں دو تین دن مبتلا رہ کر جان دی ہو۔

---

[1] ذخیرۃ الخوانین قلمی ص ۱۶۳

Marfat.com

سالِ وفات

میرزا غازی کے سال وفات پر سوانح نویسوں میں اختلاف ہے. سب سے زیادہ تعجب انگیز غلطی مآثر الامرا کے مصنف سے ہوئی ہے، اس نے وفات کا سال ۱۰۱۸ھ دیا ہے اور غازی (۱۰۱۸) کے لفظ سے تاریخ نکالی ہے. لکھا ہے:

— در سنہ ۱۰۱۸ھ (یک ہزار و ہژدہ) میرزا چہار روز بیماری کشیدہ در بیست و پنج سالگی فوت کرد — غازی (۱۰۱۸) — تاریخ است — ۱

صاحب میخانہ نے سال وفات ۱۰۲۰ھ لکھا ہے:

— در قندھار در سنہ عشرین والف (۱۰۲۰) از ساغر مرگ مدہوش شدہ چراغ عمرش خاموش گردید —

برداشت زخاک عالمی را   درخاک نہاد روزگارش ۲

---

۱ مآثر الامرا ۳: ۳۴۶   ۲ میخانہ عبد النبی چاپ گلچین معانی ص ۲۹۴

Marfat.com

دوسری جگہ طالب آملی کے ذکر میں لکھا ہے۔

— زبدہ دودمان ترخانان درقندھار از دست ساقی اجل ساغر مرگ گرفت،

آن بلبل داستان سرا (طالب) درہمان سال کہ سنہ عشرین والف (۱۰۲۰) بود،

بدار الخلافتہ آگرہ رسید — [۱]

اسی طرح صاحب ذخیرۃ الخوانین جو صاحب مآثر الامرا کا ماخذ بھی رہا ہے، میرزا

رستم کے ضمن میں سال ۱۰۲۰ھ دیتا ہے:

— درسال ۱۰۲۰ھ کہ رایات عالیات جہانگیر در دار البرکتہ اجمیر (کذا) (؟) نزول

اجلال نمودہ وخبر فوت مرزا غازی ترخان والی تتہ بمسامع عالیہ رسید، مرزا رستم

را تعینات تتہ فرمودند — [۳]

لیکن جلد دوم میں جو کہ امرائے جہانگیری کی شرح احوال پر مشتمل ہے، میرزا غازی

کے سوانح میں جو تاریخ دی ہے، اس سے سال ۱۰۲۱ھ برآمد ہوتا ہے:

— باغازی (۱۰۲۱) — سنہ تاریخ فوت میرزا غازی است — [۴]

ہمارا خیال ہے کہ میرزا رستم کے ضمن میں جو سال ۱۰۲۰ھ درج ہے وہ چونکہ ہندسوں

میں لکھا ہوا ہے اس لئے کتابت کی غلطی کہی جا سکتی ہے، ورنہ دراصل صحیح وہی سال ہے

جو — باغازی (۱۰۲۱) — سے نکلتا ہے، جسے مآثر الامرا کے مولف نے — غازی — لکھ کر سال

۱۰۱۸ بنا دیا ہے۔

---

[۱] میخانہ عبد النبی چاپ مولانا محمد شفیع ص ۳۸۶۔

[۲] آگرہ ہونا چاہیے کہ جہانگیر اس سال وہیں تھا۔

[۳] ذخیرہ مطبوعہ ۱: ۹۹

[۴] ذخیرہ خطی ۲: ۱۶۷

مندرجہ بالا کتابوں کے علاوہ باقی جتنے سوانح نویس اور تاریخ گو شعراء ہیں ان سب نے سال ۱۰۲۱ھ ہی کو میرزا غازی کا سال وفات قرار دیا ہے، مثلاً

نشتر عشق میں ہے کہ: سال ۱۰۲۱ھ میں عبداللطیف نامی غلام نے وقاری کو زہر سے ہلاک کیا۔ [1]

تاثر رحیمی نے قاضی محمود تتوی کی تاریخ دی ہے۔ کشتہ زہر جفا۔ جس سے وہی سال ۱۰۲۱ھ نکلتا ہے۔ [2]

مآثر رحیمی نے خود بھی ۱۰۲۱ھ میں درد قولنج سے اس کا فوت ہونا لکھا ہے۔ [3]

مولانا محوی اردبیلی نے تاریخ وفات ــ شمع محفل جنت ــ سے نکالی ہے۔ [4]

۱۰ ۲۱

طاہری کے مصنف نے جو شعر تاریخ وفات میں کہا ہے اس سے ہی سال ۱۰۲۱ھ نکلتا ہے۔ [5]

صاحب مقالات الشعراء نے کسی شاعر کا مندرجہ ذیل شعر دیا ہے جس سے بھی ۱۰۲۱ء برآمد ہوتا ہے۔

از دست غلام گل بروں رفت دریغ [6]

۱۰۷۱ ـ ۵۰ = ۱۰۲۱ھ

تاریخ محمدی کے مولف میرزا محمد بن رستم نے بھی بقول ریو سال ۱۰۲۱ھ دیا

---

[1] مے خانہ طبع لاہور حاشی ص ۵۷

[2] مآثر رحیمی ۲: ۳۵۴

[3] مآثر رحیمی ۲: ۳۵۴

[4] تاثر رحیمی ۲: ۳۵۴

[5] دیکھئے گذشتہ باب مقالات الشعرا ص ۸۳۶

[6] مقالات الشعرا ص ۸۳۶ حذا داد خاں مرحوم نے لب تاریخ سندھ میں لکھا ہے کہ "سال

(جاری)

Marfat.com

ہے۔

کیول رام نے اپنے تذکرۃ الامرا میں بھی یہی سال لکھا ہے۔ [۱]

— میرزا غازی ولد میرزا جانی حاکم تہتہا در عہد اکبری از طرف پدر خود نیابت نظم آن صوبہ سرانجام می نمود در سنہ ۱۰۰۸ھ بعد فوت پدر بعد در فرمان معظم آنجا سر بر افراختہ وطلب حضور گردیدہ تا رحلت آنحضرت در اکبرآباد بود. در سنہ احد جہانگیری بمنصب پنج ہزاری بر آوردہ بکومک شاہ بیگ خان ناظم قندھار رفتہ. در سنہ دوم باوجود نظم تہتہا بنظم قندھار از تغیر سردار خان مقرر گشتہ. در سنہ ۷ (جہانگیری) در آنجا رحلت نمود. [۲]

غلام علی آزاد نے سرو آزاد میں ملا مرشد بروجردی کے تحت میں لکھا ہے کہ:

— وہمانجا (میرزا غازی در قندھار) در عمر بیست وپنج سالگی سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱ھ) پیمانہ حیات او لبریز گردید [۳]

صاحب ترخان نامہ نے سال ۱۰۲۱ کے ساتھ ساتھ تاریخ، دن اور مہینہ بھی دے دیا ہے اور اس کی روایت ہر لحاظ سے صحیح ہے، کیونکہ مولف نے اپنی کتاب میں بہت سی روایتیں

(جاری) شہادت او از ین مصرع بروی حساب اعداد ابجد بر نمی آید ملی مجد نظر موزونی عبارت مرقوم نمودہ شدہ است ص۸۲ " خداداد مرحوم نے غالباً تمام حروف کے اعداد جمع کر لیے ہیں حالانکہ از روئے تخرجہ اس سے ۱۰۲۱ھ برابر نکلتا ہے

[۱] رک: ریو ص ۱۶۸۴ از روئے نسخہ خطی ص ق ۱۴۰ نیز رک: ریو ۱: ۲۹۳ اور ملا حظہ ص ۲۹۳

[۲] رک ریو ۱۰۸۴ ب دے خانہ طبع مولانا محمد شفیع ص ۲۲۹۔ اسی نسخہ کی فوٹو سٹیٹ کاپی میرے پاس ہے جس سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ (ورق ۱۲۵ - الف)

[۳] سرو آزاد ص ۱۴۰

Marfat.com

معاصر راویوں کے علاوہ میرزا صالح ترخان کی زبانی سن کر لکھی ہیں، جس کا باپ میرزا عیسیٰ ترخان ثانی، میرزا غازی کا عزیز، معاصر اور کسی زمانے میں اس کا رقیب بھی رہا تھا۔ لکھا ہے:

ــــ در سنہ احدی وعشرین والف ہجری، شب جمعہ یازدہم شہر صفر بر حمت حق پیوست۔ عمر شریفش ہمگی بست وہفت سال بود، و ایام حکومتش دہ سال، ــــ سال در تتھتہ وہفت سال در قندھار ــــ [1]

ریو نے بیگلر نامہ (نسخہ ۱۸۱۴ .O.R) کے حوالے سے یہی تاریخ اور سال دیا ہے۔[2] جیسے مولانا محمد شفیع نے مے خانہ کے تعلیقات میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: بیگلار نامہ میں ہے کہ غازی بیگ ۱۱ر صفر ۱۰۲۱ھ کو مرا۔[3]

بہر حال یہی تاریخ اور سال صحیح بھی ہے، کیونکہ تقویم کے حساب سے برابر ۱۱ر تاریخ روز جمعہ ماہ صفر سال ۱۰۲۱ھ میں پڑتا ہے۔ ترخان نامہ کے شب جمعہ سے مراد ہے کہ میرزا غازی جمعہ اور سنیچر کی درمیانی رات کو فوت ہوا۔

جہانگیر کو اس کے انتقال کی خبر ساتویں سال جلوس، ۲۵ر تاریخ اردی بہشت، ہفتہ دوم[4] ماہ ربیع الاول یعنی ۱۰ر ربیع الاول ۱۰۲۱ھ کے قریب ملی۔ جیسا کہ وہ خود اس تاریخ کے روزنامچے میں لکھتا ہے:

ــــ بست و پنجم ہمین ماہ کہ اردی بہشت باشد، خبر فوت میرزا غازی رسید ــــ [5]

---

[1] ترخان نامہ صـــ ۹۳

[2] ریو صـــ ۹۴۹۔

[3] تعلیقات میخانہ مدہ میرے بیگلار نامہ کا اپنا خطی نسخہ ہے جس میں کہیں یہ تاریخ درج نہیں اور نہ میرزا غازی کی وفات کا ذکر ہے۔ [4] مے خانہ بتصحیح مولانا شفیع صـــ ۲۲۹ [5] مے خانہ بہ تصحیح مولانا شفیع، تعلیقات صـــ ۵۷۔ [6] تزک طبع نولکشور صـــ ۱۱۱ بیورج ۲۲۳

Marfat.com

اس کے بعد میرزا کے حالات لکھے ہیں اور بڑی تعریف کی ہے۔

ماہ صفر ۱۰۲۱ھ ۲۹ دن کا تھا، لہٰذا اگر ۲۵ اردی بہشت ۱۰ ربیع الاول کے لگ بھگ ہوتی ہے تو اس حساب سے یہ خبر ٹھٹھے سے اکبرآباد تک ۲۹ دن میں پہنچی، اور جہانگیر نے پہلے تو عبدالرزاق معموری کو بخشی بنا کر فوراً ٹھٹھے روانہ کیا اور بعد میں ۲۶ جمادی الثانی ۱۰۲۱ھ کو میرزا رستم کو ٹھٹھے کی صوبیداری کا پروانہ دیا۔ ؎

ترخان نامہ کے قول کے مطابق میرزا غازی کی عمر اگر سال ۱۰۲۱ھ میں ۲۷ سال کی تھی تو اس حساب سے اس کا تولد سال ۹۹۴ھ میں ہوا ہوگا۔ سرو آزاد، مقالات الشعرا اور مآثر الامرا وغیرہ نے ۲۵ سال عمر شمار کی ہے، اس کے رو سے میرزا کی پیدائش سال ۹۹۶ھ ہوتی ہے۔

؎ میرزا غازی کی وفات کے بعد مغلوں کا تسلط مستقلاً سندھ پر ہوا، ۱۰۲۱ھ سے لے کر ۱۰۳۰ھ تک کے واقعات کی جدول اس طرح ہے:

وفات میرزا غازی		جمعہ ۱۱ صفر	۱۰۲۱ھ
بادشاہ کو خبر ملی	(۲۵ اردی بہشت)	۱۰ ربیع الاول	۱۰۲۱ھ
عبدالرزاق معموری ٹھٹھے چلا	(۱۸ خورداد)		۱۰۲۱ھ
میرزا رستم کا تقرر ہوا		۲۶ جمادی الثانی	۱۰۲۱ھ
رستم ٹھٹھے پہنچا		۱۰ محرم الحرام	۱۰۲۲ھ
جہانگیر اجمیر پہنچا		۵ شوال	۱۰۲۲ھ
معموری، خسرو چرکس، عبدالعلی اور دیگر تمام ترخانیوں کو لے کر اجمیر پہنچا		جمعرات ۲۶ ربیع الاول	۱۰۲۳ھ
رستم معزول ہو کر اجمیر پہنچا	(۳۱ اردی بہشت)	رمضان	۱۰۲۳ھ
تاج خاں ٹھٹھے کا صوبیدار رہا			۱۰۲۳ھ

(جاری)

Marfat.com

(جاری)

معوری نے ٹھٹھہ کے گدا بازار میں مسجد خضری تعمیر کی۔		۱۰۲۴ھ
شمشیر خاں ٹھٹھے کا حاکم ہوا	۱۵ ربیع الاول	۱۰۲۵ھ
معوری احمد آباد کی منزل پر پہنچا	۰ رجب	۱۰۲۶ھ
معوری دوبارہ ٹھٹھہ پر مقرر ہوا	(جمعرات ۱۳ ماہ امرداد) ۴ رمضان	۱۰۲۷ھ
معوری آخری طور پر ٹھٹھے سے تبدیل ہوکر آگرے پہنچا۔	(۲۰ ماہ اسفندیار) ربیع الثانی	۱۰۳۰ھ

Marfat.com

وفات پر مؤرّخوں کی رائے

مرزا غازی کی جوانمرگی پر تمام مورخ افسوس کرتے ہیں اور اس کی یاد میں نہایت الم انگیز فقرے لکھتے ہیں، یہی حال اس کے درباری شعرا کا بھی ہے۔ مرشد بروجردی نے ایک بہت طویل مرثیا اس کی وفات پر لکھا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

بی وجود خسروِ ترخانیان در قندھار
چون علی در نہروانم چون عمر در سبزوار [1]

تاریخ طاہری کے مولف سید طاہر نسیانی کا مرثیہ اور اس کے جذبات گزشتہ صفحات میں آچکے ہیں۔ ماثر رحیمی کا مصنف لکھتا ہے:

"والحق مردانِ اوچندان جفا کہ بر مستعدان کرد، بر بیگانگان نکرد چرا کہ امرا و علما و ملازمان اہلِ استعداد بود وہمی کثیر در ظلِّ تربیتش بر آسودہ بودند" [2]

---

[1] ماثر رحیمی ج ۲ ص ۳۴۴

[2] ماثر رحیمی ج ۲ ص ۳۴۵

صاحب مے خانہ نے لکھا ہے:

عجب چیز یست کہ ایام از نرم و درشتِ عالمیان ہر کہ از کتم عدم قدم در چنبر پروزین عام نہاد، دست قضا ہنگام بیختن، آنچہ نرم و ہموار تر است، اول از روزنہاے آن می گذراند، تا رفتہ رفتہ نوبت بہ سبوس رسد، و ازین سبوس ہم ہر چہ درشتی اش بیشتر لقاے او درین پردہ زیادہ تر است۔ بنا بر آن میرزاے ترخان در سن بیست و پنج۔ کہ ایام شباب جوانی و ابتدای نوبہار زندگانے ست۔ در قندھار در سنہ عشرین و الف (۱۰۲۰ھ) از ساغر مرگ مدہوش شد و چراغ عمرش خاموش گردید:

بر داشت ز خاک عالمی را ۔۔۔ در خاک نہاد روزگارش [1]

ذخیرۃ الخوانین میں ہے:

۔ میرزا در صوبیداری قندھار نامی گذاشت و تا در قندھار بود۔ سلوک با متردین بعنوان پسندیدہ کرد خود را بہ نیک نامی علم ساخت۔ [2]

ترخان نامہ کے مؤلف نے لکھا ہے:

۔ داد جود و دہش و مروت و سخاوت و شجاعت و مردانگی داد۔ درین مدت اندک با حسان و انعام عام، نام نامی خود را و اطراف و اکناف ملک ایران و توران و چہار دانگ ہندوستان بہ نیک نامی مشہور گردانید۔ [3]

مدفن مرزا غازی اپنے باپ میرزا جانی بیگ کے مقبرے میں، مکلی کی پہاڑی پر مدفون

---

[1] مے خانہ صـ ۲۲۹ - لاہور

[2] ذخیرۃ الخوانین خطی صـ ۱۶۱

[3] ترخان نامہ صـ ۹۲

Marfat.com

ہوا. تحفۃ الکرام کا بیان ہے کہ:

ـــ نعشش بہ تتہ نقل کردہ دریک گنبد بجوار پدر دفن کردند ـــ ۱؎

مآثر رحیمی میں ہے:

ـــ و نعش اورا از قندھار بردہ؛ در سند در شہر تتہ در مرقد آبائی عظامش دفن کردند ـــ ۲؎

لب تاریخ سندھ کے مولف کا بیان ہے کہ:

ـــ در سال ۱۰۲۲ھ مطابق سال ۱۶۱۴ء نعش اورا از قندھار برآوردہ واقع کوہ مکلی در رانگ میرزا جانی بیگ پدرش تدفین نمودند ـــ ۳؎

بقول ترخان نامہ:

ـــ عمر شریفش بیست و ہفت سال، ایام حکومتش دہ سال، سہ سال در تہتہ و ہفت سال در قندھار، بجز نیک نامی خلفی نگذاشت ـــ ۴؎

مقبرہ میرزا جانی بیگ کا مقبرہ مکلی کی پہاڑی پر میرزا عیسٰی ترخان ثانی کے مقبرے کے پچھم میں بہت ہی خوبصورتی اور بڑی چابکدستی سے بنا ہوا ہے. پتھر کی چہار دیواری کے اندر مقبرے کی عمارت ہشت پہلو ہے. گنبد خاص طور پر نمایاں اور اس لئے غیر معمولی ہے کہ بجائے گول ہونے کے سورج مکھی کے پھول کی شکل کا ہے. گنبد کی چھت گر چکی ہے، احاطے میں داخل ہونے کے لئے دروازہ مشرق سے ہے اور گنبد کا داخلی دروازہ پچھم کی جانب سے ہے. احاطے کی مغربی دیوار میں خوبصورت نقش کے ساتھ مزین محراب

۱؎ تحفۃ الکرام ـ ج ۳، ص ۸۷

۲؎ مآثر رحیمی ۲: ۳۵۴

۳؎ لب تاریخ سندھ ص ۸۲

۴؎ ترخان نامہ ص ۹۳

Marfat.com

ہے جس کی پیشانی پر تاریخی کتبہ ہے:

(۱) فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب [1]

(۲) تاریخ میرزا جانی بیست ہفتم ماہ رجب ۱۰۰۹ ھ [2]

مقبرے کی عمارت میں چار قبریں ہیں (۱-۲-۳-۴) [3] جن میں سے (۲-۳) قبروں کا سنگ مزار سنگ مرمر کا ہے ہمارے خیال میں (۲) قبر میرزا جانی بیگ کی ہے اور (۳) میرزا غازی کی۔ یہ قبریں زمین کی سطح سے دو فٹ بلند ٹیلے پر ہیں۔ ایک پر قرآنی کتبہ ہے:

اللہ لا الہ الا ھو الحی .... العلی العظیم [4]

ایک قبر پتھر کی ہے جس پر یہ آیۂ کریمہ کندہ ہے:

بسم اللہ..... تبارک..... بماء معین [5]

مشرق کی جانب ایک بچے کی قبر ہے۔ مقبرے سے باہر ایوان میں تین قبریں (۵-۶-۷) ہیں جن پر کوئی کتبہ نہیں۔ مقبرے کی آٹھ محرابوں کی پیشانی پر باہر کی طرف سے کاشی کے سل پر یہ کلمات خوبصورت خط میں منقوش ہیں:

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

احاطے کی دیوار کے داخلی دروازے کی پتھر سے بنی ہوئی چوکھٹ پر یہ آیات منقوش ہیں۔

---

[1] سورہ آل عمران ۳۹

[2] مقبرہ کا حال مکلی نامہ کے حواشی میں ۵۱۹ سے ۵۲۱ تک دیکھنا چاہیے۔

[3] دیکھیے نقشہ

[4] سورہ البقر ۲۵۵

[5] سورہ الملک ۱ تا ۳۰

Marfat.com

۱۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات ۔ ۔ ۔ ۔ کلمات ربی

۲۔ ولو جئنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ولا یشرک

۳۔ بعبادۃ ربہ احدا [1]

۴۔ قال اللہ سبحانہ وتعالی ۔ وسیق الذین ۔ ۔ خالدین [2]

---

[1] سورہ کہف ۱۰۷ ـ ۱۱۰

[2] سورہ الزمر ۷۳

Marfat.com

(۲۲)

تعلیم و تربیت

میرزا کی تعلیم کیا ہوئی اور کس طرح ہوئی اس کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔ میرزا جانی نے اپنا زمانہ خلفشار اور بے اطمینانی میں گذارا، ظاہر ہے کہ ان حالات میں اپنے اکلوتے لڑکے کی تعلیم و تربیت پر کیا توجہ دے سکا ہوگا۔ علاوہ ازیں جس وقت ترخانی خان خاناں کے ہاتھوں سندھ کو لٹا بیٹھے اس وقت اس بچے کی عمر چار یا پانچ برس کی تھی۔ اور باپ کے انتقال کے وقت ۱۳ر۱۴ر برس کا نوخیز لڑکا تھا، ظاہر ہے کہ باپ کو اپنے سامنے اس کی تعلیم و تربیت کے انتظام کا کوئی موقع ملا ہی نہیں۔

جب سندھ کا صوبہ دوبارہ واگذاشت ہوا اور میرزا جانی نے اپنے امیروں کو سندھ کا انتظام کرنے کے لئے آگرہ سے رخصت کیا، اس وقت اپنے ملکی ہدایات کے ساتھ ساتھ اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کے متعلق بھی چند باتیں کہیں، جن کو تاریخ طاہری نے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے۔ اس سے ہم اتنا اندازہ کر سکتے ہیں، کہ باپ اپنے بیٹے کو کس قسم کی تربیت اور تعلیم دینا چاہتا تھا۔ ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ ان ہدایات پر کہاں تک عمل ہوا، لیکن جب

Marfat.com

میرزا غازی کے علمی، ادبی، اور سیاسی مشاغل کو دیکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اگر باقاعدہ تعلیم کی کرامت نہیں تو اس کی خداداد صلاحیتوں کا اعجاز ضرور ہے۔

میرزا جانی کی ہدایات میرزا جانی بیگ نے حسب ذیل ہدایات اپنے امیروں کو دی تھیں، جن کو ہم تاریخ طاہری ہی کی زبان میں دہراتے ہیں:

— چون مرزا از مراعات والطاف حضرت باعانت نواب خان (خان خانان)، بکام دل و مراد جان رسید، شاہ قاسم ارغون وخسرو چرکس و بائی خان وملا گدا علی وعرب کوکہ، وملا جمال الدین معہ لشکر بسیار، از حضور جہانگیر بدین قرار دادہ روان ساختند کہ:

— مرزا غازی بیگ را چنان تربیت فرمائید کہ پگاہ نماز ادا داشتہ، پیش معلم تعلیم تا یک پہر روز میگرفتہ باشند، بعد ازان بمسند حکومت بجای ما، متمکن گردیدہ، ہر کہ لائق نشستنی باشد، ادرا نشستن نماید، دیگران را بجا بجا چون بحضور ما می استادند، پیش آن فرزند، از دل وجان استادگی دارند۔ تا دو پہر و دو گھڑی کم ہمین قرار مصروف سازد و دو گھڑی دیگر تتمہ دو پہر خود تیر اندازی کند: پس ازان بجاصان چند بزرگ زادہ کہ داخل صحبت او باشند با نہا طعام نماید، از باقی دو پہر روز یک نیم پہر فراغت با استراحت موجودہ باشند۔ و چہار گھڑی آخر روز بچوگان بازی و بر پشت اسپ تیر اندازی نماید۔

— روز سہ شنبہ کہ ناف ہفتہ است پگاہ بجمعیت سوار گردیدہ شکار کند، و ایشان نیز بر خویش مقرر دانند، کہ پگاہ بجانہ سوار گردیدہ بدولت خانہ والدہ رسیدہ دعای عرضداشت وسلام والا گہر مرزا مشرف گردند۔ بعد ازان بدیوان خانہ تا نماز دیگر نشستہ بنوعی تربیت معاملات ملک دہند کہ غریب و بیچارہ آسودہ وآسائش پذیر گشتہ بدعائی اشتغال داشتہ باشند، و ویرانی

Marfat.com

کہ از حادثہ لشکر نسخہ قیامت و نشانہ حشر پدید آمدہ رو با بادیہ آرد، نشود کہ خلق
خدا از آنہا ناراضی گردیدہ آہ سرد از دل پر درد بدر آرد . . . . ۔ [1]

ہدایات میں تعلیم و تربیت، تیر اندازی، سواری، نشانہ بازی، آداب و اخلاق دربار داری، ملک داری اور غربا پروری اور مظلوموں کی دادرسی وغیرہ، شاہزادگی اور بادشاہی کے تمام لوازم کی چیزیں بتادی گئی ہیں بلکہ اوقات تک تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔

میرزا کی علمی اور سیاسی زندگی پر جب نظر کرتے ہیں تو یہ تمام خوبیاں ہمیں اس میں نظر آتی ہیں۔ خسرو چرکس، ابوالقاسم سلطان، گدا علی اور بہائی خان وغیرہ کے سلسلے میں جو ہم حالات دیکھ آئے ہیں، ان سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان لوگوں نے میرزا غازی کی تعلیم و تربیت میں کوئی کوشش نہیں کی ہوگی، کیونکہ شہزادہ کا اچھی تربیت حاصل کرنا ان کے پروگرام اور مقاصد سے سراسر خارج تھا۔

یہ جو کچھ مرزا کو حاصل ہوا وہ محض نسل اور خاندانی ماحول کے اثرات کی وجہ سے، اور اپنی خداداد ذہانت اور طبیعت کی رسائی سے حاصل ہوا۔

اساتذہ تاریخ سے مرزا کے چند معلموں کے نام ہمیں دستیاب ہوتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) ملا یعقوب:۔ اس کے متعلق تاریخ طاہری سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۔ درخوردی پیش امامت مکتب ایشان می کرد ۔

غالباً ابتدائی حروف شناسی میرزا غازی نے ان سے کی ہوگی۔

(۲) یعقوب علی کوکہ: اس کے متعلق تاریخ طاہری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کا اتالیق تھا، لیکن مرزا اس سے سخت ناخوش تھا، کیونکہ دوران درس میں اس کا سلوک

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۰۶ ۔ ۲۰۷

Marfat.com

مرزا سے اچھا نہیں رہا تھا۔ اس پر بعد میں مرزا نے اس کی جاگیر بھی ضبط کرلی اور اپنے قریب آنے نہیں دیا۔

(۳) آخوند ملا اسحٰق بکھری: یہ حضرت اپنے دور اور زمانے کے جید عالم اور فاضل شخص تھے۔ درس و تدریس میں ان کو خاص ملکہ تھا۔ تاریخ طاہری کا مصنف بھی انہیں کے حلقۂ درس کا فیضیاب تھا۔ یہ بزرگ میرزا کے اتالیق رہے ہیں: تاریخ طاہری کے مصنف نے اپنی تعلیم کے سلسلے میں ان کی بیحد تعریف کی ہے، لکھا ہے کہ:

— در خدمت استاد خضر طبیعت، اخوند مولانا اسحٰق البکھری الاصل از ملازمانِ محمود خان ابن فاضل خان کوکلتاش — کہ معلم مرزا (غازی) بود — خواندن گرفت۔ چون اخوند صاحب دل صوفی المذہب را در کلام عندلیب بوستان بی خار شیراز حضرت شیخ المشائخ سعدی شیراز، و مولانائے متبحر مولوی معنوی قدس سرہٗ وقوف تمام بودہ، و بنا بران ارث کلام شریف ایشان می خواند باندک عبور شعر از حضور آن منبع فضائل و مصدر نوادر، توجہ موجہ معلم معروف بہر صفت۔ کہ در تحریر و تقریر گنجائش ندارد۔ موصوف شاعری گردیدہ.... [۱]

میر علی شیر قانع نے تحفۃ الکرام میں مولانا کی تعریف یوں کی ہے:

— وخود بفضیلت متصف از ملازمان سلطان محمود خان است، و آخر معلم مرزا غازی وقاری ولد میرزا جانی بیگ ترخان شدہ۔ [۲]

اسی مصنف نے مقالات الشعرا میں بھی تقریباً یہی الفاظ دہرائے ہیں اور نمونۂ کلام کے طور پر ان کا یہ شعر بھی دیا ہے:

---

[۱] طاہری — ۱۳-۱۴

[۲] تحفۃ الکرام جلد ۳ صہ ۱۲۸

Marfat.com

می طپد دل در برم در شوقِ تو　　　　می گذارد خانہ را از ذوقِ تو [۱]

آخوند صاحب کا تعلق ابوالفضل اور نظام الدین بخشی سے بھی بہت تھا۔[۲]

(۴) ملا اسد:- ملا اسد ایرانی تھا۔ بقول ترخان نامہ ایران سے فقیر اور قلاش ہو کر مرزا کے دربار میں پہنچا، مرزا نے اس کی علمی قابلیت کو دیکھ کر اسے اپنا مصاحب بنایا اور جاگیر عنایت کی۔ آخر کار اسے اپنی معلمی پر سرفراز کیا۔ ملا اسد وجیہہ اور فصیح قصہ خواں تھا۔[۳]

ان بزرگوں کے علاوہ اور کسی عالم کا نام نہیں ملا اور نہ مرزا غازی کے تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں کوئی تفصیل مل سکی۔ ممکن ہے مرزا غازی نے جو کچھ تعلیم حاصل کی وہ مولانا اسحٰق بکھری سے کی ہو۔

مآثر رحیمی سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غازی نجوم اور ریاضی خوب جانتا تھا۔ لکھا ہے:

- در علم ریاضی و نجوم زحمت بسیار کشیدہ بود۔[۴]

معقول میں بھی اچھی خاصی دسترس اور سوجھ بوجھ تھی، جیسا کہ ترخان نامہ کے ایک فقرے سے معلوم ہوتا ہے:

- فضلا و علما دوست بودہ و ہمیشہ صحبت ایشاں می داشت، و علما در حضور بہ بحث علم معقول می انداخت و خود نیز ملکہ و استعداد تمام داشت کہ آنچہ علما می گفتند طرفیت فہمیدہ منصف می شد۔[۵]

---

[۱] مقالات الشعرا ص ۸۹

[۲] حیات میر معصوم بکھری تالیف راقم الحروف میں حالات پڑھیئے۔

[۳] ترخان نامہ ص ۸۵

[۴] مآثر رحیمی جلد ۲ ص ۳۵۴

[۵] ترخان نامہ مطبوعہ ص ۸۴

Marfat.com

شاہ خرچیاں اور داد و دہش

طبیعت کی لطافت، شرافت اور نیکی کی تعریف تمام تذکرہ نویسوں نے کی ہے۔ صاحب ذخیرۃ الخوانین نے تو تعریف کے میدان میں اپنی انتہائی بے بسی اور کوتاہ دامنی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

— بزرگی وخوبی ہائے وشان وشوکت وتدبیر ملک او را تا کجا کسی نویسد۔[1]

بے انتہا دریا دل، لکھ لٹ حاکم، اور نہایت نیک طینت اور نیک فطرت انسان تھا، پیسہ کبھی جمع نہ کیا، جتنا آیا لٹا دیا، جو جی میں آیا دے دیا۔ نہ کبھی رکھا نہ کبھی پس انداز کیا۔ اس کی یہی زربخشیاں تھیں جن کی وجہ سے ایران، عراق اور ہندوستان کے فضلاء، شعرا اور اصحاب علم و ہنر سمٹ کر اس کے دربار میں پہنچ گئے تھے۔ زربخشیوں کی شرح سنیئے:

---

[1] ذخیرۃ الخوانین قلمی ص ۱۶۵

Marfat.com

ـــ درزبخشی بید ریغ بوده، خسرانہ پنج وشش کرئی خورد ا۔ باحاصل جاگیر خود کہ ہمہ خالصہ بود، صرف سپاہ وشعرا کردہ ودرقندہ وداعیہ بادشاہی بہم رسانید ـــ [1]
اس کی اسی جود وسخا کا کرشمہ تھا کہ قندھار میں گورنر کی حیثیت رکھتے ہوئے شاہی کیا کرتا تھا۔

ترخان نامہ کے دو اقتباس یہاں ہم پیش کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ:

ـــ روز بروز شان وشوکت میرزا غازی زیادہ می شد، وآں جواں بخت دست ہمت در سخاوت وجود کشادہ مانند ابر زرافشانی می نمود۔ ازیں جہت فضلاء و شعرا از ایران وتوران رجوع بخدمت او نمودند ومجلس بہشت آئین او مجمع فضلاء وشعرا روزگار بود، وہمیشہ بعیش وطرب می کوشید چنانچہ ہر روز سپاہ ورعیت روز عید وہر شب شب برات از دولت آن جوان بخت داشتند وغائبانہ اکثر ملازمان وشعرا وگوشہ نشینان ایران را نام بنام سالیانہ مقرر فرمودہ بود کہ ہر سال بانہا می رسید۔ ازیں ممر ہمہ مردم مداح او بودند ودربار او نمونۂ درشاہی بود ـــ [2]

ایک جگہ ان الفاظ میں مرزا کے جود وسخا کی مدح ہوتی ہے:

ـــ دست جواد او مانند ابر بہاری، زر وجواہر بر فرق عام وخاص نثار میکرد۔ اہل الوس وسپاہ ورعیت بانعام عام او بہرہ مند بودہ، مرفہ الحال وفارغ البال باسائش تمام میگذرانیدند ـــ . . .
. . . . وشان وشوکت بادشاہانہ بخود قرار داد ـــ [3]

---

[1] ذخیرۃ الخوانین قلمی صـــ ۱۶۵
[2] ترخان نامہ صـــ ۹۱
[3] ترخان نامہ صـــ ۸۴-۸۵

Marfat.com

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

—بر مسند حکومت قندھار بکامرانی جلوس نمود، داد جود و سخاوت و شجاعت و مردی و مردانگی داد۔ دریں اندک مدت بہ احسان و انعام عام نام نامی خود را در آں طرف ایران و توران و چہار دانگ ہندوستان بہ نیک نامی مشہور گردانید۔[1]

انہیں زر بخشیوں اور شاہ خرچیوں کی وجہ سے ہمیشہ قلاش اور قرضدار رہا۔ جاگیریں اور حکومتیں اتنی داد و دہش کی کفیل نہیں ہو سکتی تھیں۔ تحفۃ الکرام کے مصنف نے سچ لکھا ہے کہ:

—میرزا باوجود جاگیر در دولت ٹھٹہ و سیوستان و بعض انقطاع ملتان و تمام قندھار، بہ سبب کثرت بذل و نوال ہموارہ بہ بی خرچی و فلاکت گذراندے۔[2]

کبھی کبھی خزانہ خالی ہو جاتا تھا تو خزانہ داروں کے دل لرز اٹھتے تھے۔ جمع خرچ کی تفصیل انہیں کو معلوم رہتی تھی، ان کا خیال تھا کہ اگر حساب و کتاب کبھی خود بھی دیکھ لے تو شاید اس کی آنکھیں کھلیں اور اپنے ہاتھ روک لے۔ اس مقصد سے عرض کیا گیا کہ:

—شش ماہ است کہ کاغذ دخل و خرچ معاینہ نہ فرمودند، خرچ از دخل زیادہ می شود از راہ نوازش ساعتی متوجہ شدہ افراد چند بمطالعہ در آرند—

میرزا نے شش ماہہ حساب کی وہ چند فردیں ان کے ہاتھ سے لے لیں، اور انہیں چاک کر کے کہا کہ:

—والد بزرگوار من ہر چہ داشت صرف کردہ، چیزی برای من نماندہ بود۔

---

[1] ترخان نامہ ص ۹۲

[2] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۸۵

Marfat.com

رزاق مطلق مرا بدر دولت خسروی برات روزی داده بتائید اقبال روز افزونش .
الحمد للہ کہ بے روزی نیم ، چنانچہ این ہمہ عمر گذشت باقی نیز میگذرد ، دراین
فکر میفزاید[1] ۔

تاریخ طاہری کا مصنف ذرا تفصیل سے یوں لکھتا ہے کہ :

۔۔ اما از بسکہ علی القدر دخل خرچ نمی داشت و افراط از انداز ہا افزون می کرد ،
باوجود این ، ہمیشہ جاگیر کہ بدولنسبت تمام تھتہ ، و قندھار و پارۂ اقطاع از
صوبہ ملتان و سیوان داشت ، ہمیشہ قلاش و قرضدار بود . روزی صاحب دخل
حضور از روی دولت خواہی التماس نمودند کہ چون بر بندہ ہائے نیک خواہ صاحب
لازم است تا بعضی راہ دولت می نمودہ باشند ، شش ماہ است کہ کاغذ جمع و خرچ
تیار ساختیم . گنجائش بسیار دارد ، اگر بنظر اشرف در آورند ، عین صلاح ست کہ
خرچ از اندازۂ دخل بسی گذشتہ ! بنابر تسلی خاطر ایشان در نظر آوردہ پارہ پارہ
ساخت کہ : رزق بدست رزاق است ! پدرم را خسرانہ ترخان وارغون بدست
افتادہ بود ہمہ خرچ نمودہ ، چیزی برنا نگذاشتہ بود . حق سبحانہ و تعالےٰ
بی منت شما ، مددی از دولت حضرت خاقان دوران تا حال تنگدستی نداده . بعد
ازین نیز امید داریم کہ تا جان داریم بی نان نخواہیم ماند[2] ۔۔

خسرو چرکس کے بے جا تصرف اور بے ایمانیوں کے متعلق جب بار بار مصاحبوں
نے شکایات کیں تو آخر مجبور ہو کر سائیدنہ ہندو خاں کو بخشی بنا کر ٹھٹہ روانہ کیا اور جب
بقول صاحب طاہری :

---

[1] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۸۵

[2] طاہری ص ۲۶۲

ــ وی غبن کلی خسرو خاں ظاہر نمود آمادہ عرض کرد ــ

تو میرزا نے خسرو خاں کے لڑکے بہائی خاں کی طرف ۔ جوان کا مصاحب خاص تھا ۔ اشارہ کرکے فرمایا کہ : اگر ہم کچھ کریں گے تو بہائی خاں کو رنج ہوگا لہٰذا خسرو خاں جو کچھ کرتا ہے کرتا رہے ۔ [1]

میر علی شیر قانع نے مقالات الشعرا میں لکھا ہے کہ :

ــ امیری ارجمند ، کریم نفس ، بصلاح و تقویٰ آراستہ و بداد و عدل در کمال کامرانی زیستہ ــ [2]

یہی مروت ، کریم النفسی اور پاک طینتی تھی جس کی وجہ سے خسرو اور اس کے ساتھی اس کے ساتھ آخری دم تک بے وفائیاں کرتے رہے اور اس نے ہمیشہ درگذر سے کام لیا بلکہ ان کو ملک پر قابض رہنے دیا ۔ بے ایمانی اور غبن ثابت ہوتا رہے مگر کچھ کہا نہیں جاتا تھا کہ بہائی خاں کو کوفت ہوگی ۔

---

[1] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۸۵

[2] مقالات الشعرا ص ۳۰۲

Marfat.com

(۲۴)

ہمہ گیر صفات

صلاحیتیں اور مشاغل

مرزا غازی کے ذاتی مشاغل اور دلچسپیاں بہت وسیع تھیں، علم و ادب، شعر و سخن کا مذاق، ملک رانی، تہذیب و تمدن کو صاف اور اُجاگر کرنا، یہ تو اس کے رات دن کے مشاغل تھے، لیکن سیر و شکار، کبوتر پالنا، شکاری کتوں کو پالنا، چوگان بازی، شطرنج، [1] وغیرہ سے بھی خاصا ذوق و شوق تھا۔

کتے اور کبوتر بکثرت پال رکھے تھے، جن کی نگہداشت شہبازی نام ایک آدمی کے سپرد تھی جس کو بعد میں انہوں نے شہباز خاں کا خطاب دیا۔ [2]

سعید خاں چغتہ جب بکھر آیا، اور میرزا غازی بھی وہاں پہنچا تو سعید خاں کا بیٹا سعد اللہ خاں اور یہ:

---

[1] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۸۷

[2] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۸۷

Marfat.com

ــــ باہم اکثر بچوگان بازی و شکار اشتغال می داشتند ــــ [1]

چوگان بازی، سواری اور تیر اندازی اپنے باپ کی مرضی پر اس نے خاص طور پر سیکھی تھی اور اس میں ہر وقت مشق اور مزاولت جاری تھی۔

دوسرے مشاغل اور خوبیوں کا ذکر صاحب مآثر رحیمی کی زبانی سنیئے:

ــــ در علم ریاضی و نجوم زحمت بسیار کشیدہ بود، و در سپہ گری و شجاعت بے نظیر و بہمال بود، و در شمشیر زدنہا قدرت تمام داشتہ۔ مرشد خان بروجردی کہ از مقربان او بود نقل کردہ کہ: روزی بجہت امتحان، شمشیر خاصۂ خود را یکے از جمدہر ہائے ہندوستان زدکہ دو پارہ درست کرد و دیگر بر تنی بر بہیلی (؟)، زدکہ بران آزان جست۔ در چوگان بازی و قبق اندازی اہل ماوراء النہر و عراق و خراسان بہ بے خلفی او قایل بودند ــــ [2]

مرزا غازی کو موسیقی اور اس کے تمام لوازمات سے بھی دلی شغف تھا، ایک ماہر فن کی حیثیت سے اسے موسیقی کی ہر چیز پر کمال حاصل تھا اور اپنے والد کی طرح موسیقی کے تمام غوامض اور لطائف کو اچھی طرح جانتا تھا۔ خاص طور پر طنبورہ نوازی میں یکتائے روزگار تھا صاحب مے خانہ نے مرزا کی موسیقی دانی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ــــ در نغمہ شناختن و طنبورہ نواختن ہم خیلی کار ساختہ، چنانچہ ہنگام طنبور نواختن ہمیشہ مضراب دست او ناخنی بر دل می ریزد ــــ [3]

ذخیرۃ الخوانین کے مصنف نے اس طرح تعریف کی ہے:

---

[1] تحفۃ الکرام ج ۳ صـ ۸۰

[2] مآثر رحیمی ج ۲ صـ ۳۵۳

[3] مے خانہ صـ ۲۲۸ لاہور

Marfat.com

— درعلم موسیقی بے نظیر بود. دف ، دائرہ و دھولکی وطنبور و بین وقانون خوب می نواخت وخوب می خواند — [1]

گویا فن کے ساتھ ساتھ تمام مزامیر کے استعمال میں بھی اسے پوری قدرت حاصل تھی۔ دف، دائرہ، ڈھولکی، طنبورہ، بین، قانون وغیرہ پر استادانہ ہاتھ پڑتا تھا اور خود بھی گاتا تھا۔ مآثر رحیمی کے مؤلف نے لکھا ہے کہ میرزا نے اس فن میں کچھ ایجادات اور اختراع بھی کئے تھے۔ لکھا ہے:

— درعلم ادوار وموسیقی مہارت تمام داشتند، چنانچہ می گویند: اصول ضرب الفتح وتاتین از دائرہ بری آوردہ وتصانیف دراصولہا خوب کردہ وطنبور را بغایت خوب می نواخت — [2]

مآثر الامرا نے طنبور نوازی اور نغمہ پردازی میں ان کو بے نظیر لکھا ہے:

— میرزا درنغمہ پردازی وطنبور نوازی بے نظیر بود، ہمہ ساز را خوب می نواخت۔[3]

صاحب مقالات الشعرا نے اس فن میں ان کے بے نظیر ہونے پر صاد کیا ہے۔[4]
ان کے درباری شاعر مرشد بروجردی نے دو رباعیاں اس کی تعریف میں لکھی ہیں کہتا ہے

گر نغمۂ سازت بسکون می آید ۔ در زلیست بگو بمیت کہ چون می آید
از بسکہ بگرد زخمہات می گردد ۔ پیچیدہ ز طنبور برون می آید

. . . . .

---

[1] ذخیرۃ الخوانین قلمی، ورق ۱۶۶
[2] مآثر رحیمی ج ۲ ص ۲۵۳
[3] مآثر الامرا ج ۳ ص ۳۴۷
[4] مقالات الشعرا ص ۳۰۲

Marfat.com

دل می سوزد ترنمؔ پرشورت | جان می بخشد نوا و نیشاپورت
درسیم کشی عمر بسر برد شباب | تاری نکشید در خور طنبورت[1]

نوا اور نیشاپور دونوں موسیقی کے مقام اور شعبے ہیں۔

برہانی میں ہے کہ:

— نوا مقامیست از جملۂ دوازدہ مقام موسیقی و نیشاپور شعبہ ایست از موسیقی مشہور بہ نیشاپورک۔

صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے کہ میرزا کے والد میرزا جانی کو بھی اس فن میں بڑا دخل حاصل تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹے توڑی گانے میں کمال رکھتے تھے:

— بخصوص مقام تودی شغفی و دہارتی کلی داشتند —[2]

تحفۃ الکرام میں ہے کہ موسیقی کے ساتھ ان دونوں باپ بیٹوں کا تعلق اس درجہ تھا کہ اگر کوئی آدمی ان کے مزار پر جاکر یہ نغمہ (توڑی) گاتا یا ساز بجاتا تھا تو اس کی مراد فوراً بر آتی تھی۔ میر عبدلوالی ولد سید لطف اللہ شیرازی ٹھٹوی کی زبانی یوں روایت نقل کی ہے۔

— ہر کہ در گنبد این پدر و پسر در مقام مذکور (یعنی توڑی) سرود، بحاجتی کند در چند روز البتہ بر آید —[3]

مرزا غازی کی مجلس نشاط کی آراستگی و پیراستگی کی تصویر صاحب ذخیرہ کے لفظوں میں یوں ہے:

— و نوعی مجلس نشاط شراب آراستہ میشد کہ زاہد صد سالہ راگذری بران

---

[1] مے خانہ صہ ۲۲۸ لاہور۔ مآثر الامرا ج ۳ صہ ۳۴۷

[2] تحفۃ الکرام ج ۳، صہ ۸۷

[3] تحفۃ الکرام ج ۳، صہ ۸۷

Marfat.com

مجلس می انتاد ترک صلوٰۃ وصوم خود کردہ بداں مواظبت می نمود ـــ ؎

جوانی . بے فکری آمد خرچ کا نہ کوئی حساب نہ کوئی غم ، تین صوبوں کی فرمانروائی ،
پادشاہ وقت کی نہ صرف نظرعنایت بلکہ فرزندی کا رتبہ ملا ہوا ، بھلا پھر طبیعت کیوں نہ
رنگ لاتی اور مجلس عیش وطرب اس طرح آراستہ کرنے میں کونسی چیز حائل تھی ؟

؎ ذخیرہ صہ ۱۶۶

Marfat.com

(۲۵)

شعر و سخن کا شوق اور معارف پروری

شراب نوشی، عیش کوشی اور نغمہ نوازی یہ سب جوانی اور امیری کے کھیل ہیں، جو میرزا کی زندگی کے بھی لازمے رہے، لیکن میرزا کا دلی لگاؤ یا طبیعت کی رغبت اور رحجان درحقیقت علما اور اہل کمال کی طرف بہت زیادہ تھا، شعر و سخن، علم نوازی اور ادب پروری ان کی فطرت کا جزو اور ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

تمام تذکرہ نویس میرزا کے اس رحجان اور خصوصیت کے معترف بلکہ مبالغے کی حد تک تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ نے ان کا ساتھ نہیں دیا ورنہ ان کا جی یہی چاہتا تھا کہ میرزا کے حسن طبیعت اور حسن مزاج کی داستان میں عبارت آرائی کے پھول بچھاتے اور چمن در چمن آراستہ کرتے جائیں۔ ایک بھی تذکرہ نویس نظر سے ایسا نہیں گذرا جس نے زور بیان میں اعتدال کو پیش نظر رکھا ہو۔ ہر ایک نے اپنے اپنے انداز میں خوب سراہا ہے۔ صاحب مے خانہ لکھتا ہے:

— جوان خوش خوئی، خوش روی کریمی بود داکثر پاس خاطر ارباب معنی میداشت۔

Marfat.com

وبان جماعت بی تکلفانہ سلوک میکردہ ۔ مروتش بمرتبہ خوب ، وسخاوتش بحدی مطلوب بودہ ۔ [۱]

مخزن الغرائب کے موٴلف کا قول ہے :

۔ مردنیکو نہاد و باذل بودہ ، فضلا و شعرا را کرم داشتہ ۔ [۲]

ماثر رحیمی کا مصنف لکھتا ہے کہ حکومت قندھار کے زمانے میں میرزا نے داد و دہش اور جود و سخا کے یوں دریا بہا دیئے کہ چاروں طرف سے اہل ہنر سمٹ کر ان کے گرد جمع ہو گئے ۔

۔ در ایام حکومت قندھار بنوعی سلوک نمود کہ اکثر اہل ہرات و خراسان ارادہٴ ملازمت نمودند و بخدمتش رسیدہ کامیاب شدند ، و از صحبت اہل عراق و خراسان نہایت محظوظ بود ، شب و روز با این جماعت بسر میبرد و اعتقاد تمام باین طبقہ داشت ۔ [۳]

نزخان نامہ کے مصنف نے لکھا ہے :

۔ شعرا را می خواست ، از ہر طرف مردم صاحب طبع بخدمت او شتافتند ، درین اثنا جمعی از شعرا مثل اسد و ملا مرشد وغیرہ در لباس فقرا از ولایت ایران آمدند و ملا اسد و جیہ و قصہ خوان و فصیح بود ، میرزا از صحبت ایشان محظوظ گردیدہ ہمہ را بمنصب و جاگیر سرافراز ساختہ [۴]

روز روشن کے موٴلف نے اس کی قدر دانی کو ان الفاظ میں سراہا ہے :

---

[۱] مے خانہ صہ ۲۲۵ لاہور

[۲] مے خانہ ، تعلیقات بحوالہ مخزن الغرائب صہ ۵۶

[۳] ماثر رحیمی ، ۲ : ۳۵۱

[۴] نزخان نامہ صہ ۸۵

Marfat.com

— امیرے قدردان و جوہر شناس ہنرداں بود — [1]

مرزا کے اس ذوق اور جوہر شناسی نے شعر و سخن کے لئے ایک ماحول اور فضا قائم کردی تھی اور داد و دہش، قدردانی اور سرافرازی کی یہ صورت دیکھ کر شہری تو شہری ملکہ سپاہی تک سخن سنجی میں مشغول ہو گئے تھے اور لوگوں نے اپنے اصلی پیشے چھوڑ کر شاعری کو اپنا وظیفہ اور وطیرہ بنا لیا تھا۔

— بنوعی وہبی مردم از فراغت انتظام یافتہ از منشور منظوم مشغول بودند کہ اکثر سپاہی و شہری از رعیت بہ امید صلہ و انعام شعر شاعر گشتند و از پیشہ ہائے پریشان دیگر درگذشتند — [2]

صاحب ذخیرہ نے لکھا ہے کہ اپنے باپ دادا کا جمع کردہ خزانہ اور اپنی جاگیروں کی آمدنی پوری کی پوری شعرا اور اہل فن پر نثار کردی تھی:

— در زر بخشی بی دریغ بود، خزانہ بخش و دہش کرسی خود را با حاصل جاگیر خود، کہ ہمہ خالصہ بود — صرف سپاہ و شعرا کردہ دو غدغہ و داعیہ پادشاہی بہم رسانید — [3]

میرزا کی اس داد و دہش، عالی ظرفی اور قدردانی کا شہرہ سن کر، جو اس کے دربار تک پہنچا، میرزا نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دنیا کی تمام فکروں سے بے نیاز کر دیا۔

مرشد بروجردی ایران سے اس کے دربار میں پہنچا، قدر افزائی یوں فرمائی کہ مہر کی انگشتری اس کے حوالے کردی اور یہ اختیار دے دیا کہ جو فرمان چاہے نافذ کرے۔ صاحب مے خانہ نے لکھا ہے کہ اس کو نہ صرف "مرشد خاں" کے خطاب سے سرفراز کیا، بلکہ — رانق و فانق

---

[1] روز روشن صہ ۱۶۳

[2] تاریخ طاہری صہ ۱۳

[3] ذخیرہ ق صہ ۱۶۶

Marfat.com

مہمات ـــ بنادیا اور:

ـــ امر فرمود کہ مہر وکالت خود بر پشت فرامین می کردہ باشد ـــ [1]

ایک شاعر کی قدر دانی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ تمام مہمات کا راتق فاتق بنادیا جائے۔ دوسری جگہ صاحب مے خانہ لکھتا ہے کہ:

ـــ اورا درمیان امثال واقران ممتاز نمود، بخطاب مرشد خانی سرفراز گردانید وہمیشہ پاس حرمت او میداشت ...... وقتی کہ در قندھار بر مسند حکومت نشست دران جا در اعزاز واحترام وانعام واکرام دقیقہ فروگذاشت ننمود ـــ [2]

حکیم فغفور گیلانی جب ہندوستانی امرا کی قدر دانی کا شہرہ سن کر قندھار پہنچا تو:

ـــ مربی ہنرمندان وقدر دانی خردمندان، میرزا غازی ترخان دران بلدہ حاکم بود، وی را از غایت مہربانی ونہایت قدردانی بمجلس خویش طلبید، وباو سلامت بسیار نمود ـــ [3]

ملا مرشد بروجردی اور مولانا اسد قصہ خوان نے رشک اور حسد سے ایک طرف حکیم پر بےجا تنقید کرنی شروع کی اور چشمک زنی سے اس کو تنگ کرنا چاہا، دوسری طرف اس کی مخالفت میں مرزا کے کان بھرنے شروع کئے، لیکن:

ـــ اما شمع دودمان ترخانان گوش بسخنان حسد آمیز ایشان نمی کرد، چرا کہ خود در مردم شناسی وسخن فہمی از بے بدلان روزگار بود ـــ [4]

---

[1] مے خانہ ۔ تعلیقات صہ ۱۱۰ لاہور

[2] مے خانہ ۔ تعلیقات صہ ۴۱۲ لاہور

[3] مے خانہ ۔ صہ ۳۳۲ لاہور

[4] مے خانہ ۔ صہ ۳۳۲ لاہور

Marfat.com

مرزا نے ہر چند حکیم کی دلجوئی اور قدر دانی کی لیکن نازک مزاج شاعر معاصروں کی چشمکیں برداشت نہ کر سکا۔ شکستہ خاطر ہو کر وہاں سے چل دیا۔ مرزا کو جب معلوم ہوا تو بے حد رنج اور افسوس کیا۔ ملا مرشد اور اسد قصہ خواں کو بلا کر کہا:

"شما بہ شوئی حقد جبلی خود مارا رسوا کردید، من در عالم مردم شناسی بسیار دراز کار میدانم کہ مثل فغفور کسی در ایام حکومت بمن برسد، دبی آنکہ فیضی بہ بینند مفارقت گزینند" [۱]

مرزا غازی نے اپنے دست خاص سے ایک معذرت نامہ لکھا اور ان دونوں بزرگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی معافی نامہ لکھ کر حکیم فغفور کے پاس بھیجیں؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا لیکن فغفور اتنا کبیدہ خاطر ہو چکا تھا کہ پلٹ کر آنا گوارا نہ کیا۔ جواب میں یہ رباعی لکھ کر مرزا کی خدمت میں بھیج دی:

آں جیفہ، کہ در چنگ دو کرگس، باشد
حیف است، کہ لوث دامن کس باشد
خر را طلب شاخ زیادت طلبی است
با یک سر خر، دو گوش خر بس باشد [۲]

میر نعمت اللہ وصلی کے سلسلے میں صاحب مے خانہ لکھتا ہے کہ:

"مرزائی مذکور التفات بسیار بہ وصلی کرد، او را در جرگہ ملازمان خود در آورد و خدمات عمدہ در ملک سندھ بدو فرمود" [۳]

---

[۱] مے خانہ ص ۳۳۴

[۲] انتخاب نادرہ بحوالہ مرآۃ العالم و مے خانہ ۳۳۴ لاہور

[۳] مے خانہ ص ۳۴۴ لاہور نیز رک: ماثر الامرا تخلص واصلی لکھا ہے جو وصلی کی تصحیف ہے۔

Marfat.com

بڑے بڑے شعرا اور نامی اہل علم کے لئے مرزا کا یہ سلوک اور رویہ محدود اور مخصوص نہ تھا' بلکہ عام آدمی تک اس کی زر بخشیوں سے متمتع ہوتے رہتے تھے' ایک دفعہ ہندوستان سے بھاٹ قسم کا کوئی تک بند روپے پیسے کی ان بخششوں کا آوازہ سن کر قندھار پہنچا، میرزا تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا لیکن ایک مدت تک کامیاب نہ ہو سکا، آخر کچھ مایوس ہو کر اور کچھ تنگ آکر اس نے اس صورت پر میرزا کے لئے اپنی زبان میں چند ہجویہ اشعار کہے۔ بابا حسن ابدال کے مزار پر - جو قندھار سے متصل ایک پہاڑی پر واقع ہے - ایک دن یہ یہاں پہنچا، وہاں چند اور بھاٹ جو جان پہچان والے تھے اور وہ بھی ہند سے ابھی ابھی آئے تھے' مل گئے' باتوں باتوں میں اس نے اپنے ہجویہ اشعار پڑھ کر سنائے۔

میرزا غازی کا مقرب خاص شہباز خاں بھی اتفاق سے اس وقت مزار پر پہنچا ہوا تھا' اور یہ اشعار جب کان میں پڑے تو اس بھاٹ کو خوب پٹوایا، واقعہ چونکہ کوئی خاص نہیں تھا - شہباز خاں بھول بھال گیا۔

بھاٹ نے کچھ عرصہ کے بعد موقع پا کر شکار گاہ کی طرف جاتے ہوئے، راستے میں میرزا غازی سے شہباز خاں کے سلوک کی داد خواہی چاہی، شہباز خاں نے بھاٹ کے ہجو کہنے اور سزا کے طور پر اس کو پٹوانے کا پورا واقعہ عرض کر دیا۔ میرزا نے بظاہر بہت کچھ غیظ و غضب کا اظہار کیا اور بھاٹ کو بندی خانے میں بھجوا دیا اور سزا دینے کے لئے دوسرا دن مقرر کیا۔ لیکن جب دوسرا دن آیا تو ہزار ہا تماشائیوں نے دیکھا کہ خلاف توقع اور رسم و رواج مجرم کی گردن مارنے کے بجائے اس کو ایک ہاتھی' خلعت اور ایک ہزار روپے کی تھیلی دی گئی۔

صاحب مے خانہ نے لکھا ہے کہ عوام تو عوام، خود شہباز خاں جیسے لوگ بھی دنگ رہ گئے اور محسوس کیا کہ بھاٹ قسم کے رذیلوں کی زبان یوں بھی کاٹی جا سکتی ہے:

ـــ آری: بزرگان دانشمند و سرداران ہمت بلند، زبان بدگویان را بہ تیغ احسان قطع می نمایند؛ تا نام نیک ایشاں بر صفحہ روزگار ہمیشہ پائدار ماند۔

Marfat.com

اور آخر میں لکھا ہے کہ:

ــ دریں چند زمان ایں قسم مروت دھمتی از کسی سر نہ زدہ ــ [1]

میرزا کی یہ روش اور یہ سلوک یا داد و دہش کی بارش فقط اپنے دربار تک محدود نہ تھی بلکہ اس کی پھواریں اور ترشح دور دور اور دور دراز ممالک تک بھی پہنچتی تھی۔ اہل ہنر اور اصحاب علم وفن، اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ان کی قدر افزائیوں سے متمتع ہوتے رہتے تھے، تا ثر رحیمی نے لکھا ہے:

ــ درایام بودن قندھار بجمع آوردہ اہل استعداد در قندھار رغبت نمود، و مبلغ بسرانعام بخراسان بجہت مولانا شانی تکلو۔ کہ از فصحائے ایران است۔ و میرزا فصیحی۔ کہ او شاعر نادر سخن است۔ و دیگران فرستاد، وایشان را بہ قندھار طلب داشت، اگرچہ ایشان بشرف ملازمت نتوانستند رسید، غائبانہ مداح او شدند ــ [2]

جہاں جہاں اس کو صاحب ہنر نظر آیا اسے اپنے پاس بلا لیا، جو نہ آسکا اسے گھر بیٹھے انعام واکرام پہنچاتا رہا۔ تمام تذکرہ نویس اس کے اس وصف اور علم پروری اور قدردانی کے اس نہج کی تعریف کرتے ہیں۔ ترخان نامہ کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

ــ غائبانہ اکثر مدرسان و شعرا و گوشہ نشینان ایران را نام بنام سالیانہ مقرر فرمودہ کہ ہرسال بایشاں میرسید۔ ازیں جہت ہمہ مردم مداح او بودند و دعا او گوئے دعا دولت شاہی بردــ [3]

مآثر الامرا نے لکھا ہے:

---

[1] مے خانہ ص ۳۲۷ لاہور

[2] مآثر رحیمی، ج ۲ ـ ص ۳۵۳

[3] ترخان نامہ ص ۹۱

Marfat.com

ــ درآں جا بہ ہمت وحسن سلوک با متردین عراق نامی بہ آورد ــ [۱]

پھر لکھا ہے کہ:

ــ مرزا غازی بیگ بسیار متعدد بصحبت اصل سخن شغوف بود ــ [۲]

ان کی صحبتوں اور مجلسوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

ــ گویند در قندھار مجلس مرزا مجمع صاحب کمالاں بود ــ [۳]

صاحب ترخان نامہ نے اس کے دربار اور مجلس شعر و سخن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

ــ آں جواں بخت دست ہمت در سخاوت وجود کشادہ مانند ابر زر فشانی می نمود. ازیں جہت فضلا و شعرا از ایران و توران رجوع بخدمت او نمودند و مجلسش بہشت آئین او مجمع فضلا و شعرائے روزگار بود ــ [۴]

میرزا کی علمی مجلس اور علمی مباحث میں دلچسپی لینے کا ذکر بھی ترخان نامہ میں موجود ہے. اس کی مجالس میں ہمیشہ علمی مسائل پر علما کے درمیان مباحث ہوا کرتے تھے، خود نہ صرف دلچسپی لیتا تھا، بلکہ مسائل کو سمجھتا تھا، اور ان پر رائے زنی کرتا تھا.

ــ فضلا و علما دوست بود و ہمیشہ صحبت ایشان میداشت، و علما را در حضور بہ بحث علم معقول می انداخت، و خود نیز ملکہ و استعداد تمام داشت کہ آنچہ علما می گفتند مدعائے طرفین فہمیدہ متصف می شد ــ [۵]

---

[۱] مآثر الامرا ــ ج ۳، ص ۳۴۶

[۲] مآثر الامرا ــ ج ۳، ص ۳۴۷

[۳] مآثر الامرا ــ ج ۳ ــ ۳۴۷

[۴] ترخان نامہ ص ۹۱

[۵] ترخان نامہ ص ۸۴

Marfat.com

تاریخ طاہری کا مصنف مرزا کا ہم وطن اور ہم عصر تھا، مرزا کی وفات پر اس نے جی کھول کر حق ہم وطنی ادا کیا ہے، اسی کے الفاظ میں اس کی رائے سننا بہتر ہے:

— آری مردم شناس و کارسنجی، با بزرگی و خوردی تعلق ندارد. بسا بزرگانِ خورد طبیعت از خوردی بہ بزرگی رسیدہ اند، امّا با حال خودمی پردازند، ازان پائمال صدمۂ زمانۂ عیار گردیدہ بی نام و نشان می میرند. و بسا خوردان بزرگ منش، از والا ہمتی جویای ترقی خویش گردیدہ بکام دل و مراد خاطر زندگانی داشتہ، بنام نیک در عالم گذاشتند —

اس تمہید کے بعد لکھتا ہے کہ:

— مرزا اگرچہ سال کم داشت لیکن بہ پیش خردی و خردمندی ازین قسم جویاتے اہل فن و اہل طبایع بودہ کہ ملا رشیدای دران وقت از لاہوری بندر[ف] در شہر تتہ عبور داشت و بموجب نغمہ خوانی در نظر ایشان گذشت. از بسکہ جوہری بود در عہد طفولیت گوہر از چشم بینای شناختہ بمرتبۂ ای تربیت داشت کہ در اندک عمر صاحب سامان شد. گاہ بہ تقریب شعر ملا مرشد بخدمت ایشان می خواندند. از بسکہ میرزا اہل دوست بود، انصاف شعرا و میداد تا آنکہ آن رسید بیتہ فصاحت از روی دوستی بار فروشی درمیان آوردہ میرزا را بجد برین ساخت کہ غائبانہ پارۂ امداد خرج فرمودہ، و او را از ولایت طلب داشت، چوں بشرف دریافت ملازمت آن اولوالابصار مشرف شد، در اندک روز بخطاب خانی سرفراز فرمودہ از جملۂ مقربان درگاہ ساخت و این بیت تشہد منصب خانی اوست۔

بخت دولت بین، کہ شاہ کامران
گاہ جانم می نوید گاہ خان

صاحب تاریخ طاہری آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

[ف] ٹھٹھ سے آگے مغرب کی جانب سمندر کے قریب یہ بندر تھا جو برباد ہو کر مٹ گیا۔

Marfat.com

ــ الغرض آدم شناسی کار کلی و ہنر عظیم است، این صاحب دولت و اہل سخن از ین قسم مردم شناسی بود کہ ہر کسی را تربیت داشتہ ہر جا کہ رفتہ منظور و مقبول طبایع شدہ، چنانچہ این عزیزان و مردم دیگر کہ از ہمہ خدمت کر بستہ بلب نان فراغت رسیدہ، و خود ہم از بسکہ مادۂ قابل و طبیعتِ سلیم داشت، در اندک صاحب سخن و ذو فنون در ہر فن چنان گردیدہ، کہ در علم و حلم و داد و دہش و صورت و سیرت و نظم و نثر ثانی نداشت ـ بلی آدمی را آراستگی از ہنر است نہ بہ غفلت. اللہ تعالیٰ ہمہ را توفیق رفیق کناد کہ در اکتساب ہنر بے خبر و بے خرد نباشد ـــ ؎

؎ تاریخ طاہری صــ ۲۲۴ سنہ ۲۲

شاعری اور دیوان

میرزا غازی کو شاعری سے فطری مناسبت تھی۔ اگرچہ عمر کم پائی، لیکن اس عرصہ کے اندر اس نے اس حد تک کمال اور نام پیدا کیا کہ معاصر مورخوں اور بعد کے تذکرہ نویسوں نے اس کو بہت کچھ سراہا ہے، اور شعر میں اس کی قدرت پر سب کے سب معترف رہے ہیں۔

صاحب مے خانہ ہم عصروں میں (۱۰۲۴ھ) تھا، لکھا ہے:

— بر رائے انور ہنرمندان و ضمیر ضیا گستر خردمندان پوشیدہ نماند، میرزائے ترخان جامع الفضائل والکمالات بودہ، ضررش کم از شعرائے این حزو زمان نیست —[۱]

جہانگیر بادشاہ کی رائے ہے کہ:

— میرزا غازی فی الجملہ کمال داشت، شعر ہم خوب میگفت:[۲]

یہ شعر نمونۃً دیا ہے:

گریہ ام گر سبب خندہ ارشد چہ عجب   ابر، ہر چند کہ گرید، رخ گلشن خندد

---

[۱] مے خانہ ص ۳۴۷ لاہور [۲] تزک۔ نولکشور ص ۶۴، بیوبع ص ۱۳۳

مآثر رحیمی کا مصنف بھی میرزا غازی کا معاصر ہے اور اس نے اپنی کتاب مے خانہ کے لگ بھگ (۱۰۲۵ھ) تالیف کی، میرزا کی شاعری کے منہج اور طرز پر لکھا ہے:

"مدار او بر گفتن ابیات عارفانہ و عاشقانہ بود. استماع سخنان متقدمین و متاخرین ہمیشہ اوقات او بہ تتبع اشعار قدما صرف میشد، خود نیز متوجہ گفتن اشعار میشد. سلیقہ نہایت عالی داشت و تازہ گوئی را نیز طاق بلند نہادہ بود" [۱]

صاحب ذخیرۃ الخوانین نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:

"میرزا طبیعت عالی داشت، در شعر، خاقانی و انوری وقت خود بود" [۲]

صاحب مخزن الغرائب نے "طبع روانی داشت"[۳] کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور صاحب روز روشن نے اس کے اشعار کو "نکتہ ہائے لطیف"[۴] قرار دیا ہے

ترخان نامہ نے لکھا ہے:

"طبعش موزون بود، مشق شعر گفتن می کرد و صاحب دیوان شد" [۵]

تخلص | بقول سفینہ خوشگو، مرزا غازی کا پہلا تخلص "غزالی" تھا، بعد میں "وقاری" اختیار کیا۔[۶]

"وقاری" تخلص مرزا نے ایک شاعر سے ایک ہزار روپیہ دے کر خریدا تھا۔ اس شاعر نے اس کے بعد "خلدی" تخلص اختیار کیا۔ (۶)

وقاری تخلص اختیار کرنے کے سلسلہ میں مے خانہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

---

۱ مآثر رحیمی ۲ صـ ۳۵۱

۲ ذخیرہ. ق صـ ۱۶۵

۳ مخزن الغرائب (تعلیقات مے خانہ صـ ۵۶۷)

۴ روز روشن صـ ۷۶۳

۵ ترخان نامہ صـ ۸۵

۶ مے خانہ بحوالہ سفینہ خوشگو

۷ ذخیرۃ الخوانین قلمی صـ ۱۶۵

Marfat.com

— واین تخلص را در قندھار از شاعری کہ صاحب ہمین تخلص بود بمبلغ ہزار روپیہ خریدہ، او را تسلی نمودہ کہ تخلص را بمن واگذار کہ مرا خوش آمدہ است۔ آن شخص ہم مفت خود دانستہ زر گرفتہ تخلص خود را فروختہ — ؎۱

ماثر الامرا نے لکھا ہے کہ اس شاعر کو نقدی کے ساتھ خلعت اور اسپ خاصہ بھی انعام میں دیا۔ ؎۲

یہ خلدی شاعر ذخیرہ کے قول کے مطابق ٹھٹھہ کا باشندہ تھا۔[۳] لیکن مقالات الشعراء کا مصنف جو خود بھی ٹھٹھہ کا تھا، بختاور خاں کے "دہ سالہ" کے حوالے سے لکھتا ہے کہ قناری شاہ قندھار میں رہتا تھا۔ ؎۴ دوسرے تذکرہ نویسوں نے بھی یہی لکھا ہے۔

دیوان شعر و سخن کی تمام اصناف میں میرزا نے مشق کی اور پانچ ہزار اشعار کا دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔ ۲۵ - ۲۶ برس کی عمر میں شاعری کا اتنا بڑا ذخیرہ چھوڑنا ان کی طبیعت کی روانی اور کمال فن کی زریں مثال ہے۔ صاحب مے خانہ نے لکھا ہے۔

— دیوان آن بلند ہمت، نکتہ پرداز از قصیدہ و غزل وغیرہ ہمگی پنج ہزار بیت است — ؎۵

مقالات الشعرا کا قول ہے کہ:

— دیوان او از پنج ہزار بیت زیادہ است — ؎۶

؎۱ مے خانہ ص ۲۲۹

؎۲ ماثر الامرا ج ۳، ص ۳۴۷

؎۳ ذخیرہ ص ۱۶۵

؎۴ مقالات الشعرا ص ۳۰۲

؎۵ مے خانہ ص ۲۲۸

؎۶ مقالات الشعرا ص ۳۰۲

Marfat.com

صاحب ذخیرۃ الخوانین نے دیوان وقاری کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی زندگی ہی میں ان کا کلام مقبول عام و خاص ہو چکا تھا اور سندھ ہند کے قوال اور گویے ان کی غزلوں کو گاتے پھرتے تھے:

غزل تصنیف اورا قوالان ہند و سند می خوانند [1]

گویا شیخ فرید بکھری جب ذخیرہ لکھ رہا تھا (۱۰۶۲ھ) اس وقت بھی ان کی غزلیں عام طور پر گائی جاتی تھیں اور نہ صرف ان کے وطن سندھ میں بلکہ ہندوستان بھر میں قوالوں کی زبان پر تھیں۔

افسوس ہے کہ اس پانچ ہزار اشعار کے دیوان کا ایک نسخہ بھی آج دنیا میں موجود نہیں، اور نہ ان کے اشعار کا سیر حاصل انتخاب کسی تذکرے میں ملتا ہے۔ صاحب مے خانہ کا خدا بھلا کرے کہ اس نے ان کا ساقی نامہ محفوظ کر لیا ہے۔ ورنہ باقی سوانح نگاروں نے ایک آدھ شعر دے کر ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کی ہے۔ جتنے متفرق اشعار ان کے مل سکے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

اشعار متفرقہ

آب حیوان چشمہ نوش شما | دُر خوبی، در بنا گوش شما
آیت خوبی، مگر نازل شدہ | در بیان لعل خاموش شما [2]
در عہد نو مارا ہمہ با غیر خطاب است | سر پنجۂ مژگان و گریبان عتاب است [3]

---

[1] ذخیرۃ الخوانین ص ۶۵

[2] مقالات الشعرا ص ۳۰۳

[3] شعر العجم ۳: ۱۵۲ - تذکرۂ نامہ ص ۹۰

Marfat.com

در بزمگہ حیرت تو بی خبران را — کیفیت دیدار تو، از جنس شراب است
آہم ز غم سوی تو ہم نافۂ مشک است — اشکم ز گل روی تو، ہم طبع گلاب است
از دیدن گل دیدہ اگر تیرہ نگشتی — آئینہ مرا پیش تو با چشم پر آب است
شاخ مژہ ام سبز شد و غنچۂ خون کرد — اینہا ہمہ از تربیت چشم پر آب است ^١^
از روز ازل نغمہ پرستیم (دو فاری) — دیوانگی ما گل مضراب رباب است ^٢^
شاخ جنون ز عشق تو ام سبزہ شد ہنوز — این ابتداست گل بہ ازین خواہدم شگفت ^٣^
آن را کہ تو غم گسار است — بر توسن خوشدلی، سوار است
سیبین ذقن تو، در خم زلف — چون مہرہ کہ در دہان مار است ^٤^
بر من دو جہان، بی رخ تو حلقۂ میم است — جائی کہ ندارم ز فراقت بدو نیم است
رشک آیدم از گوشہ نشینان غم عشق — تا اشک کہ در زاویۂ دیدہ مقیم است

یہ قطعہ بھی مرزا غازی کی تصنیف ہے :-

آنانکہ دعوی لمن الملک داشتند — چون یافتم ز لطف تو بر قندھار دست
از ہول جان گریزان گشتند، آنچنان — بر اسپ شان خیانت تو گوئی غبار دست ^٥^
گریہ ام گر سبب خندۂ او شد چہ عجب — ابر چون گریہ نماید، لب گلشن خندد ^٦^

---

١ مے خانہ ص ۲۲۸
٢ . یہ تمام اشعار عرفات العاشقین میں ہیں (میخانہ) گلچین ص ۲۹۹
٣ مقالات الشعرا سندھی ص ۷۶۳
٤ ذخیرۃ الخوانین ص ۱۶۵
٥ قندھار کی فتح پر کہا ہے ترخان نامہ ص ۹۰، صاحب الزمان کی مدح میں ہے حبیب البیان ص ۳۵۱
٦ مے خانہ ص ۲۲۸ - مجمع الفصحا ۱ : ۶۲۱ تزک جہانگیری نولکشور ص ۱۲۴ رحیمی ۲ : ۳۵۱ شعر العجم ۳ : ۱۵۲ نقد آلبو ک ص ۶۰

ادبہای عشق، جان میخواہد وبادل دہیم — گفتگو بسیار نزدیک است، سودا می شود[1]

چندانکہ سر زلف تو آشفتہ تر افتد — اندیشہ ز اندیشہ، آن در حذر افتد

بازار سحر بسکہ ز رخسار تو گرم است — رستم ز جہان سلسلۂ شام بر افتد

تا مرا غنچۂ غم از دل دیوانہ دمد — سنبلت را گل آشفتگی از شانہ دمد

اگر از شعشعۂ مہر جمالت سوزد — گل خورشید ز خاکستر پروانہ دمد

بشبستان الم در نظر می خوران — بادہ صبحی است، کہ از مشرق پیمانہ دمد

خور در از ضعف، بسکہ فراموش کردہ ام — ہر لحظہ بدگمان شوم از تار موی خویش[2]

من خسم بر سر دیبا، نتوانم آسود — بستر شعلہ بگستر، کہ بعد ناز افتم[3]

پاک دامان ترم از مردمک دیدہ، ولی — غوطہ در خون جگر خوردم و رسوا گشتم

ہر سر موی زلف او شدہ دامی — وی بہم آغوش کدام سپارم

ز جام، دردی خوشگوار تر نزدم — ز باغ، جز گل آشفتگی بسر نزدم

گلی نچیدم در باغ کز فراق رخت — ہزار دشنۂ الماس بر جگر نزدم

بشادی لب شرم آشنا کہ در ساعت — کلاہ گوشۂ غم را ناہ بر نزدم

یہ ایک قصیدے کا شعر ہے جو مرزا نے امام علی بن موسی الرضا کی مدح میں کہا ہے:

بسکہ ز جودت بود، دہر لبالب زفیض — نام زنامت کند، آب طلا در دہن

---

[1] بیاض گنجینہ مملوکہ جناب راشد صاحب برہان پوری

[2] رحیمی ۲: ص ۳۵۳

[3] تاریخ طاہری ص ۱۳

در شبستان جدائی شیوۂ ضعف من است — ہمچو عکس آئینہ بی منت جان زیستن
مرا دلی است چو سیماب اضطراب زده — زخون و آبلہ چون بادہ حباب زدہ
کجاست یک دو سہ ہمدم کہ ہمچو سیبقار — نشستہ پہلوی ہم ابرشیم آوازی[1]

رباعیات

عشاق چو طرح سود میانداز زند — خود را در صد فتور میانداز زند
گر غنچۂ دل شگفتہ گردد بی دوست — ہمچون گل شمع دود میانداز زند[2]

چون شبنم خوی طرف جبینت گیرد — زیبا ز دو بہار یاسمینت گیرد
چون عزم بردن شدن کنی از گلشن — گل دامن و بلبل آستینت گیرد[3]

بیگانہ ز دہر و بندہ خوی خودم — کس را نشناسم آشنا روی خودم
از بسکہ ضعیف گشتہ از ہجر تنم — چون چشم مقیم کنج ابروی خودم

صد شمع بہ تربت فلاطون بردیم — تارہ بطریق عقل مجنون بردیم
در ہر وادی کہ نقش پی گشت غلط — مرشد گفتیم، و راہ بیرون بردیم[4]

طالب آملی، مرزا غازی کی بزم ادب کا رکن اعظم تھا۔ غازی کی وفات کے بعد ہندستان پہنچ کر جہانگیر کے دربار میں ملازم ہوا اور ملک الشعرا بنا یا گیا۔ بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا غازی اور طالب ہم طرح غزلیں کہا کرتے تھے۔ کبھی مرزا غازی طالب کی غزل پر اور کبھی

---

[1] تاریخ طاہری، ص ۱۳ -
[2] شعر العجم، ۳ - ص ۱۵۲ - مقالات الشعرا - روز روشن، ص ۴۳ - نصر آبادی، ص ۶ -
[3] رحیمی، ۲ - ص ۷۵۳ - عرفات العاشقین - مے خانہ، چاپ کلکتہ، ص ۹۹ -
[4] صبا، ص ۴۸۹ -

Marfat.com

طالب ان کی غزل پر طبع آزمائی کرتا تھا۔

مرزا غازی کا دیوان موجود نہیں ہے، ورنہ معلوم ہو جاتا کہ ہم طرح غزلیں کون کون سی ہیں۔ ہمیں تین شعر میرزا کے ایسے ملے ہیں جن پر طالب آملی نے غزلیں کہی ہیں۔ ان کا ایک شعر یہ ہے:

بزم عشق است، ز"گفتاری" بادب باید بود — کہ دران جز بلب زخم تکلم کفراست[1]

مقالات الشعراء نے لکھا ہے کہ طالب نے اس کے جواب میں غزل کہی وہ پوری غزل طالب کے دیوان میں موجود ہے:

بزم عیش است، درو شکوۂ انجم کفراست — آشنا کردنِ لب، جز بہ تبسم کفراست
مو بمو قفل زبان باش، کہ در مذہب عشق — بابتان جز بلب زخم، تکلم کفراست
تا ستم ہست، بکن جور و ستم، با عاشق — کہ بدین مست بد آموز، ترحم کفراست
آب در چشمۂ خورشید نماند، ای عیسیٰ! — خون بدست آر، کہ با خاک تیمم کفراست
لب خاموشی عاشق، چو شود زمزمہ جوش — بلبل ناطقہ را، یاد ترنم کفراست
ہمہ طفلان جنون، منتظر الہام اند — پیش این طائفہ تعلیم و تعلم کفراست
نشترِ موعظہ را، کند زبان کن (طالب) — پیش ما کاوش زخم دل مردم کفراست[2]

مرزا غازی کی غزل کے دو شعر ہیں:

چشم بدامن مژہ، چندان گہر فشاند — کز چینش، ز کار دو دستِ زمانہ ماند
آوارگانِ کوی ترا، تا نظارہ کرد — بلبل ز فکرِ ساختن آشیانہ ماند[3]

---

[1] مقالات الشعراء، ص ۳۰۳، رحیمی ج ۲، ص ۳۵۲۔ رحیمی میں آخری مصرعہ غلط نقل ہوا ہے

[2] دیوان طالب مطبوعہ ص ۲۸۱

[3] رحیمی ج ۲، ص ۳۵۲

Marfat.com

طالب کی اس پر غزل ہے:

درسر خمارِ غم، ز شرابِ شبانہ ماند	عشرت سفر گزید و مصیبت بخانہ ماند
چندان گریستیم کہ لعبری پس از وفات	گلبانگ ہای ہوی بگوش زمانہ ماند
منصوبۂ وصال میسر نہ شد مرا	شطرنج عشق بازی ما غائبانہ ماند
دردا کہ دست و منقبت اندیشہ شد ز کار	ناسفتہ گنجہائے گہر، در خزانہ ماند
بر شاخ سدرہ بال فشان شد تذرو روح	مشتی پر شکستہ، درین آشیانہ ماند
جان در لباس بوسہ وداع لبم نمود	وانگہ بیادگار، دران آستانہ ماند
در معانقۂ تو، ز دستِ نسیم و گل	بر توسنِ صبا، اثرِ تازیانہ ماند
مشاطہ چون نسیم صبا غوطہ زد بمشک	تاری مگر ز موئے تو در دست شانہ ماند
تا شد زبان خامۂ "طالب" سخن سرائے	صد بلبل بلند صفیر، از ترانہ ماند[1]

صاحب مے خانہ نے یہ شعر مرزا کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن دیوان طالب میں جو اس زمین کی غزل ہے اس میں یہ شعر موجود ہے:

با محرمانِ زلف تو ام سینہ صاف نیست	تا فتنل سحر ہم چہ نسیم و چہ شانہ را

طالب کی غزل یہ ہے:

از بادہ برفروز رخ شاہدانہ را	یوسف نگار کن در و دیوار خانہ را
ارباب وعدہ گرد رکابت گرفتہ اند	آتش عنان ساز، سمند بہانہ را
آشفتگی زیارتِ دل‌ها می کند مگر	با سنبل تو قرب جوار یست شانہ را
آن ترک مست کیست درآماجگاہ حسن	کز تیر غمزہ کرد مشبک نشانہ را
مطرب نوای سادہ کہ از ہیچ خوش تر نیست	مرغولہ ریز کن سرِ زلفِ ترانہ را

---

[1] دیوان طالب آملی مطبوعہ ص ۱۴۴

گیرد نشان سجدهٔ روح القدس لبم — چون بوسه بر جبین زنم آن آستانه را

همت ز نیک نامی شوم در بهی فگند — تن در نداد تا بگویم میانه را

نا کرده سیر غمکدهٔ یا رب چگونه ساخت — بلبل بطرز خانهٔ من آشیانه را

ما جمله صاحبان زبانیم لیک هست — فرق از کلید خانه، کلید خزانه را

از بادپای سعی مس ای دل! بدار دست — کین توسن است دشمن جان تازیانه را

با محرمانِ زلف توام، سینه صاف نیست — تا فتنسل همرهم چه نسیم و چه شانه را

طالب مزار پایه بر افتادگی فزود — در کف نداد خیرگی شاعرانه را [1]

ساقی نامہ | میرزا کا "ساقی نامہ" عبد النبی نے مے خانہ میں محفوظ کر دیا ہے۔

بباغ ار فتد عکس از روی یار — شود نوک هر خار رشک بهار

دگر بر فلک چهره تابان کند — خور از شرم او چهره پنهان کند

دگر سوی آتش بتازد سمند — دگر شعله ز آتش نگردد بلند

رسد بوی او گر بباد بهار — همه کوه و صحرا شود مشک بار

به آب ار بشوید دو زلف سیاه — به تاثیر سنبل شود هر گیاه

کشد حسن او گر سوی خاک خیل — زمین را نماند بآرام میل

دگر سوی مے خانہ تازان شود — می از چادر شیشه عریان شود

ازان می که گر ریزیش در ایاغ — ایاغت فروزان شود چون چراغ

ازان می که جان عکسی از نور اوست — ادیب خرد پاک دستور اوست

---

[1] دیوان طالب مطبوعہ ص ٢٢١

Marfat.com

می لعل، چون چهرهٔ دلبران — رسنده ترا از دست خنیاگران
می کو چو در جام گردان شود — چراغ دل می پرستان شود
حرارت فزای فسرده دلان — کدورت زدای فرو ماندگان
اگر یاد آن می رسد در ضمیر — شود چهرهٔ دل بدان سان منیر
که آئینه آسا همی زان نبید — درو چهرهٔ جان، توانند دید
بمن ده، که تا باز موئے زنم — سراپرده، بالائے جوئے زنم
که در این چنین فصل و این نوبهار — نشاید ز شادی بدن برکنار
بهاران و فصل گل و بوی یار — می خواه کان می بود بی خمار
پری چهره ساقی به هنگام گل — کدورت زدای از دل ما بهل
مرا پای شادی همی در گل است — گریبان و اندوه و دست دل است
گر از گرد خود، شسته سر کنم — نیوشنده را، گوش جان کر کنم
اگر رخشم سوئے هامون کنم — دد و دام را، دیده پر خون کنم
وگر بوی او، سوی گردون شود — دگر گردش، از یاد گردون رود
مگر این غم از خاطر من بری — توان شست، با نالهٔ چنگ و نی
بده ساقی آن نوشداروی روح — برغم دل زاهدان، در صبوح
که تا چهرهٔ خویش گلگون کنم — ز حسرت، دل لاله را، خون کنم
به بستان درآیم، به آواز چنگ — ز روی گلستان، برم آب و رنگ
هم آوای مرغان بستان شوم — وز آنجا سوی می پرستان شوم
درآیم به میخانه با نای و نوش — چنان کم نماند، به دل جائے هوش
بپائے خم افتم، چنان بے خبر — که در رگ، نماند ز خونم اثر
برقصش بوم، بی خود و در شبش — گهی پای خم بوسم و گه لبش

Marfat.com

کشم از لبش شربت زندگی　　نویسم به خونم، خط بندگی
که تا زنده باشم، مقیمش بوم　　چو خورشید، خشت حریمش بوم
حریمی بپاکیزگی چون ارم　　ز شب باد او، دور خشت الم
صفاخانه زاد درو بام او　　می خسروی، جرعهٔ جام او
گردهی درو پای بر جا چو خم　　غم اندر تهٔ خشت شان گشته گم
همه از لباس تعلق نفور　　برون و درون شان، چو خورشید نور
بیک جرعه، داده کم و بیش را　　بیک جام می باخته خویش را
ز خم خانه برداشته توشهٔ　　ز جور فلک رفته در گوشهٔ
ز ساقی، یکی جام می خواستم　　زبان را بخواهش بیاراستم
بگفتا که: این نیست درخورد تو　　به بوی، برد بر هوا، گرد تو
چو گفتار او جای کردم بگوش　　دریدم به تن جامهٔ صبر و هوش
جگر ریش گشته، به تیغ خمار　　کشیدم ز جان، نالهٔ زهردار
خمارش، چو تیغ جفا بر کشید　　ز دام دل، آهوی عشرت رمید
پیاله چو دید آن تنگ دلی من　　گلاب می افشاند، بر روی من
گلابی ز پاکیزگی همچو روح　　ازو باد، در دست طوفان نوح
اگر نام او را، نگارد قلم　　زبانش، نگردد بحرف الم
درون پیاله، همه نور بود　　که گاهی، تجلی به موسی نمود
ز طور خم، آن نور شد آشکار　　که، موسی همی جستش از هر کنار
ز عکسش جهان نور شد سربسر　　تو گوئی: ز خورشید، بد مایه ور
ازان می، اگر جرعهٔ دیدمی　　گل عیش، از خار غم چیدمی
شرابی ز تلخی چو پند پدر　　به آخر، همه نیکوئی سربسر

Marfat.com

شرابی ز پاکیزگی، چون روان　　بیک شعله آتش زن قیروان
بچرخ ار فتد پرتوی زان شراب　　کشد میل، در دیدهٔ آفتاب
بخاک ار فتد قطرهٔ زان شراب　　کند خاک کحل بصر آفتاب
وگر صبحگاهی، درآید به جام　　کند نیّر اعظم، اورا سلام
شرارش ز تیزی چو خوی بتان　　زده پنجه، در پنجهٔ آسمان
شعاعش، ز پاکیزگی داغ روح　　روان بخش بیچارگان، در صبوح
فرح بخش، چون چهرهٔ دلبران　　جگرسوز، چون نالهٔ عاشقان
نباشد شراب، آنکه اندر دن است　　تو گوئی: بروح الله آبستن است
کسی گر نگاهی کند سوی او　　اگر آشکارا شود بوی او
دماغش، شود مشک و عنبر دگر　　نگاهش، گلستان شود در بصر
بروی زمین، پرتوی آن شراب　　نگارد همه صورت آفتاب
اگر قطرهٔ زو، بگردون شود　　دگر چرخ، برچیده دامن رود
صراحی اگر بشنود، نام او　　دگر آفتاب آید، از کام او
اگر هوشمندی و پاکیزه رای　　به میخانه شو زین سپنجی سرای
که تا کی زنی، این سرای فسوس　　کند روز عیشش ترا آبنوس
فلک پیرزالیست بی آبروی　　اند آب و رنگ جوانی مجوی
ازو گر تمنا کنی مردمی　　زند سنگ بر شیشهٔ خرمی
امید نکوئی ازو داشتن　　بود تخم، در رهگذر کاشتن
به سوی خرابات، گامی بزن　　ز دست سبو، چند جامی بزن
که تا دیدهٔ عیش، روشن کنی　　چون مستان، به میخانه مسکن کنی
در افگن به جام آن حقیقی شراب　　کند باده در ساغر آفتاب

Marfat.com

کنم، گر روانی اورا، بیان　　زبانم شود، آب اندر دہان
جگر تشنہ گان را، صلائی بدہ　　بہ یک جرعۂ می صفائی بدہ
دوای جگر خستگان کیست؟ می　　دوای دلِ عاشقان چیست؟ می
می ست، آنکہ آباد سازد ترا　　ز بندِ غم، آزاد سازد ترا
طلسمِ غمِ بی کران ست می　　تنِ بی روان را، روان ست می
چنان دان، کہ می گوہرِ بی بہاست　　کہ خورشید در جیب نورش بہاست
اگر تیغ این گوہرت، آرزوست　　اگر جان دہی در بہایش، نکوست
کہ گر جان یکی باشد، از بوئے او　　شود صد، اگر بنگری سوئے او
نہ می، بلکہ عیش جوانے بود　　کلید در زندگانے بود
ہر آن زندگی کاین کلیدش بود　　شود عیش، باقی امیدش بود
بتابد اگر، پرتوش بر جہان　　شود چشمۂ زندگی، ہر سنان
تراوش، اگر سوی دوزخ رود　　زبانہ، چو بلبل خوش الحان شود
وگر، جانب آسمان، بگذرد　　ملک، جامہ زہد، بر تن درد
وگر، سوی چارم فلک، رو نہد　　بہ خورشید صہبائے خجلت دہد
خدایا بجام می بے دلان　　کہ سرخوش از آن جام شد آسمان
کزین می کہ گفتم مرا دور دار
مگر از مئ وحدت کردگار ؎

سه مے خانہ ص ۲۹۴ تا ۲۹۹ چاپ گلچین معانی

(۲۷)

مذہبی عقائد

مرزا غازی بقول ملا عبدالباقی نہاوندی اثنا عشری عقیدہ رکھتا تھا اور اس وجہ سے اہل خراسان کو بہت پسند کرتا تھا اور ان کے ساتھ میل جول اور رغبت زیادہ تھی۔

"از صحبت اہل عراق و خراسان بغایت محظوظ بود و شب و روز با این جماعہ بسر می برد و اعتقاد تمام با این طبقہ داشت" [1]

دوسری جگہ وضاحت کے ساتھ لکھتا ہے کہ:

"و مطلب اہل عراق و خراسان کہ باو محشور بودند، این بود و ہست کہ شیعۂ اثنا عشری بود و از اشعارش کہ در مدح صاحب الزمان گفتہ، و از طرز و طور و سلوک او، نیز این چنین فہم می شود، و جمعی نیز ازان جماعہ خصوصاً مرشد خان بروجردی کہ الحال تصدیق آن می نمایند — واللہ اعلم" [2]

---

[1] مآثر رحیمی ج ۲، ص ۳۵۱ [2] مآثر رحیمی ج ۲، ص ۵۳-۳۵۲

Marfat.com

اس سلسلہ میں ملا عبدالباقی نے لکھا ہے کہ میرزا عیسیٰ ترخان نے ایک مرصع قندیل روضۂ مشہد مقدس کے لئے خاص طور پر زر کثیر صرف کر کے بڑے اہتمام کے ساتھ بنوانی شروع کی تھی، لیکن وہ مکمل نہ ہو سکی کہ مرزا عیسیٰ کا انتقال (۹۷۳) ہو گیا۔ اس قندیل کو بعد میں مرزا غازی نے مکمل کرا کے مشہد مقدس بھیج دیا اور:

— مبلغہا برسم نذر بسرکار آستانہ متبرکۂ منورہ رفیعہ رضویہ بہ مشہد مقدس فرستاد۔[1]

مرزا غازی اثنا عشری ہونے کے ساتھ ساتھ نیک دل اور خوش عقیدت انسان تھا۔ سادات مشائخ، درویش اور گوشہ نشین بزرگوں سے خاص عقیدت رکھتا تھا، اور ہمیشہ ان کی اعانت اور خدمت کرتا رہتا تھا۔ ترخان نامہ کے مصنف کا قول ہے کہ:

— بہ سادات عظام و مشائخ کرام و درویشان گوشہ نشینان اعتقاد تمام داشت و فراخور احوال ہر کس رعایت و پرداخت می نمود۔[2]

---

[1] رحیمی ج ۲، ص ۳۵۳

[2] ترخان نامہ

Marfat.com

(۲۸)

اہل و عیال

میرزا کے محل میں یوں تو سیکڑوں عورتیں تھیں جیساکہ آیندہ اوراق میں ذخیرۃ الخوانین اور ماثر الامرا کی زبانی بیان ہوگا۔ لیکن اس کے عقد میں کتنی بیگمات تھیں ؟ اس کی تفصیل یکجا کسی تاریخ میں ہمیں نہیں ملی، البتہ تاریخ طاہری اور تحفۃ الکلام کے ذریعہ ہم نے میرزا کے چند محلات کا پتہ چلایا ہے، جو درج ذیل ہے:

۱۔ ابوالقاسم سلطان کی دختر | شاہ قاسم خاں کی بیٹی میرزا جانی کے عقد میں تھی اور ابوالقاسم سلطان ولد شاہ قاسم خاں کی لڑکی پہلے اپنے خواہرزادہ میرزا ابوالفتح بن میرزا جانی بیگ سے منسوب تھی، لیکن جب میرزا ابوالفتح کا انتقال ہوگیا تو اس لڑکی کا عقد میرزا غازی سے کردیا گیا۔ [1]

۲۔ جام داؤد کی لڑکی | جام داؤد، جام ہالہ ولد جام دلیبر زمیندار گکرالہ کا فرزند تھا۔

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۱۸ و تحفۃ الکلام ج ۳، ص ۹۰

Marfat.com

اس نے بھی اپنی لڑکی میرزا کے عقد میں دی تھی۔

جام ہالہ کی بغاوت فرو کرنے میں داؤد نے میرزا کے لشکر کا ساتھ دیا تھا اور جب جام کو ملک سے نکال دیا گیا اور اس کے علاقے پر میرزا کا قبضہ ہوا، تو جام داؤد کے عرض کرنے پر اس علاقے کا تیسرا حصہ اس کی خدمات کے عوض، اس کو دیا گیا، اس کے بعد تاریخ طاہری کا مؤلف لکھتا ہے:

— بعد از ساختن این معاملہ جام داؤد بشرفِ قدمبوسی میرزا مشرف گشتہ و نسبت دختر خویش — کہ ہرگز بہ ارغون و ترخان پیش ازاں از ننگ ذمام نمی کردند — کردہ التماس زمینداری آن گوشہ نمود —[۱]

۲— جام ہالہ کی دختر — جام ہالہ نے بھی مفتوح ہونے کے بعد خسرو خاں چرکس کو درمیان میں ڈال کر میرزا سے معافی حاصل کر لی اور اپنی لڑکی مرزا کے عقد میں دی تھی۔ تاریخ طاہری کا مؤلف اس سلسلے میں بیان کرتا ہے کہ جب میرزا قندھار جاتے ہوئے بکھر میں مکمل انتظام درست کرنے کے لئے ٹھہرا تو اس نے اپنے محل اور مستورات کو ٹھٹہ سے بلا لیا اور جب انتظام مکمل ہو گیا تو:

— از محل ہر کہ ہمراہ داشت و آنکہ از ٹھٹہ طلبیدہ بود، ہمہ باز بدانجا فرستاد، مگر دختر جام ہالہ کہور سمہ (ولد جام دلبر زمیندار لکرالہ) کہ بپرورش خیدگاہ بموجب تاخت لشکر ایشان پریشان و آوارہ بود، بعد ازان خسرو خان را وسیلۂ خویشی ساختہ، از روی عاجزی عاجزہ با ستصحاب بیجی منکوحہ خان بملازمت میرزا در بلدہ بکھر فرستادہ مہمسازئی خود بدینسان ساختہ کہ از سہ حصہ لکرالہ یک حصہ بدستور سابق بجام داؤد خسر قدیم میرزا منظور داشتہ، و حصہ دیگر بجاگیر مومی الیہ مقرر گردیدہ و حصہ ثالث خالصہ نیز بعہدہ او واگذاشتند کہ سر انجام نمودہ بخان حی

---

[۱] تاریخ طاہری ص ۲۴۰، تحفۃ الکرام ج ۳، ص ۸۱

رسانیدہ باشد۔ ہمراہ برداشت ۔ لے

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جام ہالہ نے بکھر میں میرزا سے معافی حاصل کی اور وہیں اپنی لڑکی اس کے عقد میں دی، اور جب میرزا قندھار کی طرف روانہ ہونے کے لئے تیار ہوا تو صرف اس ایک محل کو ساتھ رکھنا چاہا، لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ اس محل کو میرزا کی دوسری محلات نے حسد اور جلاپے کی وجہ سے زہر دے دیا اور وہ عفیفہ وہیں بکھر میں جاں بحق ہوئی۔ تاریخ طاہری کا مصنف لکھتا ہے کہ:

۔ عاقبت از رشک بعضی عورات دیگر چیزی بدو دادند وکشتند ۔ لے

۴۔ شریف خاں کے بھائی کی دختر: میرزا کی چوتھی محل شریف خاں آتکہ کی بھتیجی تھی، جس کو پہلی دفعہ قندھار جاتے ہوئے میرزا نے ملتان میں چھوڑا تھا۔ اس کا حوالہ تاریخ طاہری میں اس طرح آیا ہے:

۔ اما درین راہ کہ میرزا محل خود، دختر برادر شریف خان آتکہ، در ملتان متمکن ساختہ، متوجہ بدین صوب (قندھار) گشت ۔ لے

اس بیگم کے ساتھ میرزا کا عقد غالباً قیام ہندوستان کے دوران میں ہوا ہوگا۔

ان چار حوالوں کے سوا ہمیں میرزا کے دوسرے محلات کا پتہ تاریخ سے نہیں چلا، البتہ تاریخ طاہری کی اس عبارت سے کہ:

۔ از محل ہر کہ ہمراہ داشت، دانکہ از سخنہ طلبیدہ بود ہمہ باز بدانجا فرستاد مگر دختر جام ہالہ .... ہمراہ داشت ۔

لے تاریخ طاہری ص ۲۶۱

لے ؍؍ ؍؍ ص ۲۶۱

لے ؍؍ ؍؍ ص ۲۰۰

Marfat.com

سے اندازہ ہوتا ہے کہ میرزا کے کئی ایک محل تھے۔

میرزا لاولد فوت ہوا۔ تاریخ طاہری سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:

— چوں از عمر آں جامع الکمالات صاحب فراست، تتمہ نماندہ — [1]

تحفۃ الکرام نے لکھا ہے:

— چوں اولادی نماند . . . . بس جہانگیر بادشاہ ملک تتہ بسبیل

ممالک دیگر مخصوص حکام متعینہ حضور فرمودہ — [2]

---

[1] تاریخ طاہری ص ۲۷۱

[2] تحفۃ الکرام ج ۳، ص ۸۷

Marfat.com

کچھ عیب

ان تمام خوبیوں اور خصوصیتوں کے ساتھ ساتھ مرزا میں کچھ عیب اور اخلاقی نقائص بھی تھے جو دولت اور حکومت کا لازمہ ہوتے ہیں۔ صاحب ذخیرہ نے لکھا ہے:

— بے عیب خدا است، ہیچ عیب نداشت، الا دو سہ افعال کریہہ داشت — [1]

ان "دو سہ افعال کریہہ" کی تفصیل یوں لکھی ہے:

(۱) اولاً ہر شب و روز بشرب مائل بود

(۲) ہر شب عورت بکر یازدہ سالہ البتہ متصرف اوی در آمد —

شراب نوشی کے متعلق مآثر الامرا کی شکایت بھی سنیئے:

— میرزا بدستور پدر، شیفتگی تمام بشراب داشت، روز و شب در ین کار می گذرانید [2]

---

[1] ذخیرہ خطی ورق ۱۶۶

[2] مآثر الامرا ج ۳ ص ۳۴۸

Marfat.com

"یازدہ سالہ عورتوں" کے انتظام اور فراہمی کا اہتمام شیخ فرید بھکری کی زبان سے ہی سننا زیب دیتا ہے، سنیئے:

— موکلان گذاشتہ بودند کہ از ہر جا می آوردند، ہمان شب کہ لیکارت را می گرفت، باز روی او را نمی دید و او در محل افتادہ بودند —

اس سلسلہ میں میرزا نے نہ صرف موکلوں کا ایک وسیع محکمہ قائم کر رکھا تھا، بلکہ اپنی والدہ سے بھی امداد حاصل کرتا تھا۔ چنانچہ صاحب ذخیرۃ الخوانین اس بات کو بھی نہایت صفائی سے بیان کرتا ہے:

— والدۂ ایشان از ہفت ہزار دولیت باکرہ جمیلہ در سن دہ و دوازدہ سالگی ہمراہ خود پیش پسر در قندھار آوردہ، ہمہ را التصرف نمود — [1]

ان مجبور اور بے بس لڑکیوں کے متعلق جن کو ایک رات کے بعد بیکار کر دیا جاتا تھا صاحب ذخیرہ نے لکھا ہے:

— آن زنان را کہ در محل جمع کردہ بود، واللہ اعلم، در بند حیات اند یا مردہ اند، ہر شاہد بازاری کہ از تتہ می طلبید، آن زنکہ خود را منسوب بمرزا غازی می کند —

مآثر الامرا نے بھی اس فعل شنیعہ کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

— واعتبار بازالۂ لیکارت کردہ بود، کہ ہر شبی یکے را از ہر جا ہم رسانیدہ می آوردند، باز روی او نمی دید، ازین بود کہ مدتہا در شہر تتہ ہر زنی بدکار خود را بہ میرزا منسوب می نمود — [2]

جس شہر سے مرزا غازی کی والدہ بارہ سو لڑکیوں کا تحفہ اپنے صاحبزادے کے لئے لے گئی تھیں اس شہر ٹھٹھہ کی اس دور کی تصویر بھی شیخ فرید ہی کی زبانی سننی چاہیئے، لکھتا ہے

---

[1] ذخیرہ صد ۱۶۶

[2] مآثر الامرا ج ۳، صد ۳۴۸

Marfat.com

— تنہا بجسب آب وہوا و میوہ و تر شحات باران بہشت روی زمین می توان گفت، و عورات جمیلہ، سبزہ رنگ، مثل حوران بہشتی پیدا می شوند، و در ہر خانہ مجلس شراب و آواز دھولکی است، و اکابر و اشراف مذکر و مونث در ہر ہفتہ بزیارت حضرۃ قطب الاقطاب حضرت شیخ پتہ قدس سرہ می روند، پوشاک دختر باکرہ و زال نر توت صد سالہ از رخت رنگین گل معصفر کہ پوشاک عروسانہ است، و "باہین" دندان فیل ہر گدائے در دست دارد، و مردم آن جا بکوچۂ غم نگذ شتہ اند، عیش و عشرت و نشاط بر آن غالب است، ظہور اولیا اللہ و فضلا و شعرا ہم دران جا زیادہ از تعداد ند، و فسق و فجور ہم بسیار نشان میدہند، گویند روز عید بنای این شہر شدہ اگر چہ حالا آن رونق و طراوت نماندہ، بہر حال از دیار دیگر امتیاز دارد، و علم نحو صرف و نثر و نظم دران شہر بسیار است، و می توان گفت کہ عراق ثالث است — [1]

ٹھٹہ اور ٹھٹہ والوں کے تمدن و تہذیب، خوش حالی، فارغ البالی، ان کے عیش و عشرت کی یہ تصویر دکھا کر پھر میرزا کے متعلق لکھا ہے کہ:

— باوجود این خیر خیرات و حسن معاش و کم آزاری و بردباری و شفقت علی خلق اللہ و درویش دوست بود — [2]

ان چند کمزوریوں کے باوجود اس نوجوان حکمراں میں جو جو خوبیاں تھیں، ان کو تمام مورخ سراہتے ہیں۔ مآثر الامرا نے کمزوریوں کو گناتے ہوئے آخر میں یہی لکھا ہے کہ:

— القصہ، جوانی بود بہ متانت سخن و لطافت طبع آراستہ و در طریق ملک داری و

---

[1] ذخیرۃ الخوانین صـ ۱۶۶-۱۶۷

[2] ذخیرۃ الخوانین صـ ۱۶۶-۱۶۷

Marfat.com

سلطنت درمیانہ سلاطین این روزگار ممتاز بود۔ ورعیت وسپاہی درزمانہ حکومت او مرفۃ الحال بودند ـــ

پھر لکھا ہے :

ـــ واگر روزگار امانش میداد درشجاعت نام رستم ودرسخاوت آوازہ حاتم ودرعیش وعشرت خسرو پرویز راگمنام میساخت ـــ [۱]

قندھار کے اندر جس محلے میں یہ عورتیں رہا کرتی تھیں اس کے سامنے کی پہاڑی پر ایک مسلوب الخیال درویش ایک دن چڑھا اور میرزا غازی کی نظر اس پر پڑ گئی، حالانکہ وہاں سے محل میں رہنے اور بسنے والے، چڑیا جتنے دکھائی دیتے تھے لیکن مرزا نے اس کو بھی سوء ادب سمجھا۔ چنانچہ اس کی کھال کھنچوائی گئی۔ درویش نے ہنستے ہنستے دو دن کے بعد جان توڑ دی لیکن صاحب ذخیرۃ الخوانین لکھتا ہے کہ :

ـــ از ہمان تاریخ بر ہمزدگی دولت وانتہائی عمر او شد . . نام ونشان آن بر سلسلہ دنیا برنماند۔ اگر کسی تا امحال زندہ باشد از آن زندگا مرگ اولی تر است ـــ [۲]

حضرت روم نے کتنی سچی بات کہی ہے :

تا دل مرد خدا ناید بدرد ہیچ قومی را خدا رسوا نکرد

---

[۱] مآثر الامراء ۲ : ۳۵۴

[۲] ذخیرۃ الخوانین صـ ۱۶۶

Marfat.com

حصّہ دوم

میرزا غازی بیگ ترخان

کی

بزمِ ادب

Marfat.com

Marfat.com

مرزا غازی کی عمر نے وفا نہیں کی، اس کو بہت جلد اس بزم ہستی سے اٹھ جانا پڑا۔ اگر عمر طبعی اس کا ساتھ دیتی تو یقیناً شان و شوکت، علم و ادب کی سرپرستی اور درباری ٹھاٹھ میں اس کا کوئی ثانی نہ ہوتا۔ اگر اُس کی اس مختصر عمر کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کو بہت ہی کم چین اور آرام نصیب ہوا۔ بچپن ہی میں باپ کا ساتھ چھوٹ گیا، نوعمری میں ملکی خلفشار نے اس کو پریشان کر دیا اور اپنے ہی امرا کی طوطا چشمیوں نے اسے چند ماہ بھی چین سے گزارنے کا موقع نہیں دیا۔ ٹھٹھ میں اس کی زندگی اس طرح گزری کہ اگر کوئی دوسرا نوعمر حکمراں ہوتا تو نہ صرف تخت و تاج سے ہاتھ دھو بیٹھتا بلکہ نقد جان بھی گنوا دیتا۔

مرزا غازی ٹھٹھ کی حکومت کا خاطر خواہ انتظام کرنے نہ پایا تھا کہ سعید خاں چغتہ سر پر آ کھڑا ہوا۔ مرزا غازی کو یہاں کے معاملات کو جوں کا توں چھوڑ چھاڑ کر اکبر کے دربار میں جانا پڑا۔ اُنھیں دنوں اکبر کا پیمانۂ عمر بھی لبریز ہو گیا۔ جہانگیر کا دور

Marfat.com

آیا ۔ قندھار کا محاصرہ ہوا جس کی مدافعت کے لئے مرزا غازی کو بھیجا گیا ۔ وہاں سے فراغت پاکر واپس ہوا تو بھی اس کو سندھ میں رہنے کا موقع نہیں ملا بلکہ کبھی بکھر، کبھی لاہور اور کبھی ملتان کی خاک چھاننی پڑی ۔ ۱۰۱۶ھ میں قندھار کی حکومت اس کے تفویض ہوئی اور وہیں ۱۰۱۲ھ میں اس نے اپنی جان، جاں آفریں کے سپرد کردی ۔ اس کی عمر کے، بس یہی چھ سال تھوڑے بہت سکون کے ساتھ بسر ہوئے، پھر بھی سندھ کی طرف سے اس کو اپنے امرا کی وجہ سے ہر وقت بے اطمینانی رہی ۔

انھیں چھ برس کی مختصر مدت میں اس نے علم و ادب کی بے مثال خدمت کی اور اہل فن کی سرپرستی میں شہرت حاصل کی ۔ اس کی داد و دہش اس حد تک مشہور ہوئی کہ ایران سے جو بھی صاحب فن و ہنر نکلتا تو پہلا سلام قندھار کے دربار کو کرتا اور بعد میں ہندوستان کے جہانگیری دربار کا رُخ کرتا ۔ سیاسی طور پر ایک طرف جہانگیر کا " نور چشم " کہلایا تو دوسری طرف ایران کے صفوی بادشاہ کے ساتھ دوستی کا پیوند جوڑ دیا ۔ سپاہی خوش، رعیت مطمئن، ملک سرسبز اور خوشحال ۔ الغرض، اس کے زمانے میں ٹھٹے سے لے کر قندھار تک اور سیوستان سے لے کر ملتان تک تمام ملک خوش و خرّم تھا ۔ مآثر الامرا میں سچ لکھا گیا ہے کہ :

اگر روزگارش امانش می داد، در شجاعت نام رستم
در سخاوت آوازۂ حاتم و در عیش و عشرت خسرو
پرویز را گمنام می ساخت "[۱]

میرزا کے دور میں ہندوستان میں مغلیہ دربار کے علاوہ کئی اور امیروں

---

[۱] مآثر الامرا، ج ۲، ص ۳۵۴

Marfat.com

کے درباروں میں بھی اہل فن وہنر کی سرپرستی کی جاتی تھی. خود ایران میں صفوی بادشاہ کا دربار مرجعِ اہل فن تھا؛ لیکن اس کے باوجود، ایران، عراق اور ہندوستان کے اہل ہنر مرزا کے دربار کو ترجیح دیتے تھے۔ کئی ایک نامی شعرا، علما اور صاحب فن اس کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے تھے، طالب آملی جو بعد میں جہانگیری دربار کا۔ ملک الشعرا۔ بنا، مرزا غازی ہی کی قدردانی کا پروردہ تھا، مرزا کی شان میں اس نے جو قصائد کہے ہیں ان میں گرمی اور مضامین کی جو کیفیت ہے وہ دوسروں کی شان میں کہے ہوئے قصیدوں سے بالکل مختلف ہے۔ بقول عبدالباقی نہاوندی ملا مرشد بروجردی، ملا اسد قصہ خواں، مرزا فصیحی انصاری محوی اردبیلی سروری یزدی، شمسائی زریں قلم، میر عبدالباقی قصہ خوان میرالاہی اسدآبادی، ملا شانی تکلو، وغیرہ سب اسی دربار دُربار کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

آیندہ صفحات میں ہم ان سب اہل فن کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ مرزا غازی کے دربار سے تھا اور ان کا احوال ہمیں معلوم ہو سکا ہے، خدا جانے کتنے ایسے ادیب اور شعرا ان کے دامن سے وابستہ ہوں گے جن کا علم ہمیں نہیں ہو سکا ہے۔

Marfat.com

احسنی، ملا احسنی گیلانی

میرزا غازی کے دربار سے وابستہ رہے۔ ان کے متعلق جو کچھ اطلاع میسر ہوئی ہے وہ فقط تذکرۂ "خیر البیان" کے ذریعے، اور وہ یہ ہے کہ:

— شاعر پیشہ و ہزال و ہجو گوی و بی ملاحظہ است، و اوقات شریفش بخوردہ گیری و وقت است و در شہور سنہ تسع و عشر و الف (۱۰۱۹ھ) بسیستان آمدہ بخدمت ملک الملوک[1] بودہ رعایت کلی یافت و ایامی بیاران اہل سیستان بسر بردہ۔

وہیں سیستان سے (۱۰۲۰ھ) کے لگ بھگ میرزا غازی ترخان کے پاس آئے، مؤلف نے لکھا ہے:

— ازانجا بقندہار رفت و از میرزا غازی ترخان نیز بہرہ ہا یافت۔

اس کے بعد جب میرزا فوت ہوئے اس وقت ملا احسنی لاہیجان جاکر مستقلاً مقیم ہو گئے اور وہیں مؤلف "خیر البیان" سے ملاقات ہوئی۔

— در حینی کہ (راقم) از فرخ آباد مازندران بخدمت

---

[1] ملک الملوک ملک نجم الدین محمود بن ملک حیدر دیکھئے "احیاء الملوک"، طبع تہران ص ۲۰۱ تا ص ۲۱۳۔

Marfat.com

اشرف از راہ دارالمرز روانہ گرجستان بود، چند روز موکب ہمیون ساکن لاہیجان بودند، مولانای مذکور کمال گرمی مینمود و یاران اہل لاہیجان را با راقم آشنا ساختہ، نہایت محبت و گرمی بجان آورد، و دران ایام سرگرم محتسبی بود و دلگرمی شوق بزمزمہ شعر و شاعری اشتغال داشت۔

ان کی شاعری کے متعلق مؤلف خیرالبیان کی رائے ہے کہ :

۔ در قصائد الفاظ غریب و کلمات عجیب بکار میبرد و زبان ہجو او بسیار فصیح است ۔ اگرچہ درین نسخہ ابیات ہجو ثبت نشدہ و لیکن چون درین روش ماہر است اظہار حال او شد۔[1]

اس کے بعد یہ اشعار نمونتہً دیئے ہیں :

تا عطر سر زلف تو، آشوب دماغ است

در مغز صبا ، نکہت گل، بوی چراغ است

شاید کہ، کند باز بآزادی پرواز

مرغی کہ، صفیر قفسش زینت باغ است

آنرا کہ کفر زلف پریشاں ، نشد نصیب

درکام جان ، حلاوت ایمان، نشد نصیب

صد رہ جنون گراہم زد، ولیست راز ضعف

یک بار طوق چاک گریبان، نشد نصیب

---

[1] خیرالبیان ۳۵۸ الف و ب ۔

Marfat.com

صد چشمه شد ز خون دل، و در نیمه راه چشم
یک قطره را، زیارت دامان، نشد نصیب
شد سبز باغ دیده، و داغم که، دیده را
گل، زیر جیب و دامن مژگان، نشد نصیب
یک سجده کعبه، زو نکند سالها، قبول
آنرا، که طوف خاک شهیدان، نشد نصیب

ز چاک سینه پس از مرگ، شعلهای غمش
علم علم رود، از پیش پیش تا بوتم
عشق آتش است کز من و خاکم نشانه سوخت
چون شعله پای تا سرم، از یکزبانه سوخت
دل را متاع خانه، همان شعله است باز
صدره اگرچه، خانه و اسباب خانه سوخت
افشاند دل، بکوی تو امشب شرشک گرم
شرمنده گشته ام که، رخ آستانه سوخت
معلوم فیض نشا، نه جرعهٔ حیات
سرجوش عمر ما، بخمار زمانه سوخت
صبح است احسنی! مکش آبی خمار اشک
دل تا لبت، ز آتش آه شبانه سوخت[۱]

اسحاق، ملا شیخ اسحاق بکھری

میرزا غازی کے یہ استاد تھے، ابتدائی زندگی بکھر میں سلطان محمود بکری کی ملازمت میں گزری، تحفۃ الکرام کے مؤلف کا قول ہے کہ:

—بوفور فضیلت متصف، از ملازمان سلطان محمود خان است و آخر معلم میرزا غازی وقاری... شدہ [1]

قانع کا ماخذ تاریخ طاہری ہے جس میں ہے کہ:

—.... استاد خضر طبیعت آخوند مولانا اسحاق البکری الاصل، از ملازمان محمود خان بن فاضل کوکلتاش معلم میرزا بود [2]

لیکن میر معصوم، جو کہ ان کے ہم وطن، ہم سبق اور ساتھی تھے، نیز گجرات میں بھی ساتھ رہے تھے، سلطان محمود بکری کے متوسلین میں ان کا ذکر نہیں کرتے [3]

سلطان محمود بکری سے ان کا تعلق جو تھا وہ اس وقت ختم ہو چکا، جب کہ

---

[1] تحفۃ الکرام مطبوعہ ۲۲۸، نیز مقالات ۹۰

[2] تاریخ طاہری ص ۱۴۱

[3] رک: تاریخ میر معصوم ۲۳۷ - ۲۴۱

Marfat.com

سلطان محمود نے ۹۸۲ھ میں انتقال کیا اور خود انھیں کی تحریک پر، اکبر کی طرف سے مغلوں کے دو سرداروں نے آکر بکھر پر قبضہ کیا اور سندھ کے اس حصّے کو مغل سلطنت کا جزو بنا دیا۔

شیخ اسحاق کے لیے اپنے سرپرست کے فوت ہو جانے کے بعد یقیناً مغلوں سے وابستہ ہو جانے کے سوا چارہ کار ہی کیا رہا ہوگا،

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ بکھر سے نکلنے کے بعد گجرات چلے گئے، جہاں 'طبقات اکبری' کے مصنف خواجہ نظام الدین ہروی سے، جو کہ اس وقت صوبہ گجرات کے دیوان اور بخشی تھے، توسل پیدا کر لیا اور اس کے وکیل مطلق العنان بن گئے۔ شیخ فرید بکھری مصنف 'ذخیرۃ الخوانین' نے، جن کے شیخ تائے ہوتے تھے۔ اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے، پہلی مرتبہ میر معصوم بکھری کے گجرات پہنچنے اور خواجہ نظام الدین سے بذریعہ شیخ توسل پیدا کرنے کے سلسلے میں لکھا ہے کہ جب میر معصوم بکھری کو معاش کی تنگی نے پریشان کیا تو وہ گجرات پہنچے اور:

> ـــ .... میاں شیخ اسحاق فاروقی، طغائی مسودا این مجوعۂ
> شیخ فرید بکھری، وکیل مطلق العنان خواجہ نظام ہروی
> بود، وعزیمت میر (معصوم) بصوب گجرات محض از
> تقریب محبت شیخ اسحاق بود، کہ در سکھر یکجا بکسب علوم
> مشغولی داشتند شیخ اسحاق قدوم میمنت لزوم میرزا
> از جملہ مغتنمات دانستہ ملازمت صاحب صوبہ ودیوان
> کنانید، منصب تجویزی دہانید[۱]

گویا شیخ اسحاق کا اثر صاحب صوبہ شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری پر بھی تھا اور خواجہ نظام الدین کے تو وہ وکیل مطلق العنان تھے ہی۔

---

[۱] ذخیرۃ الخوانین خطی ص ۱۲۱

Marfat.com

شہاب الدین (متوفی ۹۹۹ھ) گجرات کا صوبہ دار سال (۹۸۵ھ) سے (۹۹۱ھ) تک تھا اور خواجہ نظام الدین بھی اسی زمانے میں دیوان تھے اور بعد میں اعتماد خاں کے دور میں بخشی بن کے گئے، گویا شیخ کا قیام نظام الدین ہروی (متوفی ۲۳ صفر ۱۰۰۳ھ) کے پورے دور (۹۱ - ۹۹۸) تک گجرات میں رہا[1]

میر معصوم اور شیخ اسحاق نے خواجہ نظام الدین کو ان کی تصنیف طبقات اکبری کے لکھنے میں بڑی مدد دی جیسا کہ شیخ فرید نے نظام الدین کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

> — میاں شیخ اسحاق بھکری طغای حضیض راقم این مجموعہ
>
> شیخ فرید بھکری، دیوان سرکار ایشان بود۔ منشائے الیہ
>
> تاریخ نظامی را باتفاق میر معصوم بھکری و میاں شیخ اسحاق
>
> نوعی ترتیب دادہ کہ امروز در تمام ہند مستند روزگار است۔[2]

خواجہ نظام الدین کو بادشاہ خاں نے (۹۹۸ھ) میں گجرات سے لاہور میں اپنے پاس بلا لیا، قیاس ہے کہ اسی زمانے میں شیخ اسحاق بھی، پہلے لاہور اور بعد میں خواجہ سے دائمی رخصت لے کر اپنے وطن پہنچے ہوں گے، کیونکہ یہی زمانہ سندھ پر لشکر کشی کا تھا اور میر معصوم بھی گجرات سے لاہور اور پھر ۹۹۹ھ میں خان خاناں کی کمک میں اپنے وطن واپس پہنچے تھے[3]

جانی بیگ نے (۱۰۰۰ھ) میں شدید جنگ کے بعد مرزا عبد الرحیم خان خاناں سے صلح کرلی اور اکبری دربار میں پہنچنے کے بعد جب سندھ کا صوبہ بطور جاگیر کے مرزا ہی کے نام واگزار ہوا، تو اس نے اپنے امرا کو وطن واپس کیا، اور اپنے اکلوتے بیٹے مرزا غازی کی تعلیم و تربیت کی ان کو تاکید کی، اس دور میں (۱۰۰۲ھ) شیخ اسحاق

---

[1] دیکھئے میرا مضمون جام جم کراچی آبان ماہ ۱۳۴۲

[2] ذخیرۃ الخوانین ص ۱۲۷ - یہی مطالب مآثر الامرا کے مولف نے بھی لکھے ہیں، دیکھئے ج ۳ : ۳۲۷۔

[3] تاریخ معصومی ص ۲۵۱۔

Marfat.com

بکری کا مرزا غازی کی معلمی پر تقرر ہوا اور مستقلاً تعلیم کا سلسلہ تو (۱۰۰۸ھ) تک جاری رہا ہوگا، کیونکہ اس سال باپ کے انتقال کے بعد میرزا غازی تخت پدری پر بیٹھنے کے بعد ملکی مسائل اور اپنوں کی دراندازیوں کو دور کرنے میں ایسے مصروف اور مشغول ہوئے کہ ان کو باقاعدگی کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا، لیکن قیاس ہے کہ جب معلمی پر مقرر ہو کر شیخ اسحاق بکھر سے ٹھٹہ پہنچے تو میرزا غازی جیسے نیک دل انسان نے اپنے شفیق اور لائق استاد کو اپنے سے جدا نہیں کیا ہوگا۔

شیخ کے مشہور شاگردوں میں سے تاریخ طاہری کے مصنف میر طاہر نسیانی بھی تھے، انھوں نے لکھا ہے کہ مرزا غازی کے ہاں شعرا اور اہل علم کی خاص محفلوں میں اسے بار نہیں ملتا تھا حالانکہ وہ دربار کے قدیم اور موروثی متوسلین میں تھا' اس کی وجہ اس کی کم علمی تھی اور اسے اپنی اس بے مائگی کا بڑا صدمہ تھا۔ جب مرزا غازی کو جہانگیر نے ۱۰۱۵ھ میں قندھار کی مہم پر بھیجا تو طاہر کو فارسی میں اپنی قابلیت بڑھانے کا موقع ملا۔ فارسی عبارت یہ ہے:

—— ایں خوشہ چین خرمن خردمندان، کہ از سائر الناس بود بموجب نا قابلی و بی استعدادی فضل۔ کہ جوہر گوہر انسانیت و اصالت است۔ باوجود نسبت قدامت در صحبت خاص آن اہل نواز (مرزا غازی) راہ نداشت، از فرط غیرت ندامت و پشیمانی پیشہ داشتہ در سنہ ہزار و چہاردہ (۱۰۱۴ھ) کہ وفات حضرت خاقان زمان عرش آشیان (اکبر) بود، تاریخ وفاتش در وقت نصف ز فوت شہ اکبر) یافتہ، پس بیست و پنج عمر خود کہ میرزا بدولت بہر کشایش قلعہ بندی قندھار..... عازم گشت!

Marfat.com

مرخص گردیده به بلده ٹھٹھہ کہ وطن اصلی است، رسیدہ
از اشغال دیگر پرداختہ۔ بخواندن مشغول گشت[1]

گویا میر طاہر سندھ سے میرزا غازی کے ساتھ اکبری (اور جہانگیری) دربار میں گیا تھا، عبارت بالا میں - صحبت خاص آن اہل نواز - سے ظاہر ہے کہ جب تک میرزا وہاں رہے اس وقت بھی شعرا اور اہل علم سے ان کی صحبتیں اور مجلسیں جاری تھیں، جب وہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوئے تو میر طاہر ان سے مرخص ہو کر ٹھٹھہ آیا اور دیگر علائق زمانہ کو ترک کر کے تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ مرزا غازی کی تعلیم کے زمانے سے شیخ اسحاق بکھری، طاہر نسیانی کو محل کے معمولی متوسل کی حیثیت سے جانتا پہچانتا ہوگا، اسی تعارف کی بنا پر اس نے شیخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا چنانچہ اس نے ملا اسحاق بکھری سے سعدی کی تصنیفات، مثنوی مولانا روم اور کلام جامی پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تھوڑے عرصے کے اندر نظم و نثر پر عبور حاصل کر لیا، اپنے استاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

— در اندک، عبور منظوم و منثور از عنایت لانہایت
رب السماوات والارض و توجہ موجہ استاد کامل طبیعت
موزون داشت در خدمت استاد خضر طبیعت اخوند
مولانا اسحاق بکھری الاصل خواندن گرفت۔ چوں اخوند
صاحب دل، صوفی المذہب را در کلام عندلیب بوستان
بی خار شیراز حضرت شیخ المشائخ، شیخ سعدی شیرازی و
مولانای متبحر، مولوی معنوی، ممدوح موالی و اہالی جامی

---

[1] تاریخ طاہری ص ۱۳

Marfat.com

قدس سرہٗ، وقوف تمام بود، بنا برآں وارث کلام شریف
الیشاں میخواندند۔ باندک عبور شعر از حضور آن منبع
فضائل و مصدر نوادر توجہ موجہ آن معلم معروف بہر
صفت، کہ در تحریر و تقریر گنجائش ندارد، موصوف
شاعری گردیدہ[1]

اس سے ظاہر ہے کہ جب میرزا غازی ۱۰۱۳ھ میں سندھ سے اکبری دربار میں روانہ ہوئے تو شیخ کو ٹھٹہ چھوڑا اور میرزا کے قندھار کی مہم پر روانہ ہو جانے کے بعد طاہر واپس ٹھٹہ پہنچے تو شیخ ٹھٹہ میں ہی مقیم تھے، جہاں میر طاہر نے ان سے سعدی، مولانا روم اور جامی کی کتابیں پڑھیں اور شاعری میں بھی دسترس حاصل کی۔

میر معصوم (۹۴۴ھ) میں پیدا ہوئے، شیخ چونکہ ان کے ہم سبق تھے اس لیے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ نے بھی اس کے لگ بھگ دنیا میں آنکھیں کھولی ہوں گی، اس حساب سے ۱۰۱۵ - ۱۰۱۶ھ میں ان کی عمر ۷۰ سال کی ہونی چاہیئے، اور ظاہر ہے کہ میر معصوم نے ۱۰۱۵ھ میں انتقال کیا اور شیخ کا انتقال دو تین سال بعد ہوا ہوگا، اور شاید وہیں ٹھٹہ ہی میں دفن بھی ہوئے ہوں گے۔

ملا اسحاق جید عالم اور مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ مقالات الشعرا میں افسوس ہے کہ ان کا صرف ایک شعر درج ہے:

میتپد دل در برم، در شوق تو
میگزارد خانہ را از ذوق تو[2]

---

[1] طاہری مطبوعہ ص ۱۴
[2] مقالات ص ۷۹

اسد، ملّا اسد قصّہ خوان

میرزا غازی کے ساتھ ملا اسد قصہ خوان کا تذکرہ مرشد بروجردی کے ضمن میں پہلے عبدالباقی نہاوندی نے مآثر رحیمی[1] میں، اور اس کے بعد ملا عبدالنبی نے میخانہ[2] میں کیا ہے۔ جداگانہ عنوان کے تحت تقی اوحدی نے اپنے تذکرے میں ان کا حال یوں لکھا ہے:

> — شکرریز گوہر فشان، سخن سنج خوش بیان، ..... مولانا
> اسد بن مولانا حیدر قصہ خوان۔ بغایت خوش فہم، متتبع
> صوفی طبیعت واقع است۔

مولانا اسد کے والد کا نام مولانا حیدر تھا۔ ان کا پیشہ بھی قصہ خوانی تھا، خود مولانا اسد اپنی شیریں گفتاری، خوش بیانی اور انداز فہم کے لحاظ سے لاجواب تھے، مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے صوفی باصفا تھے، ان کے چچا فتحی بیگ کے لئے لکھا ہے کہ شہنامہ خوانی میں مشاہیر روزگار اور نوادر عصر میں سے تھے۔ مولانا حیدر بھی اسی طرح تھے، یعنی دونوں بھائی صوفی منش اور علم میں طاق تھے، ایک قصّہ خوانی کرتے تھے تو ایک شاہنامہ کی ملی داستانیں سنا سنا کر لوگوں کے دلوں کو گرمایا کرتے

---

[1] رحیمی ۳: ۷۸۱ - ۷۸۸۔

[2] میخانہ طبع کلکتہ ص ۲۹۳ - ۴۵۶، ۵۹۸ - ۶۰۴۔

Marfat.com

ہوں گے۔ تقی اوحدی نے اسد کے لئے لکھا ہے کہ اگر یہ اپنے باپ اور چچا سے بڑھ کر نہیں تھے تو کسی حالت میں ان سے کم بھی نہیں تھے:

— وی نیز در تصوف و تتبعات سخن، وطرز، وروش صحبت، وآداب دانی، وشیوۂ آدمیت، ورشد، زیادہ از ایشان نباشد، کم نیست —

یہ خاندان شیرازی تھا، اور تقی نے اسد قصہ خوان کو وہیں شیراز میں دیکھا تھا، لکھتے ہیں

— مدتہا اورا در شیراز بدایت حال میدیدیم —

اس کے بعد سندھ کی طرف آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

— چوں سفر ہند عازم شد و بہ تتہ رسید، میرزا غازی کہ ہنوز در مرتبہ طفولیت بود، با او گرمی بسیار کرد واز اثر خصوصیت او ترقی عظیم در طبع وروش آن میرزای سعید شہید بہم رسید، و وی را از و انتفاع بسیاری بود، و بعد از شہادت وی ہمچنان در تتہ بود۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایران کے دوسرے شعرا کی طرح ملا اسد بھی ایران کی اس عہد کی مذہبی تنگ دلی اور اس سے پیدا شدہ بے قدری اور تنگئ معاش سے بیزار ہو کر، دربار اکبری کی طرف آتے ہوئے، چونکہ ٹھٹہ راہ میں پڑتا تھا آ کر رکے اور وہیں میرزا غازی نے۔ جو کہ ابھی واقعی عہد طفولیت کے حدود سے نہیں نکلے تھے، لیکن شعور ادب کا ذوق اور ان فنون لطیفہ کی سرپرستی کا ذوق جواں سال امیرزادوں سے بھی زیادہ ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا، ان کو ہند کی صعوبت سے بچا کر اچک لیا۔ ویسے بھی قصہ خوانی ایک ایسے امیرزادے کے۔ جو کہ ابھی عہد طفولیت کی حدیں پار نہ کر چکا ہو۔ ذوق کی چیز تھی، اندازہ یہ ہے کہ ملا اسد (۱۰۰۳ھ) اور (۱۰۱۰ھ) کے درمیان کسی سال سندھ وارد ہوئے ہوں گے، جب کہ میرزا غازی باپ کی جگہ پر متمکن تھے۔ اور ابھی اکبری دربار میں نہیں پہنچے تھے۔

Marfat.com

ترخان نامہ کے مصنف نے مرزا غازی کی سوانح شروع کرتے ہی ملا اسد قصہ خوان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

> ۔ درین اثنا جمعی از شعراء ملا اسد و ملا رشید وغیرہ در لباس فقرا از ولایت ایران آمدند، ملا اسد وجیہہ و قصہ خوان و فصیح بود۔ مرزا از صحبت ایشاں محظوظ گردید و ہمہ را بمنصب و جاگیر سرفراز ساختہ۔ ملا اسد را بمعلمین خود ممتاز گردانید[1]

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ملا اسد برے حالوں ٹھٹھ پہنچے تھے۔ ظاہری صورت احوال گداگروں کی سی تھی لیکن صورت وشکل کے وجیہ اور فصیح تھے۔ مرزا نے ان کو اپنی مصاحبت میں لے لیا، جاگیر دی، اور ابتدا میں اپنی معلمی پر سرفراز کیا۔ تاریخ ظاہری سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا اسد اور ملا رشید دونوں ایران سے بندر لاہوری پر اترے تھے اور وہاں سے ٹھٹھ پہنچے[2]۔

ملا مرشد بروجردی کو بھی اسی دور کے اندر[3] ملا اسد نے تحریک کرکے مرزا کے دربار میں شیراز سے بلا لیا تھا[4]، اور مرزا کے کہنے پر اسد نے ذاتی خط بھی ان کو لکھا

---

[1] ترخان نامہ چاپ راقم ص۸۵

[2] تاریخ طاہری ص۲۲۴

[3] مولانا شفیع نے لکھا ہے کہ مرشد غالباً ۱۰۱۲ھ میں ہمدان سے تتہ پہنچا، دیوان مرشد میں دو قطعے ہیں جن سے یہی سن برآمد ہوتا ہے، ایک میں شیراز کا واقعہ ہے اور دوسرے قطعے میں سندھ کا، اس کے متعلق بحث اور قطعے مرشد کے حالات میں دیکھئے۔

[4] ظاہری میں ہے: ملا عبدالرشید قصہ خواں کی وساطت سے مرشد شیراز سے مرزا غازی کے پاس پہنچے تھے، یہی سبب ہوا کہ میں نے مقالات الشعرا کے حواشی میں۔ آں اسد بشیئہ فصاحت اور عبارت کا سیاق وسباق دیکھ کر اسد قصہ خواں اور ملا عبدالرشید قصہ خواں کو ایک ہی شخصیت لکھا ہے۔ مقالات ص ۸۲۹۔ مزید ملا عبدالرشید کے تحت دیکھا جائے۔ میں شکرگزار ہوں کہ آقای گلچین معانی نے میرے اس نظریئے پر میخانے میں حاشیہ لکھ کر معاملے کو صاف کردیا۔ ص ۵۹۸۔

Marfat.com

جس کا ذکر صاحب میخانہ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

- فصاحت شعار بلاغت آثار مولانا اسد قصہ خوان کہ یکی از مقربان مربی ہنرمندان میرزا غازی ترخان بود۔ حقیقت اہلیت و قابلیت سخنور بروجردی بعرض میرزای مذکور رسانید، آں قدردان نکتہ سنجان از روی خواہش تمام مرشد را طلب فرمود۔ مولانا اسد نیز حسب الحکم خداوند خویش کتابت بترغیب آمدن ارسال داشت۔ ہنگامیکہ آن مکتوب محبت اسلوب بہ او رسید، بجہت برآمدن مولوی از شیراز بعض امور دست دادہ بود۔ کہ تحریر آن مناسبتی بسیاق این تسویہ ندارد۔ چون استمالت نامۂ برگزیدہ سنیان رسید، باعث از دیاد تحریک خروج او شد، یکبارگی دل ازاں معمورۂ دلکشا کندہ از راہ ہرمزیہ تتہ رسید، و قصیدہ در مدح انتخاب دودمان ترخانیان گفتہ بر سبیل رہ آورد گزرانید[۱]

ملا مرشد بروجردی کو شیراز ترک کرنے میں کئی ایک خانگی دشواریاں تھیں، جن کا بیان مولف میخانہ نے غیر ضروری سمجھا ہے، لیکن اسد کے خط کے بعد جب میرزا غازی کا، استمالت نامہ پہنچا تو پھر نہ آب رکنا باد، نہ گلگشت معلا، نہ دروازۂ اللہ اکبر اور نہ گل و بلبل کے اس شہر کی وضع بے مثال[۲]، مرشد کے دامن کو روک سکی، مشکلات کی

---

[۱] میخانہ طبع گلچیں ص ۵۹۸۔

[۲] شیراز پر مرشد نے بہت سے شعر کہے ہیں جن کو ان کے سوانح میں دیکھنا چاہیے۔

Marfat.com

تمام زنجیریں توڑ کر ہرمز کے راستے سے ٹھٹھ پہنچ کر دم لیا۔

رہ آورد کے طور پر جو قصیدہ لکھ لائے تھے اس میں ملا اسد کے خط کا حوالہ دیتے ہوئے یہ اشعار لکھے ہیں:

سپہر مرتبتا! چاکرت اسد، کہ مرا ـــ برادر است، وجہاں را بیادگار ظہیر
زمیل خاطر عاطر، کہ ہست و باقی باد! ـــ بسوی اہل ہنر، خامہ این فقیر حقیر
نوشتہ بود مدیثی، کہ شہر حب وطن ـــ شد از تصور آن تلخ، در مذاق فقیر
چو نامہ خواندہ، شد از شوق کعبۂ کویت ـــ کہ ہیچ کس ننماید رہش مگر تقدیر
رہے بہ پیش گرفتم کہ پیک باد، درو ـــ بود چو نور بصر در جبال مہر منیر
رہی چنان کہ بعمری ز دور لیش، حرفی ـــ نمیرسد لب خامہ از بنان دبیر
ہزار شکر کہ از سجدۂ در ... ت بختم ـــ نہاد پایۂ کرسی بدوش چرخ اثیر
نثار بزم تو عقد جواہر آوردم ـــ برسم طبع ز دریای طبع و کان ضمیر[1]

اسد اور مرشد دونوں کو میرزا غازی ترخان (م ۱۰۲۱ھ) میں ہندوستان ساتھ لیتے گئے یا بعد میں ۱۰۱۵ھ یا ۱۰۱۶ھ میں قندھار[2] پر جب ان کا تقرر ہوا تو وہ ساتھ گئے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا، لیکن اسد کا اور ان کے دوست مرشد کا ساتھ میرزا غازی سے برابر ان کی شہادت تک رہا۔ ان کے وفات پا جانے کے بعد جب قندھار کی وہ دلچسپ اور رنگین محفل اجڑی اور اس کے باغ و بہار پر غیر متوقع طور پہ اچانک اور یک لخت خزاں آئی، تو اس محفل باغ بہار کے یہ تمام پھول پتے اِدھر اُدھر بکھر گئے،

---

[1] بقیہ قصیدہ ملا مرشد کے حالات میں دیکھیے۔

[2] مولانا شفیع نے مرشد کے سلسلے میں لکھا ہے: ان کو ۱۰۱۶ھ میں اپنے ہمراہ میرزا غازی قندھار لے گیا، میخانہ طبع محمد شفیع ص ۴۱۳ بحوالہ خوشگو (ایتھے ۲۳۰ ص ۵۰۴)

Marfat.com

ملا اسد بقول تقی اوحدی بعد از شہادت کبھی کچھ وقت ٹھٹہ میں رہے، اس کے بعد غالباً (۱۰۲۵ھ) کے لگ بھگ وہ جہانگیر کے پاس پہنچ گئے۔ جہاں انھیں حفیظ خاں کے لقب سے نوازا گیا۔ تقی نے لکھا ہے کہ:

– الحال در اردوی جہانگیر بود بہ حفیظ خاں ملقب
و در ۱۰۲۷ھ کہ آن شہریار از گجرات بہ آگرہ برگردیدوی
در راہ بگذشت [1]

ملا مرشد بروجردی نے اپنے عزیز دوست بلکہ بقول خود اپنے اس "برادر" کی وفات پر مندرجہ ذیل تاریخی قطعہ کہا ہے:

دریغا دریغا کہ محفوظ خاں رفت	اسد آن جہان ہنر از جہان رفت
زویرانۂ تن، اگر مرد راہی!	برون آ کہ، سر حلقۂ کاروان رفت
ز ہمرا ہیش باز ماندن خطا بود	ولیکن باین تا کجا میتوان رفت
زبان؟ کو سخن چیست؟ کز رفتن او	سخن از زبان و زبان از دہان رفت
ز ہجرش چنان باغ دلی رنگ و بو شد	کہ بوی ز گل رنگ از ارغوان رفت
بماندیم چنداں کہ، دیدیم مرگش	ازیں سود بر ما، زیان بر زیان رفت
غمش کرد دل را بزخمی نوازش	کہ چاکش بداماں آخر زمان رفت
غبارش مخوانی کہ از صحبت او	زمین بسکہ مالید بر آسمان رفت

اسد رفت و تاریخ فوتش ز مرشد
طلب کرد دل گفت: اسد رائگان رفت [2]
۱۰۲۷ھ

---

[1] میخانہ طبع گلچیں ۵۹۹ – ۶۰۰ – [2] دیوان میں (الف ۱۲۹) آخری شعر (د) کے ساتھ یعنی: طلب کرد و دل گفت: اسد رائگاں رفت۔ لیکن گلچیں معانی نے (د) کو کاتب کی غلطی سمجھا ہے۔ ص ۶۰۰۔

Marfat.com

مولانا شفیع نے اس قطعے میں ثبت شدہ "محفوظ خاں" کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کو محفوظ خان کا خطاب ملا تھا[1]، لیکن تقی اوحدی جو کہ معاصر تھا اس کا قول زیادہ صحیح ہے کہ یہ لقب۔ محفوظ خان۔ نہیں بلکہ۔ حفیظ خان۔ ہے اور یہ جہانگیر کا دیا ہوا ہے[2] مولانا نے اس قطعے سے سال (۱۰۲۶ھ[3]) اخذ کیا ہے، جو غلط ہے۔

فقط قصہ خوانی اسد کا پیشہ نہیں تھا، بلکہ شاعری میں بھی اس کا حصہ ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کے اشعار ہمیں نہیں مل سکے۔ تقی اوحدی کے تذکرے۔ عرفات العاشقین۔ سے آقای گلچیں معانی کے ذریعے یہ اشعار ہاتھ لگے ہیں:

آن دل کہ، سودا و ہمگی، در زیان اوست
جنس کساد مہر و وفا، در دکان اوست
نازک دل مرا، کہ بزلف تو خو گرفت
زنہار نشکنی، کہ غمت درمیان اوست
بر گردن وجود، از و طوق آتشست
عین عدم، کہ حلقۂ میم دہان اوست[4]

یہ شعر صبح گلشن میں ہے:

دیروز از اسد، جامۂ ہجران تو، زد چاک
امروز غم مرد، ہمان جامہ کفن شد[5]

---

[1] تعلیقات میخانہ ۵۶ [2] رک صبح گلشن ص ۲۳ قطعہ میں چونکہ محفوظ خاں نہیں آسکتا تھا اس لئے مرشد نے حفیظ خاں نظم کیا۔ [3] علی حسن خاں نے صبح گلشن میں اسد کا حال (ص ۲۳) میں بیان کیا ہے، لیکن غلطیوں کے ساتھ سال وفات بھی غلط دیا ہے یعنی سال ۱۰۴۸ھ ص ۲۳۔ [4] میخانہ طبع گلچیں ص ۷۰۰۔ [5] صبح گلشن ص ۲۳۔

Marfat.com

الٰہی، میر عماد الدین محمود اسد آبادی

اسد آباد ہمدان اور کرمان شاہ کے درمیان وہ قصبہ ہے، جہاں کے سید جمال الدین افغانی تھے۔[1] قصبہ بڑا خوبصورت دماوند پہاڑ کے دامن میں ہے۔

میر الٰہی اسد آبادی وہیں کے تھے، ہمدانی بھی لکھا گیا ہے کیونکہ اسد آباد ہمدان ہی کے توابع کا قصبہ ہے، عماد الدین محمود نام اور الٰہی تخلص تھا۔

میرزا غازی کے زمرۂ شعرا میں ہونے کا ذکر ملا عبد الباقی نہاوندی نے مرشد خاں بروجردی کے ضمن میں[2] سرسری طور پر کیا ہے، لیکن کسی اور صاحب تذکرہ نے اس بات کا نہ خاص طور پر ذکر کیا ہے اور نہ تفصیل دی ہے۔ عبد الباقی نے یوں لکھا ہے:

> ۔ ودر ایام سلطنت قندھار میرزا (غازی)..... اکثری از مستعدان ایران مثل.... میر الٰہی اسد آبادی و دیگر مستعدان ایران بشرف ملازمت آن بختیار رسیدند[3]

میں نے ان تمام تذکروں سے جو دسترس میں تھے، ان کے حالات تذکرہ کشمیر

---

[1] اس قصبے کو خاکسار نے سال گزشتہ (۱۹۶۸ء) ۲۲ مئی کے روز کرمان شاہ جاتے ہوئے دیکھا اور سید جمال الدین افغانی کے عزیزوں سے ملاقات کی، ان کا مکان دیکھا اور آباو اجداد کی قبروں کی تصویریں لیں۔ [2] مآثر رحیمی، ۳: ۷۸۱ [3] مآثر رحیمی، ۳: ۷۸۳۔

Marfat.com

کی جلد اول میں (۱۱۲-۱۲۷) دیئے ہیں، خلاصہ یہ ہے: ریاض الشعرا و مجمع النفائس نے ان کا نام میر عماد الدین محمود[1] پسر میر محبت اللہ اسد آبادی[2] لکھا ہے لیکن 'سخن سرایان ہمدان' کے مولف نے میر عماد الدین فرزند محمود بن محبت اللہ لکھا ہے۔

ہند میں وارد ہونے کا سال 'مجمع النفائس' نے (۱۰۲۰ھ) لکھا ہے اور 'سخن سرایان ہمدان' کے مؤلف نے لکھا ہے کہ:

در اواخر سلطنت اکبر شاہ یعنی بسال ۱۰۰۹ ہجری
بہندوستان مہاجرت کرد[3]

لیکن صحیح سال وہی معلوم ہوتا ہے جو 'مجمع النفائس' نے دیا ہے، اور ہندوستان آتے ہوئے میرزا غازی سے سال سوا سال صحبت رہی ہوگی۔

ایران میں جب تک تھے تو ایک عرصہ اصفہان میں بھی لبسر کیا، ملا شکوہی ہمدانی، تقی اوحدی، آقای رضی، ذوقی[4] اردستانی اور حکیم شفائی ان کے دوستوں میں سے تھے، ہندوستان میں جب آئے تو پہلے بقول شاہجہاں نامہ: حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی سے۔ جو اس وقت بخارا کی حجابت سے واپس ہو کر کابل ٹھہرے ہوئے تھے جھڑپ ہو گئی، حکیم، مغرور اور بڑے ٹھاٹھ کے آدمی تھے۔ کچھ زیادہ گفتگو نہ ہوئی اور صحبت میں زیادہ تر خاموشی رہی، میر الہٰی نے جل کر کہا:

دائم ز ادب، سنگ سبو، نتوان شد	در دیدۂ اختلاط، مو نتوان شد
صحبت بحکیم حاذق از حکمت نیست	بالشکر خبط رو برو نتوان شد[5]

---

[1] تذکرہ کشمیر ۱۱۹ بحوالہ مجمع النفائس اسٹوری نے حجۃ الدین نام لکھا ہے۔

[2] والہ داغستانی اور صاحب عرفات نے سعد آبادی لکھا ہے اور ان کی تقلید میں صاحب مجمع النفائس نے بھی انھیں سعد آبادی لکھا ہے جو غلط ہے۔

[3] تذکرہ کشمیر، ۱: ۱۲۴۔ [4] اصفہان میں ذوقی کی میر نے ہجو کہی ہے، تذکرہ کشمیر ۱: ۱۲۱۔

[5] تذکرہ کشمیر ۱: ۱۱۳۔

Marfat.com

اس کے بعد شیدا فتح پوری جو بڑا ہجو گو اور کسی کو معاف کرنے والا نہیں تھا، اس سے بھی جھڑپ رہی، شیدا نے کہا:

زین رطب و یابسی کہ بود در کلام تو
گر، منکر کلام الٰہی شوم، بجاست

میر نے کہا:

شیدا بردانا بحذر میآید
در مجمع ابلہان بسر میآید
سازند اگر ز استخوانش بجلی
ہر بار کہ افگنند خر میآید

مرزا غازی کی وفات کے بعد میر الٰہی نے ہندوستان آکر مختلف امرا سے وابستگی پیدا کی، آخر شاہجہاں کے دربار میں بار پایا، ظفر خاں احسن کو جب بادشاہ کشمیر کی صوبے داری پر بھیج رہا تھا، تو مقامی لوگوں سے اچھا سلوک کرنے کی ضمانت مانگی، میر موجود تھے، انھوں نے فی البدیہ کہا:

خدا ضامن، رسول، و چار یارش

بادشاہ کو یہ بات پسند آئی، اور ظفر خاںؒ جیسے علم پرور امیر کو بھی یہ بات بھا گئی، بادشاہ سے عرض کر کے الٰہی کو اپنے ساتھ کشمیر لے گئے، اور پھر میر الٰہی نے کشمیر ہی میں بقیہ زندگی گزار دی، انھوں نے (۱۰۵۰ھ) میں کشمیر میں نوشہرے کے جنوب میں باغ الٰہی۔ کے نام سے ایک باغ بنوایا، جو بڑا مشہور تھا اور ظفر خاں کے علاوہ کئی اور شعرا نے بھی اس باغ کی تعریف کی ہے، ظفر خاں نے تعریف میں بہت سے شعر کہے ہیں، یہ شعر بھی لکھا ہے:-

یکی از باغہا۔ باغ الٰہی۔ است
کہ رضوان را ز رشکش چہرہ کاہی است
دران گلشن یکی کہنہ چنار ؎ است
ز نخل طور، گوئی یادگار است

یہ باغ اس چنار کی وجہ سے۔ باغ چنار۔ کے نام سے بھی مشہور ہے، کسی شاعر نے یوں تاریخ نکالی ہے:

؎ پنڈت آنند کول نے لکھا ہے کہ یہ چنار ابھی تک (۱۹۳۳ء) موجود ہے اور ۴۸ فٹ اس کا دور ہے۔

Marfat.com

گریباں میکشد خواہی نخواہی — بسوی خود، مرا - باغ الٰہی
فلک آشفتہ بود از بہر سالش — ملک گفتا: بگو - باغ الاہی

۱۰۵۰ھ

الٰہی نے وہیں کشمیر میں وفات پائی، تاریخ اعظمی کے مؤلف نے لکھا ہے کہ:

- میر الٰہی در احاطۂ مقبرہ حضرت شیخ بہاء الدین جانب
غرب مقبرۂ الیشان مدفن یافتہ و سنگی بر بالین قبرش
ایستادہ است کہ این کتبہ دارد:

میر الٰہی ملکِ مُلکِ نظم
بود در اقلیم سخن بی قرین
سال وفاتش طلبیدم زعقل
گفت: بگو، بود سخن آفرین

۱۰۶۳ھ

"سرو آزاد" اور "تاریخ اعظمی" کے بقول غنی کاشمیری نے جو تاریخ لکھی ہے اس سے سال (۱۰۶۴ھ) برآمد ہوتا ہے:

برد الٰہی، زجہاں گوئی سخن[1]

۱۰۶۴ھ

مرحوم محمد الدین فوق نے جب خود جاکر شیخ بہاء الدین کا مقبرہ دیکھا تو وہاں میر الٰہی کی قبر کا کوئی نشان نہیں تھا، فقط ٹوٹا ہوا کتبہ سنگی ایک گوشے میں پڑا ہوا تھا جس پر

---

[1] سرو آزاد ۸۵، تاریخ اعظمی ۱۵۳، تاریخ الافکار اور شمع انجمن میں بھی یہی سال (۱۰۶۴) ہے۔

Marfat.com

میرالٰہی کے اشعار کندہ تھے، لیکن الٰہی کا نام نہیں تھا[1]۔

ان کی شاعری اور اشعار کی تمام تذکرہ نویسوں نے تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ شاعر نازک مزاج اور خوش خیال تھے، درستی مضمون، زبردستی زبان اور تازگی خیال بھی حاصل تھی، نزاکت استعارہ اور تازہ گوئی میں کامل تھے اور ساتھ ہی خوش خلق اور درویش مزاج بھی تھے 'مجمع النفائس' میں ہے کہ: طغرای مشھدی نے

---

[1] تذکرہ شعرائے کشمیر ۱۲۶ میر علی شیر قانع نے ایک الٰہی شیرازی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

۔ آمدن دی (درتتہ) از دیوان شہرتی دریں سرزمیں تحقق شدہ۔

اور غزل لکھی جس کے یہ دو شعر ہیں

ای راز غمت فسانۂ دل　　وقف الم تو خانۂ دل

تا سوز تو در دلست آید　　دوزخ بطواف خانۂ دل　　(مقالات ص۳۱)

یہ وہی الٰہی شیرازی ہیں جن کے لئے اسپرنگر نے 'ہمیشہ بہار' کے حوالے سے میرالٰہی کے تحت میر صدرالدین محمد علی کے نام سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے باپ حکیم محمد شیرازی تھے جو اصل باشندے ہمدان کے تھے اور وہ (۱۰۱۰ھ) میں ہندوستان آئے اور حکمت کی وجہ سے شاہی دربار میں بہت آبرو پائی اور 'مسیح' لقب حاصل کیا۔

'سفینۂ خوشگو' اور 'ہمیشہ بہار' میں الٰہی اسدآبادی ہمدانی کے تحت حکیم صدرالدین بن علی بن محمد شیرازی مخاطب بہ مسیح الزماں و متخلص بہ الٰہی کا احوال لکھ دیا ہے، حالانکہ یہ دوسرا شاعر ہے جو میرالٰہی ہمدانی کا معاصر تھا اور اس کا ممدوح تھا۔ (مکتوب آقائی گلچیں معانی) نیز دیکھئے سفینہ خوشگو نسخہ سپہ سالار (شمارہ ۲۷۲۴) تذکرۂ نصرآبادی میں بھی (ص۵۱) حکیم ضیاءالدین (صدرالدین) کا ذکر ہے جو کاشانی تھے اور دربار جہانگیر میں پہنچ کر 'مسیح الزماں' کا خطاب حاصل کیا۔ میرالٰہی کے اشعار اس کی مدح میں انتخاب کے اندر دیکھئے۔

Marfat.com

کسی معاصر شاعر کو ہجو کہے بغیر نہیں چھوڑا، لیکن میر الٰہی کا اپنے رسالے میں جب حال لکھا ہے تو بڑے ادب اور احترام سے[1]۔

تقی اوحدی میر الٰہی کا معاصر تھا، اس نے 'عرفات' میں ان کا تذکرہ کیا ہے چونکہ یہ تذکرہ نادر ہے، اس لئے اس کی پوری عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے:

> ۔ مجموعہ کمال ہمہ دانی، میر الٰہی ہمدانی، نام وی میر عماد الدین محمود بن میر حجۃ اللہ سعد آبادی است۔ و سعد آباد از توابع ہمدان است۔ وی مدتی در شیراز[2] بکسب کمال اشتغال داشت۔ از انجا بہ عراق آمدہ، یکدو سال در صفاہان مکث نمود۔ و در سنہ ہزار و بیست و یک (۱۰۲۱ھ) بہ ہند آمدہ بصحبت وی در آگرہ رسیدیم۔ الحق جوانیست در غایت دقت طبع و ادراک عالی، بکمال شوخی فطرت و صفائی خاطر دارد۔ آب

---

[1] دیکھیے تذکرہ شعرائے کشمیر صلا اور یہ حال دیکھیے تذکرۂ شعرائے کشمیر (۲: ۷۶۷) میں۔

[2] اسپرنگر نے 'گنج الٰہی' سے ثابت کیا ہے کہ میر الٰہی ۱۰۱۵ھ میں اصفہان گئے اور دو سال وہاں رہے اور ۱۰۱۵ھ میں شیراز گئے استوری نے شیراز جانے کا سال ۱۰۱۰ھ لکھا ہے اور کہا ہے کہ اسپرنگر کے اس اشتباہ کو PER TSEH فہرست نگار نے اپنی فہرست میں دور کر دیا ہے، (۱: ۸۱۵) اسپرنگر نے، الٰہی شیرازی (حکیم صدر الدین) اور الٰہی ہمدانی کو ایک سمجھ لیا ہے (صلا) لیکن دوسری جگہ دیوان الٰہی کے تحت اس اشتباہ کو دور کر دیا ہے (ص۴۰۶)

Marfat.com

نغمش در نہایت عذوبت ، ابر فکرتش در غایت رطوبت
بر ہر گونہ سخن قدرتی تمامش ہست ، اگر توفیق مشق یابد
شاعری بغایت خوب خواہد شد ، تا غایت دو ہزار بیت
گفتہ ، ادراک درست رسای دارد وسخن نیز خوب میرسد
و در صفاہان ذوقی اردستانی را ا ہاجی بسیار[1] ، بر نحوی کہ
سنت شعرای عصر است ، گفتہ است ، والحال (۱۰۲۲-۱۰۲۴)
در ملازمت مہابت خان میباشد ..... (اشعار ۱۰۶ بیت)
..... وقتی در آگرہ با ہم بودیم ، وی ہم در آن حوالی بود ،
شعری چند تازہ گفتہ نزد مخلص فرستاد و بجہت مخلص خود
این رباعی ہم گفتہ داخل آنہا فرستاد ، بندہ ہم جواب
کردہ فرستادم[2]

میر الہٰی نے دو کتابیں تیار کیں ایک تذکرہ اور ایک دیوان :

۱- تذکرہ - خزینہ گنج الہٰی - کے نام سے (۱۰۴۲ - ۱۰۵۲ھ) لکھا ، جس کے چار سو شعرا کی فہرست اسپرنگر[3] نے صفحہ ۶۷ سے ۸۷ تک دی ہے - اس کا ایک نسخہ برلین میں ہے اور غالباً یہ وہی مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے جو شاہان اودھ کی ملک تھا اور

---

[1] آگے انتخاب میں دیکھیے ۔

[2] عرفات ورق ۱۲۲ - ۱۲۳ ارسال کردہ آقای گلچیں معانی ۔

[3] شعرائے قرن نہم و دہم اور کچھ شعرائے قرن ہشتم کے بھی ہیں حروف تہجی کے تحت ابن یمین سے ہمایوں بادشاہ تک شعرا موجود ہیں اس کے بعد یہ تذکرہ کامل نہ ہو سکا - اس تذکرے میں مؤلف نے دولت شاہ ، مجالس النفائس ، مذکر احباب ، مقالۃ الابرار ، مجالس عبدالقادر ، تحفہ سامی ، جواہر العجائب اور عرفات العاشقین کو مآخذ بنایا ہے لیکن زیادہ تر انحصار مذکر احباب اور تقی اوحدی پر ہے ۔

Marfat.com

بعد میں اسپرنگر نے برلن میں پہنچایا۔ وہاں نمبر (۶۴۶) پر موجود ہے۔

۲۔ میرالٰہی نے دیوان مرتب کیا تھا جو بقول صاحب 'شمع انجمن' پانچ ہزار اشعار پر مشتمل تھا اور بقول 'سخن سرایان ہمدان'، یہ دیوان ہندوستان میں خاص طور پر مشہور رہا[1]۔

راقم نے میرالٰہی کے اشعار تمام تذکروں سے انتخاب کرکے 'تذکرۂ شعرای کشمیر' میں دے دیئے ہیں۔ افسوس ہے کہ دیوان دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے میرزا غازی کے سلسلے میں کہا ہوا ان کا کوئی قصیدہ یا شعر نہیں مل سکا، عرفات نے ان کے جو اشعار نمونتاً دیئے ہیں وہ اس لئے یہاں درج کئے جاتے ہیں کہ تقی اوحدی کا تذکرہ نادر ہونے کی وجہ سے خواص تک کی رسائی سے باہر ہے:

صفحۂ سینہ ام بود، محضر (عشق) نوخطان ——— صورت زخمہا بر و ہست خط گواہیم

زبس گز دیدۂ من، دیدہ ہا را اشک غم گیرد ——— بمن گر چشم عینک بنگرد، از گریہ نم گیرد

شب کہ نم، در جگر و دیدۂ بیخواب، نبود ——— اشک را نیز فشردیم، درو آب نبود

رخسار تو آب، در رخ گل نگذاشت ——— زلف تو شکن، بجعد سنبل نگذاشت

تا ہمچو بہار، از گلستان رفتی ——— گل نوبت فریاد بہ بلبل نگذاشت

خاطر بلبل بگل شاد است، لیکن پیش من ——— داغہا بر روی ہم چون برگ گل چیدن خوشست

تا نسوزد ہمہ را، دلبر ما، ننشیند ——— شعلہ چون تند شود زود زپا ننشیند

نگہم گوشہ نشین خم ابروی کسی است ——— کہ عرق بر رخش از پاس حیا ننشیند

سرسبز گشت خوبیت، از نوبہار خط ——— سیراب حسن شد رخت از جویبار خط

---

[1] دیوان کے دو نسخے موجود ہیں:

(۱) برٹش میوزیم مورخہ ۱۰۴۲ھ شمارہ ۲۳۰، ۲۵ ۸۴۴

(۲) نسخہ الدھ مورخہ ۱۰۵۲ھ جو اسپرنگر کے ذریعے برلن میں پہنچا (فہرست اسپرنگر ص۵۳۳)

Marfat.com

باشد شرارهٔ شبنم روی گیاه ما — خاکستریست شعلهٔ دوزخ ز آه ما
فتح گروه معرکه تیغ شهادتست — زخمست حرز بازوی مرد سپاه ما

چشمی بدور چشم تو، بدنام خواب نیست — وز حیرت رخت حرکت در نقاب نیست
نیلوفرم بچشمهٔ مهر و وفا، ولی — در روزگار تیره‌بیتم آفتاب نیست

تا نشاء مجاز و حقیقت یکی شود — کاش! این دو باده راهمه در یک سبو کنند
از بخیه زخم لاله و گل بیشتر شود — راضی نیم که چاک دلم را رفو کنند

تا پی بزخم بند کنند، ناله هر قدم — از سینه رفته رفته، بلب چون دعا رسید

خون ز مژگان بقدح ریزم و مستانه کشم — کز پی گریه دهم باز بچشم تر خویش

مشتاق آب تیغ تو لب تشنه جان دهد — گر همچو موج غوطه در آب بقا خورد

از بسکه مرا، تفرقه در هر سر موئیست — اشک از مژه ام تا مژه، صد مرحله دارد

از مهر خود بکاه، و بیفزا بمهر دوست — بگذر ز کین دشمن، و بگذر ز کین خویش

از آه حسرتم، جگر شعله آب شد — وز آتش دلم، دل آتش کباب شد
بیداریٔ، کز و مژه برهم نمیزدم — در چشم بخت من گذر افگنده، خواب شد

در گریه زان دلیر نباشم که بی خبر — از دل مباد آبله‌یی را بدر کنم

زان خط سبز چرا بال گشوده است زهم — طوطی حسن ترا گر سر پروازی نیست

چو آسایش بنزمت کاش هرگز جا نمیکردم — که خود را چون نگاه بوالهوس رسوا نمیکردم
شکست کشتی دل، نامزد کردم بهر موجی — وگرنه خواب خوش، در بستر دریا نمیکردم

خواه آهو باش، خواهی شیر، در صحرای عشق — بی خبر منشین! که آن صیاد غافل میرسد

ز چشم افتادهٔ نازتوام، زان روی در محشر — بدوزخ گر برندم آتش از من زود بگریزد

ز آب روی تو، نظاره آب میگردد — ز طلعت تو نقاب، آفتاب میگردد
چو بر فروخته می بینمت ز آتش می — نگاه بر سر مژگان کباب میگردد

Marfat.com

شب آئینهٔ رخ سحرگاه منست   هرجا که غنیمت، چشم براه منست
تاری که به او لباس حسرت دوزند   ابریشم تاب دادهٔ آه منست

ستم رسیده ترا ز من کسی، زمانه نیافت   که دور من همه، ایام بینوائی بود

بشمع طور میبرا التجا، که در ره عشق   چراغ وادی ایمن، بدست خاشاکست

در این ایام قصیده ای در مدح مسیح الزمانی الهی گفته، این دو بیت از انجاست:

بس که ذکر تو باواز بلند   همه دم ورد زبان قلم است
راست چون مکتب طفلان همه روز   خانهٔ حجره ام پر نغم است

در دشت قناعت که نشیمن همه تفته است   ابری که بود خشک بجز بال هما نیست

نتوان قصاص خون من از تیغ او، گرفت   تاوان آب رفته، نشاید زجو گرفت

غافل بگلستان شد و از شرم عندلیب   در گل خزیده و پردهٔ شبنم برو گرفت

دو عالم گرچه بر روی نگار ما، حجاب آمد   ز پیدائی جمالش در نظر بیش از نقاب آمد

ازان ته جرعهٔ کز لعلت نصیب خاک بستان شد   لب هر گل که بوسیدم، از و بوی شراب آمد

افگنده کوه محنت هجرم از کمر مرا   برخاستن فتاد بعمر دگر مرا

اگر خواهی افسون پی، دفع غم   دم از تیغ لبستان و برخود بدم

از دوریت، ای تازه گل باغ مراد!   چون غنچهٔ چیده خنده ام رفت زیاد
گریان، چو پیالهٔ پرم، در کف مست   نالان، چو سبوی خالیم، در دم باد

صورت حال خانه خویش

ایکه ابر صدق رای روشن تو   ماه و خورشید، اعتراف کنند
کهنه ویرانه ایست مسکن من   که درو جوگیان طواف کنند
خفته ای گر درو کشاید چشم   مژه ها سقف را شگاف کنند

Marfat.com

زان عفونت، که در هوایش هست — مگسان دمبدم، رعاف کنند
نیست در وسعش، آن قدر میدان — که دو مور اندرو، مصاف کنند
هست گنجائشم درو ز انسانک — کاف را، جا بچشم قاف کنند
در عوض نخش منزلی، که توان — الفی اندرو، بکاف کنند
خوش آنکه بوقت تفک اندازی و جنگ — چون ماشه بجوا بانمت ای دلبر سنگ
زنگو نه سر فتیله در کار کنم — کز پس آتش برادری همچو تفنگ

در هجو ذوقی اردستانی وبینی او گفته است

برَبینیت، چو روداژدهای آتشبار — بود چو کرم شب افروز، در میانهٔ غار
چه بینی است که، در زیر گاو ماهی اگر — دهند گور ترا بعد مردن تو قرار
ز بس که، باشد از اندازهٔ لحد، بیرون — برون خاک، بماند بجای سنگ مزار
معالجی نتوان یافت به ز بینی تو — اگر زمانه کشد پل، بروی دریابار
دراز گشت سر بینیت، چو پای اجل — گره زنش چو دم اسپ، و حلقه ساز چو مار
زیاده هر چه بماند بپیچ بر سر خویش — نمانمای زن از صد هزار گز دستار
خدا نخواسته، گر بفگنی نظر بکتاب — ز بوی گندهٔ دماغت که هست مزبلهٔ زار
رمند مورچهای حروف از پس و پیش — مثال کبک، جهد نقطه بر یمین و یسار
کشیده دگر و سر تیز و پهن، بنیاد است — مگر بروی تو بینی، شدست موسیقار
ز بس که لاشهٔ بینیست سر باوج کشد — همیشه کرگس گردون، از و چرد مردار
تماقه گر طلبد بینی تو، چون شاهین — کند سهیل یمن، نه سپهر را یلغار
نگه رود بسر انگشت پای در رخ تو — چنانکه مردم پاکیزه در نجاست زار
نشسته بر کمر بیستون، بینی تو — سپهر عربده جو، چون کلنگ بر کهسار
بماه کینه بجوید پلنگ بر مروی — که ماه را همه شب، زیر پای اوست گزار

Marfat.com

نه آسمان بته آسیای بینی تست | چوارزنی که نماید بخاک در انبار
درو مقط زقلهای پای عوج نهند | دهند مجره یی گر زبینی تو قرار
خوشست کندن از انرد خیار بینی تو | که ساکنند سپشها درو، چو تخم خیار
زبان دراز چو تیری، سیاه دل چو تفنگ | دهان دریده چو زخم و گزنده نشتر دار
تو فیل مست و مرا خامه (چون) ابابلیت | پی هلاک تو اتش سنگ هجو در منقار
تو نیستی بمیان هر چه هست بینی تست | که از بنای رخت کنده باد این دیوار
هر صید راکه داد رهائی ز دام زلف | بر خاک می طپید و نظر سوی دام داشت
نگاه کس نشود محرم گریبانش | بروی باد نخندد، در گلستانش
نشسته همچو غریبان بکوی او گردم | که رفته رفته شود آشنا بدامانش

در احوال اسپ خویش

ای صاحب بنده پروری! کز تو | دوران تن عیش را همین دارد
اسپی دارم، که ضعف تن او را | چون صوفی زاویه نشین دارد
نسبت بکرشمه های رفتارش | رفتار رخ، صد آفرین دارد
فربه تر از دست مرکب شطرنج | کو طاقت حمل نقش زین دارد
در آب اگر رود، ز هم باشد | خاصیت اسپ کاغذین دارد
گفتم: داغی کنم ترا، گفتا: | مهر تو بمن نتیجه، کین دارد
اسپی که باسپ کاغذین ماند | کی طاقت داغ آتشین دارد

وقتی در آگره بودیم، وی هم دران حوالی بود، شعری چند تازه گفته نزد مخلص فرستاد، و بجهت مخلص خود این رباعی هم گفته داخل آنها فرستاد، بنده هم جواب کرده فرستادم:

Marfat.com

ادراست:

بر دوش سخن گر ز غلط باری هست — سهلست اگر مدد ز غمخواری هست
از داروی اصلاح شفا خواهد یافت — در بیتی اگر مصرع بیماری هست

جواب:

جز فیض الٰهی از کست یاری نیست — ادراک تو محتاج مددگاری نیست
نظم تو ز صحتست چون چشم بتان — در چشم بتان عیب ز بیماری نیست

شبی که بود خوشاینده تر ز صبح وصال — درو بتان خجل از عرض شعله های جمال
ز صفوِ رخ شب، مینمود طلعت روز — چنانکه عاقبت کارها ز صورت حال
ز بس که بود در آن شب ز فیض پرتو ماه — بدن چو شیشهٔ می پر ز نور مالامال
چو شخص لعبت موم از لبس نقاب بلور — ز بطن حاملگشتی عیان تن اطفال
فتادی از بمثل عکس بخت من، در چاه ء — بسان طلعت یوسف، در آمدی بخیال
ستاره بس که دران شب بخویش میبالد — کشیده قد، بنظر آمدی شهاب مثال
نگه چو بر فع مژگان فگند از رخ چشم — نمود چشمه لی از دور همچو آب زلال
بتی رسید خرامان که (رفت) پیش از دل — بسوی او برد آغوش من باستقبال
چو عیش تنگ منش بود، غنچهٔ دهنی — که جنبش نفسی را، درو نبود مجال
شکر لبی، که درخشنده ساق سیمینش — بود شکنجه کش بار سایهٔ خلخال
نگه، چو گوهر حسنش، بوزن جان سنجد — شود ترازوی آن چشم و مردمک مثقال
بعد کرشمه، چون آن رشک نوبهار رسید — چو برگ گل همه تن لب (شد) از برای مقال
چه گفت؟ گفت که: ای همچو مردی بیقدر! — چه گفت؟ گفت که: ای همچو دوستی پامال!
چو نوک خامه، چرا گشته لی گریبان چاک — چو نوح نقطه، چرا گشته لی پریشان حال
دلت چراست گره بر گره، چو خوشهٔ نخل — تنت چراست شکن در شکن، چو شاخهٔ نال

Marfat.com

کزان شکن چو گره سرفگنده ای شب و روز — وزان گره چو شکن دل شکسته ای همه سال

نرسته مو بتنت، بلکه از تن دره حوین (کذا) — دو انده رلیشه برون بو تهای خار ملال

ازان فسانه چو دلگیر شد لبشر، گفتم — که: ای نمکچش حسنت بکام عشق حلال

حدیث من بجگر خواری آشناست، مپرس — همان بهت که در پرده ماند این احوال

کدام قصهٔ من، زد در سراچهٔ گوش — که گریهٔ از ته دل نامدش باستقبال[۱]

---

[۱] عرفات ۱۲۲ - ۱۲۳ ارسال فرموده جناب آقای گلچین معانی از کتاب زیر تالیف «کاروان هند»

Marfat.com

بزرگ بکھری، میر

میر بزرگ، میر معصوم بکھری کا بڑا لڑکا تھا۔ میر معصوم نے اس کی تعلیم و تربیت میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ میر معصوم خود بہت اچھا خوش نویس تھا، بیٹے کو بھی خوش نویسی کی تعلیم دی۔ چنانچہ ذخیرۃ الخوانین کا بیان ہے:

"پدرش در تربیت او تقصیر نکردہ۔ خط خوب می نوشت۔ و در علم نظم و نثر دستگاہی داشت"[1]

تاریخ معصومی کی تالیف بھی میر بزرگ کے لئے ہوئی۔ چنانچہ میر معصوم نے خود لکھا ہے:

"....... در عقدۂ تسویف و تاخیر می ماند، تا درین ایام کہ قرۃ عینی و ثمرۃ فؤادی میر بزرگ جعلہ اللہ من عباد الصالحین باعث تحریر و تالیف و سبب تسوید و تصنیف این نمیقہ گردیدہ، علۃ غائی این وثیقہ گشت۔

---

[1] ذخیرۃ الخوانین ص۲۲۔

Marfat.com

لامحالہ متوجہ تسوید و ترصیف این اوراق گردید۔ باشد

کہ از مطالعہ احوال تربیت یافتگان مہد امکان و گزشتگان

بنی نوع انسان بلوازم خیر و شر و مواد نفع و ضرر وقوف و

اطلاع حاصل نمودہ، بحسن سیرت ہوشمندان آگاہ و نیکو

صفتان بارگاہ اہتدا یابد؛ و بہ سنن سنیہ و اخلاق رضیۂ

آن زمرۂ علیہ اقتدا کردہ، از شیوہ ناپسندیدۂ اہل نخوت و

غفلت و خصائل ایشان و شیمۂ ردیۂ ارباب بطالت و

عطلت اجتناب و احتراز نماید۔ ومن اللّٰہ التوفیق

والعصمۃ والعون۔

میر بزرگ، باپ کے بعد جہانگیر کے دربار میں ملازم ہوا سلطان خسرو[1] کی بغاوت کے دوران میں ایک دن مسلح سواروں نے اس کو راستے میں پکڑ لیا اور کوتوال کے سامنے پیش کیا کہ یہ بھی سلطان خسرو کے ساتھ ہے۔ جب یہ معاملہ جہانگیر کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے میر بزرگ سے اس کا جواب طلب کیا۔ میر بزرگ نے انکار کیا، بادشاہ نے کہا: اگر تم بغاوت میں شامل نہیں ہو تو تمہیں مسلح ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ میر بزرگ نے جواب دیا کہ میرے والد کی وصیت تھی کہ جب بھی پہرہ دیا کرو تو مسلح ہو کر دیا کرو! جس وقت مجھے گرفتار کیا گیا میں اس وقت چوکی پر پہرہ دے رہا تھا۔ اس پر چوکی نویس کو بلوایا گیا، اس نے میر بزرگ کے بیان کی تصدیق کی اور میر بزرگ کی جان بچ گئی۔[2]

---

[1] خسرو بن جہانگیر نے باپ کے تخت نشیں ہوتے ہی بغاوت کی اور پنجاب میں پکڑا گیا۔ لاہور میں جہانگیر کے سامنے پیش ہوا تزک جہانگیری اور دوسری تاریخوں میں اس کا حال موجود ہے۔ یہ واقعہ (۱۰۱۴ھ) کا ہے۔ [2] ذخیرہ ۲۱۹۔

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد جہانگیر نے اس کے والد کی جائداد اور نقدی واگزاشت کردی اور ساتھ ہی اسے ۱۰۱۵ھ میں قندھار کا بخشی بنا کر بھیج دیا۔[1] صاحب ذخیرۃ الخوانین نے اس کے کردار کا یہ حال لکھا ہے:

"زرہای پدر را باسراف خرج کرد و دماغی بہم رسانید، وسر تواضع بکس فرونمی آورد۔ نوکر بسیار داشت وبیش قرار نگاہ می داشت و باہیچ صاحب صوبہ نساخت وکیف خوردن از ہر قسم بافراط رسانید وظالم طبیعت گشت۔ عاملان پدر را بشکنجہ کشید و نوکر و غلولہ بآنہا می زد"۔

قندھار کے بعد اس کا تقرر دکن میں ہوا، وہاں وہ خاصی مدت تک رہا:

"در مند و برکاب سعادت حضرت جنت مکانی رسید و تعینات دکن متمادی ایام در آنجا گزرانید۔

اس کے بعد:

"چوں از حاصل جاگیر کفاف معیشت او نمی شد، ترک منصب وجاگیر کردہ در بھکر وطن خود مقیم گشتہ، باملاک و باغات پدر فارغ گردیدہ نشست"۔[2]

میر بزرگ کی خوراک و پوشاک کے متعلق ذخیرۃ الخوانین کا بیان ہے:

"و در بساط و پوشاک وخوراک بسیار لطیف بود"

قندھار کی بخشی گری پر کافی عرصہ تک رہا۔ سردار خان، مرزا غازی، بہادر خان، قرا خان،

---

[1] دیکھیے ڈیرہ غازی خاں کا کتبہ۔

[2] ذخیرۃ الخوانین ص ۴۱۹۔۴۲۰۔

Marfat.com

ابن بے اور قاضی خان وغیرہ اس کی بخشی گری کے زمانے میں قندھار کے صوبے دار رہے لیکن کسی کے ساتھ اس کی نہیں بنی[۱]

مآثرالامرا نے لکھا ہے کہ شاہ خرچی اور اسراف کی یہ حالت تھی کہ چالیس (۴۰) لاکھ روپے نقد جو اس کے والد نے چھوڑے تھے وہ تھوڑے ہی عرصہ میں خرچ کر ڈالے[۲]

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، میر معصوم نے اس کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ میر بزرگ نے نثر، نظم اور خوش نویسی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔ اس کی شاعری کے متعلق مقالات الشعرا کا بیان ہے کہ:

"طبع مذکی و فکر رسا داشتہ"

اس کا یہ شعر بھی بطور نمونہ درج کیا ہے:

دوش سودای سر زلف کسی کردہ گذر

سحر از ہر سر مو حلقہ بپایم پیچید

میر بزرگ کے بعد اس کی کچھ اولاد بکھر میں رہی جو آج تک وہیں ہے، اور کچھ حصہ خاندان کا ملتان چلا گیا جیسا کہ بلاخمن[۳] نے لکھا ہے۔ صاحب ذخیرۃ الخوانین نے اس کی ایک لڑکی کا ذکر کیا ہے جو میر خواجہ محمد چشتی کے عقد میں تھی۔

---

۱ ذخیرۃ الخوانین صـ۱۶۲، صـ۱۹

۲ مآثرالامرا۔ ج ۳، صـ۲۴۵۔ صـ۲۹۰ میرزا غازی کو جب قندھار میں روپوں کی ضرورت پڑتی تھی تو میر بزرگ سے قرض لیا کرتے تھے،

"و احوال خود ایشان بجائی رسید کہ از سرکار سردار خان و میر بزرگ (بن میر) معصوم قرض آوردہ خرچ بیوتات میساختند" (طاہری مطبوعہ ۲۰۵)

۳ بلاخمن صـ۳۵۸۔

Marfat.com

میر خواجہ محمد چشتی، سلطان مودود چشتی کی اولاد میں سے جن کا وطن شال، مستنگ تھا۔ بکھر اور قندھار کے درمیان بلوچ اور افغان ان کے مرید تھے، بہادر خان صوبدار[1] قندھار نے میر خواجہ پر بغاوت اور شاہ ایران کے ساتھ سازش کرنے کا الزام لگایا اور چاہتا تھا کہ اس کو گرفتار کرلے، لیکن میر خواجہ وہاں سے نکل آیا اور جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ کر منصب حاصل کیا اور قندھار کا قلعہ اس کے سپرد ہوا اس کے بعد یہ بکھر آیا اور میر بزرگ کی لڑکی سے عقد کیا۔ اس نے اپنی آخری عمر قصبہ سن پور[1] (؟) میں بسر کی اور وہیں وفات پائی۔

میر بزرگ کے ایک لڑکے کا ذکر تحفۃ الکرام میں ہے۔ لکھتا ہے:

"میر محمد زکریا ولد میر محمد بزرگ بن میر معصوم بکری کہ مذکور شد، بفرط بزرگی ظاہر و باطن زلیستہ۔ بہ سبب ارادت جناب شاہ خیر الدین[2] مذکور ساکن سکھر شدہ۔ بعد رحلتش

---

[1] ذخیرۃ الخوانین ص۲۲۴۔ شاید یہ قصبہ سید پور ہو۔

[2] یہ بزرگ سندھ کے ان چند مخصوص اولیای کرام سے تھے جن کے فیوض و برکات نے سندھ کو روحانی طور پر ارفع و اعلیٰ مدارج بخشے۔ شاہ خیر الدین نام والد کا نام سید احمد اور بغداد میں ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں تعلیم و تربیت پائی۔

جوانی کے عالم میں سندھ کی طرف سیر و سیاحت کے لئے تشریف لائے، کچھ وقت مخدوم نوح ہالائی کی خدمت میں بسر کیا۔ آخر سکھر (قدیم) میں جا کر سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۰۰۳ھ میں وفات پائی۔ ان کے مزار پر ایک شاندار گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔

تحفۃ الکرام میں ان کے متعلق لکھا ہے:

"از اولاد پیر پیران علیہ الرحمۃ۔ درگاہش مطاف اصناف

(جاری)

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ)

خلایق ومحل اجابت دعای اہل اللہ۔ (ص۱۴۰)

مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کے حالات اور ملفوظات کو ایک بزرگ حاجی پنھور نے قلمبند کیا ہے۔ اس کتاب کا نام "دلیل الذاکرین" ہے، یہ کتاب طبع نہیں ہوئی اور نادر الوجود ہے۔ اس میں مصنف نے چند حکایتیں شاہ خیرالدین کے متعلق بھی درج کی ہیں۔ ایک حکایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا ایک فرزند تھا جس کا نام محمد عارف تھا۔ مصنف لکھتا ہے:

"نقل است: از زبدۂ عارفان، محمد عارف ابن قدوۃ واصلان .... حضرت شاہ خیرالدین بھکری، کہ روزی مخدوم معظم (مخدوم نوح علیہ الرحمۃ) در مسجد بمحفل اہل دل بلسان فصیح در بیان بلیغ تفسیر آیہ کریمہ۔ فاستقم کما امرت۔ می فرمودند۔ ستونی بخندہ در آمد و بزبان حال بقدرت قادر برکمال ذو الجلال برکشاد، وگفت کہ "ما در نہال از زمین قابل سر برآوردیم۔ من راستی قامت اختیار کردم۔ عاقبت نتیجۂ راستی یافتم کہ ستون مسجد میمون شدم، و دائم الاوقات در صحبت فیض موہبت ہستم۔ و دیگرے کہ در جنب من بود بہ کجی گرائید و پیچ در پیچ شد، از خوف بریدند۔ آخر الامر آن را ہم بریدند و پارہ پارہ کردند و در مکانہا مختلف متفرق ساختند۔" (دلیل الذاکرین ص۱۵۱)

لکڑی کے ستون نے زبان قال سے اپنی روئیداد پیش کی یا زبان حال سے، اس سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں البتہ اس قصے سے اس کے ناقل محمد عارف ابن شاہ خیرالدین بھکری کا نام معلوم ہو گیا۔ دوسری حکایت اس طرح ہے:

(جاری)

Marfat.com

(جاری)

" نقل کرد درویش حسین عرف سوم، کہ بملازمت سرا سر سعادت، سید السادات، لازم البرکات اہل کشف و یقین شاہ خیرالدین بھکری کہ یکی از اکمل مرشد الوقت بوده، مشرف شدم - از زبان عزت ترجمان وی در حالت جذبہ چنیں ظاہر شد کہ ہفت پشت گزشتہ و ہفت پشت آینده، مریدان حضرت شیخ بہاء الدین زکریا از آتش دوزخ آزاد اند - و ہر کہ از یاران مخدوم معظم مخدوم نوح است، فردا روز جزا، با فرزندان حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا در جنت ہم جوار خواہد بود" (دلیل ص۲۸)

تیسری حکایت یہ ہے:

" نقل است کہ خدمت فیض موہبت مخدوم معظم (مخدوم نوح) حضرت شاہ خیرالدین بھکری شنیده کہ فرمودند کہ حق تلقین چنانکہ دادنی است، بکسی ندادم مگر فرزند خود را کہ جان بحق سپرد کہ طاقت تلقین در دنیا و دیگری را از اولاد غوث العالم شاہ خیرالدین، چوں فقرا را بذکر مشغول دیدی فرمودی کہ شما را تلقین ذکر نفرمودند، پس شما برای چہ ذکر می کنید و توبیخ کردی - حضرت زکریا بملاقات شاہ رفت و اظہار کرد کہ ما از ان می باشم کہ تلقینی کما ہو الحق ندارم - اما از دیدن روی مخدوم معظم (مخدوم نوح) چناں فیض مند شدم کہ اگر چہار صد زنار دار پیش می آیند،

(جاری)

Marfat.com

دو پسر نامی مخلف ماند، سید محمد علی شیر و سید محمد، بزرگ وفت گذشته "[1]

اس کے بعد ان کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ایضاً — دو پسر والا اختر گذاشته، میر عزیز اللہ، میر

(جاری)

بیک نظر مانند شما بدرجۂ ولایت رسند، وراہ ہدایت حق برآنہا روشن گردد۔ بعد حال از سرزنش فقرا زبان بربست وگاہی اظہار نکرد۔" (دلیل ص۳۳)

چوتھی حکایت یہ ہے:

نقل است کہ گاہی صاحب مجاہدہ درویش یحیٰی را وصحبتہ وحضرت شیخ محمود ابن صدیق فخریہ وسید السادات سید نصیرالدین مرید شاہ خیرالدین بھکری باہم صحبت کردند، واز طلب طالبان وذکر ذاکران سخن راندند۔ سید مذکور گفت کہ چہار بار تکرار اسم اللہ در ہر نفس از فقیر شدہ مدام می آید ومعاززبان وی آواز ذکر وآواز خواندن قرآن شنیدہ می شد۔ بعد ازان درویش یحیٰی اظہار کرد کہ چہار صد بار تکرار اسم اللہ در ہر دم از فقیر می شود، اما، ما این ذکر ہنوز در شمار نمی آرم کہ سوای آن مرتبہ ذکر مرتبہ ہاست کہ "مالا عین رات ولا اذن سمعت" (دلیل ص۳۵)

[1] تحفۃ الکرام ۳: ۱۳۱۔

Marfat.com

لطف اللہ ۔ میر عزیز اللہ عزیز مصر بزرگ گذاشتہ اند
ہم دو پسر ماند، میر کرم علی شاہ و میر گلاب شاہ درین
وقت یادگار آباست ۔

میر لطف اللہ ولد سید محمد دو پسر ماندہ، میر عزت علی
و میر احسان علی ۔ ایں ہر دو بزرگ زادہ حیات مسموع اند۔

میر علی شیر ولد میر زکریا موصوف و متصف باوصاف
آبا ز لیستہ، سہ پسر گذاشت؛ میر اسد اللہ میر عنایت اللہ
میر بزرگ ۔

منجملہ، میر بزرگ پسر گذاشتہ، میر شہباز علی، علی شیر
لقب، کہ اکنون در زمرۂ احیا مسموع ۔

میر اسد اللہ، نواسۂ میر اسد اللہ ولد میر علی شیر مذکور
جوانی با ستعداد است ۔ در مراد آباد میان مرادیاب خاں
وی را دیدہ بودم، طبع شعر داشتہ ۔ آرزوی تخلص
می کرد ۔ بموافقت نام "ساقی" تخلص و ۔ اسد اللہ
ساقی کوثر ۔ ازیں تخلص بسجع قبول فرمودہ ۔ اکنون در
سلک احیا منخرط مسموع [1]

میر بزرگ کے دوسرے لڑکے میرزا قندھاری کا ذکر ذخیرۃ الخوانین میں آیا ہے اور
لکھا ہے:

"مرزا قندھاری ولد میر بزرگ سہ ہپتی دہ سوار منصب

---

[1] تحفۃ الکرام ۳: ص ۱۳۱

Marfat.com

دادہ و تعینات تنہ است اوقات گذر او بر املاک

جد و پدر راست - حیای چشم و اہلیت و مردمی بسیار دارد"

غالباً یہ بیٹا اس وقت پیدا ہوا جب میر موصوف قندھار میں تھے اسی وجہ سے میرزا قندھاری نام رکھا گیا - ذخیرۃ الخوانین ۱۰۶۱ھ کی تالیف ہے ، گویا میرزا قندھاری اس وقت زندہ اور ٹھٹھ میں منصب دار تھے ، لیکن سرکاری طور پر آمدنی کم ہونے کی وجہ سے زیادہ تر اپنے اجداد کی املاک پر گزر بسر کیا کرتے تھے ۔

میر بزرگ کی خوش نویسی کا ذکر اوپر آچکا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ خوش نویسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے باپ کی طرح کتابہ نویس بھی تھا ، چنانچہ اس کے لکھے ہوئے مختلف کتبے آج بھی ملتے ہیں ، چند ایک کتبے جو دستیاب ہو سکے ہیں ہم یہاں درج کرتے ہیں جن میں میر بزرگ کی کہی ہوئی تاریخیں بھی موجود ہیں :

خانقاہ شیخ ناگوری کے کتبے

شیخ حمید ناگوری کی خانقاہ کے دروازے پر بجانب راست میر معصوم کا ایک کتبہ ہے جس پر ۱۰۱۰ھ سال کندہ ہے[۱] ، اسی کے ساتھ اس کے بیٹے میر بزرگ نے بھی اپنی جانب سے دو کتبے لگائے ہیں -

۱- پہلا کتبہ چار سطری ہے :

(۱) نامی بکشا چشم بعبرت دریاب — بنیاد زمانہ ہمچو نقشی است بر آب

(۲) با تو گویم کہ حاصل دنیا چیست — بیداری یک زمان و باقی ہمہ خواب

(۳) بتاریخ ۱۰۰۸ھ در خدمت نواب امیر محمد معصوم نامی بزیارت این مزار رسید

(۴) حررہ میر بزرگ

---

[۱] دیکھئے یہ کتبہ حیات میر معصوم تالیف راقم الحروف میں -

Marfat.com

۲- یہ دوسرا کتبہ میر بزرگ کی طرف سے تین سطروں میں ہے:

(۱)- عن سلیمان علیہ السلام اعظم المصائب فوت الوقت بلا فایدۃ

(۲)- حررہ العبد میر بزرگ بن امیر محمد معصوم النامی تخلصاً والبکری مسکناً

(۳) والترمذی اصلاً والحسینی نسباً وکان ذلک فی سنہ ثمان والف[1]

۳- شیخ حمید الدین ناگوری کی خانقاہ میں میر بزرگ نے یہ کتبے بھی کندہ کئے ہیں:

(۱) درحین مراجعت از ایران درملازمت نواب امیر محمد معصوم نامی

(۲) باینجا رسید و این چند بیت از خمسہ ایشان کہ درین ولا باتمام رسانیدہ

(۳) بودند تحریر نمود - در ۱۰۱۳ھ

۴- اسی کتبے کے نیچے یہ علیحدہ پتھر پر کندہ ہے:

(۱) از معدن الافکار — بحر زگرداب شدہ کاسہ گر
تا نمی از جود تو یابد مگر

(۲) از کتاب حسن وناز — حدیث لعل آں سرچشمہ نوش
شدہ پیراستہ لب چون در گوش

(۳) از کتاب اکبر نامہ — بگل چینیٔ آں گلستان شدم
سراپا صبا وار دامان شدم

(۴) از کتاب رای صورت — حسنست درم خریدۂ او
خوبی گل آفریدۂ او

(۵) از کتاب خمسہ متحیرہ — ہست برنامت ابتدای ہمہ
بتو آغاز و انتہای ہمہ

---

[1] یہ کتبہ رسالۂ تاریخ حیدرآباد جنوری ۱۹۲۹ء - انتخاب نادرہ از دیبی پرشاد اور ناگور از عبداللہ چغتائی میں بھی چھپا ہے - ان کتبات کے چربے پاکستان نیشنل میوزیم میں ہیں۔

Marfat.com

۲۔ ناگور کے ایک مقبرے کے کتبے

ناگور میں بیرون شہر جانب شمال محلہ آہن گران میں ایک مقبرے کے دو ستونوں پر یہ کتبہ کندہ ہے:

۱۔ تو خفتۂ براہ و کاروان تیز
منشین و چو گرد باد برخیز
نامی چہ نشستۂ درین راہ
می نہہ قدمی دراز کوتاہ

۲۔ گویند بود فاتحہ را یحۂ
زان فاتحہ بخش بکفت رائحۂ
بر روح گزشتگان فرست اعلاہی
محتاج دعائیم بخوان فاتحۂ
حررہ میر بزرگ ۱۰۰۸ھ[۱]

۳۔ جیسلمیر کے کتبے (فقیروں کا تکیہ)

جیسلمیر کے مشرق میں دہلی دروازے کے سامنے جودھ پور کے راستے پر ہندوؤں کے شمشان سے ملا ہوا اور تالاب گدھیسر سے شمال رخ ایک چھوٹا سا سفید پتھر کا مکان ہے۔ اب یہ عمارت ڈھہ گئی ہے اصل میں یہ مسجد تھی۔ تین محرابیں ابھی تک اس

---

[۱] رسالہ تاریخ۔ جنوری ۱۹۲۹ء۔ انتخاب نادرہ منشی دیبی پرشاد۔ ان دونوں کتابوں میں نہیں بتایا گیا کہ یہ کتبے کتنی سطروں پر مشتمل ہیں اس لئے سطروں کے نمبر نہیں لگائے گئے۔

Marfat.com

کی تصدیق کر رہی ہیں۔ عمارت کی بیرونی پیشانی پر، ستونوں اور اندرونی محرابوں اور دیواروں پر ہزاروں عربی فارسی اشعار اور فقرے اور اقوال و احادیث کندہ ہیں۔

پیشانی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے زمانے میں حاکم بھکر (میر معصوم) کی دوستی مہاراول بھیم سنگھ والیٔ جیسلمیر سے تھی۔ حاکم مذکور کو اکبر نے آگرہ طلب کیا تو وہ جیسلمیر سے ہو کر گیا تھا۔ یہاں مہاراول بھیم سنگھ نے اس کو چودہ دن تک اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا میر بزرگ بھی تھا۔ اس مکان کی اندرونی محراب پر یہ عبارت کندہ کی:

"عن سلیمان علیہ السلام - اعظم المعائب فوت الوقت بلا فائدۃ۔ حررہٗ العبد میر بزرگ بن میر معصوم النامی تخلصاً و البکری مسکناً، ترمذی اصلاً و الحسینی نسباً دکان لما ذالک فی سنہ ثمانیۃ والف۔"

یہ عبارت تلخیص ہے میر مراد علی کے مضمون کی جس کو کئی سال ہوئے راقم نے (یادگار میر مراد علی صفحہ ۳۰۶ - ۳۰۸) کے حوالہ سے رسالہ تنویر، مئی ۱۹۳۲ء سے نقل کیا تھا۔

کئی سال گزرنے کے بعد اور پاکستان بننے کے بعد بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہ پورے کتبے حکومت ہند کے محکمہ آثار قدیمہ نے نقل کرائے ہیں، راقم الحروف نے اپنے عزیز دوست جناب مالک رام صاحب کو لکھا جس پر حضرت موصوف نے سولہ (۱۶) کتبوں کی نقلیں مہیا کر کے مجھے بھیج دیں۔ یہ تمام کتبے چونکہ میر بزرگ سے متعلق ہیں اس لئے یہاں اسی طریقے اور ترتیب پر من و عن دیئے جا رہے ہیں جس طرح نقل ہو کر میرے پاس پہنچے ہیں۔

نقل کنندہ کا قول ہے کہ یہ تمام کتبے جس عمارت پر ہیں اس کو "فقیروں کا تکیہ"

Marfat.com

کہتے ہیں۔ جیساکہ میر علی مراد کی یادداشت میں ہے کہ یہ مسجد ہے۔ ایسا نہیں ہے۔

کتبات

۱۔ دروازے کے اوپر سردر پر یہ کتبہ دو سطروں میں کندہ ہے:

(۱) قدم بردار ناقی! وقت کار است — کہ شخص عمر، برصرصر سوار است

(۲) بیا بگذر! ازیں زال جہان نام — کہ ناکامیست ازوی، حاصل کام[لہ]

(سائز 30/20.1 M.C.)

۲۔ اسی جگہ یہ دو سطریں ہیں:

(۱) زدشیشۂ چرخ سنگ، برساغر ما — خون شد چو انار دانہ، دل دربر ما

(۲) گردی ننشستہ بود، برافسر ما — اکنون، بنگر خاک سیہ، برسر ما

(سائز مندرجہ بالا)

۳۔ اسی کے ساتھ یہ دو سطروں کا کتبہ ہے:

(۱) ما آمدہ بودیم دریں باغ، بگشت — چوں ابر بروی سبزہ، چوں باد بدشت

(۲) چوں نرگس برخار، ناگاہ از خواب — تا چشم کشادیم، زہم عمر گزشت

(سائز 26/20.1)

۴۔ اسی جگہ یہ دو سطریں ہیں:

(۱) ہاں ناقی ہاں! بخویش یکدم پرداز — مردانہ لباز، توشۂ رفتن ساز

(۲) داری درپیش، بس رہ دور و دراز — ای کاش! امید آمدن بودی باز

(سائز 29/90)

لہ اشعار میں رموز اوقاف کا اضافہ میں نے اپنی طرف سے کیا ہے۔

Marfat.com

۵ - ساتھ ہی یہ دو سطریں ہیں:

(۱) ای تازہ و تر، شگفتہ مانندۂ گل — بنگر، سوی اوراق پراگندۂ گل

(۲) ایام بقای زندگانی ..... بمثل — چوں گریۂ شبنم است، چوں خندۂ گل

(سائز 1.22 M / 27 C)

۶ - جنوبی دیوار کے باہر کی طرف یہ کتبہ ہے:

(۱) چوں درمیاں نواب ابوی امیر محمد معصوم

(۲) د حکومت دستگاہ راول بینو نسبت

(۳) ویگانگی بود، بنابران باستدعا ر راول جیو درین منزل

(۴) دہ روز اتفاق مقام افتاد سنہ ہزار و دہ العبد میر بزرگ

(سائز 92 . 63 M . C.)

اس کتبے سے ظاہر ہے کہ جس کو آج "فقیروں کا تکیہ" کہا جاتا ہے۔ میر معصوم نے آگرہ جاتے ہوئے جب یہاں بربنار دوستی راجہ راول، دس دن قیام کیا اور میر بزرگ بھی ان کے ساتھ تھے اس وقت یہ عمارت میر معصوم نے بطور یادگار بنائی اور حسب دستور میر بزرگ نے یہ کتبہ ۱۰۱۰ھ میں اپنے والد کے کہنے پر کندہ کرکے نصب کیا۔[1]

۷ - دروازے کے سردر پر یہ کتبہ ایک سطر میں ہے۔

(۱) شد بیتو، مرا نالۂ کوتاہ نفس — بی نالۂ بلبل نمی برد راہ، نفس

از ضعف چناں شدم کہ اندر دم مرگ — بیروں نرود، بی مدد آہ نفس

(سائز 2.30 M / 20 CM)

۸ - دوسرا پتھر اسی جگہ پر ہے جس پر یہ شعر اور عبارت (غالباً) ایک سطر میں کندہ ہے:

---

[1] اگلے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت ۱۰۰۸ھ میں میر معصوم نے بنائی تھی۔

Marfat.com

(۱) نامی! از خرد دوش، دلم کرد سوال
کز رفته و آینده، بیا! کی احوال

گفتا چه خبر؟ رفتگان نیست اثر
آینده چو رفته دان، چه می پرسی حال

بندگان حضرت اعلا بایلچی گری عراق نواب سیادت پناه ابوی امیر محمد معصوم بکری را رخصت نمودند، و در ۱۰۱۰ھ ازینجا عازم بکر شدند حرره میر بزرگ -

(سائز 20c / 20M ۰5)

مندرجہ بالا سال (۱۰۱۰) میں یہ کتبہ لگا ہے - غالباً بکھر سے آگرے جاتے ہوئے جیسلمیر سے ہوکر راستہ جاتا تھا -

۹ - دوسرا کتبہ اسی جگہ پر ایک سطر میں:

(۱) جام از می عیش، تلخکام افتاده
وین مجلس باده، ناتمام افتاده

بنگر! ز حریفان می و جام افتاده
مستانه بخواب، هر کدام افتاده

ای آنکه تو! چون باد صبائی، در گشت
گر سوئی چمن خرامی وگر سوی دشت

چون زیر زمین جای تو گردد، دانی!
تا در تهِ خاک، بر سرِ ما چه گزشت

(سائز 20/ 5.15)

۱۰ - اسی مکان پر ایک ہی سطر میں یہ کتبہ ہے:

(۱) گویند: بود فاتحه را فایحه
زان فایحه، بخش نکهت رایحه

بر روح گذشتگان، فرست اعلائے
محتاج دعائیم! بخوان فایحه

میر معصوم آن سیادت منزلت
ساخت اینجا از پی برنا و پیر

سال تاریخش چو جستم از خرد
در زمان گفتا: بناے دلپذیر[۱]

۱۰۰۸ھ
۹۰۰۰

(سائز 20c / 5.92 M)

---

[۱] میرے پاس کتبہ اسی طرح لکھا ہوا پہنچا ہے لیکن اس سے تاریخ ۱۰۰۸ھ نکلتی ہے دکر ۱۰۰۰ھ -

Marfat.com

۱۱ - اسی عمارت پر دوسرا کتبہ ایک ہی سطر میں یوں ہے :

درسنہ ہزار و ہشت ہجریہ کہ بندگان خلافت پناہی ظل الٰہی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی خلد ملکہ ابداً - نواب سیادت پناہ فصاحت و بلاغت دستگاہ امیر محمد معصوم النامی تخلصاً والبکری مسکناً ولد میر سید صفائی الترمذی اباً و بن سید شیر قلندر بن بابا حسن ابدال جداً (را) از خدمت قندھار طلب فرمودہ بودند، در حین نزول بدین مقام بنای این بقعۂ خیر نہادند، حررہ العبد میر بزرگ ولد امیر محمد معصوم

نامی بکشا چشم بصیرت دریاب — بنیاد زمانہ ہمچو نقشی است بر آب
باتو گویم کہ حاصل دنیا چیست ؟ — بیداری یکزمان و باقی ہمہ خواب

(سائز 10.30/20)

اس کتبہ سے ظاہر ہے کہ یہ عمارت بطور یادگار میر معصوم نے (۱۰۰۸ھ) میں بنوائی، در آنے جانے میں اس پر کتبوں کا اضافہ ہوتا رہا ہے -

۱۲ - اسی عمارت پر ایک ہی سطر میں یہ کتبہ ہے :

ای تازہ و تر شگفتہ مانندۂ گل — بنگر سوی اوراق پراگندۂ گل
ایام بقای زندگانی بمثل — چوں گریۂ شبنم است چوں خندۂ گل
فریاد رحیل از ہمہ کس میشنوی — آواز درا زپیش و پس میشنوی
کردہ ہمہ شبگیر بسر منزل دور — تو خفتہ بره بانگ جرس میشنوی

(سائز 6/20)

۱۳ - اسی عمارت پر ایک سطر میں :

نامی من ازین پشیمان رفتم — ناچیدہ گلی، ازین گلستان رفتم
بودم دو ہزار آرزو در دل بیش — ناکردہ یکی از و بسامان رفتم

(سائز 2.25/20)

Marfat.com

۴۔ جیسلمیر گورنمنٹ سیکنڈری اسکول

کتبات زیر نظر جیسلمیر میں اس مکان پر لگے ہوئے ہیں جس میں اس وقت گورنمنٹ سیکنڈری گرلس اسکول ہے ۔ اور کتبات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمارت بھی میر معصوم نے ۱۰۰۹ھ میں بنائی ، اور اس پر میر بزرگ نے تاریخی کتبہ لگایا ۔

۱۴۔ یہ کتبہ داخلی دروازے کی پیشانی پر باہر کی طرف سے دیوار میں لگا ہوا ہے اور کتبے میں تین سطریں ہیں :

(۱) ایں تازہ بنا چو، میر معصوم نہاد — چرخ فلکش دید و بر و تحسین گفت
ہنگام بنا، چو خلعت کردند دعا — از ہر طرفی خیل ملک آمین گفت
(۲) چوں بود زسنگ، سال بنیادش — بنیاد نمود خانۂ سنگین گفت

۱۰۱۳

(۳) نواب سیادت پناہ ابوی ام ایر محمد معصوم البکری النامی المخاطب بامین الملک بجہتہ یادگار این عمارت بنا فرمودہ سنہ ۱۰۱۳ھ

(سائز 42 C / 2.10 M)

آخری مصرعے سے (سال ۱۰۱۳ھ) برآمد ہوتا ہے ، لیکن کتبہ میر بزرگ نے (۱۰۱۴ھ) میں نصب کیا ہے ، جب کہ عملی ملازمت سے میر معصوم سبکدوش ہو کر اور امین الملک کا عہدہ لے کر (۱۰۱۴ھ) میں آگرے سے اپنے وطن واپس آ رہے تھے ۔

۱۵ ۔ یہ کتبہ اسی عمارت کے ایک ستون کے بالائی حصے پر تین سطروں میں کندہ ہے :

(۱) در جیسلمیر خانۂ فرمود — میر معصوم آں جہان کرم
(۲) تا خلایق ہمی بیا ساید — اندریں منزل چو باغ ارم
(۳) کرد تاریخ سال میر بزرگ — در زمان خانۂ نشانہ رقم

Marfat.com

اس کتبے سے ظاہر ہے کہ اس عمارت کا اندرونی حصہ (۱۰۱۴ھ) میں بنا جس کی تاریخ "خانۂ نشاز" سے نکلتی ہے اور بنیاد نمود خانۂ سنگین ابتدائی تعمیر کی تاریخ ہے۔
۱۰۱۴ھ ۱۰۱۳ھ

۱۶۔ اسی کے ساتھ یہ کتبہ دس سطروں میں کندہ ہے:۔

(۱) نواب سیادت و

(۲) نقابت پناہ ابوی ام

(۳) امیر محمد معصوم بکری

(۴) المتخلص بالنامی و

(۵) المخاطب بامین الملک

(۶) این سر منزل بجہتہ

(۷) اسایش خلایق بنا نمود

(۸) حررہ العبد

(۹) میر بزرگ

(۱۰) سنہ ۱۰۱۴ھ

(سائز 32 c / 1.00 m)

۵۔ منارۂ میر معصوم کا کتبہ۔ سکھر

سکھر میں، میر معصوم کے گورستان میں نہایت شاندار منارہ ہے جس میں اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں ہیں، سیڑھیوں کے لئے جو داخلی دروازہ ہے، اس کی پیشانی پر سرخ پتھر پر میر بزرگ کا بارہ سطروں پر مشتمل مندرجہ ذیل کتبہ درج ہے۔

(۱) بنا رھذا المنارفی زمان

(۲) سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

(۳) بدرِ فلک علا محمد معصوم

(۴) کز وی بزمانہ صیت نیکو نامیست

Marfat.com

(۵) افراشت چنیں بنار عالی، کہ ز قدر

(۶) افراختہ سر بچرخ مینا فامیست

(۷) تاریخ بنار او ملایک از عرش

(۸) گفتند: جہان نما منار نامیست

(۹) میر معصوم آن رفیع القدر

کہ از کار دین بآئین است

(۱۰) کرد طرح منار، تا گویند

کین پی یادگار دیرین است

(۱۱) پیر چرخ، از برای تاریخش

صاف عرشے بریں بگفت این است

(۱۲) قابلہ میر بزرگ بن سیادت پناہ میر محمد معصوم[۱]

مندرجۂ بالا تاریخوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ (۱۰۰۲ھ) میں اس کی بنیاد میر معصوم نے رکھی اور ۱۰۱۵ھ میں میر بزرگ نے گویا اس پر یہ تاریخی کتبہ لگایا۔

۶۔ لغاری تحصیل یارکھان کے مقبرے کا کتبہ

ڈیرہ غازی خان کی لغاری تحصیل یارکھان سے متصل پشین روڈ پر ایک مقبرہ ہے جس پر چند کتبے ہیں، جن میں سے ایک کتبہ ہتھو رام نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر بزرگ ۱۷ رمضان ۱۰۱۵ھ کو قندھار جاتے ہوئے وہاں سے گزرے تھے، کتبہ پتھر پر ہے اور عبارت یہ ہے:

بتاریخ ہفدھم ماہ رمضان ۱۰۱۵ھ بحکم بندگان حضرت نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی بکمک قندھار تعین شدہ بود، ازین منزل عبور

---

[۱] اس منارہ اور گورستان کی تفصیلات ملاحظہ ہوں میری کتاب "حیات و آثار میر معصوم بکھری" میں۔

Marfat.com

نمودہ ۔میر بزرگ ابن نواب مرحومی میر محمد معصوم بکری المتخلص نامی [1]

یہ کتبہ اہم ہے اس لئے کہ اس میں قندھار جانے کا سال، ماہ اور تاریخ درج ہے، میر معصوم نے ۶ رذی حج بروز جمعہ (۱۰۱۴ھ) کو انتقال کیا اور ۱۷ رمضان (۱۰۱۵ھ) کو میر بزرگ قندھار کی مہم پر مقرر ہو کر یہاں سے گزرے گویا والد کے فوت ہونے کے ایک سال بعد میر بزرگ کو بکھر سے روانہ ہونا پڑا ۔

۷ ۔ افغانستان کے کتبات

میر معصوم خود قندھار میں (۱۰۰۳ ـ ۱۰۰۷ھ) رہے ، میر بزرگ بھی مرزا غازی کے دور میں (۱۰۱۵ تا ۱۰۲۲ھ) قندھار میں تھے ، پھر دونوں باپ بیٹے ایران (۱۰۱۲ھ) گئے اور قندھار ، فراہ ، ہرات کے راستے سے ہوتے ہوئے تربت جام سے ایران میں داخل ہوئے ۔ میر معصوم جن راستوں سے گزرے وہاں پہاڑوں ، عمارتوں ، مقابر اور کارواں سرائوں پر اس نے کئی ایک کتبے کندہ کئے جو ان کے اس سرکاری سفر کی یادگار کے طور پر اب بھی کہیں کہیں مل جاتے ہیں [2]

اس علاقے میں کتنے کتبے میر معصوم کے ہیں اور کتنے میر بزرگ کے ؟ یہ توضیح طور پر معلوم نہیں ، لیکن میر بزرگ کے بعض کتبات کا نشان ہمیں آقای عبدالحیٔ حبیبی کی کتاب ' تاریخ افغانستان درعصر گورگانی ' کے ذریعہ ملتا ہے ۔عبارتیں اس محترم عالم نے نہیں دیں ، لیکن مقام اور کتبات کا نشان دے دیا ہے ۔ اسی وجہ سے یہاں سردست ہم میر بزرگ کے کتبات کی فہرست دینے پر اکتفا کر رہے ہیں ۔

۱ ۔ مزار سید عبدالجلیل (شاہ مقصود)

---

[1] ہتھو رام تاریخ بلوچستان ۔

[2] یہ کتبات میر معصوم کی سوانح والی کتاب میں ملاحظہ ہوں ۔

Marfat.com

میر بزرگ نے سید عبدالجلیل بن سلطان خلیل بن سلطان محمد (متوفی ۸۵۴ھ) کے مزار پر کئی کتبے لگائے ہیں۔ سید عبدالجلیل مشہور اولیا میں سے تھے اور اُن کا مزار قندھار کے شمال میں ۴ میل پر شاہ مقصود خاکریز کے مقام پر ہے، اس مزار کی عمارت بھی میر بزرگ نے بنوائی اور بعد میں (۱۰۵۵ھ) شاہ صفی صفوی کے دور میں اس صفوی پادشاہ نے بھی کتبے کندہ کرائے ہیں[1]

۲- کوہ شوراب جادۂ فراہ

جب میر معصوم ایران جا رہے تھے اور بقول حبیبی میر بزرگ بھی ان کے ساتھ تھے، تو راستے میں ہراۃ جاتے ہوئے "حدود دلارام فراہ۔ کوہ شوراب کے پاس، فراہ کے عین راستے" پر میر بزرگ نے ایک عمارت بنائی (۱۰۱۲ھ) اور کوہ شوراب پر کتبہ کندہ کیا[2]

میر بزرگ کا انتقال ۱۰۴۴ھ[3] میں ہوا اور اپنے باپ کی چوکھنڈی میں دفن ہوئے۔ ان کی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے[4]

---

[1] تاریخ افغانستان در عہد گورگانی ص۱۹۶

[2] تاریخ افغانستان در عہد گورگانی ص۱۹۵-۱۹۶ یہ عبارتیں عین اسی طرح نقل ہوئیں جس طرح کتاب میں ہیں، اگر کتبے سامنے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ یہ عمارتیں میر معصوم کے حکم سے بنیں یا میر بزرگ نے بنوائی تھیں۔

[3] مآثر الامرا ۳: ۳۲۸ - ۳۲۹ - ذخیرۃ الخوانین خطی ۲۲۰۔

[4] مقابر کے نقشے اور دیگر تفصیل "حیات آثار میر معصوم" میں دیکھیں۔

Marfat.com

برمی کوز

میخانہ کے مصنف نے برمی تخلص کے شاعر کو بھی مرزا غازی کے درباریوں میں شامل کیا ہے ۔ مرشد بروجردی ، ملا اسد قصہ خوان ، طالب آملی ، میر نعمت اللہ وصلی کو گناتے ہوئے برمی کے لئے لکھا ہے :

۔ وبرمی کوز و دیگر مردی ازین عالم بسیار بہ الیشان بودہ اند[1]

مولانا محمد شفیع مرحوم اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ :

۔ ممکن ہے یہاں برمی کرجی مراد ہو ، جو کچھ عرصہ تک شیراز میں رہا اور پھر ہندوستان آکر گجرات میں مقیم ہوا ۔ اس نے (۱۰۲۸ھ) میں پدماوت نظم کی ، جب کہ اس کی عمر ۷۰ برس کی تھی ، البتہ اس کا مرزا غازی کے پاس ہونا کسی کتاب میں نظر نہیں آیا ۔[2]

---

[1] میخانہ چاپ شفیع ۲۲۹ و چاپ گلچیں ۔

[2] میخانہ تعلیقات شفیع ص۳ ۔ بودلین کے کیٹلوگر نے ۷۰ برس عمر لکھی ہے ، اسپرنگر نے عمر کا ذکر نہیں کیا ۔

Marfat.com

پدماوت کے اس قصے کو اسپرنگر نے عنوان دیا ہے - پدماوت یا رت پدم تصنیف بزمی - اور لکھا ہے کہ:

- یہ رت سین اور پدم کی کہانی (۲۰۱۴) ابیات پر مشتمل ہے اور بزمی کرج (KARJ)[1] نے اس کو تصنیف کیا ہے شیراز میں کچھ عرصہ رہا اور پھر جہانگیر کے دور میں گجرات میں آکر ٹھہر گیا، مثنوی اس نے ۱۰۲۸ھ میں لکھی، جس کا سال ان اشعار سے برآمد ہوتا ہے:-

در سال ہزار بیست وہشت	ایں سلک خیال منتظم گشت
شد با سہ ہزار چار دہ در	ایں درج زموج طبع من بر

ابتدا اس شعر سے ہوئی ہے:

اے نام تو نقش لوح جانہا	درماندہ بوصف تو زبانہا

تخلص اس طرح لایا ہے:

بزمی! روش زمانہ این است	دریای ورا کرانہ این است[2]

آقای احمد گلچین معانی نے بزمی کو ز پر حاشیے دیئے ہیں ان کا حال تقی الدین اوحدی سے لیا ہے، جس نے لکھا ہے:

- گرجی الاصل تھے، شیراز میں بڑے ہوئے، ہرات میں کچھ عرصے بسر کرنے کے بعد وہاں سے ہند میں آئے میں نے ان کو گجرات میں دیکھا، جہاں وہ مرزا عبداللہ خاں مخاطب

---

[1] کرج تہران کے قریب ہے جہاں سے تہران کو پانی پہنچتا ہے -

[2] اسپرنگر ۲۷۶ بودلین میں بھی اس کا نسخہ ہے ۱۱۳۵ -

Marfat.com

بہ نوازش خان بن سعید خان چغتائی کی ملازمت میں تھے،
کچھ عرصے کے لئے بغیر کسی ملازمت یا سلسلے کے ویسے ہی پھرتے
پھراتے بھی رہے۔

مولانا نظیری نیشاپوری نے دوستداری کی وجہ سے ان کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور کوششیں کیں، عبداللہ خاں فیروز جنگ اور دوسرے آدمیوں سے ان کے لئے انعام مہیا کئے اور خود بھی۔ انسانیات متواتر و احسانات وافر برتے۔

مولانا نظیری جب فوت (۱۰۲۳-۱۰۲۲-۱۰۲۱ھ) ہوئے تو ان کے ورثا سے بزمی کو شکایت پیدا ہوئی اور مولانا مرحوم کے لئے ہجو آمیز تاریخ کہہ ڈالی۔ بزمی کی اس حرکت پر تقی اوحدی نے لکھا ہے:

.... غرض ازین مقولہ آنکہ اگرچہ در شاعری صاحب طبیعت
تازہ گوئی و خوش فہم بود، اما با شخصی کہ ولی نعمت و مربی و
استاد صاحب حقوق باشد بعبث زشتی کردن و چنین مزخرفی
بعرصہ آوردن، بغایت بدذاتیست، و اگر کمینہ مدد
وحمایت او نمیکردم آزار بلیغ بوی میرسانیدند[1]

اوحدی نے اس کو گجرات میں چھوڑا اور خود گجرات سے چلا آیا، بعد میں سنا کہ غرۂ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ کو وہ وفات پا گیا۔

بزمی نے بقول اوحدی تین ہزار کے قریب شعر کہے تھے، نمونے کے لئے یہ اشعار دیئے ہیں۔

میترا وید از لب ہر داغ من، صد چشمہ خون
شوق حاصل موبمویم را گلستان کردہ بود

---

[1] میخانہ چاپ گلچین ۲۹۳۔

Marfat.com

نیستم از ماتم پروانہ آگہ ، لیک دوش

شمع را دیدم ، کہ گیسوئے پریشان کردہ بود

چہ داغہا زکہ ازین ، بر دل مسیحا نیست

کہ چوں شہید غمت سرخروی فردا نیست

ز بیقراری عشقست ، دست شوق دراز

وگرنہ ایں گنہ ، از جانب زلیخا نیست

تو خواہ وعدہ وفا کن زلطف و خواہ مکن

کہ میزبان ترا قدرت تقاضا نیست

ایک غزل اور بھی اوحدی نے غلطی سے ان کے نام سے دی ہے ، جو دراصل مخفی رشتی کی ہے[۱]۔

زتاب عشق تو ، زانگونہ دوش ، تن میسوخت

کہ ہر نفس زتف سینہ ، پیرہن میسوخت

مخزن الغرائب میں بھی غلطی سے یہ غزل بزمی گرجی کی طرف منسوب کی گئی ہے[۲] اسی غزل کے دو شعر تذکرۂ حسینی میں بھی آئے ہیں ، اور اس میں ان کو :

۔ سراج کاشانہ ، نیکو نظمی شاعر شعلہ طبع ملا بزمی

خوشگو است[۳]

لکھا گیا ہے۔

مخزن الغرائب نے یہ دو شعر زاید دیئے ہیں :

بزرگان را ، فلک محتاج خوردان میکند ، ورنہ

چرا باید کشودن لب بہ پیش قطرہ دریا را

---

[۱] میخانہ ص ۲۹۴۔

[۲] مخزن الغرائب ، چھاپ ڈاکٹر محمد باقر ۱۹۶۸ ص ۳۲۹۔

[۳] " " " " " ص ۲۰۲

نیستم از ماتم پروانہ آگہ لیک دوش　　شمع را دیدم، کہ گیسوی پریشان کردہ بود[1]

اوحدی نے جو سال وفات لکھا ہے، اور وہ غلط نہیں ہے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ 'پدماوت' والا بزمی کوئی اور شخص تھا جو کرج (KARAJ) کا رہنے والا تھا، کرج اور گرجی کے اشتباہ نے دو شخصیتوں کو ایک کر دیا ہے۔

میرزا غازی کے ساتھ وابستگی کا ذکر 'میخانہ' کے سوا کسی کتاب میں نہیں آیا، قرین قیاس ہے کہ بزمی کو زہرات سے جب ہند کے لئے چلا تو پہلے قندھار میں پہنچ کر کچھ عرصے کے لئے میرزا غازی سے وابستگی پیدا کرلی ہوگی، (۱۰۲۱ھ) میں ان کے فوت ہو جانے کے بعد گجرات پہنچا جہاں عبداللہ خاں فیروز جنگ نے۔ جن کے ساتھ غازی کی وفات کے بعد طالب آملی بھی کچھ عرصہ وابستہ رہا۔ بذریعہ نظیری مالی اعانت حاصل کی۔

---

[1] مخزن الغرائب چاپ ڈکٹر محمد باقر ۱: ۳۳۰۔

Marfat.com

چرکس، خسرو خاں

اس کی سیاسی زندگی کے حالات میرزا کی سوانح میں گزر چکے ہیں، جانی بیگ کے دور سے اس کا نفوذ شروع ہوا جو ترخانی دور کے اختتام تک برابر قائم رہا، جب میرزا غازی کی وفات کے بعد خسرو نے عبدالعلی ترخان کو جہاں گیر سے اجازت لئے بغیر سندھ کے تخت پر بٹھایا، اس وقت یہ بھی پورے ترخانی قبیلے کے ساتھ جہانگیر کے دربار میں معتوب ہوکر پہنچا ان معتوبین کو میر عبدالرزاق معموری نے ٹھٹھ سے لے جاکر بتاریخ ۲۶ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ (جمعرات) کو اجمیر کی منزل پر شاہی دربار میں حاضر کیا تھا[1]۔ ترخان نامہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

> ـ چوں عبدالعلی خان ترخان وخسرو خان وغیرہ منسوبان میرزا غازی خان کہ در تتہ وقندھار بودند، بنظر اشرف اقدس گزشتہ اند، حکم شد کہ: عبدالعلی وخسرو خان و پسرش را محبوس سازند![2]

---

[1] تزک جہانگیری ص۱۱۱ ـ

[2] ترخان نامہ ص۹۳ ـ

Marfat.com

آگے چل کر ترخان نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خسرو خاں چرکس بندی خانے میں فوت ہوا[۱]۔ گویا ۱۰۲۲ سے لے کر ۱۰۲۸ھ تک وہ اجمیر کے قید خانے میں رہا اور اسی سال اس نے وفات پائی، اس کی قبر خواجہ معین الدینؒ اجمیری کے احاطہ میں (متصل حجرہ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ) آج تک موجود ہے جس پر یہ کتبہ کندہ ہے:

۱- آن خسرو خان کہ دستِ جودش — از دل، غمِ فقر و فاقہ می شست

۲- از خطۂ سند بود عمری — بس گوہرِ عدل و داد را سفت

۳- آخر، بگذاشت این جہان را — خود رفت، و بعالمِ بقا خفت

از دل جستم چو سالِ فوتش — جالیش بہ بہشت! ہاتفم گفت[۲]

میرزا خسرو کے خاندانی احوال اور ابتدائی زندگی کے متعلق ہمیں تحفۃ الکرام کے ذریعہ فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ:

"خسرو خاں چرکس منسوب بہ چرکس خان، از اولاد چنگیز خان، کہ در دشتِ قبچاق حکومت کردہ، نخست پیش ملا جانی بندری بود، مرزا عیسیٰ (اول ۹۶۲-۹۷۴) از او گرفتہ آفتابچی ساخت، و بمعائنہ جوہرِ ذاتیش عنقریب عملداری پرگنات فرمود، در عہدِ مرزا باقی (۹۷۴-۹۹۳) ترقی نمود، در عہد میرزا جانی (بیگ) امیر والا تبار شد[۳]۔"

قبیلہ کے چرکس، اور چنگیز خاں کے دشت قبچاق والی شاخ سے تھے، سندھ میں

---

[۱] ترخاں نامہ ص۹۵

[۲] عکس اور مزید حقیقت دیکھئے میرے مقالہ سندجی تاریخ جا چند واقعہ مہران رسالہ حیدرآباد ۱۹۶۸ء ص۸۵ تا ۹۵۔ [۳] تحفۃ الکرام ج ۳ ص۲۶۔

Marfat.com

جب وارد ہوئے تو لاہوری بندر والے ملا جانی کے ہاں ملازم ہوئے جہاں سے عیسیٰ اول نے ان کو اپنے زمرۂ ملازمین میں شامل کرلیا، مرزا عبدالباقی کے فوت ہونے کے بعد جب مرزا جانی کے ہاتھ میں حکومت آئی تو صحیح معنیٰ میں ان کو ترقی حاصل ہوئی خانخاناں اور جانی بیگ کی لڑائی میں سندھ کو مغلوں سے بچانے کے لئے وہ خوب لڑے، اور ترخانی دور ختم ہونے کے بعد جب میرزا غازی کا زمانہ شروع ہوا جسے دراصل سندھ میں مغلوں کے صحیح تسلط شروع ہونے سے پیشتر کا ایک درمیانی اور عبوری وقفہ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں خسرو چرکس ہی کا اصل معنوں میں تسلط رہا، میرزا غازی کی عملداری تو برائے نام نشان کے طور پر تھی۔

انتظامی صلاحیتوں، اور ملک داری کی خصوصیات کے علاوہ مورخوں نے ان کے اخلاق و عادات، جود و کرم اور رفاہِ عام کے کاموں کی بڑی تعریف کی ہے، شیخ فرید بکری نے لکھا ہے:

> "او موصوف بصفات حسنہ بود، اولاً زاہد، عابد، متدین، فقیر دوست و سخی بے دریغ بود۔ سوال ہیچ کس اصلاً رد نہ نمودہ، و حسنِ سلوک بمرتبہ داشت کہ اگر دعوائے سرداری میکرد، مردم مطبوع و رغبت سرداری او قبول میکردند و میرزا غازی را از میان بر میداشتند، بنا بران میرزا دست انداختن او قادر نشد"[1]

یہی مصنف آگے چل کر رفاہِ عام کے لئے اُس نے جو کام کئے ان کا اس طرح ذکر کرتا ہے:

> "۔۔۔ صاحب خیر و توفیق شلش کسے درین زمین برنخواستہ۔ آثارے کہ ازو در سندھ ماندند، احدے

[1] ذخیرۃ الخوانین قلمی ص۱۳۳

از ملوک و امرا بر عشرش موقف نشده ۔[1]

اسی نوع اور جذبہ کے ساتھ دوسرے مورخوں نے بھی اس کی تعریف کی ہے تحفۃ الکرام کے مصنف نے لکھا ہے کہ خسرو نے ٹھٹھ اور اس کے گرد و نواح میں (۳۶۰) عمارتیں بنائیں، جن میں مساجد، تالاب، کنوئیں، مقابر، پُل اور مسافر خانے وغیرہ شامل ہیں، اور ان سب پر بڑی دریا دلی سے اور بے دریغ روپیہ خرچ کیا۔[2]

اس نیک نہاد کے متعلق ایک آدھ واقعہ بھی نمونتاً تحفۃ الکرام اور مقالات الشعراء میں دیا گیا ہے، اور لکھا ہے کہ ایک مکھی تک کی جان لینے کا روادار نہیں تھا۔

مذکورۂ بالا رفاہی آثار میں سے غالباً بمشکل چند جگہیں اب باقی رہ گئی ہیں، جیسا کہ ٹھٹھ کے محلہ دابگران میں جامع مسجد جو خستگی اور زبوں حالی کے باوجود ساخت کے لحاظ سے اب تک اس دور کی غیر معمولی عمارت شمار کی جاتی ہے، سالِ بنا کتبہ میں ۹۹۷ھ موجود ہے، اس مسجد کے پہلو میں خسرو کی اپنی حویلی تھی اور یہی وہ جامع مسجد ہے جس کے خطیب اور امام سید ابو المکارم مشہدی جیسے جید عالم اور بزرگ تھے جن کا جب انتقال ہوا ہے تو:

ستون دین فتاد

۱۰۶۵ھ

سے تاریخ نکالی گئی، علامہ مخدوم محمد ہاشم (متوفی ۱۱۷۴ھ) جمعہ کے روز یہیں وعظ فرماتے تھے، ان کے فرزند مخدوم عبداللطیف اور اس کے بعد ان کے صاحبزادے

---

[1] ذخیرۃ الخوانین خطی ص۱۶۳۔

[2] تحفۃ الکرام فارسی مطبوعہ ص۹۲/۱۔

Marfat.com

مخدوم محمد ابراہیم بھی اسی مسجد میں یہ فرض بجالاتے رہے۔[۱]

مکلی پر نہ جانے کتنے مقابر میرزا خسرو نے بنوائے جن میں سے ایک عمارت اب تک اپنی ساخت کے غیر معمولی پن اور منفرد ہونے کی وجہ سے پوری مکلی پر بھاری ہے، لوگ اسے 'ست چڑھنی' کہتے ہیں لیکن دراصل اس نے وہ عمارت اپنے گورستان کے لئے بنوائی تھی، لیکن افسوس ہے کہ اس میں سے دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔[۲] میر قانع نے مکلی نامہ میں اس عمارت کی بڑی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ:

رسد اینجا اگر ارواحِ قدسی   شود با زمرۂ سیارانسی
بنام ایزد، چہ نیکو جائگاہ است   فضایش جملہ پاکیزہ نگاہ است

میرزا خود بھی شاعر، علم دوست اور علم پرور تھا، مقالات الشعراء کے مؤلف نے یہ تین شعر نمونتاً دیئے ہیں:

خسروا! خانی تو در روقتیکہ از خوانِ کرم   ہر صباح و شام میخوانی لبسرا اہل ہمم
خانئے، درگاہ رب العالمین باشئ اگر   از تو ناراضی رود، جانے زتن سوئے عدم
جہد کن، گرد آر، دلہائے خلایق، وانگہے   ہر چہ باشی باش، یکسانست گدا و محتشم

ان کا سجع امیر خسرو دہلوی کا یہ شعر تھا:

خسرو از تو پناہ می طلبد   اے پناہ من و پناہِ ہمہ[۳]

میر ابوالقاسم بیگلار خسرو کا دوست تھا، لیکن جب بغاوت کے سلسلے میں

---

[۱] اس مسجد کا حال دیکھیے مکلی نامہ میں صفحہ۲۱۰ تا صفحہ۲۱۲۔

[۲] اس کا ذکر تحفۃ الکرام اور مکلی نامہ میں ہے۔ دیکھیے مکلی نامہ صفحہ۲۱۱

[۳] مقالات الشعرا صفحہ۲۱۲۔

Marfat.com

وہ گرفتار ہوا اور اندھا کیا گیا تو خسرو سے غالباً اس لئے شاکی ہو گیا کہ اُس نے کوئی مدد نہیں کی اور ایک طویل نظم شکایتاً کہی جس کے یہ چند اشعار محفوظ رہ گئے ہیں:

نیک بختا! باکسے از بہرِ دنیا بد مباش — چون زمہرِ بے وفا، ہرگز وفا را کس ندید
دل منہ بر طرفِ دنیا! ہرگز اے پیرِ کہن! — کین زنِ مکارہ، دارد میل بر مردِ جدید
از بنفشہ یا سمن گشتہ، بموئیت کن نگاہ — ظلمتِ شب آخر آمد، صبحِ صادق بر دمید
قامتے گویم چو سروے داشتی، اے نوجوان — این زمان از ضعفِ پیری، جانب پستی خمید[1]

اس کے نہاد نیک اور مزاج کی افتاد کو دیکھ کر میرزا غازی کے دور کے ایک ٹھٹوی مصنف سید عبدالقادر بن سید محمد ہاشم نے ۱۰۱۶ھ میں اپنی کتاب "تذکرہ حدیقۃ الاولیا" اُس کے نام پر منسوب کی، اور ایک طویل دیباچہ اس کی تعریف و توصیف میں لکھا، مصنف کے دل میں اس کے لئے جو جذبہ تھا وہ ان اشعار سے واضح ہوتا ہے جو اُس نے اپنے دیباچے میں دیئے ہیں:-

آنکہ آثار صفائے دلش، از چہرہ عیان — نورِ خورشیدِ ہدایت، زجبینش رخشان
وانکہ از فیض سحاب کرم و معدلتش — شد ہمہ عالم و آفاق، چو باغِ رضوان
جمالِ صورت معنیٰ، کمالِ دین و دل — نہالِ دولت و جاہ و گل حدیقۂ جان
خلیل خلق، و مسیحا نفس، علی ہمت — جلیل قدر، و رفیع المکان، عظیم الشان
زہے کریم، کہ دستِ سخاش غارت کرد — ہمہ ذخائرِ بحر و، ہمہ دفائنِ کان
سحاب دستِ نوالش، چو قطرہ بار شود — ز قطرہ قطرہ شود، رشحہ قلزمِ عمان
از فیضِ نشۂ کرمِ او جہانیان — با مایۂ نشاط و طرب ہمدم و ندیم

---

[1] ذخیرۃ الخوانین ص۱۶۲ -

Marfat.com

بر خلق واجب است، دعاؤ ثنائے او — کز حضرتِ کریم بود نعمتِ جسیم
بعہدش، کارہائے یافت بنیاد — کہ مانند، تاکہ بنیادِ جہاں باد[1]

جب سندھ پر میرزا عبدالرحیم خان خاناں کا پورا تسلط ہو گیا، اور میرزا جانی کو اس کے امرا کے ساتھ دربارِ اکبری میں لے گیا تو خسرو چرکس بھی ساتھ گیا تھا اور جب سندھ پھر میرزا جانی کے نام واگزار ہوا اور میرزا جانی نے اپنے تمام امیروں کو واپس کر دیا تو خسرو بھی واپس ہوا۔ میرزا جانی نے ان سب کو اپنے بیٹے میرزا غازی کی تعلیم و تربیت کے لئے تاکید کی تھی، خسرو اس کا معتمد خاص تھا ظاہر ہے کہ اس کو خاص طور پر ہدایتیں دی ہوں گی۔ خسرو میرزا غازی کے ابتدائی دور میں معتمد رہا، چنانچہ جب اکبر نے میرزا غازی کو اپنے دربار میں بلایا تو میر ابوالقاسم نمکین کو خاص طور پر لکھا کہ:

"۔ فرمان نافذ گشت کہ میرزا غازی را با خسرو خان غلامے۔ کہ معتمد اوست۔ روانہ درگاہ والا سازد۔"[2]

ظاہر ہے کہ میرزا غازی کی تربیت اور تعلیم میں میرزا خسرو کا خاص عمل دخل رہا ہوگا، مابین اختلافات تو اس وقت شروع ہوئے جب کہ میرزا نے امرا کے گٹھ جوڑ کو توڑنے کے لئے، پست اور کم ذات لوگوں کو بلند مراتب پر پہنچانے کی سوچی، میرزا عیسیٰ ثانی اس وقت سندھ سے نکل گیا، بیگلار خاندان سے اس وقت رنجشیں شروع ہوئیں اور دوسرے امرا کے ساتھ ساتھ خسرو کے دل میں بھی میل آ گیا۔[3]

---

[1] حدیقۃ الاولیا راقم نے مفصل مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔

[2] اکبر نامہ ۳: ص۸۱۶۔

[3] مکلی نامہ میں دیکھئے میرے حواشی ص۱۹۵۔ ص۲۲۳ اولاد کا سلسلہ بھی ص۲۲۳ پر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

خلدی تتوی

اس شاعر کا تخلص وقاری تھا جسے مرزا غازی نے ایک ہزار روپے میں خریدا۔ اس نے اس کے بعد بجائے وقاری کے خلدی تخلص اختیار کیا۔ میخانہ میں ہے کہ:

"این تخلص را در قندھار از شاعرے کہ صاحب ہمین تخلص بودہ بمبلغ ہزار روپیہ خریدہ۔ و اورا تسلی نمودہ کہ تخلص را بمن واگذار کہ مرا خوش آمدہ است"

چنانچہ:

"آن شخص ہم مفت خود دانستہ زر گرفتہ و تخلص خود را فروختہ"[1]

---

[1] میخانہ لاہور ص ۲۲۹ - چاپ ایران ص ۲۹۳

Marfat.com

صاحب ذخیرۃ الخوانین نے اس شاعر کو ٹھٹھہ کا بتایا ہے۔ لکھتا ہے:

"از شاعر تتہ کہ حالا فلدّی تخلص دارد، بیک ہزار روپیہ خریدہ"[1]

ذخیرۃ الخوانین کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ شاعر اصل ٹھٹھہ کا تھا اور یقیناً مرزا کے ہمراہ یا اس کے جانے کے بعد یہاں سے قندھار پہنچا ہوگا۔

---

[1] ذخیرۃ الخوانین ص۱۲۵۔

Marfat.com

داد حافظ داؤد بدینیؒ

قصبہ بدین[1] کا باشندہ تھا۔ مرزا غازی کے انتقال سے ایک سال پیشتر ۱۰۳۰ھ میں وفات پائی۔ کسی نے اس مصرعہ سے تاریخ وفات نکالی ہے:

داؤد بدین رفت بفردوس ابد ۔ ۱۰۳۰ھ

صاحب مقالات نے اس کو "ملاؔ متبرک" لکھا ہے۔ یہ شعر اس کا ہے:

دیدہ اندر راہ وصلش بسکہ باشد منتظر
گر غباری خیزد از روی زمین دانم کہ اوست[2]

تحفۃ الکرام میں بھی مصنف نے یہی عبارت لکھی ہے:

"حافظ داؤد ملای متبرک ساکن آنجا بدین است
کسے تاریخ خوش مطابق ہزار و سی کسے این مصرع یافتہ..."[3]

---

[1] بدین حیدرآباد ضلع میں ایک تاریخی شہر ہے۔

[2] مقالات ص۲۱۲۔ [3] تحفۃ الکرام ص۱۶۴۔

Marfat.com

ذہنی، محمد روشن ٹھٹوی

مقالات الشعرا کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

"صاحب ذہن روشن می نماید وطبیعت رسا"

لکھا ہے کہ مرزا غازی کا مداح تھا۔ نمونے کا جو شعر دیا ہے وہ مرزا کی مدح میں ہے:

بہ "ذہنی" حاصل است از بی نیازی
وقار از درگہ مرزای غازی

لکھا ہے کہ مرزا غازی کا جب انتقال ہوا تو ذہنی اس صدمہ کی تاب نہ لا سکا اور دنیوی چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر تارک الدنیا ہو گیا۔ اس کا سنہ وفات "مرد ذہنی" سے (۱۰۰۹ھ) نکالا ہے۔ مرزا غازی کا انتقال ۱۰۲۱ھ میں ہوا۔ ۱۰۰۶ھ میں اس کے والد مرزا جانی بیگ کا انتقال ہوا تھا اور ٹھٹہ کی حکومت مرزا غازی کو ملی تھی۔ قیاس کہتا ہے کہ ذہنی کا سال وفات ۱۰۲۹ھ ہونا چاہیئے۔ مقالات کے مصنف نے غلطی سے ۱۰۰۹ھ لکھا ہے۔[1]

---

[1] مقالات الشعرا ص ۲۳۔

Marfat.com

رشیدؔ ملا عبدالرشید بندر لاہری

دراصل یہ وہی ملا عبدالرشید ہیں جنھیں تحفۃ الکرام نے اس نام سے لکھا ہے اور تاریخ طاہری کے مؤلف نے ملا رشید کہا ہے۔ اسی طرح ترخان نامہ کے مؤلف نے بھی ملا رشید ہی مرقوم کیا ہے۔

میرزا غازی کے مصاحب خاص تھے، لاہری بندر[1] سے ٹھٹھ آئے اور میرزا کی حیات تک ان کی خدمت سے جدا نہیں ہوئے، طاہری میں ہے کہ:

"ملا رشیدی دران وقت از لاہوری بندر در شہر تتہ عبور داشت۔ و بموجب قصہ خوانی در نظر ایشان گزشت۔ از بسکہ جوہری بود، در عہد طفولیت گوہر او را بچشم بینائی شناختہ، بمرتبہ تربیت داشت

---

[1] لاہری یا لاہوری بندر ٹھٹھہ کے مغرب میں اس زمانے کا آباد بندر تھا، عالمگیر کے زمانے تک رہا، اس کے بعد اورنگا بندر نے اس کی جگہ لے لی۔

Marfat.com

کہ در اندک عمر صاحب سامان شد[1]،

وطن کے سلسلے میں قانع نے لکھا ہے کہ وہ لاہوری بندر کے باشندے تھے'

عبارت یہ ہے :

ـــ ملا عبد الرشید اصل ساکن بندر لاہری ......

بامداد و خرچ مبالغ کلی از موطن اصلش طلبیدہ بخطاب

خانی، سرفراز کردہ ـ[2]

طاہری کے عبور داشت، کا سیاق سباق اس کا مظہر ہے کہ ملا صاحب درحقیقت لاہوری بندر کے باشندے نہیں تھے، بلکہ باہر سے لاہوری بندر پر اترے ہوں گے اور سیر و سفر کرتے ہوئے ٹھٹھ سے جب گزرے تو میرزا کی نگاہ جوہر شناس نے ان کو اپنی مصاحبت کے لیے چن لیا۔ ٹھٹھ سے لاہوری بندر کا فاصلہ ہوگا ہی کتنا جہاں سے بلانے کے لیے میرزا غازی کو امداد اور اخراجات کے لیے 'مبالغ کلی' بھجوانے کی ضرورت پڑی ہوگی۔

ترخان نامہ کے مصنف نے وطن کے مسئلے کو واضح کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ:

وہ ایرانی الاصل تھے، وہاں سے یہ اور ملا اسد قصہ خوان ساتھ ساتھ فقیروں کی طرح خستہ حالوں میں یہاں وارد ہوئے :

ـــ از ہر طرف مردم صاحب طبع بخدمت او شتافتہ

و درین اثنا جمعی از شعرا، ملا اسد و ملا رشید وغیرہ

در لباس فقر از ولایت ایران آمدند[3]

---

[1] طاہری ص۲۲ ـ

[2] تحفۃ الکرام، ۳ : ۲۴۲

[3] ترخان نامہ ص۸۵ ـ

میرزا نے بقول صاحبِ طاہری: یہاں پہنچتے ہی تھوڑے عرصے کے اندر ان کو "صاحب سامان" کردیا اور تحفۃ الکرام کے قول کے مطابق ان کو "خانی" کے خطاب سے بھی سرفراز کیا۔

طاہری نے ملا رشید کو قصہ خوانوں کے زمرے میں شامل کیا ہے، ترخان نامہ نے شعرا کے سلسلے میں ان کا نام لیا ہے اور صاحب تحفۃ الکرام نے واضح الفاظ میں ان کو شعرا کے طبقے میں لکھا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ شعر کے ساتھ ساتھ فقہ میں بھی ان کو شہرت حاصل تھی:

— در فقہ اشہر و در شاعری اظہر بودہ، میرزا غازی
صحبت و شعرش راپسندیدہ [1]

تاریخ طاہری کے مولف نے ایک مسئلے کو الجھا دیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ مرشد بروجردی ملا رشید کے دوست تھے، ملا کبھی کبھی میرزا کے دربار میں ان کے شعر پڑھا کرتے تھے، آخر کار تحریک پیدا ہوئی اور میرزا نے ان کو بلوانے کی دعوت بھیج دی۔

— گاہ بتقریب، شعر ملا مرشد بخدمت ایشان میخواند،
از بسکہ میرزا اہل دوست بود، انصاف شعرا و میداد
تا آنکہ آن اسد بیشہ فصاحت از روی دوستی بار فروشی
درمیان آورد، میرزا غازی را بجد برین ساخت کہ
غائبانہ پارہ امداد خرچ فرمودہ ورا از ولایت طلب
داشت [2]

---

[1] تحفۃ الکرام، ۳: ۲۴۲۔ [2] طاہری ص۲۲۲۔

Marfat.com

ملا مرشد بروجردی دراصل ملا اسد قصہ خوان کے دوست تھے، جیسا کہ اسد خواہ مرشد کے حالات میں آچکا ہے۔ اور انھیں کی تحریک سے ملا مرشد میرزا کے دربار میں بلائے گئے تھے، جس کا ذکر مرشد نے اپنے قصیدے میں کیا ہے۔

طاہری کی عبارت میں یا تو یہاں چند سطریں ساقط ہیں، یا اس سے غلطی ہوئی ہے، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ملا اسد قصہ خوان اور ملا رشید قصہ خوان ایک ہی شخصیت ہو یعنی ملا عبدالرشید نام اور اسد تخلص ہو۔ ورنہ "اسد بیشۂ فصاحت" کا فقرہ عبارت میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ملا عبدالرشید کا کوئی شعر ہمیں نہیں ملا، مندرجہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر یہ دونوں ایک شخصیت نہیں ہیں[1] تو دونوں یہاں ساتھ ہی وارد ہوئے اور میرزا غازی کے پاس ٹھٹہ میں ان کے ہندوستان جانے سے پہلے، یعنی ۱۰۱۲ھ سے چند سال پیشتر پہنچے ہوں گے۔

---

[1] درحقیقت یہ دو جدا جدا شخص ہیں، طاہری کی عبارت میں ملا اسد کے حال کی ایک سطر درمیان سے غائب ہوگئی ہے اور اسد بیشۂ فصاحت، ملا رشید کی زد میں آگیا ہے، دیکھیے مرشد اور اسد کے حالات، نیز میخانہ (عبدالنبی معانی) ص ۵۹۹۔ ص ۶۹۲۔

Marfat.com

رضوی، عطاءاللہ کشمیری

گل رعنا نے ان کا ذکر عطائی کے تحت کیا ہے، تقی اوحدی نے رضوی تخلص بیان کیا ہے۔ اور اسی عنوان کے تحت ریاض الشعراء، مجمع النفائس اور صحف ابراہیم نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

سب سے پہلے ان کا ذکر تقی اوحدی نے کیا ہے جس کا ملخص مابعد کے تذکروں نے[1] جس اختصار سے کیا ہے اس سے فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عطاءاللہ نام اور کشمیر ان کا وطن تھا مرزا غازی وقاری کے پاس رہتے تھے، اور ان کے بعد آگرے وارد ہوئے، جہاں غالباً ۱۰۲۴ - ۱۰۲۵ھ کے لگ بھگ تقی اوحدی نے ان کو دیکھا ہوگا۔

خان آرزو نے لکھا ہے کہ تقی اوحدی نے ان کو غلطی سے 'عین' کے تحت دیا ہے ورنہ دراصل ان کو 'رے' کے باب میں لانا چاہیئے تھا[2]

---

[1] ریاض الشعراء، مجمع النفائس، صحف ابراہیم، گل رعنا۔ دیکھئے تذکرۂ شعرائے کشمیر راقم الحروف ص ۲۷۵۔
[2] مجمع النفائس و صحف ابراہیم (تذکرۂ شعرائے کشمیر ص ۲۷۵)

Marfat.com

تقی اوحدی کا تذکرہ سامنے نہیں ہے، باقی تذکروں نے یہ دو شعر نمونۃً دیئے ہیں:

یک شکم سیری بود یا فاقہ، زین بیش نیست
بی سر و سامانی ما و سر و سامان ما[1]

زعفران خورد است گوئی، صبحدم از آفتاب
ورنہ، بیدار است یکدم عمر چندین گریستن[2]

یہی دو شعر گل رعنا کے مولف شفیق اورنگ آبادی نے بھی دیئے ہیں۔

تقی اوحدی کے بیان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ رضوی ۱۰۲۱ھ سے پہلے میرزا غازی کے پاس تھے اور ان کی وفات کے بعد دوسرے شعرا کی طرح انھوں نے بھی ہندوستان کے دارالسلطنت کی طرف تلاش روزگار میں رخت سفر باندھا ہوگا، اور اسی زمانے میں تقی اوحدی نے انھیں دیکھا ہوگا۔

---

[1] مجمع النفائس۔ [2] مجمع النفائس و ریاض الشعرا۔

Marfat.com

سروری یزدی

عبدالباقی نہاوندی نے مرشد یزد جردی کے حال میں ان کا نام مرزا غازی کے زمرۂ شعرا میں لیا ہے:

"... محوی اردبیلی و سروری یزدی و ملّا اسد.....
و دیگر مستعدانِ ایران بشرفِ آن بختیار (مرزا غازی)
رسیدند"[1]

مولانا محمد شفیع مرحوم نے میخانہ کے تعلیقات میں خوشگو سے یہی عبارت لی ہے لیکن ایمنی یزدی کا لفظ نہیں لکھا[2]

روزِ روشن کے مؤلف نے ان کے متعلق یہ عبارت لکھی ہے:

" سروری یزدی از مردم ممتاز بود و در ملازمت

---

[1] مآثر رحیمی ۳ : ۷۸۵۔

[2] میخانہ لاہور تعلیقات ۔ ۱۱۰ ۔

Marfat.com

شاہ عباس ماضی (۹۸۵ - ۱۰۳۸ھ) عمر بسر نمود، وشاید
سیر کشمیر ہم کردہ کہ در مثنوئ خود بتعریف راہِ کشمیر گفتہ :

بپائے کوہ اورا ہے فتادہ — کہ مشکل می رود آنجا پیادہ
بسنگ از بسکہ سنگ است او فتادہ — نباشد راہ یک سوزن، کشادہ
بود ممکن، ازان آندم گذشتن — شتر گر بگذرد، از چشم سوزن
چونا چارت ازان باید گزر کرد — چو مو شو، تا توان زان سر بدر کرد[1]

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے اس کے علاوہ کسی تذکرے میں سروری کا احوال نہیں ملا اور نہ مرزا غازی سے ان کے تعلق پر مزید روشنی پڑی ۔

---

[1] روز روشن ص۳۷۵ تذکرہ سخنوران یزد نے اس تذکرے سے احوال لیا ہے لیکن غلطی سے عنوان سروری دیا ہے ص۱۶۵ ۔

Marfat.com

سنجر کاشی، میر محمد ہاشم

طباطبائی سید تھے، کاشان میں پیدا ہوئے، ان کے والد میر رفیع الدین حیدر رفیعی معمائی ایران بھر میں مشہور اور معزز تھے، مآثر رحیمی میں ہے کہ محتشم کاشی، مولانا وحشی یزدی، غیرتی شیرازی، فہمی اور حاتم کاشی ان کے ساتھی تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے[1] انھوں نے میر حیدر کی مدح گوئی کی ہے[2]

میر حیدر پر شاہ عباس اول (۹۸۵ - ۱۰۳۸ھ) کی ہجو کا الزام لگا، خوف کی وجہ سے وطن چھوڑا اور بقول عبدالباقی نہاوندی (۹۹۹ھ)[3] میں ان کو شاہِ ایران کی طرف سے جو آزار پہنچا اس کی بنا پر..... ہندوستان پہنچ کر مرزا جعفر آصف خاں[4]

---

[1] آتش کدہ ص ۲۴۹ و خیر البیان ۱۳۳۱ ب۔ [2] مآثر رحیمی ص ۶۲۰۔ [3] رحیمی ص ۶۲۱۔

[4] مرزا قوام الدین جعفر بیگ بن بدیع الزماں (وزیر کاشان) اکبری دربار کے آصف خاں ثالث تھے، ان سے پہلے ان کے چچا خواجہ غیاث الدین علی قزوینی (متوفی ۹۸۹ھ) آصف خاں ثانی سے ملقب تھے، جعفر بیگ کی وفات (۱۰۲۱ھ) میں ہوئی، جس کے بعد نورجہاں کے بھائی مرزا ابوالحسن
(جاری)

Marfat.com

کے ذریعے اکبر کا تقرب حاصل کیا۔

میر حیدر اکبر اور جعفر خاں سے بہت سے اخراجات اور اسباب سفر لے کر بقول صاحب خیر البیان ۱۰۱۱ھ[۱] میں حج کو روانہ ہوئے اور کیچ و مکران کے حدود میں لٹیروں کے ہاتھوں تمام سامان غارت کرا کے دربار میں واپس لوٹ آئے، چنانچہ دوبارہ اکبر نے ان کو پہلے سے بھی زیادہ زادِ راہ دیگر روانہ کیا۔ سید مجموعی طور پر آٹھ برس[۲] ہندوستان میں رہے اور حج سے واپس ہو کر اپنے وطن پہنچے جہاں ۱۰۲۵ھ[۳] میں ان کا انتقال ہوا۔

(جاری)
آصف خاں رابع ہوئے۔ جعفر بیگ کو امیر الامرا شریف خاں بن عبدالصمد شیریں رقم سے بتاریخ چہارشنبہ ۳ صفر ۱۰۱۲ھ وزارت عظمیٰ منتقل ہوئی، جب کہ جہانگیر کابل جا رہا تھا۔ دیکھیے: شجرہ پدری و مادری مرتبہ راقم در تاریخ مظہر شاہجہانی و مآثر الامرا ۱: ص۱۰۵)

[۱] یہ سال غلط ہے ایک تو یہ اکبر کے انتقال کا سال ہے، دوسرے یہ ہے کہ اگر سید حیدر ۹۹۹ھ کے بعد واردِ ہند ہوئے اور مجموعی طور پر آٹھ برس قیام رہا تو اس صورت میں وہ (۱۰۰۷ھ) میں گویا دوبارہ حج پر روانہ ہوئے ہوں گے جہاں سے واپسی میں ہندوستان کے بجائے سیدھے وطن چلے گئے، سال ۱۰۰۷ھ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، مآثر رحیمی میں ہے کہ وہ چار سال مکہ میں رہ کر ۱۰۱۳ھ میں ایران پہنچ گئے (ص۲۲۴) پس اس حساب سے بھی ۱۰۰۸ھ قرین قیاس ہے۔

[۲] رحیمی ۶۲۲۔ ایام توقف ایشان در ہندوستان در ہر دو مرتبہ قریب بہ ہشت سال بلالی شد۔

[۳] ان کی وفات کی تاریخ فقط تذکرہ شعرا عبدالغنی میں مرقوم ہے ص۹۵ مرزا ابو تراب بیگ شاعر نے ۱۰۲۵ھ میں انتقال کیا جس کی تاریخ وفات میر حیدر معمائی نے نکالی۔ صد ہزار حیف از ابو تراب۔ ۱۰۲۵ھ
(میخانہ ص۱۸۴) گویا میر معمائی مرزا ابو تراب بیگ کے بعد فوت ہوئے لیکن اسی سال ان کی زندگی کا جام بھی لبریز ہو گیا۔ ان کے اشعار کا نمونہ یہ ہے:

دوش بر نعشِ رقیبی رشکہا بردم کہ تو ہمرہش گریاں تر از اہلِ عزای آمدی
(جاری)

Marfat.com

میر سنجر کے وارد ہندوستان ہونے کے متعلق تین روایتیں ہیں:

(۱) صاحب خیر البیان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے والد کے ساتھ ہی ہندوستان میں وارد ہوئے[۱]۔ یعنی ۹۹۹ھ میں آئے۔

(۲) مآثر رحیمی کے مؤلف نے لکھا ہے کہ میر سنجر (۱۰۰۰ھ) میں ہندوستان پہنچے۔

"۔۔۔ و نیز بتاریخ سنہ الف ہجری بجانب ہندوستان آمد"[۲]

(۳) تیسری روایت صاحب میخانہ کی ہے جس میں کہا ہے کہ میر سنجر اس وقت دکن میں وارد ہوئے جب ان کے والد دوسری مرتبہ حج کو جانے لگے۔ وہ اپنے والد کے ساتھ نہیں گئے ہندوستان کی ہوا اور طرز معاشرت بھا گئی اس لیے وہیں اکبر آباد میں رہ گئے۔

(جاری)

یک زماں صبر کن اے خستہ گرانجانی چیست	گر نیاید بعیادت، بعزا می آید
دوش خوش مخمور پیراہن قبا می آمدی	از کجا می خوردہ بودی؟ وز کجا می آمدی
اے بہ محنت خانہ ام فرمودہ خاموشی چرا ست	گر ہماں با قیست رنجش، بس چرا می آمدی
نازک دلم اے دوست! علاجم چہ توان کرد	من عاشق معشوق مزاجم چہ توان کرد
عزم سفر یار کرد، ما ز میان میرویم	او اگر از شہر رفت، ما ز جہان می رویم
آنچہ این نادان دشمن دوست، با من میکند	کافرم، کافر اگر دشمن بدشمن میکند
ایں صید زبون کیست رضیؔ، کہ درین دام	نزدیک بہ مردن شد و صیاد نیامد
چوں شنیدی کز سر کویت رضیؔ شد بخاک	ہیچ رفتی؟ گریہ کردی؟ عزائے داشتی؟

[۱] خیر البیان ورق الف ۳۳۲ - با والد ماجد خود بہ ہندوستان افتادہ۔

[۲] ص ۳۳۳۔

Marfat.com

"۔۔۔ بہ تحقیق پیوستہ کہ پیش از آنکہ سنجر بہ ہند بیاید پدرش میر حیدر بہ ہند آمدہ ۔۔۔[1]" "و بعد از چند گاہے کہ پدرش ۔۔۔۔۔ بہ ہند آمد او نیز در سن بیست و سہ سالگی بعد از پدر از وطن خروج نمودہ بہ ہندوستان ۔۔۔ آمد"[2]

اس کے بعد میر حیدر کے حج کو جانے، لٹنے اور پھر جانے کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

"۔۔۔۔ خان نکتہ دان میرزا قوام الدین جعفر خان دیگر بارہ بدستورے کہ ذکر کردہ شد ویرا بہ پادشاہ میگزراند و بجہت او انعام می ستاند و ہزار مہر دیگر از سرکار خود می رساند"

لکھا ہے کہ:

"۔۔۔ درین مرتبہ فرزندش سنجر داخل بندگان عرش آشیان شدہ در دار الخلافہ آگرہ نشو و نما نمودہ بود کہ میر حیدر بہ ہندوستان معاودت نمود ۔۔۔۔ بعد از رفتن پدر محمد ہاشم (سنجر) در ہند بخدمت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ماندے"[3]

میر حیدر کے حج پر جانے کے دونوں سال مقرر نہیں کئے جا سکتے، سال ١٠٠٢ھ میں وہ دربار اکبری میں موجود تھے کیونکہ اس سال فیضی نے اپنی تفسیر سواطع الالہام ختم کی جس کی تاریخ میر حیدر نے سورۂ اخلاص سے نکالی، مآثر رحیمی سے ظاہر ہوتا

---

[1] میخانہ ص۳۲۲ ۔ [2] میخانہ ص۳۲۱ ۔ [3] میخانہ ص۳۲۲ ۔

Marfat.com

ہے کہ باپ بیٹا ہندوستان میں بہت ہی تھوڑی مدت یکجا رہے جس کے بعد باپ دوبارہ حج کو چلا گیا:

د ـــ و نیز بتاریخ سنہ الف ہجری بجانب ہندوستان
آمد، و پدر را دریافت و اندک زمانے کہ در صحبت
ہم بسر بردند، بندگان میر را ارادہ سفر حجاز و مکہ معظمہ
در خاطر مصمم گشت .... الخ[1]

اوپر کے بیانات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ میر حیدر ۹۹۹ھ میں یہاں وارد ہوئے اور ۱۰۰۰ھ تک ہندوستان میں رہے، سال ۱۰۰۲ھ کے بعد پہلی مرتبہ حج کے ارادے سے چلے اور لٹ لٹا کر واپس آئے اور (۶-۱۰۰۷ھ) کے لگ بھگ دوبارہ یہاں سے روانہ ہوئے۔

میر سنجر ۱۰۰۰ھ میں نہیں بلکہ ۱۰۰۲ھ کے بعد ہندوستان پہنچے، عین ممکن ہے کہ (۱۰۰۵ھ) کے قریب پہنچے ہوں چند ماہ یا زیادہ سے زیادہ ایک سال باپ کے ساتھ اکٹھے آگرے میں رہے اور (۱۰۰۶ھ) کے آخر یا (۱۰۰۷ھ) کے شروع میں ان کے والد دوسری دفعہ حج کو راہی ہو گئے۔

میر معمائی اگر (۹۹۹ھ) میں ہندوستان وارد ہوئے اور سیدھے دربار میں پہنچے تو وہ یقیناً سندھ وارد ہوئے ہوں گے، یہاں کے اوضاع خراب دیکھ کر آگرے نہیں بلکہ لاہور میں جا کر اکبر کے دربار میں رسائی کی کوشش کی ہوگی۔ یہ وہ دور تھا جب کہ (۹۹۹ھ) میں خان خاناں نے میرزا جانی بیگ پر لاہور سے لشکر کشی کی اور بادشاہ اس وقت وہیں لاہور میں منزل انداز اور سندھ کی فتح کا منتظر تھا۔

---

[1] رحیمی ص۳۳۳۔

Marfat.com

میر سنجر کاشی باپ کے بعد جلد ہی (۱۰۰۰ھ) یا (۱۰۰۲ھ) میں عازمِ ہند ہوئے سندھ ۱۰۰۰ھ میں فتح ہو چکا تھا، (۱۰۰۲ھ) میں میرزا جانی بیگ خان خاناں کے زیرِ نگرانی اپنے شکست خوردہ امرا کے ساتھ سندھ کو الوداع کہہ کر شاہی دربار کی طرف نکل گیا تھا، اور پیچھے ان کا اکلوتا بیٹا میرزا غازی، جو کہ ابھی نوجوانی کے عالم میں قدم رکھ رہا تھا، موجود تھا،

میر غلام علی آزاد نے میر سنجر کے لیے سروِ آزاد میں لکھا ہے کہ:

"... در سلک ملازمان اکبر بادشاہ انتظام داشت و قصائد فراوان در ثنا طرازیٔ بادشاہ و شہزادہا و امراء اکبری بنظم آوردہ با میرزا جانی والیٔ تتہ نیز مربوط بود و زبان بمداحی میرزا جانی و میرزا غازی وقاری کشود"[1]

اسی مصنف نے اپنی دوسری تصنیف خزانۂ عامرہ میں لکھا ہے:

"... و با میرزا جانی والیٔ تتہ و پسرش مرزا غازی بسیار ارتباط داشت و مدیح پدر و پسر را بر جریدۂ روزگار می نگاشت"[2]

چونکہ ابھی بہت سے تذکرے غیر مطبوعہ اور دسترس سے باہر ہیں اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ اس سلسلے میں میر آزاد کے پیشِ نظر کون سا ماخذ تھا، لیکن عبارتوں سے ظاہر ہے کہ میر سنجر کاشی کا میرزا جانی بیگ اور اس کے بیٹے میرزا غازی بیگ دونوں سے بہت ارتباط تھا۔ بلکہ میرزا جانی سے وہ مربوط بھی رہے،

---

[1] سروِ آزاد ص۲۶ ۔ [2] خزانۂ عامرہ ص۲۵۹ ۔

Marfat.com

ہمارے خیال میں میر سنجر کے اس ارتباط کی ابتدا دراصل ان کے والد میر حیدر معمائی نے کی ہوگی، جب کہ وہ (۹۹۹ھ) میں ایران سے آتے ہوئے پہلے لاہوری بندر پر اتر کر ٹھٹھ پہنچے ہوں گے، یقیناً جانی بیگ سے ان کی ملاقات ہوئی ہوگی اور پھر سندھ پر حملے کی روئداد سن کر فوری انھوں نے شاہی دربار کا دامن پکڑنے کے لیے، لاہور کا رُخ کیا ہوگا، میرزا جانی سے ہندوستان میں بھی ارتباط اور ملاقاتیں رہی ہوں گی کیونکہ دونوں اکبری دربار میں موجود تھے۔

میر سنجر بھی ہندوستان پہنچنے کے لیے اسی راستہ سے پہلے سندھ میں وارد ہوئے اور میرزا غازی سے ارتباط بھی پیدا کیا ہوگا، پھر ہندوستان پہنچ کر میرزا جانی بیگ سے ملے ہوں گے۔ شہزادوں اور اُمرا کے متعلق جہاں میر سنجر نے بہت سے قصیدے کہے وہاں طبیعی امر ہے کہ ان باپ بیٹے کو بھی وہ نہیں بھولے،

یہ بات یاد رہنی چاہیئے کہ میرزا جانی جب تک جیا (۱۰۰۸ھ) اس وقت تک اکبری دربار میں بھی اپنے مخصوص طرز اور بڑے ٹھاٹھ سے زندگی گزاری، شہزادوں سے کم حیثیت نہیں رکھی، اگرچہ مفتوح تھا لیکن اپنی سلطانی آن بان نہیں چھوڑی، اکبر نے جب آسیر کا قلعہ فتح کیا اور بہادر خاں (۱۰۰۵ - ۱۰۰۸ھ) پیش ہوا تو جانی بیگ نے کہا کہ: "اگر میرے پاس اس قسم کا قلعہ ہوتا تو اکبر کو کبھی طاقت نہ ہوتی کہ مجھے مفتوح بناتا!"[1] اکبر نے اپنے خاص گویئے تان سین کو اس کے پاس جا کر گانے کا حکم دیا، جانی بیگ سمجھ گیا کہ اکبر کو اس سے میری سبکی اور رسوائی مطلوب ہے، تان سین نے جب گانا ختم کیا تو جانی بیگ اٹھا اور کہا کہ: "اے فنکار میں مفتوح ہوں! ظاہر ہے کہ تجھ پر نثار کرنے کو جو کچھ میرا دل چاہتا ہے، وہ نہیں ہے، لہٰذا میں اپنے آپ کو تجھ پر نثار کرتا ہوں!" یہ کہہ کر جانی بیگ نے تان سین کے گرد سات مرتبہ گردش کی، تان سین باچشم نم اٹھا اور سیدھے ہاتھ سے جانی بیگ کے سامنے کورنش ادا کرتے ہوئے کہا کہ "اے سردار! میں نے

---

[1] ذخیرۃ الخوانین

Marfat.com

بھی آج تک کسی کو سیدھے ہاتھ سلام نہیں کیا، آج تجھے سلام کر رہا ہوں کہ تو ہی اس کا مستحق ہے۔[1]!"

ظاہر ہے کہ ایسے قدردان سلطان اور اس کے جانشین کے لیے سنجر جیسے شگفتہ مزاج اور آزاد منش شاعر نے کیوں نہ کہا ہوگا۔ علاوہ ازیں میرزا غازی اور سنجر کی طبیعتوں اور مزاج میں بھی کئی باتوں میں یکسانیت اور ہم آہنگی تھی۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے سنجر نے میرزا غازی سے ایران وارد ہوتے ہوئے ٹھٹھ میں پہنچ کر وابستگی پیدا کرلی ہوگی، اور کچھ عرصے اس کے یہاں رہے بھی ہوں گے کیونکہ ان کے والد سفر حج سے لٹ لٹا کر واپس آگرے آئے اور جب دوسری مرتبہ جانے لگے تو اس سے قدرے پیشتر سنجر آگرے پہنچے۔ گویا (۱۰۰۲ھ) سے لے کر (۱۰۰۶ھ) کا عرصہ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے میرزا غازی جیسے خوبصورت اور نوخیز امیرزادے کی محفل میں بسر کیا ہو۔ ویسے سنجر خود بادہ خوار عاشق مزاج اور امرد پرست تھے۔[2]

میرزا غازی کے والد جانی بیگ (۱۰۰۹ھ) میں فوت ہوئے، عین ممکن ہے میرزا غازی کی آشنائی کی وجہ سے میر سنجر نے ہندوستان پہنچ کر ان سے بھی راہ و رسم پیدا کرلی ہو اور وہیں ان کے متعلق قصیدے کہے ہوں۔ میرزا غازی کے لیے تو میر سنجر نے نہ فقط یہاں سندھ میں اور ہندوستان میں رہ کر قصائد لکھے ہوں گے بلکہ یقیناً بیجاپور جا کر بھی ان کی مدح میں قصیدے تصنیف کئے ہوں گے اور وہاں سے ان کو سندھ، ہند اور پھر قندھار بھیجتے رہے ہوں گے۔

میر حیدر کے چلے جانے کے فوراً ہی بعد (غالباً ۱۰۰۸ھ) کے لگ بھگ

---

[1] مقالات الشعرا ص۱۲۳۔

[2] دیکھیے رحیمی ص۴۳۔

Marfat.com

میرسنجر شاہی عتاب میں آگئے، اور کچھ عرصہ[1] گجرات میں راجہ سورج سنگھ کے پاس نظربندی میں رہے، اور جب آزاد ہوئے تو عافیت اور عاقبت کی خیریت سوچ کر سورت بندر سے کشتی میں سوار ہو کر سیدھے بیجاپور پہنچ گئے جہاں شاہ نواز خاں کے ذریعے ابراہیم عادل شاہی ثانی (۹۸۷ - ۱۰۳۵ھ) کے دامنِ دولت سے وابستہ ہو گئے[2]۔

غالباً فراغت اور فارغ البالی کے ایام وہی تھے جو بیجاپور میں میر سنجر نے گزارے، باپ ایران میں شاہ عباس ماضی (۹۸۵ - ۱۰۳۸ھ) کے پاس تھے ہی، شاہ نے ان کو بھی ایران آنے کا بلاوا بھیجا، خلعت اور زاد راہ بھی بھیج دیا، میر سنجر نے اپنے باپ کو غالباً بیجاپور سے سترہ بیت کا قطعہ لکھ کر ایران بھیجا تھا، عین ممکن ہے کہ یہی قطعہ باعث بنا ہو کہ باپ نے شاہ سے عرض کیا ہو اور شاہ نے میر کے لیے حکم صادر کیا ہو، میر آزاد نے دو شعر اس قطعہ کے لکھے ہیں:

پدرا! صاحبا! خدا وندا   اے تو، مر بندہ را خدائے دوم

دعوتت، از دعائے حق، واجب   خدمتت، از نماز فرض، اہم[3]

بہرحال میر سنجر ابھی تیاریوں ہی میں مصروف تھے کہ پیغام اجل آن پہنچا اور غریب غریب الدیار ہو کر ملک ایران کے بجائے ملک عدم جا پہنچے۔

صاحب میخانہ نے لکھا ہے کہ میخواری نے صحت کو تباہ کر رکھا تھا، شراب چھوڑی تو ضعف بڑھ گیا اور تیاریوں میں تھے کہ اسہال شروع ہو گئے، اور دو دن کے بعد (۱۰۲۱ھ) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

---

[1] عبدالباقی نے 'مدت مدید' لکھا ہے لیکن ہمارے خیال میں یہ 'مدت مدید' ایک سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ (۳۴۷) عتاب کی وجہ بیان نہیں کی گئی۔

[2] سورج سنگھ راجہ اودے سنگھ راٹھور کا بیٹا اور راجہ مالدیو کا پوتا تھا، اجمیر، جودھپور، مروہی (جاری)

Marfat.com

باقرخوردہ نے تاریخ کہی :

سنجر ز سر نہاد، تمنائے سروری | بے پادشاہ ماند، جہانِ سخنوری
تاریخِ او، بتعمیہ گفتم، بوالدش | افگند - پادشاہِ سخن - چترِ سنجری

۱۰۲۱ : ۲ - ۱۰۲۳ھ

صاحبِ میخانہ نے غلطی سے سال ثلث عشرین والف (۱۰۲۳ھ) لکھا ہے، اور پھر یہی تاریخ بھی نقل کی ہے، یہ کتابت کی سہو معلوم ہوتی ہے، مآثر رحیمی نے بھی یہی سال (۱۰۲۱ھ) لکھا ہے:

ء ـــ درہماں چند روز کہ سنہ ہزار و بیست و یک ہجری بودہ

(جاری)

ناگور اور بیکانیر ان کے حلقے میں تھا۔ نسب یوں ہے:

(راجہ مالدیو)
|
راجہ اودے سنگھ عرف موٹا راجہ متوفی (۱۰۰۲ھ)

مان متی — زوجہ سلطان سلیم (جہانگیر پادشاہ) — شاہجہاں بادشاہ

راجہ سورج سنگھ — متوفی (۱۰۲۸ھ) — راجہ گج سنگھ

راجہ سورج سنگھ پہلے مراد کے ساتھ منسلک رہا اور پھر دانیال کے ساتھ. گجرات اور دکن کی مہمات پر متعدد بار مامور ہوا، بیالیسویں سال اکبری (۴۲ - ۱۰۰۵ھ) میں گجرات متعین ہوا، سینتالیسویں سال (۴۷ - ۱۰۰۸ھ) میں دکن گیا، اڑتالیسویں سال (۱۰ - ۱۰۰۸ھ) میں دوبارہ دکن گیا جہاں سے تیسرے سال جہانگیری میں (۱۰۱۶ھ) دربار میں واپس پہنچا (مآثر الامراء، ص ۱۷۶ اور امرائے ہنود ص ۲۶۵)

ءء خزانۂ عامرہ ص ۲۱۰ وطن جانے کی کشش کے سلسلے میں دیکھیے میخانہ کی عبارت ص ۲۲۶۔

باشد در بیجاپور از دارِ فنا بعالمِ بقا خرامید[1]

خزانۂ عامرہ اور سروِ آزاد میں بھی یہی سال ہے[2]۔ مولوی ہدایت حسین نے مآثر رحیمی کے حاشیے میں میخانہ پر اعتراض کیا ہے، اور لکھا ہے کہ آئین اکبری ترجمہ بلاخمن[3] کی تحقیق کی رو سے سال (۱۰۲۱ھ) صحیح ہے[4]۔ اور اتفاق کی بات ہے کہ اس کے ممدوح مرزا غازی ترخان نے بھی اسی سال اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ میر سنجر وہیں بیجاپور میں "تال شاپور" کے کنارے مدفون ہوئے اور چار سال کے بعد ملک قمی فوت ہوئے تو، حسب وصیت ان کو بھی میر سنجر کے مقبرے میں سپرد خاک کیا گیا، انھوں نے خود ہی وصیت کی تھی اور اہلی شیرازی کا یہ شعر کہا تھا:

جایم بروزِ واقعہ پہلوئے او کنید   او قبلۂ منست، رخم سوئے او کنید[5]

ہندوستان میں ان کی آمد اگر (۱۰۰۱ھ) میں بعمر ۲۳ سالگی مان لی جائے تو ان کی ولادت (۹۷۸ھ) میں ہوئی ہوگی اور وفات کے وقت اس حساب کی رو سے وہ چوالیس سال کے ہونے چاہئیں نہ کہ اکتالیس کے جیسا کہ صاحب میخانہ نے لکھا ہے کہ:

و۔ درسن چہل و یک سالگی داعیٔ اجل را......[6]

---

[1] مآثر رحیمی ۳: ۳۵۷۔ [2] خزانہ ص۲۵۹، سرو ص۴۷۔ [3] بلاخمن ص۵۹۵۔ [4] رحیمی حاشیہ ص۳۵۰۔ [5] میخانہ ص۳۵۳، ص۳۵۴۔ اہلی شیرازی حافظ کے قریب دفن ہیں۔

[6] میخانہ ص۳۵۳ میر سنجر کے ایک بھائی میر معصوم تھے، پہلے حاکم ہرات حسن خاں شاملو سے وابستہ رہے بعد میں شاہجہاں کے دور میں ہند میں وارد ہوئے اور اعظم خاں حاکم بنگالہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے، انھوں نے (۱۰۴۰ھ) میں انتقال کیا، محمد علی ماہر نے تاریخ کہی:

معصوم نزد حیدر و سنجر قدم نہاد

کسی اور نے تعمیہ کے ساتھ کہا:

(جاری)

Marfat.com

میخانہ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ آگرے کے قیام تک انھوں نے بارہ ہزار اشعار پر مشتمل دیوان تیار کر لیا تھا بیجا پور جا کر جو کچھ لکھا ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے۔

تمام تذکرہ نویس سنجر کی شاعری کی تعریف کرتے ہیں، صاحبِ میخانہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

"بعد از عرفی در استعارہ کردن بہ از و مرتکب این شیوہ نشدہ بعضے از اعزہ او را درین فن کمتر از عرفی نمی دانند[1]"

خیر البیان کے مؤلف نے جو کہ اس کا معاصر (۱۰۳۶ھ) ہے، لکھا ہے:

"امید کہ بمطالب ارجمند فائز گردد و از عمر و جوانی برخوردار بود، سخنانِ اثر ناکِ او کہ پیراستۂ نتیجہ عشق و محبت است، بعرصۂ معنی منتشر گردیدہ، محبوب خاطر خواص و عوام باشد[2]"

نہاوندی نے مخالف و موافق رائیں لکھی ہیں اپنی طرف سے کہا ہے کہ:

"الحق ابیات عالیہ بیش از وصف دارد، وطالع شہرت مجبے با آنہا ہست، و اکثر آن ابیات در صفائی خاطر خوش

(جاری)

از گلشن نظم شد محمد معصوم | او پرتوے فکری افشاند

یہ تین شعر خزانۂ عامرہ میں ہیں:

کسے کہ گلشن کوئے ترا و داغ کند | اگر بہ نکہتِ گل برخورد صداع کند

آن خالِ عنبریں کہ نگارم بر و زدہ | دل میبرد از آں کہ بوجہ نکو زدہ

حرام باد بمعصوم ذوقِ عشق اگر | بغل کشادہ در آغوش نیفتر زود[3]

[1] میخانہ ص۳۳۲ - [2] خیر البیان ورق ۳۳۲ الف -

نہاں و مستعدان منقوش است ۔[1]

دیوان ہماری دسترس میں نہیں ہے ورنہ ممکن ہے کہ ہمیں معلوم ہو جاتا کہ انھوں نے میرزا جانی بیگ اور میرزا غازی بیگ کے لیے کن جذبات کا اظہار کیا ہے اور ان کے لیے کہے ہوئے اشعار یا قصائد کا کیا رنگ ہے ۔[2]

تذکروں میں ان کے اشعار ملتے ہیں، میخانہ میں ان کا ساقی نامہ وغیرہ موجود ہے' ہم نمونتاً یہاں ان کے کچھ اشعار دے رہے ہیں :

مرا کجاست پر و بال قرب شعلۂ حسن — ہمین بس است کہ پروانہ ام سپند ترا

برگ سبزے ہم نیاوردی زہے بے طالعی — از گلستانے کہ' ہر کس گل بدامن میکند

ہمین ترانۂ حسرت ، ز تار می آید — کہ بزم ، بے مے رنگین ، چہ کار می آید

اگر طفلِ نگاہم دید گستاخانہ ، بر رویت — کرم فرما کہ بر نادان کسے ایراد کم گیرد

اگرچہ کارِ تو ، غیر از جفا نمی باشد — وظیفۂ دلِ ما ، جز دعا نمی باشد

شرم باد از اہلِ مجلس سنجرِ بیقدر را — تا یکے ناخواندہ آید؟ چند بے رخصت رود؟

جمعے کہ از تقرب او ، گفتگو کنند — ترسم خجل شوند ، اگر رو برو کنند

ماخود ز آرزو' بہ شہادت رسیدہ ایم — خوباں صواب نیست، کہ فکرِ دیت کنند

بامن ، سخنے از برہمن و شیخ ، مگوئید — آنم کہ' نہ بتخانہ شناسم نہ حرم را

نہ تابِ دیدن و نے طاقت شکیبائی است — تو چون نقاب کشی ، رحم بر تماشائی است

محققان ، کہ ز دریائے علم ، در جوش اند — چو کوہ ، تا نہ کنی شان سوال ، خاموش اند

---

[1] رحیمی ص ۱۳۶ ۔ [2] دیوان کا ایک نسخہ تہران میں کتب خانہ ملی ملک کی ملک ہے (شمارہ ۵۱۵۸) اور دوسرا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں موجود ہے جو مولوی ہدایت حسین کے سامنے رہا ہے، اس کا نمبر ۵۱۳ ہے، ایک نسخہ اسپرنگر کے ہاں ۵۲۳ نمبر پر ہے ۔ دیکھئے ص ۵ ۔

Marfat.com

آتشِ خرمنِ منی، شبنم کشتِ دیگران — دوزخِ من چرا شدی، اے تو بہشتِ دیگران

الماس بدل پاشم و منت کشم از خود — من لذتِ این زخم، بسوزن نہ پسندم

اگر از دامنِ محمل کشیدم دست بیتابی — بہ پائے ناقہ افتم، بہ گردِ ساربان گشتم

اے غمِ ہجر بیش ازین، جائے تو نیست در دلم — یا بگذر ازین سرا، یا بنما قبالہ را

نیست اور اسیرِ آزادیٔ این مرغِ اسیر — ورنہ صد مرتبہ گرداند، بگردِ سرِ خویش

این زمان بے نسبتم شبخیز، وگرنہ پیش ازین — دستِ من در زلفِ او گستاخ تر از شانہ بود [1]

بے لختِ جگر، از مژہ برگشت، سرشکم — شرمندہ تر، از قاصدِ گم کردہ کتابت

وقت است کہ چون صبح ببالین من آئی — شمعِ سحرم، یکدو نفس بیش ندارم

یکشب چراغِ خلوتِ ما میتوان شدن — تا کے چو صبح خندہ توان زد بشامِ ما

داغم بہ نمک خشک شد و زخم بہ الماس — آگہ کن ازین تجربہ مرہم طلبان را [2]

بہ اندک کوششے یوسف فروشان — زلیخا، مصر را در بستہ می داد

من غافل و او مست و زمین تشنۂ خون بود — از خانہ برون آمدنم صبح شگون بود

مے در سر و شورِ تو بدل، چون ندرد جیب — جرم از طرفِ دیگر و بدنام جنون بود

ندیدہ صورتِ خود، میکشد بناز مرا — ز آب و آئینہ اورا، خدا نگہ دارد

ما گذشتیم ز صد کعبہ، و این نو سفران — ہمہ گوشند کہ، بانگِ جرسے برخیزد!

آشیان سوختہ، آن مرغِ شگون بد شدہ ام — کہ ز ہر شاخ، فغانِ قفسے برخیزد

از مرگِ خود، بخصم خبر بردہ ایم ما — رشک از دلِ حسود بدر بردہ ایم ما

شبہا در انتظارِ تو، ہر دم ز برقِ آہ — شمعے بہ پیشِ بادِ سحر بردہ ایم ما

تحصیلِ علمِ ما، بہ ادیب و سبق نہ شد — فیضِ ازل، ز پندِ پدر، بردہ ایم ما

---

[1] انتخاب از خزانۂ عامرہ و سروِ آزاد ۔ [2] شمعِ انجمن ص ۱۹۵۔

Marfat.com

از گریہ سبز شد چمنِ انتظارِ ما
گلہائے غم، شگفت ز باغ و بہارِ ما

دنبالِ ما متاز، کہ ما صیدِ لاغریم
فتراک سرخرو نشود، از شکارِ ما

برگردِ بادِ آہِ اسیران، نشستہ ایم
بر دامنِ کسے، نہ نشیند غبارِ ما

من آن نیم، کہ نسیمِ گلم فریب دہد
بہ آشنائیِ بلبل، مگر بباغ روم

امروز، بآزادیِ من، رشک برد سرو
آن رفت کہ چون فاختہ طوقم بہ گلو بود

آتشین روئے کہ مے در جامِ بلبل میکند
از کمندِ زلف پیوندی بہ سنبل میکند

تازہ عاشق گشتہ! از گریہ نتوان باز داشت
دیدہ نوکیسہ ام، عرضِ تجمل میکند

عشق روزے کہ بخون ریختن از جا برخاست
شیون اول ز در و بامِ مسیحا برخاست

تا با خبرش ساختہ ام بستہ لب از شرم
دیریست کہ گوشم ز زبانم گلہ دارد

در سینہ کند آنچہ بآہن، نہ پسندم
از دوست کشم آنچہ بدشمن، نہ پسندم

ہر گریہ کہ خیزد ز جگر، در مژہ دزدم
این آتشِ سوزندہ بدامن نہ پسندم

افسوں مدم اے شیخ کہ من سنجر مستم
آئینِ تو و کیشِ برہمن نہ پسندم

روزِ مرا چو شامِ غریبان سیاہ کرد
اے پارسا! ملاحظہ زان زلفِ تیرہ کن

ناموس دودمانِ ادب را بباد داد
سنجر یکے نصیحت این چشم خیرہ کن

سنجر شہید گشتہ و زخمے نخوردہ است
رسمِ نوی گذاشتہ در دودمانِ ما

در طالعِ من نیست بر افشاندنِ بالے
از دام گر آزاد شوم، در قفس افتم

سنجر! نفسِ گرمِ تو، فولاد گداز است
آنجا کہ توی، سنگ بصد نرمی موم است[۱]

۱؎ خیرالبیان ورق ۳۳۲ الف تا ۳۳۳ الف، اس کے علاوہ میخانہ اور ماثر رحیمی دیکھنا چاہیے میخانہ چاپ گلچیں کے حاشیے میں آقائے معانی نے خوشگو کے حوالے سے لکھا ہے، کہ میر سنجر کا ایک بیٹا تھا جو یہیں پیدا ہوا اور یہیں فوت ہوا، افسر نام اور لقب سید العارفین تھا (میخانہ ص ۲۲۱) سنجر نے اپنے اس بیٹے کو ساقی نامہ میں مخاطب کیا ہے۔ (میخانہ ص ۳۲۱)

Marfat.com

یکبار بخوان سوے خودم، گرچہ نخواہی — شرطیست کہ، دیر آیم و بسیار نباشم

بوالفضولیہاے غیر امشب زرشکم کشتہ بود — خوب کردم، زود خود را بر تغافل داشتم

گرفتاران دلِ غمگین پسندند — ملولان جبھۂ پُر چین پسندند
پدرِ بتیغنا کلبم اللّٰہیان را — حریفان ساعدِ سیمین پسندند
متاعِ کفر و دین بے مشتری نیست — گروہے آن، گروہے این پسندند

در روزگارِ عشقِ تو من ہم فنا شدم — افسوس کز قبیلۂ مجنون کسے نماند

نگاہے را بصد جاں می فروشند — بجز اے دل! کہ ارزاں می فروشند

بسودائے قدِ او باغبان سرو — بیابان در بیابان می فروشند

در ہمہ بزم یکے سوختہ جاں می جُستم — شمع برخاست بایں دعوی و تنہا برخاست
طاقتِ دیدنِ خورشید ندارد ہمہ کس — بنشینید! کہ سنجر بہ تماشا برخاست[1]

---

[1] انتخاب از خلاصۃ الاشعار مرسلہ آقائے گلچین معانی ۔

شاہد، محمد شریف ٹھٹوی

صاحب مقالات الشعرا نے لکھا ہے کہ بے حد حسین وجمیل تھا، اس وصف میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اس کے دیدار کے لیے خاص وعام کا ہر وقت جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ شعر اچھا کہتا تھا اور فصیح اللسان تھا۔ ایک مغل کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ مقالات میں لکھا ہے کہ:

"بدست مغلی در زمانۂ ایالت مرزا غازی، در مجمعی کہ جمعی از ارغون ومغل خواہانِ اختلاط وی بودند بہ شمع شبستان روحانیان شد۔"

بطور نمونہ اس کے کلام کا ایک ہی شعر دیا ہے:

نیست در ملک سخن رسم امانت داری
کامل آن ست کہ در معنی بیگانہ برد[1]

---

[1] مقالات ص ۳۳۳

Marfat.com

شانی تکلو، ملّا نفیس الدین

عبدالباقی نہاوندی نے ان کو 'حسان الزمانی ملا شانی' کے نام سے یاد کیا ہے، اور مرشد یزد جردی کے حالات میں جہاں میرزا غازی سے اس کے تعلق کا اظہار کیا ہے وہیں لکھا ہے کہ:

"..... و احسانی کہ بمستعدان عراق و خراسان نمودہ زیادہ از حد و حساب است - چنانچہ مبلغین کلی بجہت حسان الزمانی ملا شانی تکلو و مرزا فصیحی انصاری بخراسان فرستادند، و ایشان نیز بہ شکرانۂ آن احسان قصائد غرا گفتہ فرستادند..... [1]"

مولانا محمد شفیع نے تقریباً یہی عبارت خوشگو سے نقل کی ہے:

"..... اور مستعدان عراق و خراسان مثلاً ملا شانی اور میرزا

---

[1] مآثر رحیمی ۶۸۱ - ۶۸۸ -

Marfat.com

فصیحی انصاری[1] کو حکم طلبی پہنچا، گو وہ خود نہ آسکے، انھوں
نے قصائد بھیجے[2]؛

مولانا فصیحی ملا شانی کے کمال کے بہت معترف تھے اور بقول صاحبِ سروِ آزاد انھوں نے ان کی مدح میں ایک طویل قطعہ لکھا تھا جس کے اشعار یہ ہیں:

صبا! بکوئے دل آشفتگانِ عشق گذر زمین ببوس، اگر آسمان دہد دستور
بگو بمردکے دیدۂ ہنر شانی کہ: اے ضمیرِ تو چون چشم عقل سایۂ نور
تو آن مسیح مقامی کہ' ملکِ معنی را بیامنِ جبہۂ کلکِ تو، صبح گاہِ نشور[3]

شانی اگرچہ غازی کے دربار میں پہنچ نہ سکے لیکن مولانا فصیحی ہروی کی طرح گھر بیٹھے ان سے انعامات اور صلہ پاتے رہے۔

ملا شانی کے حالات دو معاصر تذکروں میں قدرے وضاحت سے ملتے ہیں، بعد کے تذکرہ نگاروں نے چند سطروں پر اکتفا کیا ہے۔ ان معاصر تذکرہ نگاروں میں سب سے پہلا تذکرہ نگار "خیر البیان" کا مؤلف ملک شاہ حسین ہے جو "احیاء الملوک" تاریخ سیستان کا مصنف بھی ہے، اس نے لکھا ہے کہ مولانا شانی تکلو کا منشا و مولد ہراۃ ہے، وہیں انھوں نے نشو و نما پائی اور شاہ عباس ماضی کی مداحی اور ثنا گستری کرتے رہے، قصائد میں جب یہ شعر شاہ کے سامنے پڑھا تو بہت خوش ہو کر ان کو زر میں تلوایا:

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست بطاقِ ابروئے مردانۂ اوست

اسی طرح شاہ سے ہمیشہ خوب صلے پاتے رہے اور فراواں رقمیں ان کو میسر ہوتی رہیں۔

ان کا تعلق قزلباش کے قبیلہ تکلو سے ہے، مؤلف نے لکھا ہے کہ وہ اب یعنی (۱۰۱۸ھ) میں مشہدِ مقدس میں مجاوری کر رہے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ مؤلف نے حسب اپنا یہ

---

[1] دیکھیے فصیحی انصاری۔ [2] میخانہ تعلیقات شفیع ص۱۱۱۔ [3] سروِ آزاد ص۲۵۸۔

Marfat.com

تذکرہ (۱۰۱۰ھ) میں ختم کیا، اس پر ابھی نظرثانی نہیں کی تھی کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی اور ان کو علاج کے لیے بتاریخ غرّہ ربیع الاول سال (۱۰۳۵ھ) میں ہراۃ آکر ٹھہرنا پڑا اور خانہ نشین ہوگئے اس وقت تنہائی کو دور کرنے کی خاطر تذکرہ پڑھواتے گئے اصلاح اور اضافہ کرتے رہے اور اشعار پہلے سے دوگنے انداز میں شامل کر دیئے۔

اسی دور میں دیوان شانی تکلو بھی ان کے سامنے رہا، پہلے تو انھوں نے ایک ہزار اشعار اس سے انتخاب کر کے اس پر دیباچہ اور خاتمہ لکھا، پھر اسی انتخاب سے تین سو شعر منتخب کر کے اپنے تذکرے میں شامل کر لئے۔ گویا پہلے کے انتخاب شدہ اشعار پر ان تین سو اشعار کا اضافہ ہے[۱]

جہاں تک ذاتی حالات کا تعلق ہے، ملک حسین نے بھی کچھ دیئے ہیں، اسی زمانے کا دوسرا معاصر تقی کاشی مؤلف خلاصتہ الاشعار (۹۸۵ - ۹۹۳ - ۱۰۱۶) ہے جس نے حالات کے علاوہ (۳۸۰) اشعار درج کئے ہیں۔ خیرالبیان یا خلاصتہ الاشعار دونوں تذکرے غیر مطبوعہ، نادرالوجود اور عمومی دسترس سے باہر ہیں، اس لیے جو کچھ ان میں ملتا ہے اس کا ضروری خلاصہ یہاں دینا ضروری ہے، تقی کاشی غالباً پہلا شخص ہے جس نے مولانا شانی تکلو کا نام دیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"— زینت دہ سفینۂ معانی مولانا نفیس[۲] الدین شانی اصل آنجناب از اویماق تکلو ست، کہ بعضے اوقات در ہمدان و اکثر اوقات در دارالخلافہ رے می باشد، واز اقران مولانا

---

[۱] خیرالبیان کے ورق ۳۰۳ ب اور ۳۰۴ الف پر پہلا انتخاب ہے اور ۳۰۴ ب سے لے کر ۳۱۰ الف تک نیا اضافہ ہے۔

[۲] صاحب عرفات العاشقین تقی اوحدی نے نام "نسف آقا" لکھا ہے۔ غالباً نفیس الدین کا مخفف بلکہ بگاڑ معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

ملک قمی و غیرتی شیرازی دو قومی تبریزی ست، لیکن انگیز طبع وے از ایشان بیشتر است۔

طبعے بغایت بلند و سلیقۂ مرغوب دل پسند دارد و ہموارہ معانی رنگین و نکات دل نشین بر لوحِ خاطر می نگارد، با وجود حالت ترکیت و تتبع روش شعرا مردے نیک نفس پرہیزگار و شاعرے بے تعین کم آزار است...

در اوائلِ کار کہ قدم در وادیٔ شاعری نہاد، بعضے از ستم ظریفان و اربابِ عناد، میگفتند کہ گاہے اشعار کم رتبہ میگوید و بعیب شعر خود، چنانچہ دیگران می رسند، نمی رسد و بیتے چند بوے اسناد میکردند کہ خالی از ظرافتی

لہ صادقی کتابدار صاحب "مجمع الخواص" شانی کا معاصر تھا، لکھا ہے کہ:

— بابا فغانی کی تقلید کرتے ہیں.... رودکی کے دور سے لے کر آج تک روپوں میں تلنے کا شرف کسی کو حاصل نہیں ہوا...." چون مشارٌ الیہ قدرے تنگ حوصلہ است وقتے کہ در مباحثہ با ہمکاران خود عاجزی ماند اغلب شروع میکند بمباہات بقبیلہ و خانوادہ، و اگر طرف متین و پابرجا باشد ازان ہم مغلوب شدہ، بمباہلہ متوسل می گردد آن بدجنسان راست یا دروغ میگویند: اکثر ابیات خوب این شاعر ماخذ دارد از دیگران گرفتہ شدہ است۔ (ص۱۱۳)

اپنے اس دعوے میں مخالفین بطور سند کے یہ شعر لاتے تھے:

امام فخر رازی

سوخت چندان دلِ پرحسرتِ من — کہ دمد گرگلے از تربت من

خشک لب باشد و نادیدہ بہار — اگر از بحر دمد مرجان وار۔

(جاری)

نبود - لیکن چون کمینہ (یعنی خود مؤلف تذکرہ) بصحبت شریف وے رسید، این سخن خلاف واقعہ بود، و در شعر شناسی و دریافت غث وسمینی از اقران واکثر شعرا

(جاری)

امیر خسرو

چگونہ برتو نہ لرزم زہر طرف کہ درآئی — ہزار دیدۂ خونبار در قفائے تو باشد

فروغی

گردے بدامنِ نہ نشیند، کہ روزگار — در دورِ او ز من نکشد انتقام را

نرگسی

زخم خدنگِ او، دگر اے دل ! ہوس مکن — این خانۂ خراب تو روزن چہ میکند

حالتی

مگذر از قتلم مرا چوں نیم بسمل کردۂ — رحم بر من بعد ازین عین ستمگاری بود

ان اشعار سے مطالبے کر عیناً اسی طرح ملا شانی نے اپنے یہ اشعار لکھے ہیں :

از سمومِ خشک سالی ناامیدی خوردہ ایم — سبزۂ ما، گر ز دریا سر زند سیراب نیست

دامن کشان زناز، مرو ہر طرف، کہ باز — چشمِ ہزار کام طلب، از قفائے تست

ستم نگر کہ، بہر کس زمانہ خوارے کرد — فلک ز شانیٔ بیچارہ انتقام کشید

سینہ را سوراخ ہا کردی، بہ پیکانِ ستم — خوب کردی، خانۂ تاریک ما روزن نداشت

نیم بسمل شدہ را کہ توانائی نیست — کشتنش بہتر از آنست کہ آزاد کنند

مولانا ملک قمی کا حال بیان کرتے ہوئے عبدالباقی نہاوندی نے لکھا ہے کہ مولانا ملک اور ملا شانی کے درمیان مباحثہ اور مناقشہ ایران میں بہت رہا۔ (میخانہ حاشیہ ۳۵۵)

Marfat.com

زیادہ نمود، واگر نیز در ابتدائے شاعری، چنانکہ رسمیست
خامی در شعرش پیدا می شدہ الحال (۱۰۱۶ھ) در وادئ سخن
کمی ندارد، واز فصحاء و بلغائے دوران دائمی ماند، خصوصاً
کہ در زمان عدالت اقتران پادشاہ جمجاہ ..... شاہ عباس
..... خلد اللہ تعالے ..... در اقوال و افعالش انتظام و
انضباط تمام پیدا گشت، واز درجہ بدرجہ و از پایہ بپایہ
ترقی نمودہ، مرتبہ اش[1] از شعراو موزونانِ عصر درگذشت

---

[1] تقی کاشی مولانا شرمی قزوینی کے بیان میں لکھتا ہے: شاہی دربار میں ان کا مرتبہ سب سے بلند تر تھا، لیکن:

" بعد ازانکہ مولانا شانی تکلو پائے بر مسندِ منادمت نہادہ منظورِ نظر پادشاہ کشورستان گشت، مولانا (شرمی) از پایۂ خود نازل گردیدہ از سر ملازمت درگذشت و الحال کہ سنہ (۱۰۰۳ ہجریہ) است در وطن مالوف و مسکن معہود آرام دارد۔" (میخانہ حاشیہ گلچین معانی ص۸۹۳)۔

تقی الدین اوحدی نے اسی شاعر کے احوال میں لکھا ہے کہ:

" وقتے در سنہ الف (۱۰۰۰ھ) کہ ہنوز مولانا شانی تکلو را شاہ عباس بزر نسنجیدہ بود، چندروزے باعث تربیت و استکمال وے نیز شد، ویرا از دکۂ خیاطی برآوردہ یکچند در ملازمت خود باز داشت ...." میخانہ ص۸۹۳۔

ان دونوں اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۰۰ھ سے پہلے شانی بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہو چکے تھے، لیکن ابھی ان کو روپوں میں تولا نہ گیا تھا، یہ کمال اور مولانا شرمی کا زوال (۱۰۰۰ھ) سے پہلے ہوا اور اس آخری سال میں مولانا شرمی شاہی ملازمت سے نکل کر اپنے وطن

(جاری)

Marfat.com

چنانچہ نصاب منظوماتش بسرحدِ کمال رسیدہ ، اشعار پاکیزۂ بے حشو و افکار تازۂ بے لغو بسیار گفت ، و دُر ہائے آبدار از بحر خاطر بساحلِ ظہور آوردہ ، لآلی معانی ثمین بمثقب فکر متین سُفت ، ارباب فصاحت و بلاغت و اصحاب صناعت و بداعت ، قصائد و غزلیات و مثنویاتِ آن شاعر سخن سرا را استحسان فرمودند و نتائج نطق و بیان و نگاشتۂ کلک و بنانش در سفائن غزلیات خود مثبت و مسطور نمودند و بے شائبۂ تکلف پایۂ شعر را عالی ساختہ و نرخ شعر را غالی گردانیدہ قبول سخنان مقبولش در دلِ ارباب دین و دول راہ یافتہ۔

و پرتوِ انوار منظوماتش براکثر بلاد ایران و توران و ممالک روم و ہندوستان تافتہ و نیز طالعش مساعدت نمودہ بخت و اقبال معاضدت کردہ بخدمت درگاہ پادشاہ سلیمان مکین و شائستگی مجلس بہشت آئین موسوم گردید ، و روز بروز تقرب او سمت ازدیاد یافتہ

(جاری)

میں جا بسے تھے ، ثنائی تکلو کو مولانا شرفی نے بہت تربیت بھی دی تھی ، خیالی کا پیشہ انھوں نے چھڑایا ، لیکن کچھ ہی دیر میں تربیت یافتہ تربیت کنندہ سے مرتبے اور مراتب میں کوسوں آگے نکل گیا ، خزانۂ عامرہ میں آزاد نے لکھا ہے کہ ان کو روپیہ میں (۱۰۰۰ھ) میں تولا گیا تھا ص ۳۶۹ ، اس کے بعد ، میر آزاد نے ان شعرا اور علما کی فہرست دی ہے جن کو زر میں تولا گیا ہے۔

Marfat.com

بمدارج بلند رسید و در دیوانِ صاحب قرآن یخسرو زمانی
اکثر اوقات لسخنان و لطائف جانفزائے و محاوره و مکالمه
غم زدائی مخالفان را موالف و شاعران را مطاوع و
مطابع گردانده، و ارباب حقد و حساد را با وجود ہوسِ
تقدم ارادۂ تفوق نمانده، و اکفاء و امثال از روئے
طوع و رغبت بالشعریت وے اقرار کردند، و اقران
و ہمگنان سبقت او را ازبنِ دندان گردند نہادند۔ بیت

اقرارِ شاعران به علوئے مراتبش | چوں ساحران مصر، با عجاز موسیٰ

بینۂ این مدعا آنکه در اثنائے این حالات، حسب الامر
جہان مطاع "قصۂ ولادتِ حضرت شاہ اولیاء"
علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیه بر نہج فصاحت نظم کرده، در روزیکه
ایلچی از جانبِ سلطان روم بپایۂ سریر اعلیٰ آمده بود،
آن نظم را گزرانید، و بادشاه سکندر حشمت بصلات
گرانمایه و تفقدات کریمانه کرۃً بعدِ اُخریٰ و مرۃً
ضعفِ اُولیٰ پایه اش باوجِ ثریا رسانید، ازانجمله
فرمود تا مولانائے مشارٌ الیه برابر بزر کشیدند، و آں
نقود را، که قریب دو لیست تومان بود، بالتمام بوے
دادند، و مولانائے لطفی درین معنی گفته:

رباعیه

شاہا! ز کرم، جہان منور کردی | ملکِ دل عارفان مسخر کردی
شاعر که بخاکِ ره برابر شده بود | برداشتی و بزر برابر کردی

Marfat.com

ومولانا ازان عاطفت، قروض و دیونِ خود ادا کردہ
در اصفہان تاہل ساخت، بعد از اندک زمانے ارادۂ
سفرِ حجاز نمودہ علمِ عزیمت بجانبِ مکّہ معظمہ زادہا اللہ
شرفاً برافراخت۔

والحال کہ سنۂ اثنی والف ہجریہ (۱۰۰۲ھ) است بآن
سفرِ مبارک رفتہ واین اشعار ازان شاعرِ حج گذار درین
اوراق مثبت گشتہ بمنہ وجودہ[1]،

جس بیت پر انھیں زر میں تلوایا گیا وہ خیرالبیان کے اقتباس میں موجود ہے اور آزاد نے بھی اس کو دیا ہے[2]

مولانا آزاد نے لکھا ہے کہ آخری عمر میں مشہدِ مقدس میں جاکر گوشہ گزیں ہو گئے تھے، خیرالبیان (۱۸-۱۰۱۹) پر جب نظرثانی ہو رہی تھی، اس وقت وہ مشہد میں تھے شاہی دربار میں ان کو بقول آزاد بیست تومان وظیفہ ملتا تھا، آزاد ہی نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال (۱۰۲۳ھ) میں ہوا اور اس سے ان کی وفات کی تاریخ نکلتی ہے[3]" بادشاہِ سخن"

---

[1] اقتباس ارسال کردہ آقائے گلچین معانی۔ [2] سروِ آزاد ص۲۹۔

[3] خزانۂ عامرہ میں ہے کہ شانی کا ملا حسن نامی ایک بیٹا بھی تھا، جو ثانی تخلص کرتا تھا یہاں ہندوستان آیا اور یہیں عین جوانی (۱۰۶۷ھ) میں انتقال کیا یہ شعر اس کا ہے،

چو آدمی بجہان نیست دل بمہر کہ بندم
کسے ز صفحۂ خالی چہ انتخاب کند

محمد علی ماہر نے اس کی تاریخ یوں کہی ہے:

حیف زثانی پاک زادہ شانی
۱۰۶۷ھ

(خزانۂ عامرہ)

Marfat.com

میرزا غازی نے ملا شانی کو (۱۰۱۸ھ) اور (۱۰۲۰ھ) کے درمیان کسی وقت بلایا ہوگا جب کہ وہ مشہد مقدس میں دنیا کے علائق سے قطع نظر کرکے گوشۂ انزوا میں چلے گئے تھے اور روضہ رضویہ کی مجاوری کرکے اپنی آخرت کو سنوار رہے تھے ظاہر ہے کہ ایسی صورتِ حال میں وہ کہاں قندھار آ سکتے تھے، اور پھر شاہ ایران سے بھی بیت تومان وظیفہ پاتے تھے، کسی دوسرے سردار کے دربار سے وابستگی ان کے لیے روایتی طور پر بھی نازیبا تھی۔

ہم یہاں ان کے اشعار کا انتخاب دے رہے ہیں، سب سے پہلے 'خیرالبیان' سے لیے ہوئے اشعار ملاحظہ ہوں:

اشعار از قصائد

تا آسمان گل است ز خونِ دلم زمین
کج کج ازان نہد فلکِ بے مدار پائے

فلک تلافیٔ یک دیدنِ تو نتواند
ہزار سال اگر، فکر انتقام کند

برخ طپانچہ خور شعلہائے قہرِ توام
طلب پیالہ خور شیشہائے زہر توام

ما، سمومِ خشک سالی ناامیدیٔ دیدہ‌ایم
سبزۂ ما، گر ز دریا سر زند، سیراب نیست

لذّتِ آزار، اگر انیست پیکانِ ترا
ہیچ اجرے نیست در محشر، شہیدانِ ترا

زبسکہ دیدہ، بدیدارِ دوست حیران بود
تمام روزِ وصالم، بیک نگاہ گذشت

ما نخلِ طرب، در دلِ خورسند شکستیم
شاخِ گلِ امید، ز پیوند شکستیم

از بس، پئے یوسف صفتان، جامہ دریدیم
ہنگامۂ صد گم شدہ فرزند شکستیم

مرا مکش کہ، اگر مدعا جفا کار لیست
نگاہ داشتنِ من، بہ از ہلاکِ منست

بہ ذرّہ ز خاکستر من، در کفِ آہیست
چون سرمہ، کہ در رہگذرِ باد فروشند

بختم، اگر تلافیٔ شبہائے غم، کند
یک روزِ خوش، بمردمِ عالم نمی رسد

Marfat.com

بوئے او مگر پرورده بادِ صبح گلہا را ‌‌ ‌‌ ‌‌ کہ ہر کس میرود سوئے چمن، مدہوش میگردد

عشقم چنان گداخت، کہ موران تربتم ‌‌ ‌‌ ‌‌ عضوے نیافتند کہ، ناخن فرو کنند
کنعانیان اگر گل باغ تو، بو کنند ‌‌ ‌‌ ‌‌ کمتر نسیمِ گلشن مصر، آرزو کنند
گرمے فروش جان طلبد، دم نمی زنم ‌‌ ‌‌ ‌‌ مستان درین معاملہ، کم گفتگو کنند
ما دستِ دل، بخونِ دل و دیدہ شستہ ایم ‌‌ ‌‌ ‌‌ مقبول آن نماز، کہ با این وضو کنند

برگِ عیشے گر نباشد، بینوائی ہم خوش است ‌‌ ‌‌ ‌‌ کم ز عشرت ہائے مردم نیست، حسرت ہائے من
گر نباشد اعتمادِ دستداری ہائے تو ‌‌ ‌‌ ‌‌ چوں کند با یک جہان دشمن تنِ تنہائے من

ہرچند در مجادلۂ خصم، بے دلم ‌‌ ‌‌ ‌‌ چوں کارِ دل، بترک سرافتد، دلاورم

آنجا کہ، ابرِ دستِ تو، گوہرفشاں بود ‌‌ ‌‌ ‌‌ بحر از میان، چو موج کشد بر کنار پائے
در مشرقے کہ صبحِ جلالِ تو، می دمد ‌‌ ‌‌ ‌‌ ننہادہ است سالکِ لیل و نہار پائے

مگر آفاق را آنسو، ازین سو خوبتر باشد ‌‌ ‌‌ ‌‌ زمین را در نوردد آسمان را زیر و بالا کن

نفس نفس، جہدم پارہ ہائے دل، بہوا ‌‌ ‌‌ ‌‌ چو برگِ گل، کہ بہمراہیٔ صبا بدود
ہنوز گر بفشارند، خاکِ مشہد را ‌‌ ‌‌ ‌‌ سفینہ، در شطِ خون، تا بہ کربلا بدود
زمان زمان بدلم، نرخِ غم زیادہ شود ‌‌ ‌‌ ‌‌ چنانکہ جنسِ گرانمایہ را بہا بدود

باز شوریدۂ عشقِ تو بدیدار آمد ‌‌ ‌‌ ‌‌ بہرِ سودا زدہ گان بر سرِ بازار آمد
چون گلِ سرخ، کہ سر بزند از شاخ گلے ‌‌ ‌‌ ‌‌ سرِ منصورِ محبت، بسرِ دار آمد

بسیار گزندم مرسانید، کہ امروز ‌‌ ‌‌ ‌‌ بر کف، قلمِ سرزدہ ام، دم زدہ مار است
از خاطرِ آزردہ ام، ایمن منشینید ‌‌ ‌‌ ‌‌ گر جانِ شما را، بسلامت سروکار است

چو غمزۂ تو بعزمِ شکار برخیزد ‌‌ ‌‌ ‌‌ غزالہ مست، زخوابِ خمار برخیزد
کرشمہ ہائے تو، چون تیغ بر میان بندد ‌‌ ‌‌ ‌‌ ہزار تشنۂ لب، از کنار برخیزد
شکستۂ تو، سزاوارِ مومیائی نیست ‌‌ ‌‌ ‌‌ چنین فتادہ، یکے از ہزار برخیزد

Marfat.com

بدان صفت کہ فروزد فتیلہ، در دلِ شمع
زسوزِ دل، شدہ مغزم در استخوان روشن

ہزار داغِ پراگندہ، در دلست مرا
چو آتشے، کہ کنند اہلِ کاروان روشن

چراغ دولتِ سلطان حسین بایقرا
خدائے کردہ بہ بزم حسین خان روشن[1]

اے با حیاتِ خضر و ثباتِ جہان مخواہ
اندوہِ بے زوال، و غمِ بیکران مخواہ

مردِ کنارہ، پیشتر اندر بلا بود
خود را بروزِ معرکہ، جز در میان مخواہ

گر خود سکندری، صلے آبِ خضر مجو
عمرِ ابد، برائے غمِ جاودان مخواہ

ہمچون گیاہِ بادیہ، با تشنگی بساز
چون نخلِ باغ، تربیتِ باغبان مخواہ

اشعارِ غزلیات

برے مراد دہد، نخلِ نامرادیٔ ما
ہزار گونہ رواجست، در کسادیٔ ما

از حد گذشت حیرتِ شانی، نظارہ کن
از چاکِ سینہ ایں دلِ پُر اضطرابِ ما

ہزار خنجرِ الماس، بر جگر خوردم
ہنوز، در دل از وہست، خار خار مرا

ہمین زخاکِ من، این لالہ ہائے خون آلود
کہ ماندہ اند ز داغِ تو، یادگار مرا

مباش غمزدہ شانی! کہ عشق اگر اینست
خلاص میکند از دستِ روزگار مرا

دی روز توبہ کردم و امروز محتسب
مست از سرائے بادہ فروش آورد مرا

چراغِ مجلسیان، آہِ آتشین گردد
بمجلسے کہ، بخوانند داستان مرا

نیم نسیم، کہ ہردم بگلشنے گذرم
بناز کوش، کہ مرغِ دلم ہوائی نیست

محبتم بتو، در قرب و بعد، یکسانست
جدائی من و تو، داخلِ جدائی نیست

خطر بسے است دریں رہ، کہ میروی شانی
بلائے ما، ہمہ شہباز بے نوائی نیست

---

[1] حسین خاں شاملو صاحبِ ہرات -

Marfat.com

ہرکس، بدیدنِ رخِ خوبِ تو، خو گرفت   نتوان بہ تیغہا، رہ کویت برو گرفت
مرغِ چمن زنالۂ زارم، سحر گہے   چندان کشید نالہ، کہ آوازِ او گرفت

شب کہ شمعِ جمالِ تو در نظرمی سوخت   دلم بہ باغِ تو، پیش از شبِ دگر می سوخت

بے داغِ جنون، جانبِ صحرا نتوان رفت   بے نشۂ دردے، بتماشا نتوان رفت
راہیست رہِ کعبۂ دیدار، کہ آنرا   جز بر اثرِ آبلۂ پا نتوان رفت

چہ یوسفی، کہ بجز مصرِ دل مقامِ تو نیست   چو دل، کہ خطبۂ اقلیمِ او، بنامِ تو نیست
برآتشم منشان و بپرسشم مفرست   کسے کہ، محرمِ آوردنِ پیامِ تو، نیست

در سینہ نہالے، کہ زقدِ تو نشاندیم   غم شاخ و بلا برگ و ملامت ثمرِ اوست

غیر از غمِ تو، در دلِ من جائے گیر نیست   یعنی کہ، جز خیالِ توام، در ضمیر نیست

نازت، حریفِ حوصلۂ من، نمی شود   سنجیدہ ام، جفائے ترا با وفائے خود
خبر ز آمدن و رفتنت، ہمین دارم   کہ داد میکنم و داد خواہ می گزرد

داغِ محبت است کہ جان تازہ میکند   این سوز، یک زمان ز دلِ من، برون مباد

گر خضرِ رہ رفیق بود، بے دلیلِ شوق   لب تشنۂ وصال بمنزل نمی رسد

رشکم، بجرعہ نوشِ مئے التفات نیست   رشکم بران کسے است کہ، خونِ جگر خورد

چشمِ سیاہ و زلفِ پریشان چہ می کند   روزِ سیاہ و حالِ پریشان، نگہ کنید
اے اہلِ مصر! منعِ زلیخا ز گریہ چند   یکبار ہم بگوشۂ زندان نگہ کنید

مردم من و حدیثِ غمم در زمانہ ماند   من رفتم از میان، سخنم در میانہ ماند
جان رفت، و مرغِ عشقِ تو بے آشیانہ شد   دل خون شد و، خدنگِ غمت، بے نشانہ ماند

دگر ز ہر مژہ ام، سیلِ درد می آید   سرشکِ سرخ بر خسارِ زرد می آید
حریفِ یوسفِ من نیست، ہر زلیخائے   کہ عشق باختن، از دستِ مرد می آید

بندم بپا منہ، کہ بزنجیرِ امتحان   سودائے لیلے از سرِ مجنون نمی رود

Marfat.com

بجز خیالِ تو، درچشمِ ترنمی گنجد — درین پیاله ازین بیشتر نمی گنجد
من و خیالِ تو، پروائے دیگرانم نیست — درین قرابۂ شرابِ دگر نمی گنجد
اگر فرشته شود آدمی، به استعداد — بچشمِ مردمِ بے درد، در نمی گنجد

صد سال اگر بخلق جهان، آشنا شوی — چون نیک بنگری، همه بیگانهٔ تواند

رشکم از سوخته جانیست، که در دوزخِ هجر — سوخت از تشنگی و منتِ آبے، نکشید

هر رشتهٔ ز زلفِ تو، زنارِ صد دلست — از کارگاهِ حسنِ تو، یکتار کم مباد

بکوئے عاشقی، آنکه گذر توانی کرد — که پیشِ تیرِ بلا، جان سپر توانی کرد
شرابِ عشق چنان خور، که زهر نوشان را — بشربِ حوصله، خون در جگر توانی کرد
بمجلسے که، شرابِ کرشمه پیمائی — بجرعهٔ همه را بیخبر توانائی کرد

در پیشِ من حکایتِ اغیار میکنید — دائم بدین وسیله ام آزار میکنید

باز بر دل سپهِ درد، شبیخون آورد — غمِ عشق آمد و، از چشمِ ترم خون آورد
فلک آن روز که، ترکیب وجودم میساخت — مشتِ خاکے ز سرِ تربتِ مجنون آورد

اے مدعیان! مژده شمارا، که ازین شهر — رفتیم که، تا جائے شما، تنگ نباشد

حدیثِ وصل، مگو پیشِ شامِ هجرانم — که ذکرِ آب، دلِ تشنه بیشتر سوزد

دی بی تو، نظر بر سمن و سوسنم افتاد — آتش بدل، از کشتِ گل و گلشنم افتاد
برقِ نگهت سوخت، سراپائے وجودم — فریاد ازین شعله که، در خرمنم افتاد

شرحِ طومارِ وفائے تو، سراسر خواندم — حدِ نومیدیٔ ما بود، دگر هیچ نبود

تا حشر، ز شادابیٔ شمشیرِ تو، در خاک — اجزائے شهیدانِ تو، فرسوده نگردد

گر درد، دردِ تست، بدل میتوان گرفت — گر ناز، نازِ تست، بجان میتوان کشید

درد منت آنکه، بدرمان نمی رسد — ورنه کدام سر، که بسامان نمی رسد
ما در چه عالمیم؟ که در هیچ نوبهار — پائے نشاطِ ما، بگلستان نمی رسد

Marfat.com

تا من بہ شاہراہِ تظلم فتادہ ام — دستِ بلا بہیچ گریبان نمی رسد

وصالِ یار میسّر شود، ولے روزے — کہ رشتہ ہائے تعلق، زہم گسستہ شود

مستانِ حق، کہ جائے بہ بزمِ فنا، کنند — نوشند زہر، و نامِ زلالِ بقا کنند
گر خارِ حسرت است و گر نشترِ ستم — از پا کشند یک بیک و دیدہ ہا کنند

نظر بہ لالۂ صحرا چہ بستہ ای شآئی! — درونِ سینۂ، جگرہائے چاک چاک نگر

خطِ تو سر زد و لعلِ تو دلکش است ہنوز — زشوقِ لعلِ تو، نعلم در آتش است ہنوز
شبم بسینہ زدی تیر و بر سرِ پیکان — میانۂ دل و جانم، کشاکش است ہنوز

اے دل! بدوریٔ رخِ جانان، صبور باش — پروانہ نیستی! ز برِ شمع دور باش

دیوانہ را، شرابِ نصیحت مدہ، کہ من — این بادہ، دوش خوردم و دیوانہ تر شدم
آگہ نیم کہ، صیدِ نگاہِ کہ گشتہ ام — کز دست رفتہ بود دلم، تا خبر شدم

از ما حذر کنید، کہ ما دل شکستہ ایم — خاکستریم و بر سرِ آتش نشستہ ایم

بے تو، چون شمع، زشب تا بسحر می سوزم — اشک میریزم و بر آتشِ تر می سوزم
امشب از وعدۂ دیدار تسلّی شدہ ام — با وجودیکہ، ز دوشینہ بتر می سوزم

التفاتِ یک نظر، شائی! بدین روزم نشاند — وائے بر چشمِ ترم، پیشِ ازین میداشتم

تا گردن، از فراقِ تو، در خون نشستہ ایم — ہمچون حباب، بر سرِ جیحون نشستہ ایم
گر دیگران بعشقِ تو، در خاک خفتہ اند — ما تا کمر، ز تیغِ تو، در خون نشستہ ایم

چندانکہ میتوانی، آزار کن کہ ہست — صبرِ من آنقدر، کہ مرا منفعل کنم

دیگر بہ ترکِ عقل و فسون، میکند دلم — با خویش گفتگوئے جنون، میکند دلم
صد جائے گریہ می شودم در گلو گرہ — تا نالہ، ز سینہ برون میکند دلم

گر با ہزار قافلہ، ہمراہ بودہ ام — اندیشہ زان دو ترک سیہ پوش کردہ ام

تو مستِ بادۂ حسنی، از آن نہ آگہے — کہ من ز رشک، چہ خوناب در جگر دارم

Marfat.com

تا زندہ ایم، مرحمتے کن بحالِ ما ــــ دنبالِ مردہ، آہ کشیدن چہ فائدہ؟

شانیؔ! سمندری تو، بآتش مقام کن ــــ راضی چرا؟ بمنصبِ پروانہ میشوی

مسافرانِ بیابانِ عشق را، شانی ــــ نشانِ بادیہ، سنگِ مزارِ خود کردی

بیگانہ وار، بر سرِ راہت فتادہ ام ــــ شاید کہ، بے ملاحظہ سویم گذر کنی!

دی کز برِ من، رفت دل آگاہست ــــ سوئے سفرے کہ باد خاطر خواہست [۱]

شانیؔ کے یہ اشعار آقائے گلچیں معانی نے "خلاصۃ الاشعار" سے بھیجے ہیں:

ایکہ شہرے را، بہ منتِ رخصتِ دیدار ہست ــــ ہیچ میگوئی غریبے در پسِ دیوار ہست

در اولین نگاہِ تو، مرگ آرزو کند ــــ بانکہ بوالہوس نتواند ز جان گذشت

بتاں زصبرِ من آئینِ ناز، دانستند ــــ ہزار بیدلِ دیگر ز آتشِ من سوخت

بتو ہر مئے کہ ز جامم، بگلو می ریزد ــــ بگلو ناشدہ، از دیدہ فرو می ریزد

روزے کہ بزمِ وصلِ تو، بریک دگر خورد ــــ چندیں ہزار دستِ ندامت، بسر خورد

اندیشہ از گناہِ شہیدان مکن، کہ حشر ــــ از اولیں نگاہِ تو، بریک دگر خورد

می تراود غمِ ہجران، ز دلم روزِ وصال ــــ ہمچو خونابہ زخمے، کہ ز مرہم گذرد

مرگ میخواست کہ، آسان شورشِ غارتِ جاں ــــ دستِ دردا منِ غارتگرِ ایمانم زد

در نفس، باآنکہ جانے بیش نیست ــــ ہر نفس، با نالہ جانے میرود

دل غرۂ بصیر است، خدایا! برسانش ــــ دردے کہ، کم از محنتِ ایوب نباشد

وعدۂ قتلِ مرا، باز بفردا انداخت ــــ ماجرائے من و صبر است، یک امروز دگر [۲]

منکہ پروانگی، ہمچو تو شمعے، دارم ــــ ہست در دو زخم آسائشِ جان از آتش

---

[۱] خیر البیان ۳۰۳ ب تا ۳۱۰ الف ۔

[۲] میر تقی میرؔ نے اسی طرح کا ایک شعر کہا ہے:

کل کا وعدہ کیا ہے اس نے میرؔ
ایک دن اور بھی جیئے ہی بنی

Marfat.com

دل ز صلحم می طپد امروز، میدانم کہ باز —— با من این صلح از برائے جنگ فرداً کردہ

نگویمت کہ: بنودند عاشقان! بودند —— ولیکن این ہمہ خون، در جگر نداشت کسے

خوش حیاتیست کسے را، کہ پس از روزِ وفات —— دوست را بر سرِ خاکش، بزیارت ببرند

ہر قاصدِ آہے، کہ بسوئے تو فرستم —— ہمچون نفسِ بازپسین، باز نیاید

چوں مرغِ گرفتار، بامیدِ رہائی —— ہر چند کہ پرواز کنم در قفس افتم[۱]

یہ شعر سروِ آزاد، خزانۂ عامرہ اور شمعِ انجمن سے لیے گئے ہیں:

چہ خوش است با دو زلفت، سرِ شکوہ باز کردن —— گلہ ہائے روزِ ہجران، بشبِ دراز کردن

دیگرے را در گرفتاری، شریکِ ما مکن —— مدعا گر شہرتِ حسن است، یک رسوا بس است

شانی! دلت بہ کجکلہان مائل است باز —— این لالہ را، بطرفِ کلاہِ کہ میزنی[۲]

---

[۱] خلاصۃ الاشعار مرسلہ آقائے معانی۔

[۲] شانی کا دیوان ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں ہے، نمبر ۵، ۳ دیکھئے۔ اور اسپرنگر کی فہرست میں اس کا نمبر ۵۰ ہے، دیکھئے فہرست ص ۵۶۴۔

Marfat.com

شمسای، زرّین رقم

ایرانی الاصل تھا۔ بقول خوشگو مرزا غازی کا مداح تھا۔ ملا مرشد بروجردی کے ذریعہ مرزا سے ہمیشہ انعام و اکرام حاصل کرتا رہا۔[1] ملا عبدالباقی نہاوندی نے درباری شعرا کے زمرے میں اس کا نام لیا ہے، لیکن حالات نہیں لکھے، یہی لکھا ہے کہ اس نے مرشد بروجردی کے ذریعے مرزا غازی کے دربار میں بار پایا۔[2]

تاریخ طاہری کے مؤلف نے لکھا ہے کہ: قندھار میں طالب آملی اور شمس اس وقت میرزا کے پاس آئے جب کہ سخت قحط پڑا ہوا تھا:

درین نوبت طالب آملی و شمس در قندھار رسیدہ
بملازمت ایشان مشرف گردیدہ، اختیار ملازمت
او داشتند[3]

---

[1] تعلیقات میخانہ (محمد شفیع) ص۱۱ ۔ [2] مآثر رحیمی ۳ : ۱۸۷۔

[3] تاریخ طاہری مطبوعہ ۲۵۸۔

Marfat.com

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ مرزا پہلی مرتبہ قندھار گیا تھا، دربار میں پیدا کردہ غلط فہمی کی بنا پر دربار میں واپس بلایا گیا[1] لیکن پھر جلد ہی واپس بھیجا گیا[2]۔
ملک شاہ حسین سیستانی نے اپنے تذکرہ "خیرالبیان" میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے:

> — شمسای زرین قلم لاہیجانیست، در مبادی حال در خدمت معصوم خان تکلو۔ کہ حاکم طہران بود۔ نشو و نما یافتہ و مدتہا در ولایت گیلان و مازندران بخدمت سلاطین و سادات عالی درجات و ملوک عالی تبار آن دیار بسر بردہ، نزد ہرکس بودہ داد مردانگی و جلادت و نمک حلالی دادہ۔
>
> وخط نسخ و نستعلیق را بسیار خوب مینویسد و در جمیع سازہا دستی زدہ و در علم موسیقی مہارت کلی دارد، و در تاریخی کہ مرزا غازی بولایت قندھار متمکن گردید، بخدمت او شتافتہ سال دیگر برسم حجابت سیستان آمدہ مدت شش ماہ از ملاقات او مسرت افزای بود و نوبت دیگر در ایام حکومت ایل بی بولایت قندھار برسم حجابت عزیمت دارالسلطنت ہرات داشت، در قصبہ فراہ یک ہفتہ از ملاقات او محظوظ گردید۔

گویا دو مرتبہ سفارت کے فرائض انجام دینے کے لیے قندھار سے روانہ ہوا، پہلی مرتبہ

---

[1] روز دوشنبہ دوازدہم شعبان ۱۰۲۶ھ لاہور میں جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا تھا۔ دیکھیے مظہر شاہ جہانی ص۱۵۹ تزک نولکشور ص۲۰۶۔

[2] ۱۰ رمضان ۱۰۲۷ھ کو دوبارہ قندھار کی حکومت کا پروانہ ملا۔ تزک ص۲۳۲ مظہر شاہ جہانی ص۱۵۰ و ص۲۹۱۔

Marfat.com

مرزا غازی کی طرف سے سیستان کے ملوک کے پاس گیا اور چھ ماہ رہا، جہاں مؤلف تذکرہ کے ساتھ ملاقاتیں ہوتی رہیں، اور دوسری مرتبہ جب ایل بی حاکم ہوا اس وقت سفارت کے فرائض انجام دینے کے لیے ہرات جاتے ہوئے راستے میں فراہ میں ایک ہفتے تک مؤلف تذکرہ اور اُن کے درمیان صحبت رہی۔

مصنف نے لکھا ہے:

ــ شمسا بسیار خوش نقل و شیرین حکایتی است وجامع الحیثیات

و وحید الزمان خود است۔

یعنی شمسای زریں رقم خوش مقال تھے، شیریں بیان، جامع الحیثیات اور وحید الزمان تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غازی کے فوت ہو جانے کے بعد کچھ عرصے تو ایل بی[1] کے پاس رہے لیکن جلد ہی پھر ہندوستان آکر جہانگیر کے درباریوں میں شامل ہو گئے[2]۔ مؤلف نے لکھا ہے کہ:

ــ الحال بمزمرۂ مجالست جہانگیر بادشاہ معزز و گرامیست و

بادشاہ قدردان بواجبی باحوال او بازمیرسد۔

مؤلف نے لکھا ہے کہ نمونتاً چند بیت دے رہا ہوں، لیکن یہ ایک شعر لکھ کر صائب کا حال شروع کر دیا ہے:

گشتہ ام سرتاسر میدان سربازان عشق

جز دم تیغ محبت آشنا روی نبود[3]

---

[1] ابوالنبی بہادر خاں اوزبک۔ منظر شاہ جہانی ص۱۷۱۔ ماثرالامرا: ص...

[2] خیرالبیان ورق ۳۷۳ ب ۳۷۴ الف۔

شیدا اصفہانی، ملاّ

ان کا نام فقط صاحب ذخیرۃ الخوانین نے لیا ہے، مرزا غازی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"۔۔۔ واکثر شعرا در مجلس ایشان جمع آمدہ بودند، مثل طالبا مازندرانی و شیدا اصفہانی وغیرہ قریب دہ کس از اعیان شعراء مصاحب او بودند[1]"

گویا ان کے دامنِ دولت سے مشہور ترین شاعر دس تھے جن میں سے طالب آملی اور شیدا اصفہانی بھی تھے، کسی تذکرے میں شیدا اصفہانی کا ذکر نہیں ملا ایک ملا شیدا تکلو جہانگیر کے دور میں تھے جہانگیر سے بھی وابستہ تھے اور خان خانان کے قصائد بھی کہے ہیں[2]

---

[1] ذخیرۃ الخوانین ص۱۴۴۔

[2] رحیمی ۱۴۸۷۔

Marfat.com

ان کے والد مشہد سے آئے شیدؔا یہاں پیدا ہوئے اور ملا شیدؔا فتح پوری کہلائے۔ ممکن ہے کہ یہ شیدؔا کسی زمانے میں میرزا غازی سے بھی تھوڑی دیر کے لیے منسلک رہے ہوں جس کا ثبوت ہمیں کسی تذکرے میں نہیں ملتا،[۱] یہ اصفہانی الاصل نہیں تھے۔

---

[۱] دیکھیے تذکرۂ شعرائے کشمیر ج اول ص ۴۶۳ تا ص ۵۱۶۔

Marfat.com

صوفی، ملا محمد ماژندرانی

ملا صوفی ماژندرانی کے چار تذکرہ نویس معاصر تھے جن میں سے دو نے ان سے ملاقات کی ہے اور ایک نے انھیں دیکھا ہے، ایران کو خیر باد کہہ کے وہ یہاں احمد آباد میں آکر مقیم ہو گئے تھے، عرفات العاشقین کے مؤلف نے لکھا ہے کہ،

> "ہمیشہ اوقات خود را با انتخابِ شعر و عشرت و فراغت
> سیر و نرد و کمانداری و کتابت میگذراند.... مجدداً در
> احمد آباد بصحبتِ اوی رسیدیم، ہمان بہ لباسِ فقر و درد شتِ
> اہلِ سلوک است، والحق دیر آشنای او از غرور و نخوت
> نیست بالذات چنین آمدہ است.... در سنہ ہزار بیست و پنج
> در اجمیر باز او را دریافتم"[1]،

صوفی باصفا تھے، اہلِ دول کے دروازوں کے پھیروں سے بے نیاز بلکہ بے پرواہ

---

[1] حاشیہ میخانہ گلچیں معانی ص ۳۸۰۔

کم آمیزی نخوت و پندار کی وجہ سے نہیں بلکہ طبعی تھی، تمام دن اپنے ذوق کے مشاغل میں صرف کرتے تھے، کبھی اشعار کا انتخاب، کبھی چوسر، کبھی کمان اندازی اور کبھی کتابت، سیر و سفر بھی ان کو مرغوب تھا، ایران گھومے، حجاز مقدس رہے، اور احمد آباد میں رہتے ہوئے بھی کبھی کبھی اِدھر اُدھر کا پھیرا کر آتے تھے۔

صاحبِ میخانہ نے لکھا ہے:

"۔۔ چوں صوفی طبیعت و صافی طینت واقع شدہ بنا برآں بمولانا محمد صوفی اشتہار یافتہ مولدش از آمل ماژندران است..... بر ضمیر منیر و خاطر بیضا تاثیر ہنر منداں پوشیدہ نماند کہ این آرزومند صحبت نکتہ سنجان وادیٔ موزونیت را، از بخت سعادت ملازمت آن صاحب سعادت در اجمیر میسر گردید۔"

مزاج اور افتاد طبع کے متعلق لکھا ہے کہ:

"۔۔ روشن ضمیرے بنظر در آوردم در لباس فخر فقر در آمدہ درویش نہادے مشاہدہ کردم، حب جاہ دنیوی را طلاق دادہ، خرد مندے بر مسندِ استغنائے بے نیازی نشستہ، دانشمندے در طلب بر روئے ارباب دولت بستہ۔"

مولانا سے جب اجمیر میں صاحب میخانہ کی (۱۰۲۳ھ) ملاقات ہوئی ہے اس وقت جہانگیر بادشاہ وہاں منزل انداز تھا[1] لیکن مولانا نے کبھی اس کی طرف توجہ

[1] ۵ شوال ۱۰۲۲ھ تا یکم ذی قعدہ ۱۰۲۵ھ جہانگیر اجمیر میں تھا اور یہی وہ دور تھا جب مرزا غازی

(جاری)

Marfat.com

نہیں کی، اور نہ ان کے امرا کو ہی خاطر میں لائے۔

"ہیچیک از اعیان دولت را بطبیعت خود ندید، مگر آنکہ بزرگ اہلی اورا از روئے خواہش و آرزو مندی بخانۂ خود میبرد، بعد از انکہ میرفت فی الحال پشیمان میشد، و در خانۂ او چندانے شگفتہ نمی شد، کم میگفت و کم می شنید، تا از ان منزل بکلبۂ درویشی خود می آمد..... دران سال کہ سنہ اربع وعشرین الف (۱۰۲۴ھ) بود، باز بگجرات عود نمود۔"

اجمیر سے اس لئے جلد نکل گئے کہ لوگوں کی عقیدت مندی اور آمدورفت بڑھ رہی تھی، صاحب میخانہ سے کہا تھا کہ پندرہ سال مکہ معظمہ میں انھوں نے گزارے ہیں اور ہر سال مدینۂ عالیہ جاتے رہے، اور کہا کہ:

"کم جا از اطراف و اکناف عالم مانده باشد کہ من ندیدہ باشم۔"

اپنی شعروشاعری اور سخن سنجی اور سخن فہمی کے سلسلے میں کسی عزیز دوست سے فرمایا تھا کہ:

"ہرکس میل دارد کہ شعر فہمی مرا امتحان نماید منتخب مرا ملاحظہ نماید، کہ چون انتخابے بر اشعار زدہ و

(جاری)

کے انتقال کے بعد مرزا رستم قندھاری کو سندھ کا صوبہ دار بنا کر بھیجا اور عبدالعلی ترخان، خسرو خاں چرکس وغیرہ کو سندھ سے بدر کرا کے عبدالرزاق معموری کے ذریعے اجمیر بلا لیا تھا۔

شصت ہزار بیت علیحدہ نمودہ و آنرا تبخانہ[1] نام کردہ ام و
ہرکس را در خاطر خطور کند کہ رتبۂ شعر و شاعری من بر وظاہر
شود، ساقی نامہ[2] مرا مطالعہ نماید کہ چوں گفتہ ام ۔"

صاحبِ میخانہ کا قول ہے کہ اب تک انھوں نے ایک ہزار سے کچھ زیادہ اشعار کا دیوان مرتب کیا ہے، لیکن اس کے علاوہ بھی انھوں نے تین ہزار بیت اور کہے ہیں جو ابھی ترتیب میں نہیں آئے[3]

میرزا محمد صادق صاحب "صبح صادق" کے والد سے مولانا کی آشنائی تھی، میرزا نے بھی ان کو دیکھا تھا، اور جب ان کے والد (۱۰۲۳ھ) میں سورت بندر کے حاکم بن کر آئے تو مولانا اس زمانے میں بندر سورت پہنچے ہوئے تھے، مؤلف نے لکھا ہے:

"۔۔ و دران آوان مولانا محمد صوفی بہ بندر مذکور رسید
میانِ او و پدرم مودتے عظیم بود ۔"

اُن کے مزاج کے متعلق لکھا ہے کہ:

"۔۔ از مشاہیر روزگار است، صوفی مشرب، تندخو،
و درشت گو بود، با مردم کمتر اختلاط میکرد ۔"[4]

---

[1] یہ انتخاب تبخانہ کے نام سے ۱۰۱۰ھ میں تکمیل کو پہنچا یا، اور سال ۱۰۲۱ھ میں عبداللطیف عباسی گجراتی جو مثنوی کے شارح اور جامع بھی ہیں انھوں نے خلاصۂ احوال شعرا کے نام سے اس میں اضافہ کیا (استوری ص۸۰۶)

[2] ساقی نامہ، میخانہ عبدالنبی میں چھپا ہے (ص۴۷۶ - ص۴۹۲)

[3] میخانہ گلچیں ۴۸۴ - ۴۷۹ عرفات کے مؤلف نے تخمیناً یک ہزار و پانصد شعر کا اندازہ دیا ہے (میخانہ ص۴۸۷) ۔ [4] ... پارس مقالہ میرزا محمد صادق مینا از راقم الحروف اکتوبر ۱۹۶۶ء ص۴۳

مولانا (۱۰۲۳ھ) میں سورت میں تھے، اور (۱۰۲۴ھ)[1] اور (۱۰۲۵ھ)[2] میں اجمیر میں تھے جیسا کہ عرفات اور میخانہ کے مؤلفین نے اپنی ملاقاتوں کے سلسلے میں بیان کیا ہے۔

ذخیرالبیان، ۱۰۱۹ھ میں تالیف ہوا ہے اور بعد میں بھی اس پر اضافے ہوتے رہے ہیں، مؤلف نے مولانا کو دیکھا تو نہیں تھا لیکن ان کی زندگی میں ان کا حال تذکرے میں درج کیا ہے۔

کسی تذکرے نے ہندوستان میں وارد ہونے کا حال نہیں لکھا فقط یہ لکھا ہے کہ عہدِ اکبری میں وہ ایران سے یہاں آئے اور گجرات میں آکر سکونت اختیار کی، صاحب خیرالبیان نے ان کے آنے کا سال دیا ہے جو ۱۰۰۰ھ ہے علاوہ ازیں صاحب تذکرہ نے ان کے متعلق ایک اور نئی بات لکھی ہے:

"جناب مولانائے مذکور بزبان راجی شعر بسیار گفتہ وشعرش ہمگی نتیجۂ عشق است و ہرگز مزاج وہاج مولانا از نشار عشق خالی نبودہ۔"

صاحب "لطائف الخیال" نے لکھا ہے کہ مولانا شیراز بھی آئے اور وہاں کچھ وقت گزارا پھر گازرون گئے جہاں شیخ المحققین ابوالقاسم سے ان کے تعلقات بڑھے اور ایک مدت مدید تک وہاں رہے۔

"در مدح شیخ قصیدۂ بردیف ـ سخنی ـ گفتہ بسیار پاکیزہ و ہموار، شیخ نیز قصیدۂ ملارا در مدحِ ملا جواب

---

[1] میخانہ ص۳۴۰

[2] عرفات (میخانہ ص۳۸۰).

Marfat.com

گفتہ اورا سرفراز ساختہ[1]۔"

صاحب خیر البیان نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ:

"۔۔۔ و در وصف آنجناب، شیخ ابوالقاسم گاذرونی اشعار دربار بسیار دارد و از جملہ این دو بیت کہ در مدح او گفتہ تحریر یافت ۔۔۔"

دمید صبح و شب من، ز من کنار نکرد
جہاں شگفت و گلستانِ من بہار نکرد
ثناؤ مدح برآمد، دوبارہ گرد جہاں
بجز محمد صوفی کس اختیار نکرد[2]

مولانا کی وفات کی تاریخ محمد یوسف صوفی نے لکھی ہے جس سے ۱۰۳۵ھ برآمد ہوتا ہے:

"مجردانہ یکے شد بحق محمد صوفی"[3]

۱۰۳۵ھ

یہ تاریخ "صحفِ ابراہیم" اور "ریاض الشعرا" نے دی ہے، "صبح صادق" نے جو تاریخی شعر دیا ہے اس سے سال ۱۰۳۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

---

[1] میخانہ ص۱۸۷ ۔ [2] خیر البیان ص۲۵۱ الف خیر البیان میں ہے کہ صوفی نے جواب میں کہا ہے:

خدا گواست کہ در گاذرون برائے سخن
ظہور کردہ دریں روزہا خدائے سخن
خدائیگانِ جہانِ سخن ابو القاسم
کہ عقلِ کل سزدش کمترین گدائے سخن

شیخ شاہ عباس کبیر جید علما اور بزرگوں میں سے ہیں، مرزا جان شیرازی ان کے شاگردوں میں سے ہیں، شیخ شعر میں (قاسمی) تخلص کرتے تھے۔ [3] تذکرہ شعرائے کشمیر محمد اصلح حاشیہ راقم الحروف ص۲۳۲ عبد الباقی نہاوندی میں غلط چھپا ہے۔ ۱۱۳۳

Marfat.com

بہرِ سالِ وفاتِ او گفتم   رفتہ ملا محمد صوفی[1]

۱۰۳۴ھ

کہتے ہیں جہانگیر نے ان کو اپنے پاس بلایا تھا، سیف خاں صوبہ دار گجرات نے ان کو روانہ کیا، راستے ہی میں ان کا انتقال ہوگیا، وفات کے وقت یہ رباعی کہی جس کو جب جہانگیر نے سنا تو اس پر رقت طاری ہوگئی:

اے شاہ! ز تخت و نگین می ماند   از بہرِ تو، یک دو گز زمین می ماند

صندوقِ خود و کاسۂ درویشانرا   خالی کن و پر کن، کہ ہمین می ماند[2]

ملا کی وفات سرہند میں ہوئی اور غالباً وہیں دفن بھی ہوئے۔

میرزا غازی اور ملا محمد صوفی کے سلسلے میں میر علی شیر قانع نے صرف اتنا اشارہ کیا ہے کہ:

"۔۔۔ ملا محمد صوفی در عہدِ میرزا غازی وقاری بود، این رباعی از رقعۂ او، کہ در جواب طلب مرزا نوشہ و عذر بیری خواستہ ترقیم یافت:

پیری شد راہ ناصوابی دارد   گلنارِ رخم، برنگِ آبی دارد

بام و در دو رکن چار دیوار وجود   لرزان شدہ، روے در خرابی دارد

و نیز بر دیوان شہرتی[3] این بیت بنامِ او یافتم:

---

[1] مجلۂ پارس مقالہ راقم الحروف ص۲۲

[2] بزم تیموریہ ص۱۱۸ بحوالہ مآثر الامرا ۳: ۱۵۷۔

[3] شہرتی بھی میرزا غازی کے آخری دور کا شاعر تھا۔ قانع نے اس کو میر عبدالرزاق معموری کا معاصر قرار دیا ہے۔ میر عبدالرزاق میرزا غازی کی وفات کے بعد ۱۰۲۱ھ میں ٹھٹھہ کا بخشی اور دیوان ہو کر

(جاری)

غم داری نہاں در سینۂ تنگ چو کوہ بیستوں، ز سنگ فرسنگ
گہے کہ سنبل زلفش بہ لالہ زار آید بمن چمن چمن گل حسرت مرا بہار آید[1]

مرزا غازی کے جس مکتوب کا مندرجۂ ذیل عبارت میں قانع نے اشارہ کیا ہے، وہ انھوں نے قندھار سے ملا صاحب کو لکھا تھا، یہ خط خوش قسمتی سے محفوظ رہ گیا ہے اور اس کی عبارت یہ ہے:

ـــــ آن عزیز را خدا یار و روزگار ساز گار! استماع اخلاق و اطوار و اوضاعِ ایشان تخم محبت در دل محمد کشتہ بود، و رسیدنِ نامۂ گرامی چوں آفتاب حمل، و باران حمل آن را بکمال رسانید، اکنون شوقِ دیدار غالب است، ولیکن مسافت بعید است، و مرا پیری دریافتہ و ناتوانی فرو گرفتہ:

پیری . . . . . الخ

دستم از گیرائی ماندہ و پایم از روانی:

فرو ماندہ دستم ز نے خواستن گران گشتہ پایم، ز برخاستن

از بارِ محنتِ ایام پشتم دوتا و روے بر پشتِ پاست!

راکم کردہ روزگار حسود وز پے این رکوع داشت سجود

(جاری)

آیا، اور وہیں سے ترخانی قبیلہ اور خسرو چرکس وغیرہ کو جہانگیر کے دربار میں اجمیر لے کر گیا تھا ۲۳ - ۱۰۲۴ھ میں صوبہ دار بھی رہا - (مآثر الامرا ۱: ۱۴۰) شہرتی ٹھٹہ کا شاعر تھا، براہ راست میرزا غازی سے غالباً متعلق نہ تھا، صاحب دیوان اور غالباً صاحب بیاض بھی تھا، کیونکہ صاحب مقالات الشعرا نے کئی جگہ مختلف شعرا کا نام اور کلام کا نمونہ اس سے لیا ہے (مقالات الشعرا ص ۳۴۸ -

[1] مقالات ۷۳۸ - ۷۳۹ -

گشت قامت دوتا و من گفت — کہ ہمین زیر خاک باید خفت

از تطاولِ لیل و نہار آبم از روئے رفتہ و رنگ از موئے:

موئے چوں روئے پنبہ زار شدہ — روئے چوں پشت سوسمار شدہ

ماندہ ام چوں معانیٔ باریک — پر خطر تر، ز خاطرِ تاریک

القصّہ:

شکستہ شد آں مرغ را بال و پر

کہ جوس زدی در جہان، سال و ماہ

روزے کہ موکب عالی بدین حدود نزول نماید، انشاالله العزیز:

لنگ و لوک و خفتہ[1] شکل و بے ادب

سوئے اوی غیژد[2] و اورا می طلب[3]

تا متوفی دفتر خانۂ ارادت از دیوان "کن فیکون" - پروانۂ ماہیات مجردہ بسیط و اسناد تشخصات مادیۂ مرکبہ را بمحصلات وجود دادہ، نقد عشرت را بجنسِ محنت در دفاتر لیل و نہار از محاسبۂ ارباب تحاویل زمان۔ بعینہٖ تبدیل بخرج باقی مجری دارد، ہمیشہ ساحت دار الملک اخلاص بندۂ کمترین جولانگاہ ابلق شفقت و عنایت

---

[1] کج، خمیدہ۔ مثال: دلم از آتش غم تفتہ کردی — قدم از بار محنت خفتہ کردی

[2] زمین پر رینگتے ہوئے چلنا، کسائی کا شعر ہے:

زاغ بیابان گزید خود بہ بیابان سزید — باد بگل بر وزید گل بگل اندر غژید

[3] یہ بیت مولانا روم کا ہے فرہنگ عمید ص ۸۹۹۔

آں مخدوم بادا"[1]

اس پورے خط سے عبارت آرائی اور زبان کا چٹخارہ نظر انداز کیا جائے تو مطلب کی بات فقط اتنی ہے کہ: میرزا غازی کی طرف سے حسب بلاوے کا خط ملا محمد صوفی کو ملا تو وہ اس وقت قندھار جانے سے معذور تھے، پیری، بیماری اور دیگر تکالیف جسمانی و روحی کا ذکر کر کے معذرت کی اور آرزو ظاہر کی ہے کہ جب میرزا اپنے ملک میں واپس آئیں گے اس وقت جس حالت میں ملا صاحب ہوں گے رینگتے گھٹنوں کے بل مسافت طے کر کے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔

آقائے طاہری شہاب نے مولانا کا دیوان چھاپا ہے[2]، اس میں مولانا کا کوئی شعر ایسا نہیں ہے، جو میرزا غازی سے متعلق کہا گیا ہو۔

۱؎ میخانۂ گلچیں ص ۳۰۷، بحوالہ بیاض شمارہ ۲۳۷ مجلس شورائی ملی ص ۲۲۰ تاریخ تحریر ۱۰۵۹ھ بخط محمد صالح برادر زادہ اسکندر بیگ منشی مؤلف تاریخ عالم آرائی عباسی۔

۲؎ ابن سینا تہران، ۱۳۴۰ شمسی مولانا صوفی کے سلسلے میں میرا مرتب کردہ تذکرۂ شعرائے کشمیر محمد اصلح دیکھیے۔ ص ۲۱۷ تا ص ۲۳۶۔

Marfat.com

طالب آملی

طالب کا پورا نام یا ان کے والد کا نام کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا، اور نہ جیسا کہ ان کے نام کا جزو ہے ان کا تعلق خاص شہرِ آمل سے تھا۔ وہ بقول خود۔ روستازادہ[1]۔ تھے، یعنی آمل کا کوئی نواحی قصبہ ان کا زاد بوم تھا۔

طالبؔ کی تاریخ تولد یقینی طور پر معلوم نہیں، لیکن طالبؔ نے اپنے ایک قصیدے میں جو انھوں نے میر ابوالقاسم[2] حاکم آمل (ک ۱۰۰۰ھ) کی مدح میں کہا ہے، اس میں انھوں نے

---

[1] دگر آئین بشہرم نیست معذور   کہ ضائع کردہ ام در روستا عمر

نداردہ طاقتِ طنازیٔ عشق   چہ سازد عقلِ مسکیں، روستائیست!

[2] ابوالقاسم بن میر عزیز خاں (برادر زادۂ خیر النسا بیگم مادر شاہ عباس کبیر (۹۸۵-۱۰۳۸ھ) میرزا شفیع خراسانی ملقب بہ میرزائے عالمیان حاکم مازندران نے ان کو مقرر کیا تھا، میرزا شفیع کی مدح میں طالبؔ نے کئی قصیدے لکھے ہیں، ابوالقاسم کی مدح میں ان کا ایک قصیدہ ہے:

سحر کہ غنچہ کشاید گرہ ز پیشانی   زند دم از دم عیسے نسیمِ بستانی

(جاری)

Marfat.com

اپنی عمر بیس برس بتائی ہے:

پا بردہ میں پایۂ اوجِ عشر اتم — وانیک عدد فنم از آلاف زیادست[1]

ابوالقاسم چونکہ ۱۰۰۱ھ میں آمل کا حاکم مقرر ہو کر آیا اور طالب اس وقت بیس برس کے پیٹے میں تھے، اس حساب سے ان کے تولد کی تاریخ ۹۸۰ھ کے لگ بھگ ہونی چاہیئے جب کہ شاہ طہماسپ کی موت پر تین برس بیت چکے تھے۔

اس قصیدے میں طالب نے مروجہ علوم پر اپنی دستگاہ کا ذکر بھی کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا تعلق ایک ایسے خانوادے سے تھا، جس میں علم کا چراغ کئی پشتوں سے روشن رہا ہوگا اور خاندانی روایات کی بنا پر خاندان کے لڑکوں کو بیس برس کی عمر تک مروجہ علوم (منطق، ہیئت، فلسفہ، تصوف، حکمت، خط) حاصل کرنا ضروری تھا۔

قصیدے کے چند شعر ہیں:

برہندسہ و منطق و بر ہیئت و حکمت — دستے ست مرا، کش یدِ بیضا زعبادست

وین جملہ چو طے شد، نمکین علمِ خفیقت — کاستادِ علوم ست بر این جملہ مزادست

تیر حکمی، چون بہ کمان آورم، اوّل — برطبعِ فلاطونِ الٰہیسم گشادست

با ہیأتیانم، چہ کشاکش، کہ بہ جیبم — اقلیدسِ شان عامیٔ نشنیدہ سوادست

در سلسلۂ وصف خط، این بسکہ ز کلکم — ہر نقطہ، سویدائے دلِ اہلِ سوادست

پوشم سلب شعر، چو دانم کہ تو، دانی — کاین پایہ مرا، ثامنِ این سبعِ شدادست[2]

(جاری)

مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ قصیدہ گوئی کی حیثیت سے یہ طالب کا پہلا قصیدہ ہے (شعرالعجم ۳: ۱۴۹) قصیدہ مطبوعہ دیوان میں دیکھئے ص۱۱۰ تا ص۱۱۲۔

[1] دیوان طالب مطبوعہ ص۹ تا ص۱۳۔

[2] دیوان دیباچہ ص۲ متن ص۹ تا ص۱۳۔

لیکن مخزن الغرائب کے مؤلف احمد علی سندیلوی نے شاہجہاں کے منشی فیروز اور طالب کی ملاقات (۱۰۲۰ھ) کا جو حال لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طالب کو علوم میں اتنا دسترس اور دخل نہیں تھا جتنا کہ انھوں نے دعویٰ کیا ہے، مولانا شبلی نے ملا فیروز کی ملاقات کا ترجمہ یوں دیا ہے:

"۱۰۲۰ھ میں جب بادشاہ فتح پور میں آیا تو مجھ کو طالب کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا، تالاب کے کنارے ایک خیمہ تھا، طالب اس میں مقیم تھا۔ میں گیا تو دیکھا گویا اعتکاف میں ہے، سامنے دیوان کے اجزا ہیں، مصافحہ و معانقہ کے بعد پوچھا: کیونکر تشریف لانا ہوا! میں نے کہا: آپ کے چند شعر سنے تھے، ان کو سن کر ملاقات کا شوق ہوا! پوچھا: کیا شعر تھے؟ میں نے یہ شعر پڑھے:

مصرع: لب از گفتن چنان بستم، کہ گوئی

مصرع: مزہ' در جہان نمی بینم

جب یہ شعر پڑھا:

مردم زرشک' چند بہ بینم کہ جام مے
لب بر لبش گذارد و قالب تہی کند

تو اچھل پڑا اُٹھ کر گلے لگایا، میرے ذوقِ سخن کی نہایت تعریف کی، میری کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا: کمر بند کھول ڈالیے اور آرام سے تشریف رکھیے کہ ایک دو دن لطف سے گزریں!۔

عین اسی حالت میں ایک مغل آگیا، جس کے ہاتھ میں خاقانی کا دیوان تھا، طالب سے پڑھنا چاہتا تھا، طالب

Marfat.com

نے کہا: آج معاف رکھو، مدت کے بعد ایک درد آشنا ملا ہے، اس سے لطفِ صحبت اٹھائیں گے! لیکن مغل کب مانتا تھا، دیوان کھول کر یہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا:

در پردۂ دل آمد، دامن کشان خیالش

جان شد خیال بازی، در پردۂ وصالش

در مرکزِ مثلث بگرفتہ، ربعِ مسکون

فریادِ اوجِ مریخ، از تیغ مرصقالش

طالب نے اس شعر کے معنی بیان کیے تو چونکہ علمی استعداد نہ تھی، اناپ شناپ باتیں کہنی شروع کیں، مجھ کو بے اختیار ہنسی آگئی، طالب نے جھلا کر کہا کہ: اس قسم کے اشعار کو تم لوگ ہندوستان میں درس کے قابل سمجھتے ہو، میں ایسے شعر ناخنِ پا سے لکھتا ہوں! میں نے کہا: شاعری اور چیز ہے اور سخن فہمی اور چیز! طالب مکدر ہو کر چپ ہو گیا، مجھ کو بھی ملال ہوا کہ ناحق میں نے اس کا دل دکھایا اس کے خوش کرنے کو میں نے اور سلسلہ چھیڑ دیا اور کہا کہ: کل دربار میں آپ کے کس شعر پر لوگ معترض تھے، طالب نے کہا یہ شعر تھا:

عنبرِ افسردہ ام در پردہ دارم بوئے خوش

اس پر آصف خاں نے اعتراض کیا کہ: عنبر کو افسردہ نہیں کہہ سکتے! اوروں نے بھی اس کی تصدیق کی، میں نے کہا کہ: خاقانی نے پتھر کو افسردہ کہا ہے پھر عنبر نے کیا قصور کیا ہے؟

Marfat.com

خاقانی کا شعر یہ ہے :

کز فیض او بہ سنگِ فسردہ رسد نما

طالب نہایت خوش ہوا ، اور مجھ سے کہا کہ اس شعر کو ایک پرچے پر لکھ دیجئے[1]

میرزا محمد شفیع کی مدح میں طالب نے ایک قصیدہ لکھا ہے، جس کا مطلع ہے :

بیا کہ، شاہدِ شوخِ بہار، چہرہ کشاد — کنون، غمے کہ بجان بستہ، برہ بر باد[2]

اس کے تین شعر یہ ہیں :

من آن مجسم فیضم، کہ بے تأمل و غور — توان در آب و گلم دید، جوشِ استعداد

ندیدہ لذتِ یک زخمِ سیلیٔ ناصح — نکردہ نو بر یک، چین جبہۂ استاد

ہمین بفیضِ جبلی و نشۂ ذاتی — گرفتہ طنطنۂ شہرتم، دیار و بلاد

ان اشعار کے بعض الفاظ سے دیوان کے مرتب، طاہری شہاب نے نتیجہ نکالا ہے کہ طالب کو محض جودتِ طبع نے شعر گوئی کا سلیقہ اور ایک حد تک استعداد علمی بخشا تھا، ورنہ علوم میں ان کو کوئی مقام حاصل نہیں تھا[3]۔

مولانا شبلی نے بھی طالب کے استعداد علمی کے دعوے پر۔ اگر اس کے دعوے پر اعتبار کیا جائے[4]۔ کی شرط لگائی ہے ، لیکن طالب کے معاصر تذکرہ نگار طالب کے فنی کمال اور علمی استعداد کے قائل معلوم ہوتے ہیں ، جن میں سے تین تذکرہ نگاروں کی رائے ہمارے سامنے ہے ، مثلاً صاحب خیر البیان ، جس نے اپنا تذکرہ ۱۰۳۶ھ میں پورا کیا جب کہ طالب قندھار اور مؤلف خود ہرات میں تھا ، اس نے لکھا ہے کہ :

---

[1] شعر العجم بحوالہ احمد علی سندیلوی ص۱۷۱ ۔ [2] دیوان ص۱۰ تا ص۱۱ ۔

[3] دیوان دیباچہ ص۸ ص۹ ۔ [4] شعر العجم ۳ : ۱۴۸ ۔

Marfat.com

"۔۔۔ از غایت علو ادراک و سخن فہمی و فراست دست تصرف با اکثر علوم و فنون زدہ بہرۂ کلی از علوم رسمیہ حاصل نمودہ، خط نستعلیق را بنوعے می نویسد کہ خوشنویسان، انگشت از حسنِ خطش بدندان گرفتہ، انصاف میدہند ۔۔۔" [۱]

عرفات العاشقین کے مؤلف نے لکھا ہے:

"۔۔۔ باآنکہ ہنوز در عنفوان شباب بودہ بر صفحۂ عذار خطے نداشت رقم خط و نظم دل پذیرش، چوں زلفِ دلبراں صیدِ قلوب عارفان میکرد، الحق خوش مینویسد" [۲]

میخانہ کے مصنف کی طالب سے ملاقات تھی، اس نے لکھا ہے:

"۔۔۔ آن قدر اہلیت و استعداد کہ با اوست، با دیگر شعرائے این ایام نیست ۔۔۔" [۳]

طالبؔ کے مازندرانی ممدوحین میرزا محمد شفیع اور میرابوالقاسم دونوں کے دونوں دادودہش کے خسیس اور ہاتھ کے بالکل پکے تھے، اس لیے طالب تنگیٔ معاش کی وجہ سے ۱۰۱۱ھ [۴] میں ۔ جب کہ ان کی عمر تیس سال تھی ۔ آمل یا اس قصبہ [۵] سے جہاں ان کا خاندان

---

[۱] خیر البیان ورق ۳۱۴ - ۳۱۵ ۔
[۲] بتوسط میخانہ گلچین معانی ص۵۵۳ ۔
[۳] میخانہ گلچین ص۵۴۵ ۔
[۴] مقدمہ دیوان طالب بحوالہ محمد عارف شیرازی ص۱۹ ۔
[۵] طاہری شہاب نے لکھا ہے کہ مازندران میں ایک عوامی ترانہ مشہور ہے جس میں طالب کی بہن (ستی النساء بیگم) دہکدۂ کرچک کے پتھروں سے اپنے گم شدہ بھائی کا پتہ پوچھتی ہے:

سنگ کرچک . طالب ، ندی

(جاری)

Marfat.com

تھا، تلاش روزگار میں نکلے اور سیدھے کاشان پہنچے، جہاں بقول محمد شفیع مرحوم[1] ان کی خالہ[2] (زوجہ حکیم نظام علی کاشی) رہتی تھیں[3]، کچھ برس وہاں عزیزوں میں رہ کر طالب نے اصفہان کا رخ کیا، اور وہاں اس نے دو قصیدے شاہ عباس کبیر کی مدح میں کہے:

ز مشرب تو، مئے لعل فام را شرف است　　پیالہ راز تو فخر است، جام را شرف است

بلبلِ نطقم، چو آہنگ غزل خوانی کند　　نغمہ جان، در پیکر گلہائے بستانی کند[4]

لیکن ان کی کوئی قدردانی یا شنوائی نہیں ہوئی، وہاں سے بددل ہو کر مشہد پہنچے اور سوز و گداز سے بھرپور ایک ترجیع بند امام علی رضا کی بارگاہ میں پیش کیا:

باز خاطر، ز عیش دل گیر است　　نفس راست، بر جگر تیر است[5]

(جاری)

یہ قصبہ کرچک، دہستان ... (واقع نو کلومیٹر شمال آمل) میں ہے، طاہری شہاب نے شک کا اظہار کیا ہے کہ ایسی پڑھی لکھی عورت دیہاتی گیت کیونکر کہے گی، لیکن ان کو شاید یہ خیال نہیں رہا کہ عورتیں اپنے عزیزوں کی یاد ہمیشہ عوامی گیتوں میں کرتی ہیں، بہرحال ہو سکتا ہے کہ یہی قصبہ کرچک طالب کا زاد بوم ہو۔

[1] بحوالہ ریو ص ۶۷۹ (مے خانہ ص ۳۸۴)

[2] ماثر الامرا کے مولف نے عاقل خاں عنایت اللہ کے احوال میں لکھا ہے کہ جو عورت نصیرائی کاشی کے عقد میں تھی وہ ستی النسا خانم ہمشیرۂ طالب تھی نہ کہ ان کی خالہ۔ لیکن یہ صحیح نہیں، بلکہ شفائی کے نام پر لکھی ہوئی مثنوی اور میخانہ کے نوشتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مازندران میں ان کی ہمشیرہ رہتی تھیں اور کاشان میں خالہ۔ (ماثر الامرا ۲: ۹۰)

[3] حکیم نظام الدین حکیم رکن الدین مسعود یعنی حکیم رکنا استاد صائب کے والد تھے (دیکھیے تذکرۂ شعرائے کشمیر ص ۳۰)

[4] دیوان صفحہ ۱۵ - ۱۶ -　　[5] دیوان ص ۱۶۰ -

Marfat.com

مشہد سے طالب مرو شاہ جہاں پہنچے، جہاں بکتش خاں حاکم مرو[1] نے ان کو اپنے پاس رکھا اور اچھی طرح ان کی سرپرستی کی۔

طالب نے ایک برس وہاں اطمینان سے گزارا اور کئی ایک قصائد خان کی مدح میں کہے، ایک مثنوی بنام۔ سوز و گداز۔ خسرو شیریں کی بحر میں خان کے نام معنون کی۔[2] مرو شاہ جہاں میں ان کا قیام دو سال رہا جیسا کہ اس مثنوی میں خود ہی طالب نے اشارہ کیا ہے:

دو سال آمد، کہ از محنت کشانست　　　　ترا چون بوسہ فرشِ آستانست

بکتش خاں ابھی زندہ تھا کہ طالب اُکتا گئے اور بظاہر مازندران میں جا کر عزیزوں سے ملنے کی اُس سے رخصت لی اور چلے، گویا ۱۰۱۴ھ سے ۱۰۱۶ھ تک طالب مرو میں رہے اور ۱۰۱۶ھ کے آخر میں جب وہاں سے نکلے تو بجائے مازندران جانے کے ہندوستان کا رُخ کیا۔ جہاں مغل دربار کی زربخشیاں اور اُمرا کی داد و دہش کی شہرت، صفوی دور سے تنگ آمدہ شعرا اور فنکاروں کو ایران سے ہندوستان کی طرف کھینچ رہی تھی۔

طالب کس سال ہندوستان وارد ہوئے یہ سوائے مؤلف "خیر البیان" کے کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔ اس کا بیان ہے کہ:

و ۔۔ بتاریخ سنہ ست و عشر و الف (۱۰۱۶ھ) بجانب ہندوستان شتافتہ بعد از وصول دران دیار، میرزا

---

[1] بکتاش خاں دا فلو استا جلو ۱۰۰۷ھ سے لے کر ۱۰۱۷ھ تک مرو شاہ جہاں کا حاکم رہا اور وہیں ۱۰۱۷ھ میں طبعی موت مرا، عالم آرائے عباسی وقائع سال ۱۰۱۷ھ۔

[2] دیوان ۱۹۴ - ۲۰۳ -

Marfat.com

غازی ترخان مولانائے مذکور را بمصاحبت خویش

باز داشتہ: الحال بخدمت میرزائے مذبور بکرم ہست۔[1]

اس بیان سے بالکل واضح ہے کہ طالب ۱۰۱۴ھ سے ۱۰۱۶ھ تک مرو میں رہے اور ۱۰۱۶ھ میں وہاں سے نکل کر سیدھی ہندوستان کی راہ لی۔

بعض تذکرہ نگار معتقد ہیں کہ طالب مرو سے سیدھے میرزا غازی کے پاس قندھار پہنچے اور بعض کا خیال ہے کہ پہلے ہندوستان آئے اور جب یہاں ٹھکانا نہ نصیب نہ ہوا تو آگرے، سرہند، لاہور اور ملتان سے ہوتے ہوئے قندھار پہنچ گئے۔ ہم یہاں ان اقتباسات کو دے رہے ہیں تاکہ مسئلے کے متعین کرنے میں آسانی ہو۔

۱- خیرالبیان: بجانب ہندوستان شتافتہ بعد از وصول دران دیار، میرزا غازی ترخان مولانائے مذکور را بمصاحبت گرفتہ۔

۲- عرفات العاشقین: د۔ وقتیکہ از ایران

(۱) خیرالبیان: بجانب ہندوستان شتافتہ بعد از وصول دراں دیار، میرزا غازی ترخان مولانائے مذکور را بمصاحبت گرفتہ۔

(۲) عرفات العاشقین: د۔ وقتیکہ از ایران بہند عزم کردہ بود، در سند بخدمت میرزا غازی وقاری ..... قیام نمودہ ..... بعد ازان بہند آمد و رفت در ملازمت اعتماد الدولہ کمال ترقی کردہ ومیکند۔

(۳) میخانہ: د۔ اما چون طالب از بکتش خان جدا گردید،

---

[1] خیرالبیان ۳۱۵۔ الف

Marfat.com

اول بار بہ قندھار آمد، دران آوان میرزا غازی
ترخان ..... حاکم قندھار بود ..... چون
زبدۂ دودمان ترنیان در قندھار از دست
ساقیٔ اجل ساغر مرگ گرفت، آن بلبل دستان
سرائے درہمان سال کہ سنہ عشرین و الف
(۱۰۲۰) بود، بہ دارالخلافہ آگرہ آمد۔ ،

(۴) لطائف الخیال: د۔ از مازندران بہ عراق رفت .....
بعد لقندھار رفت نزد میرزا غازی ترخان
وقتیکہ بساط سلطنت او بہم خورد بہ ہند رفت۔ ،

یہ طالب کے معاصرانہ تذکرے ہیں، اور ان میں سے بعض مؤلفین خود طالب سے مل بھی چکے ہیں، مندرجہ ذیل عبارتوں کا مجموعی تاثر یہی ہے کہ طالب بکتش خاں سے نکل کر سب سے پہلے (سندیا) قندھار میں میرزا کے زمرۂ شعرا میں داخل ہو گئے اور ۱۰۲۰ھ میں وہاں سے واپس آکر ہندوستان کے دیگر امرا سے وابستگی پیدا کی۔

جو تذکرے اس بات کے معتقد ہیں کہ طالب پہلے ہندوستان آئے بعد میں قندھار گئے اور میرزا غازی نے جب وفات پائی تو دوبارہ ہند کی طرف رخ کیا، بہت بعد کے ہیں، لیکن ان مؤخر تذکرہ نگاروں میں سے بھی والہ داغستانی خاں آرزو، اور علی ابراہیم خاں اس بات کے قائل نہیں ہیں۔

(۵) مجمع النفائس: "اول در سند بخدمت میرزا غازی ......
قیام می نمود .... بعد از وے بہ ہند آمدہ .... "

(۶) ریاض الشعرا: نے تفصیل تو نہیں دی، لیکن اس میں بھی یہی ہے کہ:

Marfat.com

"۔مدتہا در خدمت میرزا غازی بسر کردہ ترقیات
نمودہ، پس ازان بخدمت جہانگیر شاہ رسید
کامیاب گردیدہ ۔"

(۷) صحفِ ابراہیم: "۔ از آمل .... رخت سفر بر بستہ، اوائل میرزا
غازی وقاری تخلص حاکم سند پیوستہ، زمانے
در خدمت آں حاکم والا مرتبت گذرانیدہ و
آخر بر دار الخلافۂ ہند رفتہ ۔"

سب سے پہلا تذکرہ نویس جس نے ایک قصیدے سے استنباط کر کے لکھا ہے کہ طالب آگرے، لاہور، سرہند اور ملتان سے ہوتے ہوئے میرزا غازی کے پاس پہنچے وہ میر غلام علی آزاد ہے جس نے لکھا ہے:

(۱) سروِ آزاد: .... از ولایت خود بر آمدہ بہ نزہت کدۂ ہند
خرامید، چون میرزا غازی وقاری از پیش گاہ
جہانگیر پادشاہ بصوبہ داریٔ قندھار مامور
گردید.... طالب خود را بآستان میرزا غازی
کشید، .... طالب قصیدۂ طولانی در مدحِ
میرزا غازی میطرازد و دران قصیدہ، رفتنِ خود
از ہند پیشِ میرزا مفصل می نماید... و بعد رحلت
میرزا غازی، کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت۔

(۲) خزانۂ عامرہ: "۔ سرے بہ گلگشت ہند کشیدہ چندے دریں
جا بسر بردہ نزد میرزا غازی .... شتافت
.... بعد فوت میرزا غازی دوبار رخت بدیار ہند کشید۔"

Marfat.com

اس مؤلف کے ان دو تذکروں اور طالب کے مذکورہ قصیدے پر انحصار کرکے متأخرین میں مولانا شبلی نے شعر العجم میں لکھا ہے کہ:

"۔۔۔ صاحب میخانہ کی یہ غلطی ہے کہ طالب پہلے میرزا کے پاس پہنچے ۔"[1]

اس موقع پر میرزا غازی کے سلسلے میں، بعض ضروری سنین کی جدول درج کی جاتی ہے تاکہ نتیجے تک پہنچنے میں آسانی ہو:

۹ محرم ۱۰۱۵ھ	جہانگیر کو لاہور میں قندھار کی بغاوت کی اطلاع پہنچی، اس تاریخ کو میرزا غازی کو قندھار کی مہم پر مقرر کیا گیا (تزک ص۳۴)
۹ ربیع الآخر ۱۰۱۵ھ	ـــــــ تیس لاکھ دام میرزا کو انعام میں ملے (تزک ص۳۵)
۱۳ رجب ۱۰۱۵ھ	ـــــــ بہادر خاں کو کمک کے طور پر جانے کا حکم ملا، اور دو لاکھ روپے بھی دیئے گئے (تزک ص۴۰)
۱۲ شوال ۱۰۱۵ھ	ـــــــ میرزا غازی قندھار میں فاتحانہ داخل ہوا - (تزک ص۴۲)
۲۲ ذی قعدہ ۱۰۱۵ھ	ـــــــ جب کہ جشن نوروز کا دن تھا، جہانگیر کو فتح قندھار کے حالات معلوم ہوئے (تزک ص۴۲)
شوال ۱۰۱۵ھ تا رجب ۱۰۱۶ھ	ـــــــ دس ماہ غازی بیگ قندھار میں رہا، اور جہانگیر کے حکم پر واپس بکھر پہنچ گیا-
۱۰ شعبان ۱۰۱۶ھ	ـــــــ بروز پنجشنبہ لاہور میں جہانگیر نے میرزا غازی کو منصب پنج ہزاری ذات و سواری پر فائز کیا اور

---

[1] شعر العجم ۳ : ص۱۵۱ -

Marfat.com

ٹھٹھہ کے علاوہ ملتان میں ایک جاگیر دے کر سردار خاں کی جگہ قندھار کی حکومت دوبارہ تفویض کی (تزک ۶۴)

۱۲ر شعبان ۱۰۱۶ھ ——— بروز دوشنبہ میرزا غازی جہانگیر سے لاہور کے باغ دل آمیز، میں آ کر ملا (تزک ۶۳)

۱۴ر رجب ۱۰۱۶ھ ——— میرزا غازی کو قندھار روانہ ہونے کا حکم ملا، اور غازی بھکر میں اسباب وغیرہ درست کر کے ابھی روانہ ہو رہا تھا کہ سردار خاں کے فوت ہونے کی خبر پہنچی۔

(تزک ۷۳)

۸ر صفر ۱۰۱۹ھ ——— میرزا نے قندھار سے لشکر کے اخراجات پورے کرنے کی بار بار درخواست کی تھی جس پر بروز دوشنبہ حکم ہوا کہ لاہور کے خزانے سے دو لاکھ روپیہ بھیجا جائے (تزک ۸۴)

۱۶ر محرم ۱۰۲۱ھ ——— یکم فروردین سہ شنبہ ساتواں جلوس جہانگیر (نوروز) شروع ہوا (تزک ۱۰۱)

۱۱ر صفر ۱۰۲۱ھ ——— شب جمعہ میرزا غازی نے قندھار میں وفات پائی۔

(ترخان نامہ)

۱۰ر ربیع الاول ۱۰۲۱ھ ——— بروز ۲۵ر اُردی بہشت بادشاہ کو میرزا غازی کی وفات کی خبر ملی (تزک ۱۱۰)

تاریخ طاہری کا مصنف محمد طاہر نسیانی ٹھٹوی، میرزا غازی کے ساتھ قندھار میں تھا جب کہ غازی پہلی مرتبہ قندھار گیا ہے (شوال ۱۰۱۵ - رجب ۱۰۱۶ھ) اس نے وہاں

Marfat.com

قحط کے حالات لکھتے ہوئے لشکر اور میرزا کے آدمیوں پر جو مصیبت آن پڑی تھی اس کا ذکر مفصل کیا ہے:-

"۔۔۔ فقیر نیز دران کمک - کہ از تھتہ بملازمت ایشان می آمد تعین گردیدہ بود - بعد از داخل شدن ایشان، سپاہ مذکور رسید، قحط سالی مرتبہ دید کہ اکثر غربائے آن سرزمین (قندھار) گوشت جیفہائے اسپ و شتر می بریدند و می خوردند ..... "

اور اپنے ساتھی کا حال لکھتے ہوئے کہتا ہے:

"۔۔۔ الحق ہمچنان وقت بود، ما دیک یار محمد ہاشم نام ہم منزل داشتیم آنچہ ما حضری بود با اتفاق تناول می کردیم چوں سفر گذراندہ در قندھار حضر داشتیم، آذقہ کہ ہمراہ برداشتہ بودیم، تمام گردید، کار بر خریدہ افتاد ۔۔ "

اس کے بعد میر طاہر نے اشیائے خوردنی کی قیمتیں دی ہیں اور لکھا ہے کہ اتنی قیمت دینے پر بھی خوراک کی چیزیں ملنا ناممکن تھیں۔ اور پھر اپنے ساتھی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"۔۔۔ آں عزیز را پارہ روغنی در دبہ ماندہ بود، چوں دانست کہ روغن سرکار ما خوبست ہم سفرہ گی فقیر برطرف ساخت، عاقبت معاملہ او بجائے کشید کہ طعام از یاران کہ ہموار بودیم، نہان کردہ در طہارت خانہ میخورد ۔۔ "

میرزا غازی کے لشکر اور ان کے اپنے آدمیوں کی حالت بھی خراب تھی، اور سردار خاں اور میر بزرگ سے قرض لے کر گذارا کر رہے تھے، سپاہیوں کا حال

Marfat.com

یہاں تک تنگ ہوا کہ میرزا غازی کی قیام گاہ کے چاروں طرف جمع ہو کر داد! داد پکارتے تھے،

> ۔ چون میپرسید، وکلا از ترس احوال سپاہی عرض نمی کردند، روزے خود فہمید وایشان راپیش کشیدہ آنچہ عاقبتے دفینہ نہادہ بودند، حکم داشت کہ بدین غریبان بدہند ومرا از آزار ایشان خلاصی دادند۔،

یہ حالات (شوال ۱۰۱۵ھ رجب ۱۰۱۶ھ) تک کے ہیں جب کہ پہلی مرتبہ مرزا وہاں تھے۔ میر طاہر نے لکھا ہے کہ ایسی صورت حال کی موجودگی میں طالب آملی اور شمسای زریں قلم قندھار میں مرزا کے پاس پہنچے۔

> دریں نوبت طالب آملی وشمس در قندھار رسیدہ۔ بملازمت ایشان مشرف گردیدہ اختیار ملازمت او داشتند۔

صاحب خیر البیان کا بیان ہے کہ طالب نے ۱۰۱۶ھ میں مرو کو خیرباد کہا اور سب سے پہلے مرزا کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ تاریخ طاہری سے اسکی تصدیق ہوتی ہے لہذا ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ مرو سے ہندوستان آتے ہوئے چونکہ قندھار راستے میں پڑتا تھا طالب وہاں پہنچ کر آگے نہ بڑھے بلکہ مرزا کے پاس ملازم ہو گئے۔

میرزا غازی نے اپنے حالات دربار میں لکھے ہوئے تھے، وہاں درباری سازشوں کی بنا پر بجائے روپیہ آنے کے فوراً واپس بھکر چلے آنے اور دوسرے حکم تک وہیں ٹھہرے رہنے کا حکم ملا۔

ظاہر ہے کہ جب قندھار سے نکلے ہوں گے تو اپنے تمام متعلقین کو ساتھ لے کر نکلے ہوں گے اور بھکر سے ہوتے ہوئے شعبان ۱۰۱۶ھ میں جہانگیر سے لاہور آکر ملے۔

طالب بھی سفر میں ساتھ تھے، اور میرزا غازی جب رجب ۱۰۱۷ھ میں دوبارہ

Marfat.com

قندھار کے صوبےدار بن کر گئے تو طالب یہیں ہندوستان میں رہ گئے۔

جس قصیدے کو بنیاد بناکر میر غلام علی آزاد اور مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ طالب پہلے ہندوستان آئے اور بعد میں آگرے، لاہور، ملتان ہوتے ہوئے پہلی مرتبہ قندھار گئے، وہ درحقیقت بر بنائے حقائق مندرجہ بالا، جب کہ ایک آدھ سال طالب نے یہاں رہ کر قسمت آزمائی کی اور جب کچھ نہ بنا تو دوبارہ میرزا غازی یاد آئے اور وہاں کی راہ لی، اس وقت انھوں نے یہ قصیدہ کہا ہے[1]

خیال ہے کہ طالب نے ۱۰۱۸ھ میں کسی وقت یہ قصیدہ کہا ہے اور قندھار کی راہ لی ہے، ۱۰۱۹ھ میں وہ قندھار میں میرزا غازی کے پاس پہنچے، جس وقت ان کا حال صاحب "تذکرہ خیر البیان" نے ہراۃ میں بیٹھ کر لکھا ہے اور بتایا ہے کہ اس وقت (۱۰۱۹ھ) طالب میرزا غازی کے پاس قندھار میں ہیں۔

طالب کو قندھار کا یہ سفر بھی مہنگا پڑا۔ چیچک کے مرض میں بیمار ہو کر چھ ماہ سخت اذیت میں تلملاتے رہے اور آخر میں اس کی وجہ سے آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔

اپنے ان حالات کو اشعار میں بیان کیا ہے مثلاً:

زبادِ آبلہ شش ماہ شد کہ خاک تنم
بہم برآمدہ زان چون غبار می پیچم

حجاب جوششِ لب میکنم زموئے بروت
نقاب درد بروئے شرار می پیچم

آنکھ کی خرابی کے متعلق لکھا ہے:

بارے خوشم کہ گر گلِ چشمم بباد رفت
در دست شیشہ شیشہ گلاب سرشک ماند

اے کاش با گوشِ غلتم احول نشدے چو چشم
تا ہر چہ گفتی، از تو مکرر شنیدے

طالب نے دوران قیام قندھار میں میرزا غازی کی مدح میں گیارہ قصیدے اور دو ترکیب بند کہے، کچھ غزلیں بھی میرزا کے جواب میں کہی ہیں، لیکن معلوم ہوتا

---

[1] آگے قصائد میں نشان زدہ اشعار دیکھئے جہاں اپنے سفر کے حالات بیان کئے ہیں۔

Marfat.com

ہے کہ آبلہ اور اس کے نتیجے میں آنکھ کے ضائع ہو جانے نے طالب کو شکستہ خاطر کر دیا اور ہر چند کہ میرزا غازی نے داد و دہش، سرپرستی اور قدردانی میں کوئی کوتاہی نہیں کی، لیکن وہ وہاں کی آب و ہوا سے اُکتا چکے تھے، خود میرزا غازی کے مالی حالات اور معاشرتی صورت حال بھی آخری دور میں خراب تھی، اس لیے طالب نے دوبارہ ہندوستان کی راہ لی اور یہاں پہنچ کر انھوں نے از سرِ نو زندہ رہنے کے وسائل تلاش کرنے شروع کیے۔

میرزا کی مدح میں طالب نے جتنے قصائد لکھے ہیں وہ بہت زوردار اور گرم ہیں، بعض اوقات مداحی سے گزر کر عاشقی کا دعویٰ کیا ہے:

تکلف نیست معشوقِ من ست او نیست ممدوحم   ازاں ایں شعرِ عشق آمیز، در مدحش سرائیدم[1]

جیسا کہ "میخانہ" کے مؤلف نے لکھا ہے۔ طالب واقعی ۱۰۲۰ھ میں میرزا کے جیتے جی قندھار چھوڑ کر ہندوستان پہنچ چکے تھے، اور یہی سبب ہے کہ طالب کے دیوان میں میرزا غازی کی وفات پر کوئی مرثیہ نہیں پایا جاتا حالانکہ جتنے شعرا میرزا غازی کی وفات (۱۰۲۱ھ) تک ان سے متعلق تھے سب نے دردناک مراثی کہے ہیں جن میں مرشد یزدجردی بھی ایک ہے۔

طالب یہاں پہنچ کر پھر مصائب روزگار میں مبتلا ہوئے، دیانت[2] خاں نے پہلے خود ان کو دربار میں پہنچایا، طالب اس وقت "مفرح" کھائے ہوئے تھے شاہی دربار میں کچھ کہہ نہ سکے، دیانت خاں کو خجالت ہوئی، گھر پہنچ کر جب سرور اترا تو طالب نے معذرت کا قطعہ لکھ بھیجا، دیانت خاں نے اس کے بعد مجبور ہو کر ان کو عبداللہ خاں

---

[1] آئندہ صفحات میں طالب کے قصائد اور ترکیب بند پڑھ کر اندازہ ہوگا کہ کس غضب کے اشعار نکالے ہیں۔

[2] دیکھئے مآثر الامرا ۲ : ص۸ خزانۂ عامرہ ص۲۹۰ (۱۰۳۰ھ) میں احمد نگر میں وفات پائی۔

Marfat.com

(متوفی ۱۰۴۰ھ)[1] کے پاس گجرات پہنچا دیا، عبداللہ خاں شعر دوست تھا اور نہ ہاتھ کا کشادہ تھا، طالب تنگ آ گئے اور پھر آگرے پہنچ کر کسی صورت سے (۱۰۲۵ھ)[2] میں اعتماد الدولہ سے رابطہ پیدا کیا اور مہرداری کا منصب لیا، لیکن اس کو نباہ نہ سکے، استعفا دے کر اس مخمصہ سے نجات پائی[3]:-

اعتماد الدولہ میرزا غیاث الدین (متوفی ۱۰۳۱ھ) نے آخر طالب کو شاہی دربار میں پہنچا دیا جہاں پہلی مرتبہ طالب کا بخت جاگا، اور قسمت کا ستارہ چمکا، طالب بادشاہ کے منظورِ نظر بنے اور سفر حضر میں ساتھ رہنے لگے یہاں تک کہ ۱۰۲۸ھ میں ملک الشعرائی کے بلند ترین منصب پر پہنچ گئے۔

جہانگیر نے تزک میں خود ان کا ذکر کیا ہے جب کہ وہ کشمیر کو جاتے ہوئے کلانور میں منزل انداز تھا، اور طالب بھی ساتھ تھے:-

"- دریں تاریخ روز شنبہ دہم دیماہ از چہاردہمیں سالِ جلوس (برابر با اواخر محرم ۱۰۲۸ھ ہجری قمری) طالب آملی بہ خطاب ملک الشعرائی، خلعت امتیاز پوشید-، اصل او از آمل است، یکچندے با اعتماد الدولہ می بود، چوں رشتۂ سخنش از ہمگنان درگذشت، در سلک شعرائے پائے تخت منتظم گشت-"[4]

---

[1] مآثر الامرا ۲: ۶۳۳۔

[2] تقی اوحدی نے طالب کو ۱۰۲۵ھ میں دیکھا ہے اس وقت وہ اعتماد الدولہ سے وابستہ تھے۔

[3] معذرت کا قطعہ ملاحظہ ہو دیوان ص ۱۵۳۔

[4] تزک ص ۲۸۹۔

Marfat.com

آخر میں چند سال طالب پر جنون کی کیفیت طاری رہی اور بالکل ساکت ہو گئے تھے،[1] جہانگیر کے انتقال سے ایک سال پہلے یعنی ۱۰۳۶ھ[2] کو طالب نے عین جوانی میں بعمر ۴۹ سال اس دار فانی کو چھوڑا، ملا شیدا نے ایک سال کی کمی سے یہ تاریخ نکالی ہے:

دادا ے فلک از مردنِ طالب ہاں داد   امروز بنائے نظم از پائے افتاد

تاریخ وفاتش از خرد جستم ، گفت   حشرش اجلے ابن ابی طالب باد[3]

جہانگیر نے تزک میں لکھا ہے کہ ماہ اردی بہشت سال ۱۰۳۶ھ میں ان کو طالب کی وفات کی خبر ملی۔ طالب فتح پور میں دفن ہوئے جسے تاریخ ادبیات فارسی میں ایتھے نے غلطی سے ، فاذپور، لکھا ہے[4]، حکیم رکنائی کاشی (متوفی ۱۰۶۶ھ) طالب کے خالہ زاد بھائی تھے، انھوں نے طالب کی موت پر کہا ہے:

فرزانہ عزیز و طالب خویشم، رفت   زین واقعہ تا چہ بادل ریشم رفت

من بودم و آن عزیز در عالم خاک   خاکم بر سر، کہ آن ہم از پیشم رفت

---

[1] تذکرہ شعرائے کشمیر تالیف راقم ص۲۰۸ بحوالہ صحفِ ابراہیم

[2] ریو، ریحانۃ الادب، قاموس الاعلام، شمع انجمن، خلاصۃ الاشعار، شعر العجم، خزانۂ عامرہ، ید بیضا، نتائج الافکار، صحفِ ابراہیم، میخانہ، سب نے یہی سال دیا ہے، طبقات شاہجہانی اور مآثر الامرا نے ۱۰۳۰ھ سال لکھا ہے جو غلط ہے۔ باغ و بہار، مراۃ العالم اور ایتھے نے ۱۰۳۵ھ سال دیا ہے۔ (تذکرہ کشمیر ص۲۱۰)

[3] تذکرہ شعرائے کشمیر تالیف راقم ص۲۱۰ یہ تاریخ ملا صبوری مشہدی کے نام سے بھی منسوب ہے، اور چند الفاظ کا تغیر ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہ دراصل ملا شیدا کی کہی ہوئی ہے اور ملا صبوری کے نام پر غلط منسوب ہو گئی ہے۔

[4] ایتھے ترجمہ شفق ص۱۹۵۔

Marfat.com

کلمات الشعرا سرخوش (طبع لاہور) کے حواشی میں مرقوم ہے کہ انھوں نے جہانگیر کے امیر شیخ حاتم کی بیٹی سے ۱۰۲۵ھ یا ۱۰۲۶ھ میں شادی کی تھی[1] جس سے ان کے ہاں دو بچیاں پیدا ہوئیں جن کو طالب کی بہن ستی النسا بیگم نے پالا، بڑا کیا، اور ان میں سے ایک کی شادی ضیاء الدین پسر حکیم قطبا سے کر دی جس نے وضع حمل میں ۱۳ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ کو لاہور میں وفات پائی، اور دوسری بڑی لڑکی عاقل خاں (متوفی ۱۰۵۹ھ) سے بیاہ دی تھی۔

ستی النساء خانم کو طالب سے بہت محبت تھی، اس کو دیکھنے کے لیے وطن سے چل کر یہاں پہنچی اور بقیہ زندگی یہاں گزاری وہ نصیرائی کاشی کے عقد میں تھی، بڑی پڑھی لکھی اور قابل عورت تھی۔ جب آگرے پہنچی تو طالبؔ شاہی رکاب میں سفر میں تھے انھوں نے یہ قطعہ لکھ کر بادشاہ سے اجازت طلب کی:

صاحبا! ذرہ پرورا! عرضے — بزبانِ سخنور است مرا
پیر، ہمشیرہ الیست غمخوارم — کہ باو، مہر مادر است مرا
چاردہ سال، بلکہ بیش گذشت — کز نظر دور منظر است مرا
دور گشتم ز خدمتش، بعراق — وین گنہ جرم منکر است مرا
او نیاورد تابِ دوری من — کہ بہ مادر برابر است مرا
آمد اینک بہ آگرہ، وز شوق — دل، طپان، چون کبوتر است مرا
میکند دل بسوے او آہنگ — چہ کنم شوق رہبر است مرا
گر شود رخصتِ زیارتِ او — بہ جہانے برابر است مرا[2]

---

[1] کلمات الشعرا طبع لاہور صفحہ ۶۹۔

[2] تذکرہ شعرائے کشمیر صفحہ ۶۱۱ مؤلفہ راقم و دیوان طالب صفحہ ۱۲۴۔

خاوند کے فوت ہونے کے بعد ستی النسا بیگم ممتاز محل (زوجہ شاہجہاں) کی خدمت میں امور خانہ داری اور مہر داری کے منصب پر فائز رہیں، اور شہزادی جہاں آرا (متوفی ۱۰۹۲ھ) کو بھی پڑھاتی رہیں۔ جب ممتاز محل فوت (۱۰۴۱ھ) ہوئیں تو شاہ جہاں نے ان کا خاص خیال رکھا اور مدار المہام اور عہدۂ صدر کل امور حرم شاہی پر فائز کیا[1]

۱۳ رذی الحجہ ۱۰۵۶ھ کو طالب کی لڑکی نے وضع حمل میں انتقال کیا اور اس صدمے سے ستی النسا بیگم نے ۱۲ دن کے بعد ۲۶ رذی الحجہ بروز شنبہ ۱۰۵۶ھ لاہور میں اس دنیا کو خیر باد کہا، شاہ جہاں بادشاہ نے پہلے لطور امانت لاہور میں دفن کرایا اور ایک سال چند روز کے بعد ان کی نعش آگرے میں تاج محل کے مغرب میں متصل چوک جلوخانہ، بادشاہ نے تیس ہزار میں خاص ان کے لیے جو مقبرہ بنوایا تھا اس میں منتقل کی گئی، بادشاہ نے مقبرے کی دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ کے لیے تیس ہزار آمدنی کی ایک جاگیر بھی مخصوص کردی تھی[2]۔

مولانا شبلی نے طالب کی شاعری کی دو خاص صفات بیان کی ہیں' فرماتے ہیں:

> "شاعری میں طالب کا امتیازی وصف صرف دو چیزیں ہیں (۱) ندرت تشبیہہ، (۲) لطف استعارہ استعارات کی نزاکت اس کے دور سے پہلے شروع ہو چکی تھی لیکن اس نے اور زیادہ لطافت اور ندرت پیدا کردی، اس کا کلام کہیں سے اٹھا کر دیکھو ہر جگہ نئے نئے

---

[1] نصر آبادی نے طالب کے ایک اور عزیز ملا محمد شریف ولد ملا شیخ حسن آملی کا ذکر بھی کیا ہے جو ہندوستان آئے اور ابراہیم خاں ولد علی مردان خاں (حاکم کشمیر) کے پاس رہے' (مقدمہ دیوان طالب ص۱۷)

[2] تذکرۂ شعرائے کشمیر ص۱۰۹۔

Marfat.com

استعارے نظر آئیں گے۔ ان میں سے اکثر لطیف اور نازک ہیں، ور بعض معما سازی اور چھوٹے طلسم ہیں۔[1]

طالب کی رشتہ داری کا سلسلہ یوں ہے:

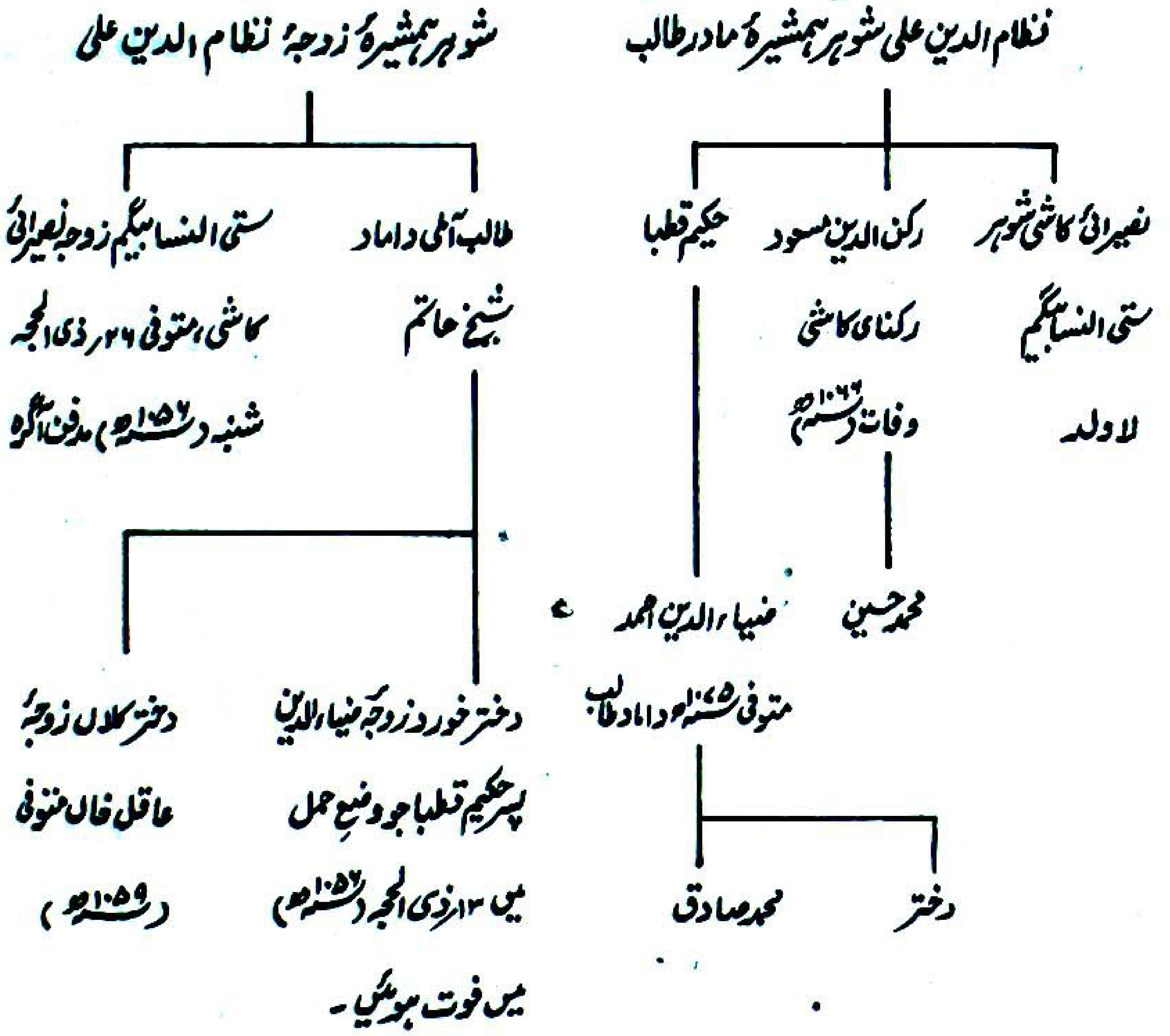

حیاتِ طالب کے واقعات کی جدول ترتیب سنین کے تحت مندرجہ ذیل سطور میں پیش کی جارہی ہے جس کی وجہ سے اوپر درج کردہ واقعات اور حالات کے جائزے اور سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

۹۸۷ھ	کرچک (آمل) قصبہ میں طالب پیدا ہوئے۔
۱۰۰۷ھ	بیس سال کی عمر میں طالب نے دو قصیدے اور

---

[1] شعر العجم ۳: ۱۶۸۔

Marfat.com

ایک ترکیب بند میر ابو القاسم حاکم آمل کی مدح میں
کہا[1] اور ایک قصیدہ مازندران کے حاکم میرزا محمد شفیع
کی تعریف میں تصنیف کیا[2]۔

۱۰۱۰ھ ——— تیئیس برس کے سن میں مازندران سے نکلے، کاشان
کاشان: گئے اصفہان میں رہے جہاں تقی اوحدی کی ان سے
اصفہان: ملاقات ہوئی لکھا ہے:۔ در عنفوان شباب بود و
بر صفحۂ عذار خطے نداشت، رقم خط و نظم دلپذیرش
چوں زلفِ دلبران صید قلوبِ عارفان میکرد۔

شاہ عباس کبیر کی مدح میں قصائد کہے[3]، لیکن
مشہد: کوئی نتیجہ نہ نکلا، وہاں سے مایوس ہوکر مشہد پہنچے
اور سوز و گداز کے ساتھ امام علی رضا کی بارگاہ
میں ترجیع بند کہا اور اپنا حال زار بیان کیا[4]۔

---

[1] ابو القاسم کی مدح میں یہ قصیدے ہیں:۔ (۱) آنم کہ ضمیرم بصفا صبح نژاد است، دیوان ص۹
(۲) سحر کہ غنچہ کشاید گرہ ز پیشانی، " ص۱۱
(۳) چوں برگِ گل ز دیدۂ گلشن فتادہ ام، " ص۱۶۳

[2] بیا کہ شاہدِ شوخِ بہار چہرہ کشاد دیوان ص۱۸ ۔

[3] قصائد یہ ہیں: (۱) ز مشربِ تو مئے لعل خام را شرف است دیوان ص۱۵
(۲) بلبل نطقم چو آہنگِ غزلخوانی کند " ص۱۶

[4] یہ ترجیع بند ہے: باز خاطر ز عیش دل گیر است " ص۱۶۱

۱۰۱۴ھ ———— اکبر نے وفات پائی اور جہانگیر تخت نشین ہوا،
میرزا غازی اس وقت دربار میں تھے۔

ایضاً ———— طالبؔ بکتش خاں حاکم مروشاہ جہاں کے پاس
مرو میں پہنچے اور ان کی شان میں ترکیب بند
کہا اور مثنوی لکھی[1]۔

۱۰۱۵ھ ———— ۱۲ شوال کو میرزا غازی قندھار میں داخل ہوئے۔

۱۰۱۶ھ ———— دو سال[2] رہ کر بکتش خاں سے وطن جانے کی اجازت
لی تاکہ عزیزوں کو دیکھے۔

ایضاً ———— آمل جانے کی بجائے ہندوستان کا رخ کیا اور
رجب ۱۰۱۶ھ سے پہلے قندھار پہنچ کر میرزا غازی
کے وابستگان میں شامل ہو گئے جب کہ وہاں
سخت قحط تھا۔

ایضاً ———— رجب میں میرزا غازی کے ساتھ قندھار سے
چلے اور بکر میں پہنچ گئے۔

۱۰۱۷ھ ———— طالب کے آنے کے بعد بکتش خاں نے اس سال
انتقال کیا۔

---

[1] ترکیب بند یہ ہے:
بازگل کردہ گلستانِ خیالی کہ مراست، ص۱۶۹
مثنوی سوز و گداز یہ ہے:
سرم را باز شورے در کمین است، ص۱۹۳۔

[2] یہ شعر کہا ہے جو مثنوی سوز و گداز میں ہے:
دو سال آمد کہ از محنت کشان است
ترا چون بوسہ فرشِ آستان است
دیوان ص۲۰۲

۱۰۱۷ھ ——— میرزا غازی ۴ ار رجب کو مستقل حاکم بن کر قندھار روانہ ہوا۔

۱۰۱۸ھ ——— طالب رجب ۱۰۱۶ھ سے لے کر ۱۰۱۸ھ تک ہندوستان میں گردش کرتے رہے، آخر مایوس ہو کر آگرے سے قندھار چلے گئے۔

ایضاً ——— لاہور میں ابو المعالی (المتوفی ۱۰۲۴ھ) سے بیعت کی اور کچھ عرصہ رہے اور ایک قطعہ[1] لاہور کے وصف میں کہا۔

ایضاً ——— آگرہ، لاہور، سرہند، ملتان سے ہوتے ہوئے قندھار پہنچ گئے۔ اور بار دگر میرزا غازی سے وابستہ ہو گئے۔ قصیدہ لکھا[2]۔

۱۰۱۹ھ ——— قندھار میں چیچک کے مرض میں گرفتار ہوئے، کئی ماہ تک صاحب فراش رہے، ایک آنکھ میں آبلہ پڑ گیا اور وہ ضائع ہو گئی۔

ایضاً ——— قندھار میں موجود تھے جب کہ صاحب خیر البیان نے ہراۃ میں ان کا تذکرہ لکھا۔

---

[1] خوشا لاہور و فیضِ آبِ لاہور — بطاعت میل شیخ و شابِ لاہور
کہ پیر دستگیر و مرشدِ من — یکے قطب است از اقطابِ لاہور (ص۱۰)

بقول شبلی قطب الاقطاب سے مراد شاہ ابو المعالی لاہوری ہیں۔

[2] دیوان ص۹۸۔

Marfat.com

۱۰۲۰ھ ——— پریشان ہو کر قندھار کو چھوڑا اور دوبارہ ہندوستان وارد ہوئے۔

ایضاً ——— اسی سال ملا عبدالنبی صاحب میخانہ سے آگرے میں ملاقات ہوئی۔

۱۰۲۱ھ ——— میرزا غازی کا ۱۱ر صفر کو قندھار میں انتقال ہوا۔

۱۰۲۳ھ ——— قلیج خاں پدر چین قلیج فوت ہوا۔

۱۰۲۵ھ ——— چین قلیج خاں اندجانی کی ملازمت میں تھے اور اس سال سورت بندر گئے[1]

ایضاً ——— خواجہ قاسم دیانت خاں کے ساتھ منسلک ہوئے اس نے عبداللہ خاں فیروز جنگ کے پاس گجرات بھیج دیا، وہاں طالب نے ان کی شان میں قصیدے لکھے[2] وہاں سے نکل کر پھر دیانت خاں کے پاس آئے۔

---

[1] آمل زیاد رفت مرا ز التفاتِ او ——— تا خویش را بہ بندرِ سورت کشیدہ ام

شبلی نے (۳: ۱۶۷) آزاد کی روایت سے لکھا ہے کہ قلیج خاں حاکم لاہور کے پاس ملازم تھے اور ان کی مدح میں قصائد کہے، جس قصیدے کا شعر سند کے طور پر پیش کیا ہے وہ چین قلیج خاں کی مدح میں ہے نہ کہ ان کے باپ کی مدح میں،

گلِ بہارِ سخا چین قلیج خاں، کہ سپہر ——— بہ باغِ ہمتِ او دوخت است چشمِ شام (ص۲۶)

چین قلیج خاں کی مدح میں قصائد دیوان میں موجود ہیں دیکھئے ص۱۳ ص۱۲۳ ص۱۳۹۔

[2] ملاحظہ ہوں قصائد ص۳۲ ص۷۹ ص۱۰۴ ص۱۸۲۔

Marfat.com

۱۰۲۵ھ ـــــــــــ تقی اوحدی نے ۱۰۲۵ھ میں آگرے میں ملاقات کی اس وقت وہ اعتماد الدولہ سے منسلک تھے، دیانت خاں نے ایک مرتبہ دربار تک پہنچانے کی کوشش کی لیکن یہ دمفرح، کھائے ہوئے تھے کچھ کہہ نہ سکے دربار سے چلے آئے اور بعد میں جب نشہ اترا تو دیانت خاں کی خدمت میں معذرت نامہ لکھا[1] اس کے بعد اعتماد الدولہ نے ان کو دربار میں پہنچایا۔

ایضاً ـــــــــــ اعتماد الدولہ[2] نے غالباً اجمیر میں ہی ان کو دربار سے منسلک کرا دیا۔

۱۰۲۶ھ ـــــــــــ نور جہاں بیگم کو قطعہ لکھ کر استدعا کی تھی کہ شادی کرا دے[3] قیاس ہے کہ یہ شادی ۲۵ - ۱۰۲۶ھ میں ہوئی ہوگی[4] جس سے دو بچیاں پیدا ہوئیں! یہ بیوی شیخ حاتم کی صاحبزادی تھی[5]۔

---

[1] معذرت نامہ ملاحظہ ہو ص۱۳۶۔

[2] اعتماد الدولہ کی شان میں کئی قصائد لکھے ہیں دیکھئے ص۱ ص۷ ص۴۸ ص۱۱۸ ص۹۹۶ ص۹۸۹ ص۹۹۴ ص۱۰۰۱ ص۱۰۲۵ ص۱۰۲۸ ص۱۰۳۱ ص۱۰۵۳ ص۱۰۴۲ ص۱۰۶۶۔

[3] ملاحظہ ہو قطعہ ص۱۲۴۔

[4] دیباچہ طاہری شہاب ص۳۸،

[5] دیباچہ طاہری شہاب ص۳۷ وکلمات الشعرا طبع لاہور ص۲۹۔

Marfat.com

۱۰۲۸ھ ——————— شنبہ اواخر محرم (دہم ماہ دے) جہانگیر نے طالب کو ملک الشعراء کے منصب پر فائز کیا،

۱۰۲۹ھ ——————— ملا فیروز سے اجمیر میں طالب کی ملاقات ہوئی۔

۱۰۳۴ھ ——————— غالباً اس سال کے لگ بھگ مزاج میں جنون کی کیفیت پیدا ہوئی، اور اس کے بعد سکوت میں رہے۔

۱۰۳۶ھ ——————— فتح پور آگرے میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے، اس وقت ۴۹ کی عمر تھی۔

۱۰۵۶ھ ——————— طالب کی ایک لڑکی جو ضیاء الدین پسر حکیم قطبا سے بیاہی گئی تھی وضع حمل میں بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ لاہور میں فوت ہوئی۔

ایضاً ——————— ۲۶ ذی الحجہ شنبہ کے دن ستی النساء بیگم نے اس صدمے سے لاہور میں انتقال کیا، اور لاہور میں امانتاً دفن کی گئی۔

۱۰۵۸ھ ——————— ستی النساء بیگم کی نعش لاہور سے لے جا کر آگرے میں تاج محل کے سامنے خاص مقبرے میں دفن کی گئی۔

میرزا غازی کے متعلق طالب نے جو کچھ کہا ہے وہ آئندہ صفحات میں دیا جا رہا ہے اور خاص واقعات کی وضاحت بھی حواشی میں کی گئی ہے تاکہ اشعار کی شانِ نزول پر روشنی پڑ سکے۔

Marfat.com

قصائد

در مدح میرزا غازی ترخان

یہ قصیدہ طالب نے ہندوستان سے میرزا غازی کی خدمت میں بھیجا تھا اور اس میں اپنے حالات لکھے ہیں اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی درخواست کی ہے۔

چو گل، تکیہ بر بستر خار دارم — نگاہی ز[1] حسرت گران بار دارم
دل آزردہ ام، وز پیٔ ہمزبانی — دل آزردۂ چند، درکار دارم
سری دارم، از بار سودا، توانگر — بدین سر، چہ پروای دستار دارم
گرہ بر گرہ ابروی دارم از غم[2] — خطا شد چہ ابرو دم مار دارم
گریزد ز من آب و آئینہ، گوئی — کہ خاصیت گرد و زنگار دارم
ز گل، کے کشم ناز، چون عندلیبان — کہ سامان گلشن، بہ منقار دارم
ہم از نسبت صورت دل بہ[3] پیکان — لبی غرق خون، ہمچو سوفار دارم

---

[1] ص: بہ — [2] ش: دارم از ابروی خم — [3] ش: چہ

هم از خندهٔ زخم های نهانی — جز این دیده، صد چشم بیدار دارم
همه شب، ز کیفیت بادهٔ غم — سرمست و مژگان هشیار دارم
در آن دم که گل ریزدش خنده دارد — من آمیزش گریهٔ زار دارم
شب[1] از ناله، پهلوی طنبور آسا — همه گوش و دل، بر لب تار دارم
پی کاوش دل، بر انگشت مژگان — ز فولاد ناخن، چو پرکار دارم
ندارم جوی راحت و گر بکا[2]وم — غم و درد، خروار خروار دارم
سری نیست تا[3] کاکل سبحه ام لیک — دل آویزهٔ زلف زنّار دارم
هم از گریهٔ گرم، در چشم حسرت — رگ نور، آبستن نار دارم
چه سوداگرم کشور آرزو را — که غم بار داند و سربار دارم
هدف چون شوم، زخم تیر و سنان را — که از نشتر غمزه آزار دارم
چه سامان، ازین هر که در هفت کشور — نه قیمت، نه رونق، نه مقدار دارم
به گل نازی کردم و شادم اکنون — که قرب و جواری به گلزار دارم
همان پیر دهقان افسرده گشتم — که امسال هم حسرت بار دارم
در آغوش گلشن، ز بس بی دماغی — ز گل دارم آن ذوق، کز خار دارم
دماغی مرا نیست، تا شکر گویم — که در پهلوی خانه عطار دارم
شب و روز در شغل خوناب ریزی — سر تیغ مژگان، شرر بار دارم
به ترکان چشم خودم، رحم ناید — دل هندو[4]ان جگرخوار دارم
نه از گریه آسایم و نه ز افغان — دل و دیده را بر سر کار دارم

---

[1] ص ـ ش : شب از پهلوی ناله طنبور آسا ـ [2] ص ـ ش : بکاوی ـ
[3] ش : با ـ [4] ص : هندویان ـ

Marfat.com

چو آن نخل، کش میوه شاداب نبود — همه خوارم[1] و تهمت بار دارم

بد و نیک، یک جلوه دارد به چشمم — نه بر فخر نازش، نه بر عار دارم

مسلمان نیم، نیستم[2] اهل ایمان — اگر هیچ خصمی به کفار دارم

یکی عارفم ناز پرورده مشرب — که از قید هر مذهب انکار دارم

اگر عشق کفر است، از منکرانم — وگر، کفر دین ست، اقرار دارم

یکی عود کج نغمهٔ بر سرد دم — که از رشته، نالهٔ آن[3] تار دارم

یکی بلبل، بی پر و بال شوقم — که محرومی، از طوق[4] گلزار دارم

ز[5] برگ گلم، دست رس نیست، زآن رو — جگر گوشه، بر نوک منقار دارم

درین خست آباد[6]، بی روی ماندن — نه سامان یک گام رفتار دارم

ز بیچارگی، بر در تنگ چشمان — قدم آهنین، همچو مسمار دارم

ندانم چرا یارب این سان خرابم — چو[7] لطف خداوند معمار دارم

صف آرای تیغ و قلم، خان غازی — که لب در ثنایش، گهربار دارم

بلند آفتابی، که دور از رکابش — برخ کوکب اشک بسیار[8] دارم

جدا ز آستانش، ز اشک دمادم — سر آستین، رشک گلزار دارم

دلا بی رخ او، سزاوار خنجر — سری دور از آن[9] در خور دار دارم

به چشم خلد، گرچه از آستانش — ز پا، قدرت کندن خار دارم

---

[1] س۔ش: بارم — [2] ش: ز اہل ایماں

[3] ش: از تار — [4] س۔ش: طوف

[5] ش: بہ — [6] ملک: جنت آباد۔ سپہ سالار۔ خست آباد۔

[7] ش: چہ — [8] ش: بسیار — [9] ش: دور از

Marfat.com

هم از کلک او، در نظر عقدِ پروین ‌ ‌ ‌ ‌ هم از نطق او، درِّ شهوار دارم

مبادا سرم گر به عهد ثنایش ‌ ‌ ‌ ‌ سرِ خامه یک لحظه بیکار دارم

ز ابیات او، تا گهر چیده گوشم[1] ‌ ‌ ‌ ‌ ز یاقوتِ اشعارِ خود، عار دارم

به تحت الثریٰ از تمنای قدرش ‌ ‌ ‌ ‌ قدم بر سر چرخ دوّار دارم

بهارِ بهشتم، که بر باغِ طبعش ‌ ‌ ‌ ‌ نگاهی ز حسرت، گران بار دارم

سحاب کریمم، که در ملک جودش

به مغز[2] دل خویش اقرار دارم[3]

---

[1] ش: گوشم ‌ ‌ ‌ ‌ [2] ص ش: به مغز ولی خویش۔

[3] دیوان چاپی از ۵۵۳ تا ۵۵۶۔

Marfat.com

قصیدہ

در توصیف لاہور و مدح پیر طریقت شاہ ابوالمعالی[1]

طالب نے یہ قصیدہ لاہور پہنچ کر کہا اور وہاں سے پھر ملتان آیا

خوشا لاہور و فیض آب لاہور — بہ طاعت میل شیخ و شاب لاہور
نیابی ز اہل ہندوستان گروہی — بہ دل نزدیکی ارباب لاہور

---

[1] شاہ خیرالدین محمد المعروف بہ شاہ ابو المعالی سلسلۂ قادریہ کے نامی بزرگ تھے ، شعر میں غربتی اور معالی تخلص کرتے تھے ۔ دیوان ، رسالۂ غوثیہ ، تحفۂ قادریہ ، حلیۂ سرور دو عالم ، گلدستۂ باغ ارم ، مونس جان ، زعفران زار ، ہشت محفل آپ کی قلمی یادگاریں ہیں ۔ آباو اجداد کرمان کے تھے ، سفینۃ الاولیا اور خزینۃ الاصفیا اور تاریخ لاہور لطیف اور دوسرے تذکروں میں آپ کا ذکر موجود ہے ، آپ ۱۰ ذی الحجہ عید الضحٰی کے دن ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء کو پیدا ہوئے اور ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء کو وفات پاگئے ، آپ کے والد کا نام سید رحمت اللہ تھا ، جن کے دو بھائی اور بھی تھے ، حضرت شیخ داؤد بندگی (مزار شیر گڑھ) اور سید جلال الدین (مزار سندھ) شاہ ابوالمعالی اپنے چچا داؤد بندگی کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ (دیکھئے نقوش لاہور نمبر ص ۲۵۱ تا ص ۲۵۵)

Marfat.com

گمانم نیست، کاندر هفت کشور | بود شهری، به آب و تاب لاهور
سکندر گو که عمر[1] خضر یابد | ز آب همچو شهد ناب لاهور
که گر یک خضر، آب زندگی داشت | هزاران خضر دارد، آب لاهور
بمیزان فلک سنجان شب دوش | نظر کردم در اصطرلاب لاهور
ندیدم گردش چرخ فلک را | به حسن گردش دولاب لاهور
همه آلات لهو، آلات دهلی | همه اسباب عیش، اسباب لاهور
بحسن خلق و حسن چهره مانند | به اصحاب بهشت اصحاب لاهور
گر از آب خضر سپه تلخ کامی | دهان شیرین کن از جلاب لاهور
بود لاهور شهری جمله آرام | نیابی مضطرب سیماب لاهور
به آسایش، اگرت میل ست واعظ! | بروی بستر سنجاب لاهور
میان بگشا و خوش واکش، که در هند | فراغت نیست، جز در خواب لاهور
هزاران زندهٔ جاوید، بینی | ز آب خنجر قصاب لاهور
به رسم کاسبان از شام تا صبح | کتان بافی کند مهتاب لاهور
به چنگ زهره مشکین تار بندد | سر زلف بریشم تاب لاهور
بزخم سکّه پیشانی خراشد | زر خورشید را ضرّاب لاهور
ز طاق[2] ابروی زناریان پرس | نشان مسجد و محراب لاهور
سرشک تنگ[3] را بگشای طالب | که جنس مصر باشد باب لاهور
قلم چون[4] تیز سازم، نقش گیرد | هزاران فتنه[5] از القاب لاهور

---

۱ ش: آب خضر۔ ۲ نسخهٔ اصل: نطاق۔ ۳ ش: شکرها۔
۴ ش: گز تیز ۔ ۵ ش: دفتر القاب ۔

کنم زان رو مریدِ آسا شب ورنہ   کرامت ہا بیان در بابِ لاہور
کہ پیرو دستگیر و مرشدِ من   یکی قطبیست از اقطابِ لاہور

خدایا زندۂ جاوید دارش
بآب خضر یعنی آب لاہور[1]

---

[1] مطبوعہ دیوان ص۲ تا ص۳ ۔

Marfat.com

قصیدہ

یہ قصیدہ آگرے سے چل کر لاہور اور ملتان سے ہوتے ہوئے جب قندھار پہنچے تو مرزا کی خدمت میں پیش کیا، سفر کے حالات اس میں بیان کئے گئے ہیں۔

زہے بزلف تو، ناموس کفر، ارزانی — بلند از نگہت صیت نامسلمانی
چہ آفتی، کہ مقیمان کنج صومعہ را — بصحن کعبہ کنی حکم "یا صنم" خوانی
بہ قبلہ ای نکنم روی، کز طپانچۂ زنگ[۱] — رخم چو قبلہ نما سوی خود نگردانی
قفس بر این دل، چون صعوہ بشکنی ہرچند[۲] — ہمای قدس، بدام آوری بہ آسانی
نہانی از نظرم گرچہ ہمچو روی نظر[۳] — درون چشم منت جلوہ ہاست پنہانی
بہ جستجوی تو، کردیم پای دیدہ، فگار — من و خضر، دو پریشان و دو بیابانی
نشانِ کعبۂ کویت، کس از کہ جوید باز — کہ، خضر می رود این رہ، بپای حیرانی
مقیدِ سرِ زلفِ ترا بہ سینۂ تنگ — نفس نمونۂ افعی بود ز پیچانی
ترحمی! کہ دلی دارم از شکنجۂ ہجر — ز آستین تو چینش فزون بہ پیشانی

---

۱ ش: زنگ ۲ ص: تاچند ش: نشکنی ۳ ش: نورنظر

Marfat.com

خمیر مایهٔ زلفِ تو و دماغ مرا — قضا سرشت ز آب و گلِ پریشانی

بموج خیز کنارم ز پاره های جگر — هزار کشتیِ نوح ست جمله طوفانی

چگونه از مژه سیلاب خون نیانگیزم — که کاوشی بدل از غمزه ایست پنهانی

بپرِ فرشته شکستم، ببادِ دامن آه — سحر که، مست شدم، از میِ خدا خوانی

زبانِ بلبل و طوطی، بیک دگر بستم — سفیده دم، که زدم پرده درخوش الحانی

دلم ز مطلع اول، به مدعا نشگفت
شگفته سازمش اینک به مطلع ثانی

مباش مانع چشم از نگاه پنهانی — بکن ز[1] قاعدهٔ ناز آنچه می دانی

سرم فدای تو! دست از جفا مکش، که مرا — چو اهل دل، به ستم خواهشیست پنهانی

جفا خوش است، چه قلبی بود، چه مصلحتی! — ستم خوش است، چه وصلی بود، چه هجرانی

ز غم به نسبت عشق تو لذتیست مرا — که تشنه را نبود از زلال حیوانی

ز ناشگفتگیِ روی بخت خود، شادم — که چینِ زلف تو، می رقصدم به پیشانی

غنیمت است، کز ان قوم نیستم، که کنند — جبین صیقلی از یاد[2] درد سوهانی

گهی به سهو، گر از دست غم چو بی تابان — زبان بر زهر شکایت زنم، ز نادانی

همان نفس، کنم از مار گر ز دندان وام — پیِ گزیدن طرفِ لبِ پشیمانی

فضای حوصله ام، دارد آن قدر میدان — که غم، لگام بتازد سمند جولانی

بلی! چرا نبود دستگاه حوصله ام — که، جرعه نوش همان ساغرم، که می دانی

کدام ساغر؟ پیمانهٔ عنایت دوست — که باد بر لب ارباب فیض ارزانی

چراغِ انجمنِ دهر میرزا غازی — کز او ست روشن این هفت کاخ ظلمانی

---

[1] س: تو . ش: بقاعدهٔ — [2] ش: باد

Marfat.com

ز عکسِ ماهچهٔ رایتِ جلالت اوست | جبینِ آئینه رویان چراغِ[۱] نورانی

دمِ ترشح، ابرِ کفِ سخاش، نهد | حباب بر سرِ دریا، کلاه بارانی

غبارِ توسنِ او، چون رهِ شرف سپرد | بگردِ او نرسد، سرمهٔ سلیمانی

قدح به دورِ لبش زهر نوش شد و نهد | ز دستِ خضر دهن بر زلالِ حیوانی

صدف به عهدِ کفش، بکر میرود نکند | قبولِ نطفه، ز صلبِ سحابِ نیسانی

به صفحهٔ رخِ خورشید، وصفِ او دیدم | که می نوشت عطارد، به خطِ دیوانی

گهی که پنجهٔ جودش، گهر فشان گردد | سپهر گوید شکرِ فراخ دامانی

دمی که توسنِ عزمش، سبک عنان گردد | زمین عرق کند، از شرمِ تنگ میدانی

حسود را بود از رشکِ خوانِ احسانش | به لقمهٔ جگرِ خویش تیز دندانی

به عهدِ او، گله مندی ز دهر نتوان یافت | بغیرِ چند، که نالد ز قحطِ ویرانی

دو مطلعم، چو دو خورشید، سر زد از لبِ نطق | ز یک[۲] توجهِ خاطر ز فیضِ یزدانی

به مطلعِ سیومش، می کنم حدیث درست
که دل نیافت کشاکش، ز اول و ثانی

چو رو به کعبهٔ وصلت کنم قدم رانی | فتد به خاک، ز پایم نشانِ پیشانی

چه مظهری؟ که چو آئینه، روشن ست ترا | نهانِ خلق، چه پیدائی و چه پنهانی

فلک به عینکِ خورشید و مه نکرد برون | سر از کتابهٔ این چار طاقِ ارکانی

تو دیده پوشی و با صد حجاب، در شبِ تار | خطِ جبینِ ملایک، بر آسمان خوانی

ز کلکِ طبعِ تو، ریزد به پرنیانِ خیال | همان رقم، که تراود ز خامهٔ مانی

زهی به عقده کشائیِ ضمیرِ مهر نظیر | گره کشاده[۳] ز کارِ زمانهٔ فانی

---

۱ ش: چرخ   ۲ ص ش: بیک   ۳ ش: کشاد

Marfat.com

ز شکل کاهکشان، داده پیک فطرت را — بکف عنان زیکی سبز خنگ چوگانی[۱]
دران مقام که گسترده خوان نعمت فیض — به مهر و مه، زده اول، صلای مهمانی
غذا، ز جدی و حمل داده چرخ را، هر گه — به سوی قرص مهش دیده تیز دندانی
من و سپهر و کواکب، گواه قول تو ایم — بیا بکن بخدا! دعوی سلیمانی
اگر سلیمان، در فیض ابر نیسان بود — تو خود، به فیض دو بالای ابر نیسانی
دمی امان نه دهی، گر سحاب دیدهٔ خصم — سفینه نه کنی در سراب طوفانی
گل همیشه بهار است دولتت، که سپهر — بصد زبان کند آن را، هزار دستانی
ز آب تیغ تو، در گلستان سینهٔ خصم — به داغ شعله دمد لاله های نعمانی
گیاه عمر حسود تو سست بنیاد است — چو بر کنارهٔ جو، سبزهٔ زمستانی
اگر عدوی تو، لب تر کند به چشمهٔ خضر — دهن به زهر بشوید ز لال حیوانی
وگر کند به دل اندیشه، کز سفینهٔ ضعف — بروی بحر، چو خس بگذرد، به آسانی
به سهم ارهٔ پشت نهنگ جلوه کند — به چشم واهمه اش موجهای عمانی
به صحن کعبهٔ کوی تو، شاهدان بهشت — تمام آهوی چشم آورند قربانی
به حیرتم، که قدم سودگان دشت حجاز — به راه کعبه، چه گرم اند در قدم رانی
چرا به سوی جناب تو، ره نمی سپرند — که شخص کعبه توئی، بل هزار چندانی
میان کعبه و[۲] ذات تو، فرق دشوار است — تو چار رکنی[۳] و کعبه چهار ارکانی
مجال دم زدنم نیست، ورنه می گفتم — صریح با تو: که چشم و چراغ دورانی!
زبان کلک تو، منقار طوطی خرد است — از آن نباشد بی شغل شکر افشانی

---

۱ م.ش: جولانی
۲ ش: عنصری
۳ ش: کعبهٔ ذات

Marfat.com

به پای[1] شکر نطق تو، سر بسر خجل اند — ز گل فشانی خود، بلبلان ایرانی
نثار نعل سمند تو، تنگ دستان را — گهر عرق بود و رشته چین پیشانی
به کُنهِ جوهر ذات تو، چون رسم هیهات! — هنوز، طفل صفت عقل من هیولانی
نه[2] عندلیب بهشتم، بگو[3] چگونه کنم — بکار باغِ مدیحت، هزار دستانی
بود به رشتهٔ وصف تو، کم بها گهرم — متاع زان، بیازار ماه کنعانی
گل قبول تو گر چینم، از بهار سخن — به عقل کل کنم، از ناز دامن افشانی
کلاه گوشه، به استادیٔ خرد، شکنم — گرم، تو روزی شاگرد خویشتن خوانی
زهی شگفته بهاری، که جلوهٔ تو کشید — به چشم بلبل و گل، توتیای حیرانی
ز شمع رای تو بر هر چمن، که عکس افتاد — در او چو آئینه شد، داغ لاله نورانی
تبارک الله از اندیشهٔ فلک[4] سیرت — که اوست اوّل سیارگان و مه ثانی
به پای فکر تو در لمحه ای توان صد بار — به لامکان شدن و آمدن به آسانی
ز شاهدانِ خیال تو، آب و رنگ برد — عروسِ خاطر مشاطهٔ صفاهانی
به خاکپای ضمیرت، سر نیاز برد[5] — کلاه گوشهٔ، مسند نشین شروانی
ز رشک بلبل شیرین نوای گفتارت — که هست خامشیٔ او هزار دستانی
به شاخسار سخن طوطیان[6] هند کنند — جگر فشانی در ضمن شکّر افشانی
بمعرضی که، زبان تو تیغ نطق کشد — قلم بر عشه فتد در بنانِ خاقانی[7]
زبان خامهٔ فولاد را، کند مجروح — حدیث تیغ زبان آورت ز برّانی

---

[1] ش: به پیش [2] ش: ز [3] ش: مگو
[4] فقط ش میں ہے [5] ص: نکو [6] ش: نهد
[7] ص: طوطیان سند [8] ش میں ہے

Marfat.com

نعوذ بالله ازان[1] افعی زمرد فام | که طعنه ها زده بر عقرب سلیمانی
چو آب خضر سیه جامه در حجاب نیام | چو خضر سبز قبا در لباس عریانی[2]
میان[3] خضر و وی این مایه امتیاز که او | همیشه خون خورد و خضر آب حیوانی
گهیست سبز در آید به چشم و گهه گلفام | گهیش هندی[4] خوانی گهی[5] بدخشانی
چو شرم حسن نهان زیر پرده، لیک به طبع | چو راز عشق، تمام آرزوی عریانی
به وصف توسنت این کلک پی بریده شود | بزیر ران بنانم کمیت جولانی
تبارک الله! ازان اشهب ستاره خرام | که در حقیقت صبح است[6] ماه پیشانی
به سطح خاک، یکی شعله الیست با دعنان | بروی بحر، یکی کشتی الیست طوفانی
یکی رمیده غزالی ست، همچو نرگس یار | بسی دونده تر، از قطره های پیشانی[7]
هوا به رعشه در آید گرش برانگیزی | زمین به لرزه در آید گرش به جنبانی[8]
به پیچ و تاب در افتد، ز رشک سنبل حور | چو مست جلوه کند عرض کاکل افشانی
بود به جیب فرو بستنش به عقل شکیل[9] | گره بباد زدن در کمال انسانی[10]
ترا رسد[11]، که چنین[12] رخش، بر فلک تازی | ترا رسد[13]، که چنین باره بر قضا رانی
خرد بنا ہا! آشفته خاطری نگذاشت | که در ثنای تو سنجم نوای سبحانی
عبیر پیرهن یوسف، آدرم ز خیال | عروس مدح ترا، تحفهٔ گریبانی

---

[1] ش: ز آن | [2] ش: میں نہیں ہے | [3] ش: چو آب خضر
[4] ش: ہندی | [5] ش: خوانی دگہ | [6] ش: صبحی است
[7] ص: عمانی | [8] ص: بشورانی | [9] ش: بود به جنب خرد بستنش بعقل شکیل
[10] ش: آسانی | [11] ش: سزد | [12] ص: چناں
[13] ش: سزد

Marfat.com

ولی چه سود کز آشفتگی[1] طبع و حواس — کشید سلسلهٔ دانشم[2] به نادانی
مشقت سفر و رنج راه، شدت دی[3] — به بست نطق مرا دست گوهرافشانی
سخن، ز خاطر افسرده، ناتمام آید — تمام رس نبود، میوهٔ زمستانی
خدای داند و من بنده، کاندرین مدت — چها کشیده ام، از حادثات دورانی
درین سفر، که نصیبم مباد، دیگر بار — بگونه گونه غم بود صحبت جانی
غم زمانه به یکسو، بلاست عارف را — به از[4] مقولهٔ زلف بتان پریشانی
تمام راه، به دستور بختیان سحاب — در آب دیدهٔ خود داشتم قدم رانی
تر اختلاطی، یاران برشگالی را — ز من مپرس، که این قصه نیست پایانی
ز آگره تا به خیابان گلشن لاهور — رفیق بودم با ابرهای بارانی
به عزم ملتان، چون زورقی شدم چو هلال — زد از سر شکم سیلاب، کوس عمانی
نچیده دیده بساط ترشحی، که مرا — ز شبنم مژه، کشتی نگشت طوفانی
چو بخت یافت به ملتان سلامتم از رشک — چهار ماه دران قلعه داشت زندانی
ز مکث ملتان، نزدیک شد بدان، که مرا — بدل شود لقب آملی به ملتانی
دران مضیق[5] ملالت چهار مه بودم — بسان مهره ز ششدر تمام حیرانی
ز رهنمونی اقبال شاه، مهرهٔ بخت — خلاص یافت، از آن ششدرم به آسانی
کنون که آمده ام، از تو چشم آنم هست — که، روی تربیت از بخت من نگردانی
خطاب بندگیم مرحمت کنی، که مرا — توجهی نه به سلطانی ست و نی خاقانی
مباش گو کمر حشمتم طراز میان — بس است فرق مرا، افسر سخن دانی

---

[1] ش: آسودگی　[2] ش: آتشم　[3] ش: وی
[4] ش: نه　[5] ش: بحوالهٔ نسخهٔ ملک: دراین

همین عطیه بس از دولت توام که سپهر — کند کمینه خطابم: عطاردِ ثانی

وحید صبح، محلّ دعاست هان (طالب) — سخن دراز مکن، چون شب زمستانی

همیشه، تا صفِ بیچارگان، برند پناه — به صاحبان دل از، حادثات دورانی

بزیر سایهٔ بالِ همای چترِ تو، باد — پناه خلق، چه ایرانی وچه تورانی

بساط بوس تو بادا جبین شیردلان — چه از سپاه عراقی چه از خراسانی[1]

زشمع رای تو، رشک چراغ گردون باد
فروغ انجمن دودمان ترخانی[2]

---

[1] ش: چه از سپاه عراقی وچه خراسانی

[2] ش: ص۹۵ تا ص۱۰۱ ـ

Marfat.com

قصیدہ

یہ قصیدہ قندھار میں پیش کیا اور اس میں بھی اپنی تکالیف، سفر کی صعوبتیں اور آیندہ کی آرزوئیں اور امیدیں بیان کی ہیں۔

اگر زاغ، اگر صعوۂ ناتوانم
ہمیں بس کہ، در جرگۂ بلبلانم

قفس زاد گانند، مرغانِ شہری
من آن روستازادۂ[1] آشیانم

دو قولے نہ فہمیدہ ام، زانکہ گیتی
تراشیدہ از گوشۂ دل زبانم

نسیمم، ولی در حساب سمومم
بہارم، ولی در شمار خزانم

یکی عندلیب پریشان مردم
کہ زلفیست بر چہرۂ گل فغانم

چمن، دست شوید بہ خون ریاحین
کہ گلدستہ بندد، ز اشک روانم

بر قصد ورق ز انتعاش سوادم
ببالد قلم ز التفات بیانم[2]

چو گلریز معنی خرامم[3] بگلشن
سرایند بر نقش پا بلبلانم

گرت سوز من نیست باور، نظر کن
بہ گل دوزی شعلہ در پرنیانم

---

[1] طالب روستازادگان آملی سے تھے اسی طرف یہ اشارہ ہے۔

[2] ش: بنانم   [3] ش: حرم

Marfat.com

نگاران چین دختن، نقش بندد	بروی[1] ورق کلک هندی[2] زبانم
گهر، بیخراشش نخیزد، ز معدن	شب و روز در کاوش دل ازانم
چسان جنس گوهر کنم در طبیعت	بگردن فتادست ناموس کانم
ز مغز سخن، بس که پرورده جسمم	چو باشد ز هم پیکر ناتوانم
زند خندهٔ کبک، بر نطق طوطی	هما گر خورد ریزه[3] از استخوانم
برقصد، خرد چون درآید، به بازی	کمیت قلم، زیر رانِ بنانم
بسوزد سپند آسمان، از کواکب	سر شعله، چون تیر سازد زبانم
همه شکر بختم، که ننهاده گیتی	به طعم سخن، لقمه ای در دهانم
خورد اشک تیزی و شیرین ادائی	سرِ نیش زنبور شهد از زبانم
هنوز این فطیری ست، از خوان طبعم	هنوز این پشیزی، ز گنج زبانم
بدل دارم اندیشه ها، شکر الله	که بختم جوان است و من هم جوانم
بمیدان دعوای روشن ضمیری	سر صبح بازی کند، بر سنانم
سخن نکهت گل دهد، در ضمیرم	قلم، بانگ بلبل کند، بر بیانم
چکد نی شکر دار، شهد معانی	ز هر سر حقّهٔ استخوانم
زبس، کز سخن گشته ام، محو لذت	غذا طعم معنی دهد، در دهانم
زند کعبه سان خال مشکین لباسی	ورق از نم عنبرین نا و دانم
پیمبر منم، معجزانم سخن[4] بس	سنائی و خاقانی، از امتانم
کلیم اللهِ دانشم، بی تکلف[5]	کلام الله نطق نازل نشانم

---

[1] ش: بردی [2] ش: هندو [3] ص.ش: ریزهٔ استخوانم

[4] ص.ش: را [5] ملک: کلیم الله آن شخصم، کز تکلف

Marfat.com

چو من، شمع دانش فروزم بمجلس — نمایند پروانگی، عرشیانم
بهار، از پیِ رفع ضعفِ ریاحین — تبرک برد آب دست خزانم
زند خنده ازمین آثار علوی — سر خامه بر اختر کاویانم
چو بر عرش تازم، بکمیت فصاحت — عنان بوس گردند، روحانیانم
به سیر فلک خنده زد هوشمندی — که طی القلم دید طی اللسانم
چو سیمای جوهر، ز فولاد هندی — نماید هیولای نطق از زبانم
لب از برگ گل وام گیرد، مسیحا — که بوسد، بوقت تکلم دهانم
زبس روشن آئینه ام، چون مریدان — یقین، خرقه پوشد، ز دست گمانم
ز معجون معنی پر از مغز بینی — کشائی اگر حقهٔ استخوانم
تو دانی و انصاف، و من نیز دانم — که یکتائے عصر و وحید زمانم
جواهر نگارد، چه بحری، چه کانی — بسیمین ورق، خامهٔ زرفشانم[1]
چو نی شکرش، بسکه بیند حلاوت — هما، وقف طوطی کند، استخوانم
اصالت کلاهیست[2] برفرقِ قدرم — نجابت ترنجیست، در دست شانم
شکنج طلب زلف تاب از کمندم — خدنگ طمع گوشه گیر از کمانم
حسب گردیٔ از دامن اعتبارم — نسب دودیٔ از مطبخ دودمانم
شفا، نسخهٔ از اشارات کلکم — اشارات، رمزی ز سرّ بیانم
مسیحا نفس (طالب) نکته سنجم — که نبود قسم عقل را جز بجانم
تراویده، از نطق طوطی، حدیثم — تراشیده، از بانگ بلبل، فغانم

---

[1] یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر مطبوعہ دیوان سے لئے گئے ہیں۔

[2] تن : کلامیست

Marfat.com

خرد، بر پرد آفتابم | سخن، بر جهد آسمان، آسمانم
فرود آید از عرش، بر بام خاطر | سخن، چون کبوتر، معلق زبانم
نفس باز گردد، چو از باغ فکرت | عبیر بهشت آورد ارمغانم
بدین شوخ طبعی، بدین تازه گوئی | خجالت ده شاعرانِ زمانم
ولی شکر، کز امتیاز طبیعت | نه از شاعران، بلکه از ساحرانم
معلّی کلام و مصفّا ضمیرم | ملمّع بیان و مرصّع زبانم
نمک بسته، از کنج لب تا دهانم | گهر چیده، از مغز دل، تا زبانم
گل دانشم، دست کشت طبیعت | سزد، گر نه ریزد هوای خزانم
شجاعم چو شیر، آنگهی شیر گردون | نه چون، روبهان مزوّر جبانم
ز چنگال شیر است، پیکان تیرم | ز نطع هژبر است، توز کمانم
بجای[1] سنانِ درخشنده، بینی | طلوع سهیل، از نیِ خیز رانم
کند طوق، در حلق گردون، کمندم | کشد میل، در چشم اختر سنانم
بنا در دوانش[2] بمیدان کوشش | بکلک و پلارک جهان[3] پهلوانم
گرت نیست باور من، اینک بمیدان | به تیغ و قلم، هر دو کن امتحانم
نپوشم زره، چون در آیم بکوشش | کز این شیوه، ننگ ست در خاندانم
چو پیکر ز برق است و توسن ز بادم | چه حاجت به خفتان و برگستوانم
چو مار افکنم پوست، زیرا که جوشن | نمود از مسامات بر تن عیانم
بسهراب دستی[4] به میدان کوشش | ملامت گر رستم داستانم

---

[1] ش: بجان   [2] ش: بنا در دو دانش   [3] ص: جوان
[4] ش: ز سهراب بیشم - ملک: بسهراب دستی

Marfat.com

هژبر اوژنِ زآلم[1] وانیک! — بتن حلّهٔ داغ، ببرِ بیانم
بتاج کیانی، بہ تیغِ یمانی — کفِ آفتاب و سرِ آسمانم[2]
ظفرنامہ ہا می فرستم بہ اعدا — بترکش نہانند: پرّ ندگانم
منم، کاتش افروز نطق و بیانم — زمیں زادهٔ، برتر از آسمانم
عطاردرقم، شاعرِ شوخ طبعم — کہ ختم است، نظمِ گہر بر زبانم
مزاج مرا لازم ست انحرافی — قلم زآن محرف پسندد بنانم
ازل تا ابد[3] گر بکاوی، نیابی — متاعی بجز دوستی، در دکانم
مت و مہر، باکینہ ورزانِ گیتی — بلی، گلہ، گرگ را من شبانم
رہ وصفِ خود چون کنم طی، دریغا! — قلم، کو تہی می کند، در بیانم
نیم منفعل، گر ثنا سنج، خویشم — کہ لطف خداوند دارد بر آنم
من و نظم فخریہ، کز چشم دانش — نظر کردهٔ افتخار زمانم
بہار سخن غازی آن شخص فطرت — کہ در گلشن مدحش از بلبلانم
فلک توسنی، کز غبار رکابش — سیہ خانۂ چشم شد، سرمہ دانم
بلند اختری کز عروج ثنایش — سرِ خامہ بگذشت از آسمانم[4]
بوصفش، خرد بست، نقشِ ضمیرم — بہ مدحش، زد اندیشہ ناف زبانم
بہ عبری و یونانی و تازی اورا — ستایش کند مغز در استخوانم
حمل گوید اورا، شکار کمندم — اسد گوید اورا، سگ آستانم:
غبارِ گہر بارِ دامانِ جودش — بدریا فرو بردہ دل تا زبانم

---

[1] ش: زابلم [2] یہ شعر مطبوعہ دیوان سے لیا گیا ہے۔
[3] ش: از آن تا ابد [4] ص: استخوانم

نسیم بهار گل[۱] انگیز خلقش — بیازوی تن بسته، تعویذ جانم
چکد بر زمین جملهٔ[۲] مغز مدحش — اگر بفشری استخوان بنانم
چو از رای مردیش، رازی کشودم — بلب جوش زد، حاصل بحر و کانم
چو از چرب دستیش، رمزی نمودم — زبان مغز بادام شد، در دهانم
ز عدلش، بیک صورت آید بخاطر — هیولای[۳] ضحاک و نوشیروانم
جهانی[۴] دهم غوطه، در بحر وصفش — زمانی حیات، ار به بخشد امانم
گل وصف او، چون شود شوخ نکهت — هوس لب شگفد گلستان گلستانم
چو از شوخی طبع او، نکته سنجم — گهر، دست بازی کند، با زبانم
نی از نم شود سبز، در نیستانها — به کاشانه، این نکته شد امتحانم
کز آب سخن، گاه تحریر نظمش — قلم شد، پر طوطی اندر بنانم
دل خصم او، گر نباشد نشانم — خدنگ سخن، کج رود در کمانم
به ایثاری وصف[۵] او، در شبستان — زند خنده بر شمع، روشن بنانم
بمغز آید از باد دامان رفعت — نسیم گل و بوسه[۶] زان آستانم
گر از شکر نعمای او بی نصیبی — روان گشت زانش[۷] برلب استخوانم
به گلشن شوم، چون مهیای مدحش[۸] — در آرد زبان، سوسن اندر دهانم
ز تمکین او، گر کنم نظم گوهر — قلم سرگرانی کند با بنانم
چو بینم دم تیغ او، روز هیجا — شب آید بخواب، اژدهای دهانم[۹]

---

۱ ص: گل اندوزیش: دل انگیز ۲ ش: صاف ۳ ص: هیولا ز ضحاک ـ ش: هیولای ضحاک
۴ ش: جهان را دهد ۵ ش: بر نثاری نظم ۶ ش: گل بوسه
۷ ش: دو انگشت زن بر ۸ مک: وصفش ۹ ش: دمانم

Marfat.com

سخن[1] چون بہ تعریف نیسان دستش — زلب[2] عالم افروز و گوہر فشانم

کنم پنبۂ صبح، ز آب سخن تر — پس آن آب، در حلق کوثر چکانم

رقم کآن نہ مشکین بود، ز بنانش — چو مو، بر سرِ خامہ آید گرانم[3]

پی خاک بوس لب بام قدرش — گر و گونہ آید کمند کمانم

ببرجِ دل، ازبسکہ، آرم معانی — بپرواز، گوی کبوتر پرانم

بخواب اندر از فیض الہام وصفش — سخن رو دہد داستان داستانم

در املای مدح کفش بوسہ گیرد — لب بحر از دست گوہر فشانم

چو توسن بمیدان سہمش جہانم — رود اژدر از مار پیچ عنانم

زہی شیر خشمی، کہ در وصف تیغت — زند خامہ دم، ز اژدہای دہانم

قضا گویدت، طوق دار کمندم — اجل گویدت، خانہ زاد کمانم

تن دشمن آید، لبسوی حسامت — کہ این شوخ[4] گل بردم از استخوانم

سر حاسد افتد بپای سنانت — گر این[5] نخل تر میوۂ خویش دانم

قدر پنجہ باز د کہ بر تاب دستم — قضا قد فراز د کہ بشکن میانم

اسد گوید، از چرخ بکشا خدنگی — نہ آخر کم از شرزۂ نیستانم

تو گوئی زبون کش نیم زاژ کم خا — مدہ پیش تصدیع دست و کمانم

دگرگون کن، آئین گفتار طالب — کہ من، والۂ شیوۂ بلبلانم

زہی علوی ادراک قدسی مکانم — گزین گوہر عقد ہفت آسمانم

---

[1] ش: سحر

[2] ص ـ ش: زلب عالم افروز گوہر فشانم

[3] یہ اور اس کے بعد کے چار شعر مطبوعہ نسخے سے لئے گئے ہیں۔

[4] ش: کہ ایں شاخ گل

[5] ش: کہ ای ..... خوانم ـ ملک: دانم

Marfat.com

نثار تو، آثار طبع و ضمیرم — فدای تو، اولاد کلک زبانم

سخن بی ثنای تو، نیش خیالم — قلم بی مدیح تو تیغ زبانم[۱]

تو آن ابر فیضی، که از شرم وصفت — گهر آب شد، در عروق بنانم

تو آن بحر جودی، که از موج لطفت — بکشتی گهر ریخت دل بر زبانم

زمین ثنا سنجی ابر فیضت — به بحری علم شد دل قطره سانم

کجا گر نه فیض ثنای تو بودی — جواهر شدندی خزف زیر کانم

نیامیزد ای مجلس آرای معنی — کر روشن شد، از شمع طبع روانم

برافروخت مدح تو، روی ضمیرم — برافراخت وصف تو، نخل بیانم

تو آتش زن برق، کردی گیاهم — تو مهتاب فرسا نمودی، کتانم

تو آئینهٔ طبع کردی منیرم — تو شمشیر دانش، زدی برفسانم

نسیم از تو شد، خاکروب سمومم — بهار از تو شد، خوشه چین خزانم

دم از تیغ هندی، زند با حسودت — زبان قلم، در دهان بنانم

زخون عدوی تو، گسترده هر سو — فضا فرش، در خانهای کمانم

بترصیع زرین رکاب تو زاید — جواهر ز نوک قلم توامانم

بوصف تو سرگرم نطقم از آن رو — قلم میبرد سجده پیش زبانم

زخوش طعمی من و سلوای وصفت — ملائک بجنبد ز اطراف خوانم

ثنا سنج نطق توام، چون نباشد — بعزت[۲] کلیم الله از ترجمانم

دعاگوی طبع توام، چون نگردد — نواسنج آمین لب عرشیانم

زهی انتخاب، از سبز پردانم — بمدح تو، زان نامزد شد زبانم

---

۱ ش: بنانم — ۲ به غیرت

Marfat.com

عنان تاب شوق تو شد، ورنہ کی دل　　زدی فال رجعت، ز ہندوستانم
بلغزیدہ بود، آن چنان پای خاطر　　در آب و گل شہرِ ہندی بتانم
کہ گر شوق این کعبہ، غالب نہ گشتی　　گذشتی بدل یاد نقل مکانم
نگاران لاہور و خوبان دہلی　　بدل کردہ بودند، پیوند جانم
گرہ بستہ بودند ہر یک، بہ نوعی　　سر رشتۂ جان، بموی میانم
یکی چہرہ سودی، بچشم رکابم　　یکی بوسہ دادی، بزلف عنانم
فشاندی یکی در بغل، یاسمینم　　نہادی یکی در دہان، برگ پانم
چہ گلہا کہ بشگفت بر باغ خاطر　　ز کشمیریان وز اجمیریانم [1]
غزالان ملتان، نیرنگ سازی　　کہ بندند از غمزہ، دست و زبانم
نگاران سرہند، در نقش بندی　　کہ سازند دل، غرق خونابہ سانم [2]
من از جملہ، چون نکہت گل گریزان　　کہ خود را، بہ بزم ہمایون رسانم
بجان بندۂ خضر اخلاص خویشم　　کہ بنمود این رہ سوی آستانم [3]
رہ کعبہ، طی می نمودم ز غفلت　　بہ سوی تو، آورد دل، موکشانم
کنون کامدم دارم این نقش در دل　　کہ بر آستانِ تو، جاوید مانم
بگویم دعای تو، چون شعر گویم　　بخوانم ثنای تو، چون ورد خوانم
وفا می دہم، گوہرِ بندگی را　　کہ چون دست و پایم بہ پایت فشانم
تو نیز ار ہم گل تربیت، بر سر افشان　　کہ این باغ را، بلبل خوش فغانم
بہر پایہ کم در خور آن ندانی　　سزاوار آن و دو بالای آنم

---

[1] یہ شعر مطبوعہ دیوان سے لیا گیا ہے۔ [2] ش: خون نافہ سانم
[3] ص۔ش: کہ بنمود رہ سوی این آستانم۔

بہ سیر فلک می فرستم ، دعائی — ثمناست آمینی، از عرشیانم

رقم تا بود، رشح نیسان کلکم — سخن تا بود، آب روی زبانم

بوصف تو باد، آنچہ از خامہ ریزم — بمدح تو باد، آنچہ از لب فشانم

شب و روز در حفظ جاہ تو بادا
دو دست دعا وقف بر آسمانم[1]

---

[1] مطبوعہ دیوان ص۵ تا ص۲۳ ـ

Marfat.com

قصیدہ

یہ قصیدہ قندھار میں عید قربان کی تقریب پر پیش کیا گیا ہے۔

چو صبح عید قربان، حلۂ کافورسان پوشد — زمین از خون قربانی شفق گون پرنیان پوشد
زعکس خون قربان، کشتگانِ دوست، در میدان — ہوا چون پیکرِ دشمن، لباس کشتگان پوشد
در آید روح اسماعیل، در تن گوسفندان را — کہ خونین جامہ، از دست مسیحای زمان پوشد
قدم پیمای[1] بزم فتح و نصرت میرزا غازی — کہ تیغش، جامۂ عیدی، زخون دشمنان پوشد
فلک چون یابدش در خندہ، روی از صبحدم تابد — زمین چون بیندش در جلوہ چشم از آسمان پوشد[2]
نپوشد پیکرِ قدرش، لباس رسمیٔ گردون — اگر پوشد، حریر عزت و دیبای شان پوشد[2]
بہ پیش رای او، خورشید در برقع شود، زان رو — کہ عیب جوہر آئینہ را، آئینہ دان پوشد
غزال از چین، بہ مژگان[3] ادب، تا قندھار آمد — کہ در صحنِ حریمش، کسوتِ قربانیان پوشد
حجاب گوہر نطقش، صف آرایانِ دعویٰ را — بہ زنگار خموشی، جوہر تیغ زبان پوشد

---

[1] ش: قدح پیمای [2] ش: میں فلک والا شعر بعد میں اور نپوشد کا شعر اوپر ہے۔
[3] ش: چین مژگان۔

Marfat.com

خلاف رسم یاقوت و گہر، در قیمت آفزایش
چو مروارید دندانش، لباس از زنگ پان پوشد

بہر عید از فلک عکمی، بمیر آفتاب آید
که او از ماه پوشد جامہ خصمش از کتان پوشد[1]

بعینہ نخل طوبیٰ، در لباسِ نور حق بینی
چو سرو جامہ پیش سیم[2] سیما پرنیان پوشد

زتیغش زان سوی دیوار گلشن، فی المثل عکسی
اگر بر یاسمین افتد، لباس ارغوان پوشد

دل دشمن برنگ نافہ، در تن جوش خون گیرد
تشنج ابرویش، چون نور مشکین برکمان پوشد

سزد گر بلبلش آئینہ گل پیش او دارد[3]
چو گل دوزی قبا بر پیکر سرو روان پوشد

چو از دریای کف سر برزند نیلوفری تیغش
پرند ارغوانی قیروان تا قیروان پوشد[4]

بہ میدانی، کہ رخش جلوہ تازد چرخ چوگانی
زنعلش بوسہ نعل ہاد پا لیش رانشان پوشد

زسہم روی تیر و تیغ او، در بیشہ صولت
لباس رعشہ چون شیر علم، شیر ژیان پوشد

گریبانِ دعا را، تکمہ آمین! ملک زیبد[5]
چو "طالب" خلعت خاص نفس در آسمان پوشد

دعا ئی می کنم بان دل، بر افشان نقد آمینی
ولی آن دم، کہ صبح از نور، در سر طیلسان پوشد

الٰہی! نخل پیرائی سعادت جامۂ عہدی
بر آن شاخِ گل، از دیبای عمر جاودان پوشد[6]

---

[1] یہ دو شعر مطبوعہ دیوان سے لئے گئے ہیں [2] زیبش [3] ش: پیش رو آرد
[4] یہ بیت مطبوعہ نسخہ سے لیا گیا ہے۔ [5] ش: دست [6] مطبوعہ دیوان ص ۲۵ تا ص ۲۶

Marfat.com

قصیدہ

یہ قصیدہ قندھار میں کہا گیا ہے

آبی کہ بی تو، از مژۂ تر فرو چکد — چون برگِ گل، بہ کسوت آذر فرو چکد

گلہای آتشیں، دمد از آب دیدہ ام — گر قطرۂ بہ بال سمندر، فرو چکد

عود قماری[1] از جگرم، گر کنی بخور — خونابہ، از مشبک مجمر فرو چکد

اجزای نامہ، آب شد از شرم نام دوست[2] — نشگفت، اگر زبال کبوتر فرو چکد

در چین طرۂ تو، ز دلہای بی دلان — چون مشک تازہ، خون معطر فرو چکد

زین قطرہ ہای گرم، کہ شبہای ہجر یار — در ہاے[3] ہاے! از مژۂ تر فرو چکد

تا بامداد حشر، ز بالین و بسترم — گر بفشرند، خون سمندر فرو چکد

نشگفت گر ز تلخیِ خونم، زمانہ را — صاف ہلاہل از دم خنجر فرو چکد

بیمار اشتیاق ترا، ز آتش فراق — اجزای آب گشتہ، ز بستر فرو چکد

مرغابیِ سرشک خودم لاجرم، چو بال — برہم زنم، چکیدۂ آذر فرو چکد

---

[1] بضم قاف، عود یکہ از ناحیہ قمار کہ نام شہریست در منتہای ہند و چون در لفظ ہندی قاف نیست ظاہراً قمار معرب کمار باشد انند راج۔ [2] ش: روی دوست [3] ص ش: در ہاے ہایم۔

در روزگار حسن تو، فصاد غمزه را — خون فرشته، از سر نشتر فرو چکد
در گریه، از فروغ جمال تو، دیده را — شب تاب گوهر، از مژهٔ تر فرو چکد
از آفتاب حامله گردیده لاجرم — زین تیره ابر قطره منور فرو چکد
از کاوکاو نیش، مغانم به صحن باغ — دل خون شود، ز دست صنوبر فرو چکد
بر پای! های! گریهٔ من، در سراغ دوست — خون ترحم، از دل کافر فرو چکد
از بسکه آتشین گهرم، گاه انفعال — آب از رخم، بکسوت آذر فرو چکد
مرغابیان بحر مرا، گر به تیغ موج — بسمل کنند، خون سمندر فرو چکد
زالوان حسرتم بگریبان و گنج چشم[1] — هر قطره خون، بگونهٔ دیگر فرو چکد
خوننابه چون چکد نمکین، از دل کباب — از چشم حیرتم، نمکین تر فرو چکد
خوش در ترشح آمده خون دلم مباد[2] — رشحی از آن، بدامن داور فرو چکد
یعنی، امیر غازی ترخان، که آب فتح — چون شبنمش، ز نیزهٔ خنجر فرو چکد
گر بادِ دامنِ غضبش، بر چمن وزد — زهر از جبین برگ گل تر فرو چکد
کسوت هلاهلی کند از آب خنجرش[3] — گر قطره ای به چشمهٔ کوثر فرو چکد
زان کلک، در چکیدن معنی گمان بری — کز صلب ابر، نطفهٔ گوهر فرو چکد
طوطی چو مور، پا همه بر چاشنی نهد — کز نطقِ او، گداخته شکر فرو چکد
چون شبنمِ گل، از حرکاتِ اناملش — آب گهر، ز کلکِ معنبر فرو چکد
دندان و چنگ آب شد از بیم او روا است — کز پنجه و دهان[4] غضنفر فرو چکد

---

[1] ش: بگریبان زگنج وخشم

[2] ص: خوش حال در ترشح خون دلم مباد

[3] ش: کسوت هلالی از کند از آب خنجرش

[4] ش: کز پنجهٔ دهان

از شوق زخم، ضربهٔ تیغش بر صید گاه / آب، از دهانِ آهوی لاغر فرو چکد

هفت اختر از نهیب تو، چون هفت قطرهٔ خون / از چشم نُهٔ سپهر، مدوّر فرو چکد

در خدمت ضمیر تو، خوی قطره های نور / خورشید را، ز چهرهٔ انور فرو چکد

گر استخوان تیغ فشاری، بدست قهر / در بزم عیش او، می احمر فرو چکد[1]

برقی ست آب تیغ تو، بر مزرعی مباد / رشحی ازین سحاب مقطر[2] فرو چکد

از گرمیٔ سخای تو، چندان شگفت نیست / گر سکه چون عرق ز رخِ زر فرو چکد

تیغت لذیذ قطرهٔ آبی ست، خرّم آنکه / این قطره اش، بکام دل اندر فرو چکد

آب گهر، ز فیض رقمهای کلک تو / مرغان نامه بر را، از پر فرو چکد

در بحر رای تو زند، ار غوطه، آفتاب / چون قطره از مسامش، اختر فرو چکد

سیماب سان، ز آتشِ تیغ تو خصم را / از مغز سر گداخته، مغفر فرو چکد

از باد گرم حملهٔ او، در سپاه خصم / جوهر ز تیغ و گوهر از افسر فرو چکد

سرپنجه ایست قدرت او را، که گر بفرض / گوهر فشارد آب، ز گوهر فرو چکد

خورشید آب گشته، ز تشویر رای تو / از چشم خویشتن چه عجب، گر فرو چکد

از بیم او، چو قطرهٔ شبنم، ز شاخ گل / ناخن، ز پنجه پای غضنفر فرو چکد

بدخواه را به معرکه، در آتشِ نبرد / آن دم، که آب تیغ تو بر سر فرو چکد

ریزد ز دیده های زره، قطره های زهر / چون آب، کز لباس شناور فرو چکد

بکر مدیح را، بزمان[3] تو، شهریار! / آب از دهان، به رغبت شوهر فرو چکد

با اقتضای قدر تو، از دیدهٔ سحاب / رو در نشیب قطره عجب گر فرو چکد

---

[1] یہ شعر مطبوعہ دیوان سے لیا گیا ہے۔ [2] ش: معطر

[3] ش: بزبان۔

کلک ستمگرت چو دهد دیده نقش را — آب از دهان تیشهٔ آذر فرو چکد
در وصف آتشین گهرت، آب شد سخن — وقت ست، گز زبان سخنور فرو چکد
حرفِ سخای تو، چو به کاغذ برد دبیر — از نوک خامه اش، نقطهٔ زر فرو چکد
هر قطرهٔ چکیده ز کلکت کند قبول[1] — در آرزوی آنکه مکرر فرو چکد
آتش خورد به دفع حرارت ز آب تیغ — رشحی گرت بکام سمندر فرو چکد
چون ناودان کعبه، ز کلکش دم سواد — آبی، بصد عذوبت کوثر فرو چکد
گر تیز بنگرد بچمن، تا خزان حشر — زهر از مشام، لاله و عبهر فرو چکد
نشگفت گز تراکم اشک عدوی تو — تا حشر خون، ز دیدهٔ اختر فرو چکد
لعل حبابی[2] شود از، آب تیغ تو — خورشید، اگر به چشمهٔ خاور فرو چکد
انگشت ها[3]ی خامهٔ او گر بیفشرند — از ناخنش گداخته عنبر فرو چکد
بر صفحهٔ سپهر، به عهد مبارکت — خون نقطه نقطه، از خط محور فرو چکد
تاثیر عدل تو کندش آب خضر اگر — زهر از دهان تیغ ستمگر فرو چکد
بر یاد عیش دشمن تو، گر بیفشرند — زهر آب حنظل از، نیٔ شکر فرو چکد
در ملک، دشمن از تف قهر[4] تو، آب شد — ز انگشتهای دست زره گر فرو چکد
کلکت، غزاله ایست، که صد نافه چو مشک — در جلوه اش، ز ناف معنبر فرو چکد
با ضرب تیغ درع شگاف تو خصم را — خون جگر، ز ناف تکاور فرو چکد
وه! وه! چه تیغ لمعهٔ برقی، که آفتاب — از جلوه اش، ز دیدهٔ اختر فرو چکد
هر قطره[5] که آردش از پنجه سر برون — کزنی[6] المثل بکام غضنفر فرو چکد

---

[1] ص، ش: عروج. [2] نسخهٔ ملک: لعل ختای [3] ش: پای
[4] ش: آن زهر قطره [5] ص: مهر تو آب تیغ [6] ش: گر

Marfat.com

از منع موزه، فال تر شح زند لبم ... گر خصم را بگوهر افسر فرو چکد
عیسیٰ تکلما! به ثنای تو، آبِ خضر ... در کسوتِ حروف، بدفتر فرو چکد
وصف تو کان بود، بمثل آبروی نطق[1] ... بیخواست، از زبان ثناگر فرو چکد
گر کم عذوبت آمده این[2] نظم آبدار ... نشگفت، زانکه از لب چاکر فرو چکد
طالب ثنا بدل بدعا کن به امتحان ... شاید که آن رقم نمکین تر فرو چکد
تا از دهان شیشهٔ طالع، شراب کام ... امید را بدیدهٔ ساغر فرو چکد

در جام جرعهٔ تو چکد، جرعهٔ مراد
وانگه ز دست ساقی کوثر فرو چکد[3]

---

[1] ص: نطق
[2] ص: این
[3] دیوان مطبوعه ص۲۶ تا ص۲۹

Marfat.com

قصیده

در توصیف تابستان و مدح میرزا غازی و اوصاف اسپ ممدوح

چنان بخار زمین، تیره ساخت آب زلال — که قطره، برلب جو، میکند، نیابت خال
مزاج شخص هوا گشته آنچنان ناری — که شعله را، ز نسیم است، بیم اضمحلال
باختلاط نسیم صبا، عجب نبود — که شمع، گلبن پروانه را، بسوزد بال
نسیم را، چو رسد ز آتش هوا، جای[1] — که سنگ، آب شود، در ترازوی مثقال
اگر[2] نسیم، مکرر چنین وزد، شاید — که مشک بار دگر، خون شود به ناف غزال
ز تاب آتش رخسار مهر، نزدیک ست — که بر عذار بتان، شکل زلف گیرد خال[3]
هوا ز پیش چنان راه بسته بر سیلاب — که حبس آب روان ممکن ست در غربال

---

[1] ش: نسیم و زد چه رسد، ز آتش هوا حالی۔ ملک جای۔

[2] ص: اگر نسیم مگر بر ختن وزد، شاید۔ ش: اگر نسیم بخاک ختن وزد، شاید

[3] آقای شهاب طاهری نے اس بیت پر نوٹ دیا ہے کہ : از استعارات مبتذل سبک هندیست منه۔

زبس تلین[1] اجسام ز آفتاب تموز   ولی[2] نسیم توان دید در سطوح جبال[3]
دراین ہوا جگر تازہ، تا ز نوک مژہ   بہ نیم آہ[4] گریبان رسیدہ گشتہ زگال
بعہد جلوۂ تاثیر آفتاب تموز   بغایتی شدہ احسام[5]، منعقد سیال
کہ آب آئینہ، با انجماد ذاتی خویش   ہمی بہ موج درآید ز غوطۂ تمثال
دراین ہوا بہ مثل نقطۂ زیر لوح نگار   مگر میانۂ خواب و خیال گیرد فال
چراکہ برسر ہر نیت از عرق بمیست   کہ نقش قرعہ شود محو در کف رمّال
زبس تراکم دود ہوا، وگرد زمین   زمانہ[6] را بہ مثل گر ہمی کنی غربال
نہ بادہ، یابی روشن، نہ رنگ ساقی، لعل   نہ چشمہ بینی صافی، نہ چہرہ یابی، آل
زبس غبار، پذیرفتہ برگہای لطیف   زبس بخار، برآوردہ آبہای زلال[7]
مریض مشرف برموت را بجان افتد   نہیب مالک دوزخ زبرکۂ غسّال[7]
زقحط باد صبا، بلبلان بہ طرف چمن   نقاب غنچہ کشانید، از تحرک بال
باعتماد ہوا، شاہدان بوقت بخور   نہ ہیزم تر و در آتش[8] افگنند زگال
زاشتباہ نسیم سحر، گہی بہ سموم   سپیدہ دم نہ شناسد کسی، ز وقت زوال
چو سنگ و آہن، ماناشرر برقص آید   دراین ہوا، برخ طبل اگر زنند دوال
زبس حرارت لب تشنگی، و بی آبی   بشاہدان چمن، خون ابر گشتہ حلال
ازآن کشود دہن غنچہ تا مگر گردون   بہ نیش برق کشاید سحاب را قیفال

---

[1] ش: تلون   [2] ص۔ش: پی   [3] ص۔ش: خیال

[4] ش: بہ نیم راہ   [5] ص: اجساد   [6] ص: زمانہ رابمثل گرکنی ہمی غربال

[7] یہ دو شعر مطبوعہ دیوان سے لئے گئے ہیں۔

[8] ش: زہیزم تر، درمجمر افگنند زگال۔

Marfat.com

تذرو و فاخته را، برتن از حرارت مهر — وبال گشته چنان حلّهٔ منقش بال

که خویش را پیٔ عریانی[1] از هوا عمداً — در افگنند بدام شکنجهٔ اطفال

بطرف باغ همانا ز داغ تشنه لبی است — که خون نشو و نما مرده در عروق نهال

عذار گل، برچمن زرد گشته، همچون زر — لب گهر، به صدف خشک مانده همچو سفال

زتفت سینه بدست یلان آتش خوی — سنان بچرخ در آید چو شعلهٔ جوّال[2]

تهی ز آب همه سبزها چو سبزهٔ خط — بری ز نشو همه دانه ها چو دانهٔ خال

بدیدها درخون چو دیدهٔ روزن[3] — بچشمها در[4] نم نه چو چشمهٔ غربال

لب بنفشه کبود، از غم نسیم صبا — عذار خیری زرد، از فراق باد شمال

زبان سوسن، از تشنگی فتاده برون — چو نوک خنجر فرزانهٔ عدیم[5] مثال

تبسم گل اقبال میرزا غازی — کزو بهار سنا نیست روضهٔ اجلال

گل مخیله را، عنبرین ازو ست شمیم — زبان ناطقه را، شکرین ازوست مقال

سزد که، خامه سنان[6] آید از کف خورشید — ازین سبب، که بشکل بنان[7] اوست هلال

بوصف او رقم نکته تا دقیق زنم[8] — خیال نازک او را، در آورم بخیال

گر او نبودی، در عرصهٔ دودمان کرم — برگ حاتم پذرفته بود استیصال

ز آب یاری، دست سحاب مشرب[9] اوست — که سبز چون پر طوطی ست مزرع آمال

هنر نبود جز این[10] کام بخش طائی را — که در مجاری امکان نکرد رد سوال

---

[1] ش: قربانی   [2] یہ شعر مطبوعہ دیوان سے لیا گیا ہے۔

[3] ش: درخون جو چو دیدهٔ سوزن   [4] ش: نم نی جو چو

[5] ش: شهزادهٔ عدیم جمال۔ ملک: فرزانهٔ   [6] ش: ستان   [7] ص: سنان

[8] ص: دهم   [9] ش: سحاب رحمت تست   [10] ش: جز این نبود

Marfat.com

تراست طبع کریمی، که شخص احسانت[1]
سوال را کند، از چند منزل استقبال

زمانه را بتو، هفت آسمان مباهات است
تو نیز یک دو فلک بر وجود خویش ببال

به آبروی ملایک قسم، که چشم وجود
ندیده چون تو گلی، در حدیقهٔ آمال[2]

تمام جوهر دانش، تمام نشاهٔ عقل
تمام برق سعادت[3]، تمام نور کمال

زهی مقام شریف تو، کعبهٔ ارواح
مهی[4] جناب رفیع تو، قبلهٔ آمال

بسمت رای تو، اکثر توجهه اوتاد
بخاک پای تو، اغلب توجهه[5] ابدال

کشاید از نفست، باد[6] معجز عیسیٰ
ترا ود از قلمت، خون جادوی محیال

ترا مترجم نطقیست در زمانه که هست
زبانهٔ قلمش ترجمان سحر حلال

زبس تخیّلِ اشیا کنی به آسانی
گمان برم که ترا حسن ظاهرست خیال

زیاد رای تو، هر چشمهٔ مسام خرد
پیاله الیست، ز نور زلال مالامال

چو مرغ کعبه، شرف نامه ها رقم دارند
کبوترانِ حریم تو، بر صحایف بال

تو چون نجامهٔ مشکین بری بنان[7] فغفور
دوات چینی، مشک آورد ز ناف غزال

بهار طبعا، در بوستان تربیتت[8]
که فیض نشو و نما را در وست حد کمال

فتند ز لطف هوا، میوهٔ رسیدهٔ بخاک
شگوفه گر بمثل رد شود ز شاخ نهال

بلطف، در دل خشم، اندر آوری تسکین
بقهر، در تن حلم[9]، اندر افگنی زلزال

در آن مصاف، که از عکس تیغ مینا رنگ
برای معرکه پوشند، زمردی پر و بال[10]

---

۱ ص. ش : احسانش

۲ ش : اقبال

۳ ش : معارف

۴ ش : جهی

۵ ش : تیمم

۶ ص : آب. ش میں یہ بیت نہیں ہے.

۷ ش : بنان بری

۸ ش : بتربیت

۹ ش : خصم

۱۰ ش : هوای معرکه پوشند زمردی سربال.

زلعب کینہ بدست یلان آتش خوی — سنان بچرخ[1] در آید چو شعلۂ جوّال
ز ہر جہت، متزلزل شود، قلوب نبرد — ز ہر طرف، متحرک شود، صفوف قتال
ہلال تیغ، شود گردن فلک را، طوق — خم کمند، شود ساق عرش را، خلخال
ز بس تحرک پرکار تیغ، و جدول رمح — بہ پرنیان ہوا، مرتسم شود اشکال
مکان منبّت گردد، ز نکتۂ بر[2] دوش — زمین مجدّد گردد ز غوطۂ سربال
فتد ز پیکر زخم آزمودگان برخاک — پرند سایہ مشبک بصورتِ غربال
ہمین نہند عقابان تیز بال خدنگ — در آشیان دل و دیدہ، بیضہای خیال
دم رجوع خدنگ از فراز سوی نشیب — ہوا بہ ریزد پرّو زمین برآرد بال
تو در میانہ یکی اژدہا گرفتہ بکف — چو شیر گردوں آتش فشانی از چنگال
عدیل خواہی در ساحت زمانہ عدیل — ہمال جوئی در عرصۂ نبرد ہمال
برقص در خم رافت، سحاب رفتاری — کہ داغ پویہ نہد، بر جبین باد شمال[3]
تکاوری، کہ چو خشم آورد، بگوشۂ نعل — رباید از خم گوی زمین، ہلال ہلال
ببال و پر چو ہژبر و بخشم کین چو پلنگ — بہ خال و خط چو تذرو بدست و پا چو غزال
ز جنس وحش بود، تا بود بر آخور لیک — کنی چو قصد عنانش، بر آورد پر و بال
چو مست پویہ شود کف زنان، بہر گامش — ہزار عمر، قدم سودہ ماند از دنبال
عجب ز سرعت سیرش مدان، کہ راکب او — ہمیشہ تہمت ماضی زند بر استقبال
ز حسن جلوہ بہنگام کاکل افشانی — شمال بر دمش آویزد و صبا بریال

---

۱ ش: برقص ـ ملک: بچرخ   ۲ ش: تکیۂ

۳ طاہری شہاب نے لکھا ہے کہ: در شعرای عصر صفوی، راجع بہ تعریف اسپ، منظومۂ بخوبی شعر طالب یافت نشدہ است ص۵۳ ۔

قرار کفر بود در طریقتش[1]، گوئی زعمرِ دشمن، شه وام کرده استعجال
ادا شناخا! رمز آگها! ضمیر رسا! زهی زکنه تو، بی بهره جوهرِ افعال[2]
شکرفشانی حمدِ تو، حد ناطقه نیست از آن چو طوطیِ تصویر لال گشتم لال
مرا بدست متاعی، چو صدق و اخلاص ست چرا به معرض بیع آورم، حدیث و مقال
چو صدق، تا بودم گوهر بکف، چه ضرر که جنس دانش معدوم را، شوم دلّال
چگونه خود را فاضل نمایم و کامل کدام فضل که من دارم و کدام کمال
بصدق نیت و اخلاص خویش، می نازم نه بر مراتب فضل و کمال و ذہن و خیال
ہزار بنده تراہست، جمله حالتمند بچشم زخم یکی گو مباش صاحب حال
کمینه مدح سرای توام، روا نبود که خاک قدح فشانند، بر سرم جہال
دریغ کاش! بجاگوی من، کسی بودی که چاکران مرا شاستی نظیر و ہمال
که تن به تیغ تلافی ہمی زتارک سر برای طبل فضیحت کشیدمیش دوال
ولی چه سود، که از شیر شرزه، لایق نیست که چنگ و دندان، رنگین کند زخون شغال
چه باعث است، من این فتنه رانمی دانم که عالمی بمن افگنده اند، طرح جدال
مرا خلاف و نزاعی بکس نه، حیرانم که مردمم، زچه افتاده اند، در دنبال
بحال خویش، یکی مرد قانعم، بکفاف بکس نه مبحث جاہی مرا نه دعوئ مال
رہین صحبت ابنای روزگار، نیم بطبع خویشم پیوسته، در جواب و سوال
به عرصه گاه نه رستم[3]، مگر در آخر فوج به بزمگه نه نشینم، مگر بصف نعال
مرید ہمتم، اینک نشسته فارغ دل[4] بر آستان قناعت، زروی استقلال[5]

---

[1] ش: طبیعتش۔ ملک طریقتش [2] ش: فعال [3] ش: استم

[4] ش: فارغبال [5] مندرجۂ بالا اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ قندھار میں معاصرین اور میرزا غازی کے متعلقین شعرا یا امرا طالب سے مخاصمت رکھتے تھے، اشعار میں اسی کی طرف اشارات موجود ہیں۔

Marfat.com

بساط آز و ہوس، طی نمودہ خورسندم — بہ ذرہ پروری آفتاب جاہ و جلال
بامتیاز لباس و غذا، نیَم دربند — کز اہل حال، نہ زیبد تتبع اطفال
بہر چہ می رسد از دوست، شاکرم شاکر — شکر نباشد حنظل، قصب نباشد شال
ولی بود ز تو ام چشم آن کہ نپسندی — سر بہ عرش رسانیدہ، مرا پامال
دراز گشت سخن، قصہ مختصر، طالب! — یکی بر رشتہ تفصیل کش در اجمال
محل محلِ اجابت، زمان زمان دعاست — برآر دست بدرگاہ ایزد متعال
ہمیشہ، تا بود آرائشِ صحیفۂ دہر — محامد شب و روز و مناقب مہ و سال
شبت مجستہ لقا باد و روز خوش منظر — مہت مبارک رو باد، و سال میمون فال
دل محب تو، آئینہ[1] روز صیقل عشق — جبین خصم تو، سوہانی از شکنج ملال

مدام بر سر بخت[2] تو بال گستر باد
ہمای سایۂ لطف خدای جل و جلال[3]

---

[1] ش: آئینہ دار صیقل عیش

[2] ص: مدام بر سر تخت تو سایہ گستر باد۔ ش: بخت تو بال گستر باد

[3] دیوان مطبوعہ ص۵ تا ص۶۔

Marfat.com

قصیده

چون ید بیضای فقرم سر بر آرد ز آستین
پنجهٔ خورشید جاهش بر فلک بوسد زمین

چار موج قلزم ادوار تا دور نظر[1]
چین استغنا زند، چون همت من بر جبین

لشکر آز و هوس، تازان دوانم در رکاب
توسن رام تجرد، چون کشم در زیر زین

دست تجریدم، فشاند آستین، بر کائنات
باوجود آنکه، حسرت می برد بر آستین

من کیم، دوزخ مزاجی کز دلم، سر می کشد
راست چون فوارهٔ خون، نخل آه آتشین

مار[2] آہم گشته زان رو، حلقهٔ زلف نفس
کز سر شک سیم، در دل گنجها دارم دفین

چون کمانی کش بجو شد توز، از باب هوا
ابروی دل، گیرد م از گرمیٔ اندیشه چین

لاله گردد، جمله اجزای بیاضش، در نظر
چون، در آید صورت داغم بچشم یاسمین

پنبه سان سازد بیاض دیدهٔ رضوان، بهشت
فرش اشکم، تا کند گلگونه بهر حور عین

من بدشت فتنه، بیمار آهوی، چون چشم یار
در بهشت، آتشین چنگال شیری، در کمین[3]

---

۱ ش: چار موج قلزم ادوار نارد در نظر ۔

۲ ش: نار

۳ مطبوعہ دیوان میں یہ شعر نہیں ہے ۔

Marfat.com

از سبک روحی روم شبها چو بر معراج ضعف — درنگون طاس فلک با ناله هیم چون طنین

با چنین ضعف، ار نیفتد کار، با کین و نیاز — بر صف نازی[١] زنم زانسان که گوی آخرین

کو مینگیز آسمان، هر لحظه آزاری مباد — ابروی طبعم نماید نو بر آژنگ کین

تلخی آخر غایتی دارد نثار زهرخند — بر شکر ریزی که شیرین کرده کام انگبین

با تو دارم! با تو ای گردون! تجاهل برطرف — دیدهٔ خورشید و مه، بگشای و بر حالم ببین

اشک ریز حسرتم، پیش آر طرف آستین — وین سرشک، از گوشهٔ دامان مژگانم بچین

ورنه فردا، پیش داور، طرح[٢] این گلگونه فاش — میزنم، بر روی خاک آندم، که می بوسم زمین

داوری، کاندر ثبوت عدل نوشروانیش — همچو گل، در آستین دارم براهین مبین

نامدار ملک دانش، میرزا غازی، که ساخت — خاتم اقبال را، در دیده جا، همچون نگین

مردم آسا، از صفای[٣] جوهر ذاتی، سزد — او نگین نور و چشم آفتاب انگشترین

کفر باشد، بحر خواندن دست جودش را، که بحر — می دهد مشتی گهر، آنهم بصد چین جبین

از سخا، بعد از نثار[٤] گنج، کز رنگ حنا — ماندش بر کف، بدل گوید: چرا برخاست این

گو بکش برقع کمالش، تا بگویم با عقول: — فانظروا یا ایها الجهال فی العلم الیقین!

از نشاط انگیزی دور شرابش، دور نیست — گر بدوران، نالهٔ طنبور هم نبود حزین

سرکهٔ زاهد، شراب عاشقان گردد، اگر — بنگرد در وی بطرف چشم مستی آفرین

مردم چشم هوس، در رشک شوق مجلسش — غوطهٔ حسرت زند، همچون نگاه واپسین

وه چه مجلس، گلشنی کز شرم حسن خویش ساخت — یاسمین چهرهٔ فردوس را، شبنم نشین

فرشها گوی دم تسخیر[٥] قدسی طائران — بال طاوسی، در او افشاند، جبریل امین

---

١ ص: تازی - ش: نازی ٢ ش: طبل ٣ ش: صفات

٤ شمار ٥ ش: تخمیر قدس - مک: تسخیر

هرطرف[1] شمعی فروزان کز صفا مومش بچشم — آورد گاه تماشا صاف اشک انگبین

دُرد آن موم ست، کاینک ساخت شماع فضا — صرف شمع روشن بزم سپهر چارمین

قطرهٔ می، برلب سیمین صراحی، کرده فاش — تکمهٔ لعل، از بیاض گردن حوران چین

ساقی انگشتر بکف همچون سلیمان، در قدح[2] — می نگین و موج بروی صورت نقش نگین

ساز در آغوش، هر سو مطربان زهره سوز — نشتر مضراب هر یک، بارگ جانم[3] قرین

شاهدان نغمه شان را نیش مژگان اثر — راست چون تیر نگاه شوخ چشمان دل نشین

حبّذا الفاظ خوش الحان، که مرغِ لهجه شان — در دل بلبل فشارد، ناخن صورت حزین

برحواشی شاهدان درجلوه همدوش حجاب — جمله، چون موج نفس، چین نزاکت بر جبین

آن[4] بدست لب، که از نسرین این سنبل ربای — گه بدستان نیاز، از نرگس او[5] فتنه چین

بر جبین عرش می تابد، فروغ مجلسش — بی تکلف، مجلس افروزی همین باشد، آمین!

وقت[6] رزمش چون کنم انشا، دو پیکر خامه را — ذوالفقاری گردد، و برخصم[7] ریزد طرح کین

روز هیجا، چون شود گرم نبرد، آید بچشم — آفتابی کرده جا، در خانهٔ زرّین زین

نوک رمحش، جوشن بخت فلک را تکمه دوز — برق تیغش، خرمن عمر عدو را خوشه چین

مرغ تیرش، بیضهٔ فولادی پیکان نهد — هرطرف، در آشیانِ دیدهٔ، خصم لعین

با نهیب هیبتش گردد فلک را، ز انجماد — زهر شعبه فا د زهر اندر تن شیر عرین

ده چه تیغ! افسرده آبی جاری از جوی نیام — ماهیان آتشین فلسش سمندر را قرین

آب دیدی تشنه لب، گر خود ندیدی در مصاف — آب سیما دشنهٔ چون تشنهٔ قهرش ببین

---

۱ ص: هرطرف آید فروزان از صفا مومش بچشم ۲ ش: از قدح

۳ ش: جانی ۴ ش: او ۵ ش: آن ۶ ش: وصف

۷ ش: صفحه

Marfat.com

وحش الله! زان سحر تن بارهٔ شب دست و پای ‌‌ گر بیاض آیینهٔ صبحش، درخشد بر جبین
همچو عاشق، کاورد معشوق خویش، اندر کنار ‌‌ با دو دست تنگ تنگش، در بغل بگرفته زین
طی کند میدان ممتد زمان کش نگسلد ‌‌ دست گام آخراز، دامان گام اولین
بر تل آتش تصور کن فروزان لاله‌ای ‌‌ گر ندیدستی کل تمغای شاهی[۱] بر سرین
چون هلال نعل، نور افشان کند، گردد مگر ‌‌ سطح میدان هوا، نقش سم او رانگین
ورنه خود زآن جا که، استیلای شوخیهای اوست ‌‌ نی فلک، بتواندش زد بوسه، بر سم بی زمین
تا بود از توسن و زین، در جهان گفت و شنید ‌‌ توسن اقبال، بادش جاودان، در زیر زین

طالب آتش زبانش همچو دولت در رکاب
کرده از جای عنانش رخش اشعار متین[۲]

---

[۱] ش: شاهش

[۲] دیوان مطبوعه ص۷۷ تا ص۷۹ -

Marfat.com

قصیده

برون از مجلس او، گر چراغِ بزم خورشیدم — خس و خاراز پر پروانه سازید و بسوزیدم

بساز بزم او خو کرده ام چون بشگفد بر دل — خراش ناخن شیر، از خروش چنگ ناهیدم

ز دہشت گر نسیمی بگذرد زآن شاخ گل بر من — بهر موتنگ در آغوش گیرد، رعشهٔ بیدم

ز تخم جلوهٔ کافشاند ناگه، بر زمین دل — چو نخل آه خود، تا آسمان خویش مالیدم

فغان! کز چهرهٔ باسم، گلی نشگفت بر مژگان — خراش خانهٔ[1] دل شد، شکنج زلف امیدم

یکی خون قطره بودم پردگی در حجلهٔ خجلت — بحمدالله! که از طرف جبین دل تراویدم

شب غم، همچو آن ماری که، بر مارِ دگر پیچد — ز یاد طرهٔ[2] بر طرهٔ اندیشه پیچیدم

گمان می بردم الحق، دیده را سر[3] در کنار دل — خلاف او[4] یقینم شد بجان از دیده رنجیدم

برآوردم ز مژگان، آهنین سرپنجه، تا دل را — سر از تن برکنم، بازش بمهر دوست بخشیدم

غلط گفتم، هراس دادرم بازو فشار آمد — که قادر پنجه را، در آستینِ عجز دردیدم

---

[1] ش: خراشتخانهٔ
[2] ش: کاکلی
[3] ملک: هم درکنار دل
[4] ش: آن

Marfat.com

فروغ چهرهٔ خورشید دولت میرزا غازی — کہ ماه نکته سنجی را، بروی مهر او[1] دیدم
هم از یاد یمانی، خاتم رائش شعاع افشان — سهیلی گشته، بر پیشانیٔ خورشید تائیدم
گل آگین شد نگاهم، تا بروی او نظر کردم — سمن پوشد عذارم تا بپایش چهره مالیدم
چون آن کز ره رسان گرد سفر بر طرف پیشانی — به سنگ آستانش زعفرانی چهره سائیدم
حلالم باد لذات وصالش، زانکه مدت ها — بجان، با شاهد شوخ خیالش، عشق ورزیدم
مصور شد بدیبای نظر سیمای خورشیدم — چو در آئینهٔ حسن تصور، روی او دیدم
زرویش صفحهٔ نگشودم و صد لاله بشگفتم — زقدش جلوهٔ بر بودم و صد شعله بالیدم
زمین گفت، آب خضر از چشمهٔ دستش برآوردم — فلک گفت: آفتاب از سایهٔ رائش تراشیدم
حلامت باشکوه، این خاتمش میخواند آن صاحب — براین صدره بیاشفتم، بران قهقه بخندیدم
بنافهمی براین، چون تیغ برآن فتنه بگشودم — بنادانی برآن، چون ابر نیسان طعنه باریدم
برآشفتم چو زلف دلبران، آنگه تاسف را — سر انگشت زبان، از جانب ایشان بخائیدم
فشاندم از ثنایش[2] رشحهٔ، دریا بپفشردم — نمودم از شکوهش شمهٔ، بر خود بلرزیدم
همه[3] تبخاله بر گنج لبم ریزنده گوهر شد — بوصف جود او، چون نغمهٔ در دل طرازیدم
نگشت آسای تیغش شعله میدان اخگری پیدا — تل خاکستر افلاک را هر چند گردیدم
نشد مانند رخش آذر افشان افعیٔ[4] پیدا — دل افعی ستان خاک را هر چند کاویدم
بخاک پای او تا فرش لب مستانه گستردم — بساط تشنگی از چشمهای خضر برچیدم
لعابی برلب از افسون خفطش، داده صد ماره — دو افعی چون دو زلف شاهدان برهم تبائیدم[5]
به رضوانی جنت، خاطرم می دادتن گرمی — کرشمهٔ حسن باغ خلق ادمی کرد نوعیدم[6]

---

[1] ش: مدح   [2] ش: ستایش   [3] ش: همان تبخال
[4] ش: ظاهر   [5] یہ شعر مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے   [6] ش: نومیدم

به مداحی دریا می کشودم دهر لب گرنی — ستیزهٔ ابر، دست لطف او، میداد تهدیدم
چسان از خلد لافم، من که سیر خلق او کردم — چسان از بحر گویم، من که ابر دست او دیدم
بدین فطرت بلندی، هرچه زو جوشید خوش کردم — بدین مشکل پسندی، هرچه زو سرزد پسندیدم
تکلف نیست، معشوق من ست او بندهٔ مدام[1] — ازآن این شعر عشق آمیز، در مدحش سرائیدم
کشودم دیده بر مستقبل و ماضی، و حال اینک — نه بینم همچو اوئی و نخواهم دیدنی دیدم
به خلوت خانهٔ وحدت، بیادش خواستم خفتن — مگر از ناگهانی ترکتاز شرک ترسیدم
خوش آمد نسبت این دُرّها که سفتم در ثنای او — بجان او که، نوک مثقب اندیشه ورزیدم
خوش آمد گوید آن کو چشم برسیمش بود یا زر — من اندر صلب[2] همت، میل سیم و از زر بدزدیدم[3]
شکوهش دارد اینک در لباس پای بنداری — چو مرغ فقر دایم نغمه زن بر شاخ تجریدم
من و نازک طرازی هم بخاک پای او طالب — چه ذوق از افسر کسری و چه[4] از تاج جمشیدم

الا تا نام محراب توجه در میان آید
مبادا جز خم ابروی او محراب امیدم[5]

---

[1] ش : نیست ممدوحم
[2] ملک : جلب - ش : صلب
[3] ش : مرگ میل سیم وزدیدم
[4] ش : کسری چه خط از تاج جمشیدم
[5] دیوان مطبوعه ص۲۶۴ تا ص۲۶۵

قصیده

شرط است بیتو، در دل، شبها گریستن — کردن بیان شوق و در اثنا گریستن
بی آه و اشک، چاشنی در حیات نیست — یا سوختن در آتش دل، یا گریستن
از گریه منع می نکنم، هیچ دیده را — دانم که هست چاشنی ما گریستن
کارم گریستن بود، اندر فراق دوست — وانگه، بدیده همه[1] اعضا گریستن
با هایهای[2] گریهٔ من خلق، را رواست — بر حال ابر و حالت دریا گریستن
دور از تو، دون مرتبهٔ دیدهٔ من ست — با ابر نو بهار بدعوی گریستن
رفتم وسیله ای بکف آوردم از فراق — تا کی کشم تعرض بیجا گریستن
چون شکر گوی گریه نباشم، که هیچ بار — آبی بر آتشم نزد، الا گریستن
دور از رکاب دولت وصل تو می رود — خندیدنم عنان بعنان با گریستن
عیش و غم زمانه دو روزاست، هوش دار! — امروز خنده کردن و فردا گریستن
در پرده اشک ریز، که چشم من و سحاب — رسوای عالمند ز رسوا گریستن

---

[1] ص: بدیده و همه　　[2] ص: از های های

Marfat.com

در خوردهٔ گل فشان، مژهٔ دامنیم نیست — می بایدم، بدامن صحرا گریستن

گر هست گریه را اثری، در وصال دوست — اینک هزار سال[1] مهیا گریستن

جان را ز سینه، چیست توقع، گداختن — دل را ز دیده، چیست تمنّا گریستن

گلبانگ های های، نمی آیدم بگوش — از چشم دل، فتاده همانا گریستن

دل را ز هیچ مرهم سوزان، دوا نشد — با سوز اشتیاق تو حتّیٰ گریستن

با من، حدیث گریهٔ یعقوب، می کنند — یاران نکرده اند تماشا گریستن

گاهی چو لعل جام شکر خنده هم خوش ست — تا چند همچو دیدهٔ مینا گریستن[2]

یکره گریستم ده گیتی اثر نماند — ای وای اگر کنیم تمنّا[3] گریستن

از گریه های بیهده، نوری بدل نتافت — انصاف نیست ورنه همانا گریستن

ای دیده! آبروی تو برباد شد، کنون — دریوزه می کن از در دلها گریستن

خون کیمیاست در جگرم شاید آب چشم — گیرد نشانِ سایه عنقا گریستن

هان دل! بگریه کوش، که مفلس نمی شود — چشم، از متاع یک دو سه دریا گریستن

صد بحر جلوه می کندش در تهِ بساط — با آنکه خانه داده به یغما گریستن

ابر بهار گو که پس از گریه های زار — بنمایش طریق دو بالا گریستن

یک جنس گوهر اند ز یک بحر و یک سحاب — طوفان لقب شد آن را، این[4] را گریستن

ما پرده پوش راز نهان خودیم، لیک — اسرار غیب می کند آنها گریستن

صد شیوه بود حاصلم، اکنون ز سوز عشق — از یاد رفته جمله مرا تا گریستن

چشم سفید گشته ز غم، تا کلیم وار — بنموده آستین ید بیضا گریستن

---

[1] ص: سال — [2] ش: مثنی

[3] ش: میں دیئے ہوئے نمبروں کی ترتیب سے بیت ہیں — [4] ص: راداین

Marfat.com

ممنون سوز و گریهٔ خویشم که شمع وار[1] — انسب بود گداختن، اولی گریستن
اسباب گریه جمله مهیا ز درد و داغ — ای دیده! چیست واسطهٔ ناگریستن
انیست اگر مقام شهیدان غم رواست — بر زندگی خضر و مسیحا گریستن
شمشادم از کنار دهاند و گلم[2] ز جیب — بر بادِ آن قد و رخِ زیبا گریستن
مشاطه وار هردم، زیب دگر دهد — چشمم بگونه گونه گهرها گریستن
دارم[3] ذخیره در شکن آستین بخت — صد گل، یکی ز جملهٔ آنها گریستن
عمری بدیدهٔ دل شیدا گریستم — اکنون من و ز چشم سویدا گریستن
یاران چه واقع است؟ ندانم که خلق را — دامانِ دل نمی کشد اِلّا گریستن
نقشی ز گریه، بر ورق هیچ دیده نیست — رسم قدیم گشته، همانا گریستن
یک دیده را، ترشح مژگان بدیده نیست — اسمی ست بی مسمی، گویا گریستن
نی نی ز خنده روی بدوزان به عهد یار — زحمت نمی دهد مژهٔ را گریستن
شمعِ زمانه غازی، کز رشک رای اوست — دائم نصیبِ دیدهٔ اعدا گریستن
یک شمه[5] از رحیم دلی های تیغ اوست — برگشتهٔ خود از همه اعضا گریستن
ای صاحبی! که خصم ترا در فضای چشم — دایم کشیده از خون صفها گریستن
برتن پلاس دشمن جاه ترا دهد — از آب دیده، موجهٔ دریا گریستن
با نوشخنده لعل تو، جز دیدهٔ سحاب — یک دیده، آشنا نبود با گریستن
از بس تبسم گل شادی، به عهد تو — لفظی ست بی نصیب ز معنی گریستن
از رشک نامهٔ تو، دبیران خصم را — املا[4] گریستن بود، انشا گریستن

---

۱ ش: را — ۲ ش: دماند گلم — ۳ ش: دادم
۴ ش: اصلا — ۵ ش: چشمه

Marfat.com

تا چون دم مسیح ، بزندان سینه ها | دلهای مرده را ، کند احیا گریستن
بادا حسود جاهِ ترا ، روز و شب شعار | در آرزوی مرگِ مفاجا گریستن
تا از نسیم دامنِ مژگان ، بباغ دل | ریزد به جیب ها گل حمرا گریستن

باغ دل حسود تو ، بادا آن چنان ، کزو
یک گل به سهو نشگفد ، الّا گریستن [۱]

---

[۱] دیوان چاپی صفحه تا صفحه ۔

Marfat.com

قصیده

در تهنیت عید و مدح میرزا غازی

بصحن عید که این شهسوار چوگان باز ‌ ‌ ‌ عنان چو باد صبا گرم ساخت در تگ و تاز
زمین بناله درآمد، ز نعل شبدیزش ‌ ‌ ‌ چنانکه گوش گرفت آسمان از آن آواز
ز تار نغمهٔ سبک چون جهد ز جای نخست ‌ ‌ ‌ تکاورش بشتاب از اشارهٔ مهماز
خیال کردی، مضراب بود مهمیزش ‌ ‌ ‌ کمیت بود[1] عروق زمین بریشم ساز
سراسری دو سه چوگان بکف جنیبت را ‌ ‌ ‌ دواند سوی نشیب و جهاند سوی فراز
چو داد خم پی بازی هلال بازو را ‌ ‌ ‌ بگوش گوی فلک گفت صولجانش راز
تکلفی بنود جود ختم بر کف اوست ‌ ‌ ‌ بدان مثال، که ختم است بر نبی، اعجاز
اگر ز کوه بپرسی گهر فشان کف کیست ‌ ‌ ‌ رسد بگوش کف غازی جهان آواز
دو بال زرین افشاند از دو پنجه مدام ‌ ‌ ‌ همای همت او، در بلندی پرواز
بعهد او خورد آب از دهان حاکم خویش ‌ ‌ ‌ کبوتری که بود فی المثل رعیت باز
حسود عزت او را بهیچ بزم سلام ‌ ‌ ‌ رخ جواب ندیدست، چون سلام نماز

---

[1] ملک: کمیت زخمه

Marfat.com

ز فیض نکہت خلقش چو پای مرغ چمن ... ہمیشہ بوی گل آید ز دست آتشباز
الٰہی از پی لطف این بزرگ دوران را ... بگوشۂ نظر التفات خود بنواز
ہزار عید چنین را بر او مبارک دار ... بخوشدلی و تن آسائی و بنعمت و ناز
رخش شگفتہ، و طبعش جوان، و خاطر شاد
کفش کشادہ، و ملکش فراخ و عمر دراز[1]

---

[1] یہ شعر مطبوعہ دیوان سے لیا گیا ہے ص۲۸۶

Marfat.com

قصیدہ[1]

تنت بعبیر نزاکت فشاندہ برتنِ گل ‏ ‏ ‏ تبسم تو، گرو بستہ باشگفتن گل

نفس ذخیرہ، زبوی تو میبرد، آری! ‏ ‏ ‏ نسیم صبح بود خوشہ چینی خرمن گل

درآمدی بچمن، عندلیب شد خاموش ‏ ‏ ‏ برون شدی، و بگردون رسید شیونِ گل

گمان می بتو، حاشا تصور لیست محال ‏ ‏ ‏ شراب لعل تو، آلودگی و دامن گل

دلم بغارت بوس، از لب تو مشتاقست ‏ ‏ ‏ چو طفل شوخ، کہ مائل بود بچیدن گل

زدست گرمی خویت، چو لالہ داغ بماند ‏ ‏ ‏ ہزار جا اثر تازیانہ، برتن گل

ہوای گلشن گیتی، عداوت انگیز است ‏ ‏ ‏ بغایتی کہ، بود عندلیب دشمن گل

بصفحہ ریزد از او گل، چمن چمن طالب ‏ ‏ ‏ زبان کلک تو گوی کہ: ہست معدن گل

دلا! بیال کہ، فرزانہ صاحبی داری ‏ ‏ ‏ کہ با صباحت صبح است و با شگفتن گل

شگفتگی بنود زو عجب، کہ جوہر او ‏ ‏ ‏ گل است و باشد رسم شگفتگی فن گل

سمند آب تگ برف سر عتش مشہور ‏ ‏ ‏ بہم عنانی بادست ہمچو توسن گل

---

[1] یہ قصیدہ بغیر نام کے چھپا ہے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرزا لمازی کے لئے کہا گیا ہے.

Marfat.com

بدور نازکی خوی او عجب کہ ز بیم — نسیم دست حمایل کند بگردن گل
بدستیاری اقبال او، عجب نبود — کہ زخم شعلہ توان دوختن بسوزن گل
چو شبنم سحری، فرق گل نشیمن اوست — اگرچہ فرق جوانان بود، نشیمن گل
تمام مرغان ز اوراق او، سبق خوانند — بمدح او ست مگر دفتر ملوّن گل
بمجلسش، کہ بود نسخۂ ز بزم بہشت — چراغ لالہ فروزد صبا بروغن گل
بعہد چراغ، سراغ مشام او گیرد — نسیم صبح چو سر بر زند، ز دوزن گل
ز نغمہ بلبل گویا، تہی کند منقار — چو گرم مدح تو گردد زبان الکن گل
نسیم حرف تو، گر جانب چمن گزرد — خدنگ خار دگر نگذرد ز جوشن گل
چنان ز حفظ تو، گیتی رہین استغناست — کہ بار ہم نکند، آرزوی خرمن گل
برون ز انجمن او، گل از غریبانست — اگرچہ انجمن گلشن است مسکن گل
چنان بعہدش، نالیدن از جہان برخاست — کہ طفل غنچہ، ننالد بوقت زادن گل

ہمیشہ بار گل افشان بہار اقبالش
بہ آشنائی او، دست ما و دامن گل[1]

---

[1] مطبوعہ دیوان ص ۹۴ تا ص ۹۵ ۔

Marfat.com

ترکیب بند

بیا که شاہد گل، گوشۂ نقاب شکست ہوا، ز حسن شفق، رنگ آفتاب شکست

دراز دستی باد صبا، ز سنبل تر بطرف روی چمن[۱] زلف نیم تاب شکست

زبان مرغ چمن، شوخ شد بہ عرض نیاز کنون کہ، پردگی غنچہ را حجاب شکست

درین بہار، من و عشق لالہ رخساری کہ آب و رنگش بازار لعل ناب شکست

بتی کہ، نرگس مستش بگاہ مخموری پیالہ بر سر کیفیت شراب شکست

مہی کہ، بر فلک از باد دامن جنبش دل ملایکہ، چون شیشۂ حباب شکست

گلی کہ ذوق تماشای گلشن رویش بہار طی شدہ را، پای در رکاب شکست

چمن ز نخل قدش، دستگاہ سایہ گرفت

صبا، ز سنبل زلف عبیر، مایہ شکست

چمن شگفتہ شد و، مرغ در خروش آمد ز جیب ہر سر خاری، گلی بگوش[۲] آمد

بہار گوئی، پیغام خضر، بر لب داشت کہ نالہ[۳]، از در گلزار، سبز پوش آمد

---

۱ ش: سمن   ۲ ش: بیہوش   ۳ ش: ناگہ

Marfat.com

برنقش بندی الوان مختلف، گوئی
بهشت، بردر دکان گلفروش آمد

گره بتار تکلم زنند رطوبت طبع
شگفت نیست، لب غنچه گر خموش آمد

بصحن باغ، زکیفیت هوای بهار
که همچو نشاهٔ می عقل[1] در خروش آمد

نسیم و نغمه چنان مست و بی شعور شدند
که این براه مشام، آن براه گوش آمد

همین اشاره بمستی بس، اهل مشرب را
که نقش کالبد، از سرسبو، بدوش آمد

هلال عید، لب از جام باده، وام گرفت
بدست بوس حریف پیاله نوش آمد

یگانه گوهر گنجینهٔ سرافرازی
طراز مسند اقبال میرزا غازی

مهی که، دامن رفعت کشیده برسر چرخ
بنقش پای مرصع، نموده افسر چرخ

بدستیاری اکسیر، گرد موکب او
مس کواکب زر کرده کیمیا گر چرخ

زمیخ موزهٔ هامون نورد رفعت اوست
نشان آبله برچهرهٔ مجدر چرخ

چو مرغ کعبه، که دور حرم طواف کند
همیشه گرد سرش، می پرد کبوتر چرخ

ازانکه در خم چوگان او، چو گوی رود
تمام صورت سربر گرفته، پیکر چرخ

دهان تیغش، اگر برهوا سموم دهد
شود چو غنچهٔ گل، چاک چاک مغفر چرخ

زدست تیغش، ای آنکه بینتی آگهی!
یکی نظر کن در پیکر دو پیکر چرخ

سوار نیزه ور آفتاب را ماند
برقص درخم رانش همین تکاور چرخ

زپاس نسخهٔ عدلش، بخواب نتواند
که بار، بردل موری نهد، ستمگر چرخ

جهان معدلتش، بوستان صلح و صفاست
ستم بکشور او کیمیا، جفا عنقاست

---

[1] ش: خصم عقل و هوش

چو گنج ریز شود، دست گوهر افشانش — فلک به دریا بسنجد، زمانه با کانش
دمی، اگرش ز سخا، آستین بیاساید — مگر چو تکمه، برون جو شد از گریبانش
جهان ز گوهر، چون[1] سینهٔ صدف گردد — به آزمایش گر بفشرند دامانش
به عقد زلف نه بست ست[2] گوهر دل را — ازان بیار سخا می کند پریشانش
کفش به زاویهٔ آستین وی صفتی است — که بحر و کان دو بزرگند از مریدانش
هزار خرمن لعل و گهر، بباد دهند — که گرد غم، نه نشیند بهِ ذیل احسانش
بر آستین کرم دستش ابر فیاض است — که هم ز گوهر و لعل است برق و بارانش
معاملان فلک، در کساد بازاری — به نرخ سرمه فروشند، گرد میدانش

به پیش دستش، کز هفت بحر دارد عار
چو فلس ماهیگان و چه زر تمام عیار

گهر به دامن و دریا در آستین دارد — سحاب در کف و خورشید بر جبین دارد
فرشته بر فلکش بیند و سجود کند — چه شد که، پای شرف بر سر زمین دارد
به بزم موم دل ست و به رزم شعله زبان — چو آفتاب هم آن دارد و هم این دارد
غزال خامهٔ او، از نقاط مشک آگین — به ناف غالیه سا، نافه های چین دارد
جهان به بخشد و پس چون بدست خود نگرد — غمین شود که، چرا نقش بر نگین دارد
سحاب همت و نیسان شکوه و دریا دل — بگو: کدام صدف؟ گوهر چنین دارد
بدین لطافت، کان آفریده گوهر را — اگر نه ترک ادب باشد، آفرین دارد

کجاست در دل دریا و کان چنین گوهر
کجا به نه صدف آسمان چنین گوهر

---

[1] ش: بر
[2] ش: زلف بتان نسبتی است گوهر را

قلم به وصف خطش، چون شود بدیع نگار | سراب صفحه به موج آید از در شهوار
چه روضهٔ نفس او، چه گلشن کشمیر | چه زادهٔ قلم او، چه لعبت فرخار
خیال صیقل روشن گر طبیعت او | برد ز آئینهٔ چرخ هفت لا زنگار
به عهد طبعش فقر از جهان سفر کردی | اگر جواهر لطف آمدی بجیب و کنار
گرفته طوطیٔ شیرین زبان خامهٔ او | شکر ز شیرهٔ ارواح قدس در منقار
به نازکی مثل آمد نسیم خاطر اوست | هزار مرتبه، از خاطر نسیم بهار
سپهر کرده به دوران طبع فیاضش | کلاه گوشه مرصع به گوهر اشعار

دمی که بلبل نطقش، ترانه ساز شود
دهان مستمعان، همچو غنچه باز شود

زهی ز نور ضمیرت، دل جهان روشن | ز شمع روی[1] تو، شهر بزم آسمان روشن
ز شعلهٔ نفست، روی اختران پر نور | ز سرمهٔ قلمت، چشم روشنان روشن
دل خیال تو، آئینهٔ الیست نورانی | که روی شاهد جان شد، ز عکس آن روشن
به وصف رای[2] تو نبود عجب، که تحریرش | بسان شمع کند، خامه در بنان روشن
بدل چراغ ضمیرت، چو پرتو اندازد | شود فتیلهٔ مغز، اندر استخوان روشن
ز اعتدال هوا، در زمان تو چه عجب | که شمع گل شود، از باد مهرگان روشن
فروغ صبح ثنای تو دارد م شب و روز | ز چاک سینهٔ دل تا سر زبان روشن
مراز مهر تو، در تنگنای سینه دلی ست | چو آفتاب نهان روشن و عیان روشن

لب گهر سخنم، خوشه چین خرمن تست
فروغ شمع ضمیرم، ز رای روشن تست

---

[1] ش: رای [2] ش: ز

فغان که، بخت بروی دلم، دری نگشاد | سزای گوش توام[1] گوهری ز طبع نزاد
ز صیدگاه معانی، بدام دل گفتم! | صفت همای در آید. مرا نه لشکر خاد[2]
ز بحر فیضم مشتی گهر، به ساحل نطق | فتاد لیک، نه برحسب مدعا افتاد
بلای روزه و رنج خمار و شدت دی | بداد اینک ناموس طبع من برباد
تو گفتی این رمضان جمله را بکام و دهان | نهاد قفل و مرا بر زبان نطق نهاد
گذشت برمن ماهی[3] که صایم طبعم | به آب فکر، شبی روزهٔ سخن بگشاد
کنون که، عید ثنای توام، به پیش آمد | امید هست که، کردم به وصل معنی شاد

گل چو تازه به چیدم ز بوستان ثنا
سزد که، دست برآرم به گلفشان دعا

نسیم طبعا! دهراز تو، باغ رضوان باد | رخت ز نشاءِ می، غیرت گلستان باد
دلی که بی[4] تو بود، همچو غنچه، نو بر تو | مدام، چون سر زلف صبا، پریشان باد
ترا بدستی، جام جهان نمای جم است | بدست دیگرت[5] انگشتر سلیمان باد
هوای گلشن مدحت بخاصیت شب و روز | مربی نفس بلبلان ایران باد
همیشه، از شکن زلف شاهدان سخن | بدست طبع ترا، دسته های ریحان باد
فروغ ناصیهٔ صبح، دودلت جاوید | چراغ انجمن دودمان ترخان باد

---

[1] ش: دلم

[2] خاد: زغن، غلیواژ مثال از ظهیر فاریابی

هنر نهفته چو عنقا بماند زانکه نماند | کسیکه باز شناسد همای را از خاد

[3] ش: ماهی برمن

[4] ش: باتو [5] ش: دیگر

ہزار بندۂ گردن فراز، چون گردون ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بہ بارگاہ تو، در انتظار فرمان باد
ہزار شاعر معجز طراز، چون طالب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بر آستان تو، مدحت گر و ثنا خوان باد

فراز مسند خورشید باد، پایۂ تو
تو زیر سایۂ حق، ما بہ زیر سایۂ تو[1]

---

[1] دیوان مطبوعہ ص۱۷۳ تا ص۱۷۴۔

Marfat.com

ترکیب بند

بازم ز خون دل، مژه مرجان فروش گشت — وز آب دیده، هر سرِ مو، لعل پوش گشت
بازم ز تخمِ شعله، که خون کاشت در جگر — تن چون زمینِ لالستان، داغ جوش گشت
بازم چو بلبل چمن شوق، در بهار — شاخ زبان، پر از گل جوش و خروش گشت
ذوق ترانه بین، که چو من بر فغان زدم — مرغ چمن، که جمله زبان بود، گوش گشت
یارب از باغِ مهر، که بر گلشنم وزید — بادِ خزان، که بلبلِ نطقم خموش گشت
از گریه ام، زمینِ دل آتش لباس شد — وز ناله ام، هوای جگر، شعله پوش گشت
در وصف غمزه‌ات، لب اندیشه ام فشاند — زهری که، نیشهای جهان جله[1] نوش گشت
ممنونم از کرشمهٔ توفیق، کامشبم — در خدمتِ وصالِ تو محسوب دوش[2] گشت
بیهوشیی، ز بادهٔ حسن تو یافتم — کان حالتم، چو دیده خرد خصم هوش گشت

این شکر، چون کنم که شب دوش تا سحر
بودم به شاهدان نعمت، دست در کمر

---

۱ ش: جمله — ۲ ش: در صحبت وصال تو محسوب دوش گشت

دوشم فلک بکام و کواکب بکام بود — وز خود رمنده، توسنِ ایام دام بود
دوشم گرفته مایه، ز دریای شهد عیش — صد ابر، چاشنیٔ ترشح بکام بود
دوشم ز طایرانِ عدم، آشیان کام — پیش از شمار دانهٔ حسرت بدام[١] بود
گلزار عیش، ولالستانِ نشاط را — بار افگنِ قوافلِ عطر، این مشام بود
بی منّت کرشمهٔ ساقی و باغبان — گل دسته دسته برکف و می جام جام بود
اقسام عیش، بود به فتوای دل حلال — جز خواب خوش، که بر مژه دوشم حرام بود
بودم چو گل شگفته همانا، که بختِ من — با چرخ، دوش در صددِ انتقام بود
بالید بی کران، شرف و حلم آن قدر[٢] — کز من، به اوج همت من، نیم گام بود
الحق، شبی گذشت، که چندین صباح عید — در جلوه اش، بهر شکن زلف شام بود

یارب! ز شمع لطف برافروز، کوکبم
یعنی برغمِ بخت، تمنّی کنی[٣] شبم

تا کی شبم، به حسرتِ دیدار بگذرد — روزم سیه، چو زلفِ شب تار بگذرد
چون مارِ زخم خورده، زند ناله پیچ و تاب — در دل، چو یاد طرّهٔ دلدار بگذرد
گرداب خون شود، به تن دیده هر مسام — در سینه، چون خیال رخ یار بگذرد
ترسم به فکر کار من خسته روح[٤] دوست — آن دم[٥] فتد، که کار من از کار بگذرد
برنا کسی چو من، چه عجب؟ گر گذشت پای — آخر نه شعله هم، بخس و خار بگذرد
بی دست و پاست آه من از روزگار[٦] ضعف — زآن رو به سینه، از دل خونبار بگذرد
پوشیده چشم بگذرم، از بیع گاه وصل — مفلس، نقاب بسته، ز بازار بگذرد

---

١ ش: بکام — ٢ ش: بالید بیکران از شرف و حلم آنقدر — ٣ ش: کن آن شبم
٤ ش: لطف — ٥ ش: آنگه — ٦ ش: رهگذار

Marfat.com

گرم آیدم بسینه خدنگ غم آن چنان　　　کش پیشتر ز پیکان[1] سوفار بگذرد

بر چشم خویش، اگر بفشارم بسهو[2] پای　　　خونابم از علاقهٔ دستار بگذرد

با این سحاب دیده، چو من گریه سر کنم
آفاق را، یکی صدف پر گهر کنم

دارم دلی که، آتش ازو گیرد آب و تاب　　　جانی که، در هوا اش، سمندر شود کباب

دستور گریه، گر دهم این ابر گریه را　　　عالم، به نیم جنبش مژگان، شود خراب

مانند قرص مه، شودش چهره داغ داغ　　　بر روی آفتاب زنم، گر ز دیده آب

نبود دمی که، نشکندم در کنار چشم　　　هر باد دامن مژه، صد شیشهٔ گلاب

این اشک نیست، کز مژه می ریزدم، که عشق　　　در رهگذار دیدهٔ من، بست خون ناب[3]

آن چرب طالعم، که به بختم عجیب نیست　　　کز خون قطره خشک شود در رگِ سحاب[4]

یا چون سموم نالهٔ من، در جهان وزد　　　طوفان ستانِ دیدهٔ عاشق، شود سراب

روزی مگر، فگنده نظر سوی من، به مهر　　　زان رو فتاده، مردمک از چشم آفتاب

ای سنگ دل فلک! مژهٔ شاهدان نهٔ　　　در کاو کاو سینهٔ من، چیست این شتاب

آخر بترس ازین که، ولی نعمت من ست　　　سازد بروزِ غور رسی، موردِ عتاب

یعنی امیر غازی آن شخص عدل و داد
کز مادرِ زمانه بدامانِ عدل زاد

آن ابر دست، بحر دل، آفتاب رای　　　کش سایه گستر است بسر سایهٔ خدای

نساخ بخت، یافته بر سمت نارکش　　　چتر سعادتی، ز گزین شهپر همای

---

۱ ش: ز ناوک سوفار　　۲ ش: بغرض

۳ ش: خواب　　۴ ش: گر خون خشک قطره شود در رگ سحاب

از خاک ناگرفته، قدم شخص رفعتش / نعلینِ[1] مهر و ماه در آرد، بزیر پای

با کاه برگ مور و میان، در زمان او / دم زاژدها دمی نه زند جذب کهربای

سازد نسیم عدلش، چون مهره سودمند / دندان زهر، در دهنِ مار جان گزای

دامانِ[2] زلفِ خویش، صبا فرش ره کند / هر جا که گشت، طرهٔ خلقش، عبیرسای

فیض نسیم صبح دم عدلش افگند / طاعونِ فتنه در رحم شام فتنه زای

ابری ست همتش، که چو ناخن بر آورد / گردد ز بندِ کیسهٔ دریا، گره کشای

نیکی به عهدِ همتِ او، از پیٔ گریز / جز غنچهٔ دهان دل من، نیافت جای

دستش که می[3] به ناخن دریا فشرده است
صد کان لعل را کف خونی[4] شمرده است

آن دست نیست، پنجهٔ خورشید همت است / وان دل، نه موج خیز نهنگ شجاعت است

آن طرف جبهه نیست، که می تابدش چو مهر / دانی که چیست؟ مطلع صبح سعادت است

بر گوشهٔ سر آنچه، تو دستار بینیش / دستار نیست، سایهٔ خورشید دولت است

دانی[5] خرد که با کف دریا نشان او / استاذ[6] فیض پرگهر ابر همت است

بی نسبت است، نسبت دریا بدست او / آری! میانِ شبنم و دریا چه نسبت است

چون خصم زو حذر نه کند کو چو آب تیغ / سرتا قدم چکیدهٔ صلب ذلالت است[7]

چندان که، بر کمان ها باشد شکنج توز / برابروی طبیعت او چین عزت[8] است

---

۱ ش: تعلیق ؟
۲ ش: مادام - ملک: دامان
۳ ش: نی
۴ ش: خوبی
۵ ش: داند
۶ ش: دستار - ملک: استاذ
۷ ش: صلابتست
۸ ملک: غیرت است - ش: عزت است

Marfat.com

دانی شجاعت و کرم ، از یک قبیله اند   زان رو بود شجاع ، که از نسل همت است
دہقان همتش ، به همه عمر چون سحاب   برکف گرفته تخم گهر ، در زراعت است
ملهم شود ز بسکه ، به ما فی الضمیر خلق   بتوان دلیر گفت ، که صاحب ولایت است

شخص خیال او ، چو کند دیده نیم باز
همراز بشمرد بدل شاهدان راز

تیغش بکف سمندر بحر آشیان بود   یا اژدری ، که بر سر گنجش مکان بود
گر خود نه اژدها بود آن تیغ زهر بار   هر دم چرا ز خون ، دمش آتش فشان بود
پیوسته ناوکش سر دلهای[1] خصم را   چون مغز تنگ در بغل استخوان بود
ماری بود سنانش ، که با خستگی زبان   صد چشمه زهرش از بن دندان[2] روان بود
با سینه ها سنانش زبان ، در دهان کند   روزی که طعنه ورد زبان سنان بود
معدن ، ز دست همت او ، در شکنجه است   زان خون لعلش ، از بن ناخن روان بود
ناوک زند[3] سمند خیالش به عرصه گام   گوئی : ز تار زلف سمند عنان بود
بند در ره نظاره ، تو گوئی که : خنجرش   با تیغ آفتاب زبان در دهان بود
در بزم رزم مطرب و نطق عدوش را   لب مست ذوق زمزمهٔ الامان بود
از بس کند زبان اثر ، در دهان دل   گوئی خدنگ او ، مژهٔ شاهدان بود

نی ناوکش کجا ، مژهٔ شاهدان کجا
آشوب زخم تیر کجا ، و زبان[4] کجا

چون ز آشیان عقاب خدنگش سفر کند   ناخن ، به خون کرگس افلاک تر کند

---

[1] نس : دل صفهای خصم را   [2] ملک : ناخن ـ نس : دندان
[3] نس : نهد   [4] نس : سنان

Marfat.com

شهباز ناوکش، چو هوا گیرد از کمان — هم در هوا، شکار تذرو و جگر کند

بر بام قصر[1] او نرسد شاهد[2] خیال — گر فی المثل ز همت او[3] بال و پر کند

دهقان به یاد تربیتش نخل خشک را — سرسبز و میوه دار به آب تبر کند

بیم نهیب همت او، زهر منجمد — چون، فاد زهر، در جسد شیر نر کند

در شست قدرتش، چه عجب گر خدنگ موم — پران ز هفت جوشن آتش گذر کند

چون تیغ او، به وصف در آرد رقم نگار — شرم آیدش[4]، که خانهٔ الماس سر کند

بلبل شنیده تا ز صبا، عطر خلق او — خواهد به خون گل، سر منقار تر کند

طوطی چشیده[5] تا نمک خوان شکرش — در بزم حنظل آید و جنس شکر کند

آن لب، چو در نطق به سفتن، درآورد

گوش عروس سامعه را، شکر آورد

ای نوبهار! عدل[6] تو، گلشن طراز جان — عالم، ز عکس چهرهٔ خلق تو، گلستان

هر جلوهٔ دعای تو،[7] خلخال پای دل — هم سایهٔ ثنای تو، تاج سر زبان

پروردهٔ دعای[8] ترا، در ادای شکر — طعم نمک، بلب رسد از مغز استخوان

نعمت، چو نعمت تو بود، نیست بدنمائی — گر میزبان کرشمه فروشد به میهمان

در روزگار عدل تو، نتوان به دهر یافت — یک خانه بی متاع، مگر خانهٔ کمان

جز شعله، کو زبانش به مدح تو، چرب نیست — دیگر دو کون را، بلسان جوشد از زبان

---

[1] نسخهٔ اساسی: قدر   [2] ش: ناوک   [3] ش: من

[4] ش: آمدش که خامه ز الماس   [5] ش: شنیده

[6] ش: خبث   [7] ش: عطر

[8] ش: هم دیدهٔ وفای تو   [9] ش: نعیم

Marfat.com

زنیسان که چشم سبزه بر کف سحاب نیست | بر دست تست، دیدهٔ امید بحر و کان
با ابر و بزی به دو عالم، که خلق را | در عهد همت تو، به روغن فتاده نان
بگذار غم به دشمن، و ایام عمر را! | چون گل شگفته، در طرب و عیش بگذران

مگذار کز لبت، لب ساغر جدا شود
یا از کف کلالهٔ ساقی رها شود

می خور، که روزه، رخت به ملک عدم کشید | گر نیست باورت، بنگر در هلال عید
دلها شگفته شد، ز ملاقات مهر و ماه | ای چشم مهر روشن و وی روی مه سفید
شکرانه ده، که خیل[۱] غم از سینه، کوچ کرد | واینک سپاه عیش، به اقلیم دل رسید
تیغ هلال عید به زد، بر شفق، چنان | کش خون، بدامن جبروت فلک چکید
رفت آنکه، ز آتش تعب روزه، مرغ دل | در سینه ها، چو ماهی لب تشنه، می تپید
وز اشتعال داغ جگر، طفل مردمک | هر دم لب تصور خونابه می مکید
اکنون، پیاله جو که چو گل، خوش دلی شکست[۲] | واکنون، قدم طلب، که نسیم طرب وزید
بر لب ز توبه، قفل زدن، کفر مشرب است | اکنون که، باز شد در میخانه بی کلید
در روی بخت خویش نگر، کآفتاب سبز | مه را بروی طالع فرخندهٔ تو دید

فیروزه بهر دیدن مه بر مدار بیش
از روی نظر بتاب، سوی بخت سبز خویش[۳]

ای ابر! والهٔ کف دریا، نثار تو | خورشید مه، دو برگ گل از نوبهار تو

---

[۱] ش: خیال

[۲] ش: اکنون پیاله که گل خوشدلی شگفت

[۳] ش: بروی نظر متاب سوی بخت سبز خویش

Marfat.com

شاهین چرخ، جرأت پرواز کی کند | باشاه باز همت، عنقا شکار تو
حاشا! کز اعتدال هوا، داغ دل بود | بر لاله[1] کو بشگفد از نو بهار[2] تو
آن نخل نورپیکر بالیدهٔ، که هست | خورشید و مه، نمونهٔ از برگ و بار تو
آن شخص همتی، که سواد[3] جهان بود | یک میل سرمه در نظر اعتبار تو
نبود عجب، که از شرف نسبتت بخویش | ساید به آفتاب، سر افتخار تو
تیر از کمان همت مکشای، بر سپهر | کین آهوی حقیر، نه زیبد شکار تو
شیران آسمان، همه روباه طبع، شد | باشد شکار بیشهٔ افلاک عار تو
دردا که در خزانهٔ اندیشه ام نماند | شایسته گوهری که نکردم[4] نثار تو

تحصیل حاصل است، که دیگر ترا ثنا
من بعد ما به سلسله جنبانی دعا

دائم شبت شگفته، چو صبح امید باد | هر روز بر تو، نسخهٔ ایام عید باد
آن را که، در دل از تو غباری بود، زرش | در زیر هفت پردهٔ[5] خون ناپدید باد
پیوسته گنج خانهٔ هفتم، سپهر را | گوهرفشان انامل جودت کلید باد
همواره از ترشح نیسان فتح تو | گوش زمانه، مخزن در نوید باد
در آستان قدر[6] تو پیوسته از شرف | گسترده فرش بوسهٔ عرش مجید باد
آفاق را بهین گل بی خار رحمتی | روی جفا بعهد تو چون شنبلید باد
ایام را نسیم بهار عدالتی | دست ستم، به عهد تو، لرزان چو بید باد

---

[1] ش : هر
[2] ش : لاله زار
[3] ش : سوار
[4] ش : بکردم
[5] ش : برقع
[6] ملک : بخت - ش : قدر

Marfat.com

تا نامِ نصرت و ظفر، اندر میان بود　　ہردم ترا بکف، گل فتح جدید باد
تا حرف امتداد زمان، بر زبان بود　　اندر زمانہ مدت عمرت مدید باد
دائم شگفتہ باد ترا، گلستان عمر
گلبرگ ہستیٔ تو، نہ بیند خزان عمر[1]

---

[1] دیوان مطبوعہ ص۱۷۶ تا ص۱۸۲

Marfat.com

قطعہ

طاہری شہاب نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ طالب کو قندھار میں آبلہ کی بیماری ہوئی جس کی وجہ سے ان کی ایک آنکھ خراب ہوگئی یعنی اس میں پھول نکل آیا۔ ان اشعار میں انھوں نے اظہار کیا ہے:

باری خوشم کہ گر گل چشمم بباد رفت	در دست دوست شیشۂ گلاب سرشک ماند
ای کاش گوش رفتیم، احول شدی چو چشم	تا ہر چہ گفتی، از تو مکرر شنودمی[1]

معلوم نہیں کہ طاہری شہاب صاحب کا قندھار کے سلسلے میں ماٰخذ کیا ہے، اگر واقعی یہ بیماری قندھار میں ہوئی تو مندرجہ ذیل قطعہ جو "در طلب معذرت از عدم حضور" کے عنوان سے ہے، وہیں لکھا ہے اور میرزا غازی ان کا مخاطب ہے۔

خدا یگانا! دردی در استخوان دارم	کزان بخود ہمہ شب ہمچو مار میپیچم
زباد آبلہ، شُشناہ شد، کہ خاک تنم	بہم برآمدہ زآن، چون غبار میپیچم
اگر نسیم گل آہستہ میوزد برمن	ہزار حلقہ چو زلفین یار میپیچم

---

[1] مقدمہ دیوان ص۱۸ ص۱۲

بگنبد فلک، از درد میرم و آنگاه   درو چو، نالهٔ شب زنده دار می‌پیچم
بهیچ وجه زپیچیدنم، خلاصی نیست   اگر پیاده ام و گر سوار می‌پیچم
بسنگ درد، سرم کوفت روزگار، از آن   بکنج خانه چو افعی به غار می‌پیچم
بسان چرخهٔ زالان بینوای حریص   بخویش نالان، لیل و نهار می‌پیچم
گلی که، میدمد از شاخ گلبن بدنم   چو غنچه پرده بروئیش زعار می‌پیچم
حجاب جوشش لب میکنم زموی بروت   نقاب دود، بروی شرار می‌پیچم
زدرد، بافته ابریشم تنم، تاری   که تا بگجرات از قندهار می‌پیچم
چو شمع روز نه درخورد مجلسم، زآنروی   برشتهٔ تن خود شعله وار می‌پیچم
اگر اجازه بود، چند روز بهر علاج   سری بجیب خود، از اضطرار می‌پیچم
عنان رغبت این تلخکام را چندی   زشرب اشربهٔ خوشگوار می‌پیچم
زهر غذا، که مخالف بود بطبع مریض   رخ طبیعت پرهیزگار می‌پیچم
بقدر مدت یکهفته گشته خانه نشین   بشغل مدح، خداوندگار می‌پیچم
چو عمر، هفته سرآمد زکلبه روی نیاز   بسوی قبلهٔ شهر و دیار می‌پیچم
سر من و قدم تست، حاش لله اگر   زخاک پای تو سر بنده وار می‌پیچم
گمان مبر که پس از مرگ هم رخ اخلاص   زآستان تو، ای شهریار می‌پیچم
مسیح طبعا، هم جنس سوزنی شده ام   عجب تر اینکه، بخود رشته وار می‌پیچم
هجوم دردم، بی ذوق کرده تا جائی   که روی دل، زسر زلف یار می‌پیچم
گذشت مدت شش ماه متصل زطالب)   که درد میکشم و همچو مار می‌پیچم

اگر دو روز دگر بر من این چنین گذرد
یقین که، رخ بنقاب مزار می‌پیچم [1]

---

[1] له دیوان ۱۴۰

Marfat.com

غزلیات

ظاہر ہے کہ طالب اور میرزا غازی چند سال ساتھ رہے، دونوں شاعر تھے، جوانی کی گرمی دونوں کی طبیعت اور جذبات پر غالب تھی۔ ذوق یکساں شوق یکساں، قصائد کے علاوہ طالب نے میرزا غازی کے جواب میں اور میرزا غازی نے ان کے جواب میں ہم طرح کئی ایک غزلیں کہی ہوں گی۔ دو ایک غزلیں ہم میرزا غازی کے سوانح میں دے آئے ہیں، یہاں طالب کی وہ غزلیں دے رہے ہیں جو ان کے مطبوعہ دیوان سے لی گئی ہیں اور میرزا سے واسطہ رکھتی ہیں۔

تا کی تحمل سخن این و آن کنم
نزدیک شد کہ، دست بہ تیغ زبان کنم

رفتم کہ در چمن، مژۂ گلفشان کنم
گلگونۂ بہار، زخونِ خزان کنم

باری چو میروم، زدراو، بیادگار
بوسی، روئیِ مجاور آن آستان کنم

نی! نی! سرِمن و قدم آستان اوست
حاشا گزین، گلستان نقل مکان کنم

شب تا سحر، بجاشنیٔ دست و خنجری
با چاکہای سینہ، زبان دردہان کنم

احسان دوست، درحق من، بی نہایت است
من بی زبان، کدام یکی را بیان کنم

شبہا درون سینہ، خیال قد ترا
چون شعلہ نخل شاہد آغوش جان کنم

Marfat.com

آشفتہ سازمت بکمر، زلف تابدار	موی سر تو شانۂ موی میان کنم

(طالب) رسیدہ مشق سخن بہ کہ نطق را
وقف ثنای قبلۂ (ترخانیان) کنم[۱]

مندرجہ ذیل غزل طالب نے قندھار میں کہی ہے، اور خیال یہ ہے کہ وہ دوبارہ جب کہ ہندوستان کی طرف لوٹنے کے لیے پر تول رہے تھے اس زمانے کی ہے۔

مگو سرشک من از جنس آتش و آبست	کہ این گہر خلف دودمان سیماب است
زخون ناحق، اطفال اشک پنداری	کہ، دامن مژہ ام، آستین قصاب است
چہ احتیاج بہ تکرار نغمہ، ای مطرب!	ترا ہزار زبان در دہان مضراب است
زنیم زنگی خون دلم، قیاس کنید	کہ ذوالفقار محبت چہ مایہ سیراب است
دلم بجانب رہبان، سرم بپای طبیب	چہ شد کہ گوشۂ چشمم بسوی محراب است
زمانہ برگہر عیش گو، سپند مسوز	کہ شور دیدہ، اگر بخت راست در خواب است
دلی کہ بر سر خاری غنود، میداند	کہ نوک دشنہ، عبارت ز موئی سنجاب است
ہزار چشمہ ز چشم کشودی، ای مطرب!	زنیم نغمہ سرت گردم، این چہ مضراب است
برون ز محفل عیش خدایگان (طالب)	می کہ در قدحم ہست، رشک خونابست

دلا! مزاج ترا قندھار درخور نیست
بیا کہ دیدہ ام، از اشک ملک پنجاب است

عبدالنبی صاحب میخانہ نے لکھا ہے کہ، طالب کو اس نے ۱۰۲۰ھ میں آگرے[۲] میں دیکھا اور اس سے ملاقات کی۔ اگرچہ اس نے لکھا ہے کہ میرزا غازی کے فوت ہو جانے کے بعد وہ آگرے پہنچے۔ لیکن یہاں عبدالنبی سے دونوں واقعات میں سے

۱؎ دیوان مطبوعہ صفحہ ۲۹
۲؎ میخانہ گلچین صفحہ ۵۴۲

ایک میں غلطی ہوئی، غازی کی وفات کے بعد اگر چلے ہیں تو وہ عبدالنبی سے ۱۰۲۰ھ میں نہیں بلکہ ۱۰۲۱ھ کے بعد آگرے میں ملے ہوں گے بلکہ عین ممکن ہے ۱۰۲۵ھ میں ملے ہوں اور اگر سال میں ان سے سہو نہیں ہوا اور واقعی وہ ۱۰۲۲ھ میں ان سے ملے ہوں تو پھر طالب گویا میرزا کو ان کی زندگی ہی میں چھوڑ کے قندھار سے نکل آئے اور وہ ۱۰۲۰ھ میں آگرے پہنچ چکے تھے اس میں قیاس کے کچھ پہلو ضرور نکلتے ہیں مثلاً:

(۱) طالب کی وابستگی میرزا غازی سے بقول مولانا شبلی عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، لیکن اگر وہ موت کے وقت قندھار میں تھے تو کیوں اپنے مربی کی وفات پر انھوں نے مرثیہ نہیں لکھا، جیسا کہ مرشد بردجردی نے اور دوسرے وابستگان نے میرزا کی وفات پر واویلا کیا ہے، تاریخیں نکالی ہیں اور مرثیے کہے ہیں۔

(۲) اوپر جو غزل ہم نے دی ہے اس کا مقطع واضح کرتا ہے کہ طالب قندھار میں ناخوش تھے، اور وہ وہاں سے ہندوستان کی طرف واپس ہونے کے آرزومند تھے، مالی حالات کی ناسازگاری جو میرزا کے آخری ایام میں پیدا ہو چکی تھی ممکن ہے کہ طالب اس کی وجہ سے یا درباری شعرا کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے ہیں جن کا ذکر طالب کے اشعار میں پایا جاتا ہے، اس کی وجہ سے شکستہ خاطر ہو کر انھیں میرزا کی زندگی ہی میں ان سے جدا کر دیا اور وہ ۱۰۲۰ھ ہی میں ہندوستان پہنچ گئے۔

ویسے طالب کے دیوان میں میرزا کی وفات پر ایک شعر کا بھی نہ ملنا تعجب انگیز ضرور ہے۔

مقالات الشعرا میں طالب کے حالات کے تحت میر قانع نے ایک غزل کے چند اشعار درج کئے ہیں جس کے مقطع میں میرزا کا نام بطور ممدوح کے آیا ہے۔

Marfat.com

از میرزا لہٰ غازی و طالب زمانہ یافت
ممدوح تازہ ای و ثنا خوان تازۂ[1]

یہی غزل مطبوعہ دیوان میں یوں ہے :

بستیم عہد با گل بستان تازۂ
گشتیم عندلیب گلستان تازۂ

این شکر چون کنیم، کہ بی منت بہار
دیدیم در چمن گل و ریحان تازۂ

از جان دیر سالہ عجب گر کنیم یاد
اکنونکہ یافتیم بتن جان تازۂ

دل بے تکلف از سر و سامان فتادہ بود
بازش نصیب شد، سر و سامان تازۂ

رفت آنکہ دستہ دستہ گل خاک میفشاند
ہر لحظہ دست ما بگریبان تازۂ

اکنون بسبو یا دگریبان نمی کند
این دست نارسیدہ بسامان تازۂ

زین در مباد نقل مکانم کہ بد نماست
ہر ساعتی شدن مگس خوان تازۂ

دل طی نمودہ ملت و آئین کہنہ را
دین نوی گرفتہ و ایمان تازۂ

از چین قلیچ خان وند (طالب) زمانہ یافت
ممدوح تازۂ و ثنا خوان تازۂ[2]

چین قلیچ خان کے سلسلے میں دیوان کے اندر قصائد موجود ہیں ، غلام علی آزاد نے بھی لکھا ہے کہ وہ قلیچ خان (متوفی ۱۰۲۲ھ) ناظم لاہور (۱۰۱۶-۱۵ھ) کے لیے قصائد لکھے ، لیکن یہ درست نہیں ہے ، یہ قصائد دراصل قلیچ خان کے بیٹے چین قلیچ خان کے لیے کہے گئے ہیں ، خود اسی قصیدے میں جس کا حوالہ آزاد نے دیا ہے یہ شعر موجود ہے :

---

[1] مقالات صفحہ ۳۵

[2] دیوان صفحہ ۴۵

Marfat.com

گل بہار سخا چین قلیچ خان کہ سپہر
بباغ ہمت او دوخت است چشم مشام[1]

معلوم نہیں کہ چین قلیچ خان کے پاس کس سال گیا اور کب تک رہا، سورت کا سفر بھی چین قلیچ خان کے ساتھ کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ:

مسند طراز بزم سخا چین قلیچ خان ۔۔۔ گرد ست او پیالۂ ہمت کشیدہ ام[2]
آمل زیاد رفتہ مزار التفات او ۔۔۔ تا خویش را بہ بندر سورت کشیدہ ام[2]

قلیچ خان کا انتقال (۱۰۲۳ھ) میں ہوا اور چین قلیچ خان کا زیادہ وقت بنارس اور جونپور میں گزرا، وہیں اپنے چھوٹے بھائی میرزا لاہوری کی بداعمالیوں سے پیدا شدہ ہنگامہ میں قتل ہوگیا۔ سال معلوم نہیں اس لیے یقین زمانی بڑا مشکل ہے۔[3]

---

[1] یہ وہی قصیدہ ہے جو ایک رات میں ۸۴ شعر کا کہا تھا۔

[2] دیوان ص۱۲۲

[3] دیکھیے باپ بیٹے کے لیے ماثر الامرا ۳: ۶۹ اور ۳: ۳۵۱۔ ذخیرۃ الخوانین میں بھی حالات موجود ہیں۔

Marfat.com

طالب اصفہانی

طالب، صفاہانی الاصل[1] تھے۔ جوانی میں قلندرانہ وضع قطع میں تنہا وطن کو ترک کیا اور کشمیر جا پہنچے۔ کشمیر کے گل و گلزار اور آب و ہوا ان کو راس آئی اور دل کو بھائی، وہیں ڈیرہ ڈال دیا، شادی کر کے خانہ آبادی کی، اور مستقل توطن اختیار کر لیا۔ جب اکبری دور میں کشمیر فتح ہوا اور کشمیری سلاطین کا دربار اجڑا اس وقت طالب نے اکبر بادشاہ کے دامن دولت سے وابستگی اختیار کر لی۔

یہ بیان جہانگیر کا ہے[1] اور لکھا ہے کہ: اس وقت (۱۴ سال جہانگیری[2]) ان کی عمر سو سال کے لگ بھگ ہے اور اپنے اہل و عیال بیٹوں اور دیگر متعلقین کے ساتھ فراغت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بقول صاحب صحف ابراہیم ان کی یہ رباعی اکثر جہانگیر بادشاہ کی زبان پر رہتی تھی:

---

[1] تزک ۲۸۹

[2] شنبہ ۴ ربیع الثانی ۱۰۲۸ھ سے آغاز ہوا۔

Marfat.com

زہری بفراق می چشانی کہ چہ شد — خونریزی و آستین فشانی کہ چہ شد

ای غافل ازین کہ، تیغ ہجر توچہ کرد — خاکم بفشار تابدانی کہ چہ شد[1]

مآثر رحیمی کے مولف کا بیان ہے کہ: طالب درویش طبیعت اور صافی مشرب تھے، اسی بنا پر ہندوستان میں۔ بابا طالب۔ کے نام سے پکارے جاتے تھے اکابر وقت اور اعیان ولایت کے ساتھ ان کی صحبتیں رہیں۔ مثلاً حکیم ابوالفتح گیلانی، شیخ ابوالفضل، شیخ فیضی اور زین خان کوکہ ان کی صحبت کو بہت پسند کرتے تھے۔ کیونکہ خوش صحبتی میں ان کو کمال حاصل تھا۔ اسی مولف کا بیان ہے کہ شاعری اور نکتہ دانی میں انھیں بڑی مہارت تھی۔ مولانا قاسم کاشی اور مولانا نظیری سے تعلقات تھے، عبدالرحیم خان خاناں کی مداحی بھی کی ہے۔

صاحب مجمع النفائس نے ان کو درویش اور صاحب سلوک لکھا ہے، ریاض الشعرا کے مولف نے درویش کامل اور محقق فاضل قرار دیا ہے۔ صحف ابراہیم کے مولف نے ترک وطن کا سبب دوستوں سے رنجیدگی بیان کیا ہے[2] طبقات اکبری (۱۰۰۲ھ) کے مولف نے اپنے وقت تک کشمیر میں ان کی اقامت کا عرصہ بیس برس بتایا ہے[3] بدایونی نے (۱۰۰۲ھ) آٹھ برس[4] اور صاحب ہفت اقلیم (۱۰۰۳ھ) نے تیس برس لکھا ہے[5] اگر طبقات اکبری کے مولف کی مورخانہ حیثیت کے پیش نظر ان کی روایت کو صحیح فرض کرلیں تو بابا طالب سال ۹۸۲ھ میں اصفہان سے نکلے ہوں گے، جہانگیر نے ۱۰۲۸ھ میں لکھا ہے کہ ان کی عمر سو سال کے قریب ہے، اس

---

[1] خطی ۲۳۹ ب

[2] از دوستان ایران رنجیدہ بکشمیر آمدہ و بلباس قلندرانہ میگذرانید (خطی ۲۳۹ ب)

[3] ۳: ۸۱۵ [4] ۳: ۲۶۵ [5] چاپ تہران ۲۰: ۲۳۰

Marfat.com

لحاظ سے ان کی پیدائش ۹۲۵ھ کے لگ بھگ ہوئی ہوگی ۔ گویا بابا طالب نے جب ترک وطن کیا اس وقت ان کی عمر ۵۴ سال کی تھی ۔

ان کی وفات کا سال فقط روز روشن میں درج ہے ، لکھا ہے کہ :

ــــ در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) از کشاکش ایں
سپنجی سرا رست [1]

صاحب تاریخ اعظمی نے لکھا ہے کہ وفات کے بعد بابا طالب سری نگر کے محلہ بابا پورہ میں بابا خلیل کے جوار میں مدفون ہوئے [2]

میرزا غازی کے سوانح میں سندھ میں بابا طالب کی آمد کی غرض وغایت بیان کی جا چکی ہے ۔ ٹھٹھہ میں غالباً وہ ۱۰۱۰ھ میں آئے ، دو ڈھائی سال وہیں رہے اور ۱۰۱۳ھ میں جب میرزا غازی ملکی معاملات سے فراغت پا کر اکبری دربار میں چلے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہو لیے ۔

مرزا غازی کے ساتھ براہ راست تعلق صحبت یا مجالست جو کچھ بھی رہا وہ

---

[1] روز روشن صفحہ ۴۸۳ ۔ کاشی نے خلاصۃ الاشعار میں سنہ اربع وثمانین وتسعمائۃ (۹۸۴) ان کی وفات کا سال دیا ہے جس کو صحف ابراہیم نے نقل کیا ہے ، ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے ۔ ممکن ہے یہ سال ان کے کشمیر میں وارد ہونے کا ہو جسے صحف ابراہیم کے مولف یا کاتب نے غلطی سے سال وفات لکھ دیا ہو (دیکھو تذکرہ شعرائے کشمیر از راقم الحروف (۶۷۳ - ۶۷۴)

[2] تقی کاشی کا قول نقل کرتے ہوئے صحف ابراہیم کے مولف نے لکھا ہے کہ بابا طالب نے گجرات کے نواح میں وفات پائی ۔ اکثر تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ گجرات کی صدارت ان کے حوالے تھی ، ممکن ہے کہ وفات وہیں ہوئی ہو اور دفن سری نگر میں ہوئے ہوں لیکن سو برس کی عمر میں سری نگر سے گجرات کا سفر کرنا اور وہاں وفات پانا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا ۔

Marfat.com

یہیں سندھ میں دو ڈھائی برس کے دوران رہا۔ ان کی شاعری میں مرزا غازی کا کیا حصہ رہا یا مرزا نے شعر میں آپ کی استادانہ صلاحیتوں سے کیا استفادہ کیا ؟ یہ معلوم نہ ہو سکا۔

خیر البیان کے مولف نے لکھا ہے کہ: بابا طالب مرزا غازی کے ہمراہ میر عدل ہوکر قندھار بھی گئے ہیں، لیکن یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ کسی اور جگہ سے اس کی تائید نہیں ہوسکی۔ خیر البیان نادر اور نایاب تذکرہ ہے، اس میں بابا کے متعلق کچھ نئی باتیں آئی ہیں، لہٰذا اس کی پوری عبارت ہم یہاں دیئے دیتے ہیں:

ـــ بابا طالب اصفہانی است، واز مبادی حال با درویشان و خرقہ پوشان آمیزش داشتہ۔ و آخر بمقتضای۔ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ بلباس ترک و تجرید قامتِ قابلیتؔ خود آراستہ، در ایام ...[1] عزیمت ہندوستان نمودہ۔ در آخر دولت[2] و طلوع اقبال اکبری ممالک ہند را سیر کردہ قدم بعرصۂ کشمیر نہاد۔ یوسف شاہ والی کشمیر مقدم اورا گرامی داشتہ۔ ایامی مصاحب مجلس خاص جناب یوسفی بود، ازبس مہربانی بقید تصرف آن بادشاہ در آمدہ، آن را از لباس درویشی بیرون آوردہ، اگر ایں معنی نزد اہل دل نکوہیدہ است اما بابا طالب را دریں معنی عذر دلپذیر است

---

[1] صحیح پڑھا نہیں جاتا۔ کہیول۔ معلوم ہوتا ہے۔

[2] آخر دولت کشمیر ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

چراکه یعقوب شاه ولد یوسف شاه بصفت حسن و جمال یوسف بود که بسمت یعقوبی موسوم گردیده بود ، و در مصر وجود بابا طالب مرتبه عزیزی یافته - بنا بر ارادهٔ خاطر اولیای ظاهر درویشی را متغیر بخلعت بی خلعت اہل دنیا ساختہ ، اما در حقیقت کسوت بی تعلقی پوشیده دریں صورت کلاه فنا بر تارک ترک دنیا نہاده بقیه عمر بخدمت و کارگزاری ولی نعمت خود اشتغال مینمود ، تا در ہرج و مرج کشمیر و بعد انہدام اساس دولت یوسف شاہیہ دوازده مرتبه باسی چہل نفر از تیغ خود ، باجنود اکبر مقابلہ و مقاتلہ نموده -

و آخر بخدمت بادشاه شتافته مورد نوازشات شاہنشاہی گردیده ، مدتی دران بارگاه از جملہ مصاحبان و ندیمان بود ، و مدتہا میر عدل گجرات و بنگالہ بود - و در ایام جلوس نورالدین جہانگیر بادشاه ، در زمان ایالت میرزا غازی بمملکت قندھار شتافت ، و میر عدل ممالک پنجاب و قندھار بود - و بسیار نیک ذات و شجاع و سخی است وگاہی بگفتن اشعار ذوقی دارد -

(ورق ۳۷۳)

بابا طالب نے غالباً دیوان مرتب نہیں کیا - سال ۹۹۷ - ۹۹۸ھ[1] میں جب کہ

---

[1] اکبرنامہ ۳ : ۵۵۲ - ۵۷۸ - ۷۳۱

وہ سفارت لے کر والی تبت خورد کے پاس گئے تو وہاں اس ملک کے حالات میں ایک رسالہ لکھ کر اکبر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا تھا، جسے بعد میں ابوالفضل نے اکبر نامہ میں شامل کر لیا۔[1]

[1] طالب کے حالات تمام دستیاب تذکروں سے جمع کر کے راقم نے تذکرہ شعرای کشمیر میں دیئے ہیں، اشعار اور مزید حالات وہیں ملاحظہ کئے جائیں (ص۶۶۴ - ۶۷۵)

Marfat.com

عبدالباقی قصّہ خواں، میر

صاحب مآثر رحیمی نے میرزا غازی کے زمرۂ متوسلین میں، میر عبدالباقی قصہ خوان کا نام بھی لیا ہے۔ زیادہ ان کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔

طالب آملی، محوی اردبیلی، سروری یزدی، ملا اسد قصہ خوان، شمسائی زرّیں رقم اور میر الٰہی اسد آبادی کے ساتھ ساتھ ان کا نام آیا ہے۔[1]

---

[1] مآثر رحیمی ۳/ : ۶۸۱ - ۶۸۸ -

Marfat.com

عتابی، حسن بیگ تکلو

صاحب میخانہ، نے ان کے والد کا نام بخشی بیگ تکلو لکھا ہے۔ ان کی والدہ ہرات کی تھیں اور تولد بھی ہرات ہی میں ہوا، لیکن قزوین میں نشو و نما پائی اور اصفہان کے اندر ان کو شہرت نصیب ہوئی اور شاعری نقطہ عروج پر پہنچی[1]

صاحب خیر البیان نے لکھا ہے کہ:

— اصلش از ایاق تکلو است، از اکابر آن فرقہ و نشو و نما در رے یافتہ[2]

رے، سے مراد تہران قدیم ہے اور قزوین غالباً رے، ہی کے صوبے میں شامل تھا، اس لئے خیر البیان کے مصنف نے اس کو رے کا باشندہ اور وہاں کا نشو و نما یافتہ بتایا ہے۔

جہاں تک ان کی شاعری کا تعلق ہے معاصر تذکرہ نویس ان کے بہت قائل ہیں

1۔ میخانہ گلچیں ص ۲۴۳

2۔ خیر البیان ص ۳۶۸

Marfat.com

صاحب میخانہ، کا قول ہے کہ:

ــ اقسام اشعار را خوب گفتہ و از ہر جنس شعر نیکو بسیار دارد۔ قصیدہ گوئی را بکمال رسانده ، و غزل را از امثال و اقران گزرانده و خمسہ نظامی را لغایت مرغوب تتبع نموده۔ دو صندوق اوراق اشعار او بنظر این محقر درآمد و اقسام منظومات او۔ بعضی تمام و برخی ناتمام ۔ برآن اوراق پریشان مسطور بود[1]

صاحب خیرالبیان نے تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے :

ــ شعر بسیار دارد ، و مدت پنجاہ سال مدار مشق شاعری داشتہ[2]

دوسرے معاصر تذکرہ نگار تقی اوحدی نے بھی ان کی شاعری کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ:

ــ وی اشعار بسیار گفتہ ، حاصل مزرعہ طبعش از کشتہ و ناکشتہ بسیار است - اہم از نارسیدہ و رسیدہ و سخنان خوب ہم در کلام وی وافی[3]

لیکن وہ ان کے ذاتی کردار اور شخصی کوتاہیوں سے نالاں ہے ، لکھا ہے کہ وہ بغایت بے حیا اور بے باک تھے ، ایک آنکھ بالکل غائب تھی :

---

[1] میخانہ گلچیں ص۲۴۳

[2] خیرالبیان ص۳۶۸

[3] عرفات - (پاورقی میخانہ گلچیں ص۲۴۳)

Marfat.com

— الحق بغایت بے حیا، نادرگو، مبرم، تہتک، ہمیشہ
درہمہ فنی رندانہ زیستی [1]

شاید صاحب عرفات ہی کے تتبع میں نواب صدیق حسن نے بھی لکھا ہے کہ «عدیم الحیا،
تھے، اور باوجود عدم صلاح وہ اپنے آپ کو درجہ قطب پر فائز سمجھتے تھے:

— مردی بود اعور، عدیم الحیا، باوجود عدم صلاح
درحق خود اعتقاد درجۂ قطبیت داشتہ [2]

ایک آنکھ ضائع ہونے کا سبب تقی الدین اوحدی نے بتایا ہے کہ:

— در طفولیت ہردو چشمش از آبلہ قصوری بہم رسانیدہ،
امایکی دراصل بحدقہ خشک شدہ [3]

ان کی قطبیت کے سلسلے میں صاحب میخانہ نے لکھا ہے کہ وہ افیونی تھے، شراب نہیں پیتے تھے، فقہ میں نہ فقط مہارت تامہ تھی، بلکہ اس میں عمل کے لحاظ سے بہت سخت بھی تھے۔ شاہ عباس نے ایک دن صفاہان میں ان کو شراب خوری پر مجبور کیا لیکن عتابی نے غرور زہد، خودنمائی، اور تقوای ریائی کی بنا پر پینے سے انکار کیا، حاضرباشوں نے کہا کہ: عتابی اپنے آپ کو قطب و ولی سمجھتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ: اگر ایسا ہے تو میں اس کی طرف تیر چلاتا ہوں اگر اس نے کام نہیں کیا تو ہم اسے قطب اور ولی سمجھیں گے۔ درباریوں نے بادشاہ کو اس ارادے سے باز رکھا اور عتابی کو کہا کہ: جان کی خیر مانگتے ہو تو فوراً شراب کے سلسلے میں شعر کہہ کے پیش کرو، عتابی نے وہیں ایک رباعی کہہ کر پیش کی:

---

[1] عرفات، یا ورق میخانہ گلچیں ص۳۸۳ [2] روز روشن ص۰۰ [3] میخانہ یا ورق ص۴۰۳

Marfat.com

اے شاہ! ستارہ خیل، خورشید اقبال — وی از پی سایہ تو، گردون چو ہلال

ایام تو عید است! در روزہ حرام — بزم تو بہشت است! درو بادہ حلال

بادشاہ نے خوش ہو کر جان بخشی کے ساتھ ایک سو تومان اور اسپ مع زین نقرہ صلہ کے طور پر دیا۔

عتابی جب ہندوستان میں دوسری مرتبہ آیا اور میرزا غیاث بیگ سے وابستہ ہوا تو ایک دن جہانگیر کے دربار میں میر جنون تبرائی حلواۃ خانی نے، یہی رباعی اپنی تصنیف بتا کر جہانگیر کی مدح میں پڑھی۔ نورالدین قلی اصفہانی وہاں موجود تھا، اس نے فوراً بادشاہ کو رباعی کے اصل مصنف سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ کے ہاں سے بلا کر عتابی سے جب پوچھا تو کہا کہ: بالکل درست ہے! یہ انھوں نے جہانگیر ہی کی مدح میں کہی ہے! جہانگیر نے خوش ہو کر ایک ہزار روپیہ اور ایک ہاتھی اس کو صلے میں دیا، گویا عتابی نے اگرچہ یہاں غلط بتایا لیکن اس طرح ایک ہی رباعی کی مد میں انھوں نے دو بادشاہوں سے صلہ پایا[1]

عتابی دو مرتبہ ایران سے ہندوستان آیا، پہلی مرتبہ جب میر معصوم بھکری ۱۰۱۳ھ[2] میں اکبری سفارت کے فرائض انجام دے کر ایران سے واپس ہوا تو عتابی کو بھی ساتھ لیتا آیا۔ اور رہ آورد کے طور پر ایک قصیدہ لکھ لایا جو اس نے اکبر کے حضور میں پڑھا۔ مطلع یہ ہے:

شہا! درمیان تو و ذات داور — نگنجد، مگر لفظ، اللہ اکبر!

---

[1] میخانہ گلچیں ص ۴۳۹ و ۳۴۴ [2] اکبر نامہ، ۳: ۸۳۶ صاحب میخانہ اور خیر البیان نے سال آمد ۱۰۱۲ھ لکھا ہے، لیکن صحیح سال واپسی کا ۱۰۱۳ھ ہے، جیسا کہ اکبر نامہ میں درج ہے۔

Marfat.com

اور بادشاہ سمیت تمام درباریوں نے اس کو بہت پسند کیا اور سراہا۔ شاہی ملازمت سے انکار کیا لیکن شاہی مہربانی سے عرصے تک ہندوستان کی سیر و سیاحت بڑے آرام اور عیش کے ساتھ کرتا رہا۔ اکبر ہی کی زندگی میں یعنی سنہ ۱۰۱۲ھ میں زادراہ اور بہت کچھ پاکر اور لے کر ایران چلا گیا۔

دوسری مرتبہ جہانگیر کے دور میں سنہ ۱۰۲۱ھ میں وہ ہندوستان پہنچا اور میرزا غیاث بیگ اعتمادالدولہ کے دامن دولت سے وابستگی پیدا کر لی۔

اسی دوسری مرتبہ کے سفر میں وہ قندھار پہنچا اور کچھ عرصے میرزا غازی کے پاس قیام کیا اور ان کی مدح میں قصائد کہے، صاحب میخانہ نے لکھا ہے کہ:

بعد از طی مراحل راہ دارالامان ہند، بقندھار رسید میرزای دانشوران میرزا غازی ترخان در آن بلدہ حاکم بود۔ وی را دید و قصیدہ در ردیف آفتاب، در مدحش گفتہ بدو گذرانید۔ و میرزای نکتہ دان بصلۂ این بیت کہ برشتۂ نظم کشیدہ بود:

ای خاتم جلال ترا، آسمان نگیں

در زیر آن نگین ورقی از زر آفتاب

وی را رعایتہا فرمود و میگویند کہ: ہفتاد قصیدہ در ردیف آفتاب گفتہ و ہمہ را مطبوع انشار نمودہ۔[1]

ہمارے خیال میں عتابی سنہ ۱۰۲۰ھ میں قندھار پہنچا اور میرزا کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے یا سنہ ۱۰۲۱ھ میں میرزا کے فوت ہونے کے بعد ہندوستان آیا ہے۔

---

[1] میخانہ گلچیں ص۱۳۴۔

Marfat.com

صاحب خیرالبیان کا قول ہے کہ عتابی سے ۱۰۲۰ھ میں ان کی ملاقات اصفہان میں ہوئی:

— درسنہ عشرین والف ۱۰۲۰ھ راقم این حروف اورا
در اصفہان ملاقات نمودہ - بعض اشعار جہت این تذکرہ
قلمی نمود - والکنون در وطن مالوف خود بدعاگوئی دوام اقبال
شاہ جوان بخت اشتغال دارد[1]

یہ تذکرہ ۱۰۱۹ - ۱۰۲۰ھ میں ہرات کے اندر نظر ثانی کے بعد تکمیل کو پہنچا ہے، ظاہر ہے کہ ۱۰۲۰ھ میں وہ وہیں اصفہان میں شاہ عباس کی مدح سرائی میں مشغول تو تھا لیکن ۱۰۲۰ھ ہی میں وہ اصفہان چھوڑ کر قندھار پہنچ گیا۔

عتابی تکلو کے سال وفات اور جائے وفات پر اختلاف ہے، تقی اوحدی کا قول ہے کہ ۱۰۲۵ھ میں سنا گیا کہ وہ طاعون کے مرض میں لاہور میں فوت ہوا[2]، میخانہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ: ۵۲ سال عمر کے ہو چکے تھے، اپنے مربی سے وطن کے لیے رخصت ہو کر چلا، قندھار میں پہنچ کر بیمار رہا اور ایک منزل طے کر کے فوت ہوا اس کا مدفن وہیں بر سر راہ ایران ہے[3]۔ تذکرہ لطائف الخیال کے مولف محمد بن محمد عارف شیرازی نے سال وفات ۱۰۲۰ھ لکھا ہے۔ شمع انجمن میں ہے کہ وہ ۱۰۲۱ھ میں اجمیر میں قتل ہوا[4]۔ نتائج الافکار کے مصنف کا قول ہے کہ ۱۰۲۵ھ میں قتل ہوا[5]۔ صاحب میخانہ نے لکھا ہے کہ فوت ہونے کے وقت یہ بیت اس نے کہی:

---

[1] خیرالبیان ص ۳۶۸

[2] پاورقی میخانہ ص ۴۴۳

[3] میخانہ گلچیں ص ۴۴۳

[4] شمع انجمن ص ۲۹۲

[5] نتائج الافکار ص ۴۷۴۔

Marfat.com

متاع ہستی من ، درد بود پنداری　　　گر چون شدم زجہان درد دلی نماند غبار

میرزا غازی کے سلسلے میں جس قصیدے کا مطلع اوپر آیا ہے ، وہ پورا دستیاب نہ ہو سکا اور نہ کوئی اور قصیدہ ان کی مدح کا مل سکا ۔ مختصر مدت قیام میں کم ہی کہا ہوگا۔

عتابی پُرگو تھا ، جیسا کہ میخانہ کے مولف کی اوپر درج کردہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے ۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ :

ــــ کلیات سخنانش قریب یک لک و پنجاہ ہزار بیت میشود۔[۱]

لیکن اس ذخیرے کو اس نے اپنی زندگی میں مدوّن نہیں کیا تھا ، اور نہ ہی بقول صاحب میخانہ اس کے ناخلف بیٹے شتابی نے باوجود موزونیت کے اپنے والد کے کلام کو جمع کیا۔

خمسہ کے جواب میں جو اس نے مثنویاں لکھیں ، ان کے علاوہ ملا عبدالنبی نے دو اور مثنویاں دیکھی تھیں :

۱۔ سام و پری

۲۔ ایرج و گیتی

آخری مثنوی مخزن اسرار کی بحر میں تھی اور پہلی بحر متقارب میں تھی ۔

خمسہ والی مثنویوں میں

۱۔ حدائق الازہار : حدیقۃ الابرار کی بحر میں لکھی

۲۔ مجمع البحرین : مولانا رومی کی بحر میں تصنیف کی ۔

۳۔ منظر ابرار : مخزن الاسرار کی بحر میں ۔

---

[۱] میخانہ گلچیں ص۴۳۸

Marfat.com

۴۔ سکندر نامہ : سکندر نامہ نظامی کی بحر میں

۵۔ ہفت پیکر : ان کے خمسہ کی مثنوی ہے۔

صاحب میخانہ نے مثنویوں کے یہ نام بتائے ہیں اور ہر ایک کے چند اشعار بھی نمونۃً دیئے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک ساقی نامہ بھی لکھا تھا جس کو ملا عبدالنبی نے مسودات سے ترتیب دے کر میخانہ میں درج کر دیا ہے[1]

صاحب خیر البیان کو عتابی نے اصفہان میں ملاقات کے وقت (۱۰۲۰ھ) جو اشعار تذکرے میں درج کرنے کے لئے خود منتخب کر کے دیئے تھے، یہاں بھی ہم وہی اشعار نمونے کے طور پر دیئے دیتے ہیں:

مرا بدلق مرقع مبین وخوار مدار — کہ بادہ، نشأ ہر گر جہ، در سفال بود

ندانم آن گل خود رو، چہ رنگ وبو دارد — کہ مرغ ہر چمنی، گفت وگوئی او دارد

صبا گرفتہ بکف ساغر شقایق زاں — کہ غنچہ بادۂ گلرنگ در سبو دارد

وصال دارد و بزمیست خالی از اغیار — ہنوز بر طپش دل صد آرزو دارد

چہ گفتۂ بہ عتابی دگر بزم رقیب — کہ تا نگاہ کنی گریہ در گلو دارد

مگر زمانۂ ناساز خو بگرداند — کہ ترک مست من از ناز رو بگرداند

لبت نہ آب حیاتست، این قدر دانم — کہ آب، در دہن آرزو بگرداند

خدا ز عکس رخت آفرید جنت از اں — باین وسیلہ دلم را ازو بگرداند

خوش آن شبی کہ خیالم برد بگیسوی یار — دران دو سلسلہ ام موبمو بگرداند

---

[1] میخانہ صفحہ ۳۹۴

عتابی از سخنی گفته چون رسد بکنشت
ورق بیفگند و گفت وگو بگر داند

ترحم است بران دل که آشنای منست — که باز شب شده هنگام های های من است
شهید خنجر یارم بس این سعادت من — که چشم حسرت صد زنده در قفای من است
رسیده عشق بجای که، کفر اگر نبود — ترا پرستم و گویم که: این خدای من است!
توای رقیب نگهدار، جای در بزمش — که آن نشستن و برخاستن، برای من است

زمن مپرس سیه بختی عتابی را
که همچو سایه شب و روز پا بپای من است

عرق چون بر گل رویش نشستی — ورق هائے گلشن درهم شکستی
دو لبستان غنچۂ گل های نسرین — بجای شیر دروی جان شیرین
نمک گرد لبش ناگشته مزدور — خیالش کرده آب دیده راشور
شراری کز دم آن تیشه جستی — چو انجم در دل گردون نشستی
ز هر خون کز مژه بر سنگ میریخت — پی تصویر شیرین رنگ میریخت
دهانش را سپر موی نموده — نموده گرچه صد چندانکه بوده
نمود آخر ز سنگ آن غنچۂ تنگ — دل چون لعل، پنهان در دل سنگ
کشد گر توسنی بر صفحۂ سنگ — کند کوه گران و رفتن آهنگ
دران صحرا، یکی کوه فلک سای — سرش در آسمان، چون در زمین پای
فلک پیرامن آن مرغزاری — زمین بر دامن او چون غباری
یکی کوه اندران صحرای خرم — چو طفلی در کنارش خفته عالم

(خطی)

Marfat.com

عریضی، میر عبداللہ سلطان سبزواری ٹھٹوی

مشہور بہ، خان عریضی[1]، خان لقب اور عریضی تخلص کرتے تھے، سید بوالمکارم سیوستانی بن سید غیاث الدین محمد المعروف بہ سلطان رضائی العریضی السبزواری کے فرزند تھے[2] ان کا خاندانی تعلق تاریخ حبیب السیر کے مصنف خواندمیر[3] سے تھا۔ سندھ میں یہ خانوادہ۔ سادات عریضی سبزواری۔ کی نسبت سے معروف تھا[4]

---

[1] تحفۃ الکرام، ۳: ص ۱۳۹، مقالات الشعرا ص ۹۶۔

[2] مقالات الشعرا ص ۴۳۵، تحفۃ الکرام، ۳: ص ۲۰۲ ص ۱۲۷

[3] خواجہ غیاث الدین خواندمیر (۸۸۰ - ۹۴۲ھ) دخترزادہ میرخواند صاحب روضۃ الصفا۔ ان کے والد کا نام خواجہ ہمام الدین ابن خواجہ جلال الدین ابن خواجہ برہان الدین محمد شیرازی تھا ہراۃ میں پیدا ہوئے اور وہیں سے ۹۳۴ھ میں ہند آئے، بابر اور ہمایوں سے واسطہ رہا۔ دہلی میں خواجہ نظام الدین اور امیر خسرو کے قریب دفن ہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے آپ کی قبر پر کتبہ لگایا ہے۔

[4] تحفۃ الکرام، ۳: ص ۲۰۳۔

Marfat.com

میر عبداللہ عرلیفی، مرزا غازی کے خاص مصاحب تھے، جب قندھار مرزا غازی کی جاگیر میں آیا تو انھوں نے سید عرلیفی ہی کو سفیر بنا کر شاہ ایران کے ہاں روانہ کیا[1] اس سفر میں عرلیفی حضرت امام علی رضاؑ کی زیارت سے بھی مشہد جاکر مشرف ہوئے۔

عرلیفی کا خاندان پہلے بکھر میں رہتا تھا، ان کے باپ سید ابو المکارم نے سیوستان یعنی سیوھن میں سکونت اختیار کی، میر عرلیفی کی ولادت یہیں سیوستان میں ہوئی اور یہیں انہوں نے نشوونما پائی۔

مرزا غازی کے فوت ہونے کے بعد سید عرلیفی ٹھٹھہ میں کسی سرکاری عہدے پر متعین ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا خاندان ٹھٹھہ میں مستقل بس گیا[2]۔ جب شاہجہاں کا زمانہ آیا اور نواب شریف الملک "یک چشم" عتاب شاہی کی وجہ سے معزول ہوا[3] اور اس کے تمام متعلقین اور ملازم بھی عتاب میں آئے تو اس وقت سید عرلیفی کچھ ناسازگاری حالات اور زیادہ تر پیری کی وجہ سے سرکاری منصب ترک کر کے گوشہ نشین ہوگئے۔ مقالات الشعرا میں ہے:

— ہر قدر مرزا عیسیٰ[4] وغیرہ باعث شدند جواب دادند کہ:
پیری رسیدہ تاب نوکری نماندہ است[5]

---

[1] تحفۃ الکرام: میر عبداللہ سلطان مرزا بخطاب 'میر خانی' ممتاز فرمودہ برسم رسالت نزد شاہ عباس والی ایران (۹۸۵ - ۱۰۳۸ھ) نامزد نمود کہ بتحایف لائقہ رفتہ راہ منازعت مابین مسدود کردہ ص۸۔ [2] تحفۃ الکرام میں ہے کہ: میر عبداللہ سلطان اور اس کے بھائی میر عبدالرسول نے آغاز عہد شاہجہاں (۱۰۳۷ھ) سے ہی ٹھٹھہ میں آکر دوامی سکونت اختیار کرلی تھی، ۳: ۲۰۲۔ [3] دیکھئے تحفۃ الکرام، ۳: ص۹۳۔

[4] مرزا عیسیٰ ترخان ثانی پر دیکھئے میرا مقالہ «مکلی نامہ» میں ص۲۳ تا ص۱۲۷۔

[5] مقالات ص۳۶۱۔

اس کے بعد بھی بڑی کوششیں کی گئیں لیکن یہ کسی طرح راضی نہ ہوئے اور:

— آخرالامر بوساطت اخوند محب علی سندی[1] پنجاہ
ہزار دام بصیغہ مدد معاش مع اولاد از سبری جام
تماچی[2] تنخواہ شدہ[3]۔

اسی زمانے میں ان کے بھائی میر عبدالرسول نے بھی سرکاری منصب ترک کر دیا۔ سید عریضی نے ۱۶ شعبان ۱۰۵۴ھ میں انتقال کیا[4]۔ میر قانع نے مقالات الشعرا میں اس کے سوانح حیات تحریر کرتے وقت۔ فی جنۃ عالیۃ۔ (۱۰۵۴ھ) سے تاریخ وفات نکالی ہے، تحفۃ الکرام میں میر عریضی کی شاعری کے متعلق ہے:

— شعر برگزیدہ دارد۔[5]

دوسری جگہ ہے:

— بجامعیت فنون انسانیت، در شاعری مشارٌالیہ
وقت بودہ۔[6]

مقالات الشعرا میں اس کے یہ شعر درج ہیں:

پی نادیدن عیب من وتو مژہ مسمار شد بہ روزن چشم

---

[1] دیکھئے میرا مقالہ «محب علی سندھی»، رسالہ اردو، کراچی۔

[2] دیکھئے معصومی ص ۹۶ - ۹۹، ۲۹۷ تا ۳۰۰۔

[3] مقالات الشعرا ص ۴۳۶، تحفۃ الکرام، ۳: ص ۱۳۹۔

[4] تحفۃ الکرام، ۳: ۱۳۹۔

[5] » » ، ۳: ۱۳۹۔

[6] » » ، ۳: ۲۰۲۔

Marfat.com

ساده دل بودم، بنات قرعۂ اندا ختم | آنچناں کت بوده ای، از سادگی نشناختم
خواستم تا با تو بازم، یک رہی نرد مراد | خود غلط کردم کہ، با تو باختم تا باختم[1]

میر عرتضیٰ کے بعد بھی اس کی اولاد ٹھٹہ ہی میں قیام پذیر رہی، اور جب تحفۃ الکرام لکھا جا رہا تھا (۱۱۸۲ھ) اس وقت یہ خاندان ختم ہو چکا تھا کوئی ان میں سے موجود نہیں تھا۔[2]

میر عرتضیٰ کے ایک بھائی میر عبدالرسول تھے، ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، میر عرتضیٰ کے پانچ بیٹے ہوئے۔ خاندانی شجرہ یہ ہے:

میر ابو المکارم بن میر غیاث الدین المعروف بہ سلطان رضائی العرتضیٰ سبزواری۔[3]

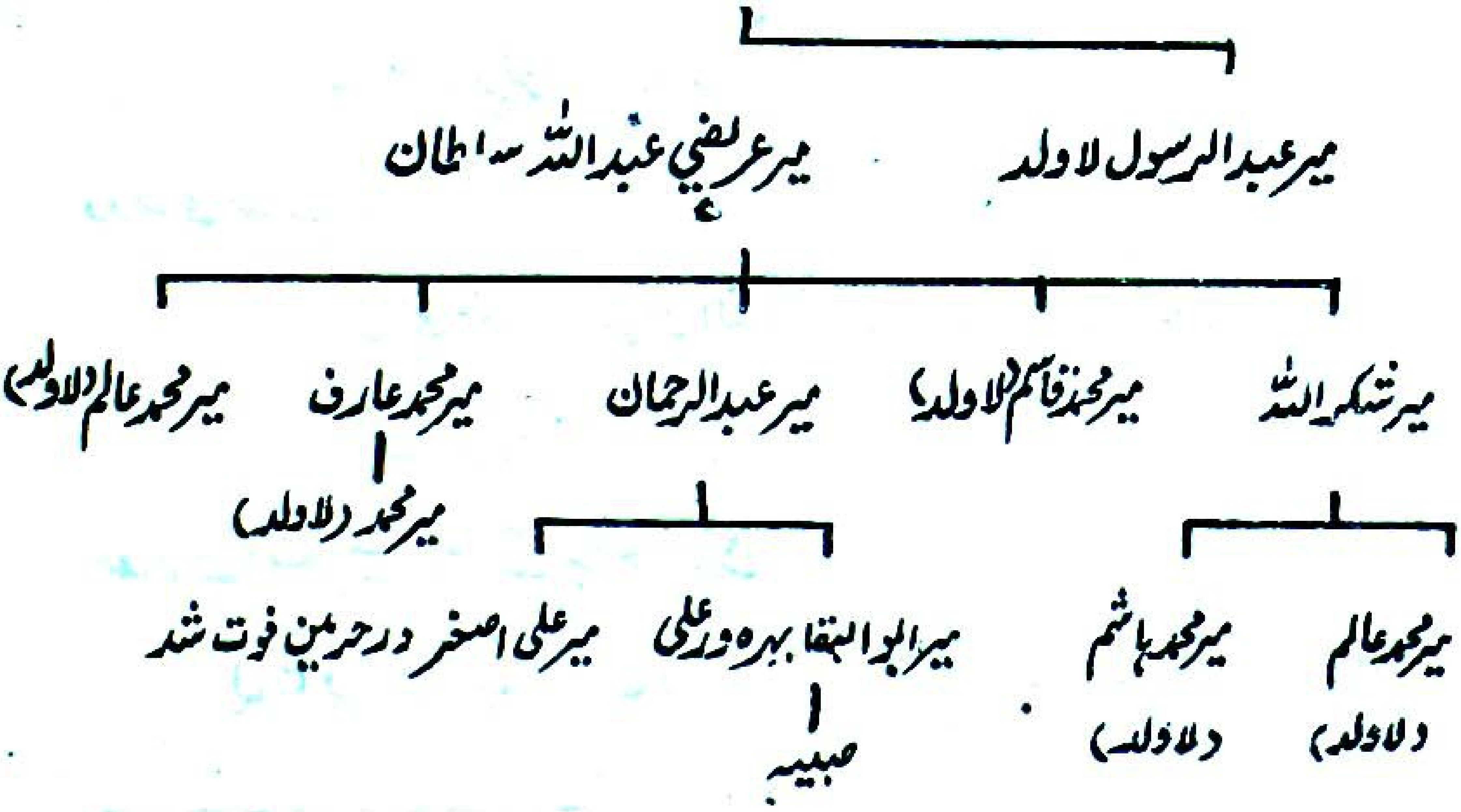

۱ مقالات، ص۴۳۳۔

۲ تحفۃ الکرام: اکنون دران خاندان از نبائر مردی وجود ندارد، ۳: ص۲۰۳۔

۳ تحفۃ الکرام کے مؤلف نے بکھر کے تحت لکھا ہے کہ: "میرہ خواند میر صاحب کتاب حبیب السیر و نواسہ سلطان جنید صفوی، از مقربان شاہ بیگ ارغون بودہ و بادی لبند آمدہ در بھکر بار اقامت انگند، پسر شاہ میر ابوالمکارم ... اول در سلک امرای میرزا شاہ حسن ارغون،

(جاری)

Marfat.com

میر ابو البقا بہرہ ور علی کے متعلق تحفۃ الکرام کا بیان ہے :

— میر ابو البقا المعروف بہ بہرہ ور علی خاتمہ این خاندان گزین داخل زمرہ بہین گزشتہ در شاعری دست گاہ عالی اندوخت و شاگرد خدمت استاد عامل میر حیدرالدین

(جاری)

آنگاہ در خدمت سلطان محمود (بکھری) انتظام یافتہ، سلطان محمود خان وی را برسالت نزد شاہ اسماعیل صفوی بادشاہ عراق عجم فرستادہ بود، تا از برای وی بانواع نوازش و خطاب سلطانی مراجعت نمودہ ۔ بمکارم اخلاق و بکمال فضل و بلاغت معروف زلیتہ (۳: ص۱۴۰)

باپ کو سلطان محمود نے سفیر بنا کر بھیجا اور بیٹے کو مرزا غازی نے وسیلہ بنایا، سفارت پران باپ بیٹوں کے انتخاب کا سبب علاوہ خاندانی وجاہت کے ایک یہ بھی ہوگا کہ صفویوں کے جد امجد جنید صفوی کے نواسوں میں سے تھے (دیکھئے میرا مقالہ ۔ ایران اور سندھ کے تعلقات ۔ نقوش لاہور) ابوالمکارم کی سفارت کا حال میر معصوم نے لکھا ہے، دیکھئے تاریخ معصومی ص۲۲۳ ۔ سلطان محمود نے پہلے شاہ طہماسپ (۹۸۴-۹۳۰ھ) سے خطاب "خان"، علم و نقارہ، تمن طوغ، جامہ سال ۹۶۵ھ میں حاصل کیا تھا اور دوبارہ ۹۶۹ھ میں شاہ طہماسپ نے حق بردی بیگ کو خلعت اور دیگر لوازمات کے ساتھ سلطان محمود کے پاس بھیجا، یہ سفیر سال بھر یہاں رہا اور ۹۷۰ھ میں میر ابوالمکارم ان کے ساتھ مل کر یہاں سے ایران گئے، اور وہاں سے "خان خاناں" کا خطاب لے کر آئے (معصومی ۲۲۳ - ۲۲۵)

سلطان جنید بن سلطان ابراہیم، شیخ صفی الدین اردبیلی کے نواسے تھے صفوی سلاطین کے مؤسس تھے، ۸۵۱ھ میں باپ کی جگہ اردبیل میں مسند پدری پر متمکن ہوئے اور شروان شاہ کے ہاتھ سے ۸۶۰ھ میں قتل ہوئے، ان کے بعد ان کے بیٹے سلطان حیدر

(جاری)

Marfat.com

ابوتراب کامل بوده[1] ، درآواخر عهد محمد شاه بادشاه
درگزشته .... جز صبیه اولادی نماند[2]

تاریخ "چراغ ہدایت" المعروف بہ "بہرہ ورشاہی" اسی میرابوالبقا کی تصنیف ہے ، اس کا غالباً دیوان بھی تھا ، چند اشعار مقالات میں درج ہیں :

منت درمان ندارد از طبیبان درد ما — سوزش دل مرہمی دارد ز آہ سرد ما
آتش سوزاں ندارد سرکشی ہرگز بہ آب — گرمی جور رقیبان یخ شود از برد ما
چون توان پنہان نمود از خلق سوز عشق را — آتش دل را گواہی داد رنگ زرد ما

(جاری) مسند نشین ہوئے اور وہ بھی ۸۹۳ھ میں یعقوب بیگ ترکمان کے ہاتھ سے قتل ہوئے (دائرۃ المعارف ۳ ۱۳۲۴) ان کا سلسلہ یہ ہے :

جنید بن ابراہیم بن علی سلطان بن موسیٰ صدرالدین اردبیلی

حیدر

ابراہیم — علی — (۱) امام شاہ اسماعیل اول (۹۰۷ - ۹۳۰)

(۱) امام شاہ اسماعیل اول (۹۰۷ - ۹۳۰)
|
(۲) شاہ طہماسپ اول (۹۳۰ - ۹۸۴)
|
(۳) شاہ اسماعیل ثانی (۹۸۴ - ۹۸۵)
|
(۴) محمد خدابندہ (۹۸۵)
|
(۵) شاہ عباس اول (۹۸۵ - ۱۰۳۸)

[1] میری کتاب "تذکرہ امیرخانی" میں ان کا حال دیکھئے ۔
[2] تحفۃ الکرام ص ۲۰۳ ۔

Marfat.com

این جواب آنکه صائب" از دل پردرد گفت — صبح برخورشید میلرزد کز آه سرد ما[1]

جلوه ای از حسن او افروخت بربالای طور
خیره چشمی بر سر مقصود موسی نار ریخت

برز نخدان حیرت لب تشنگان فریاد داشت
از خطش یارب کز گرد آب حیوان خار ریخت

دارد ہوای دشت و بیابان درون سر
مجنون من لبوی سلاسل نمیرود[2]

---

[1] غزل مرزا صائب:

صبح برخورشید میلرزد ز آہ سرد ما — کوہ می لرزد بخود در زیر بار درد ما

یہ غزل صائب نے طالب آملی کے جواب میں کہی ہے، مقطع ہے:

این جواب آن غزل صائب کہ طالب گفتہ است
بعد ازین، از خاک معشوقانہ خیزد گرد ما

[2] مقالات الشعرا ملا۔

Marfat.com

فصیحی انصاری ہراتی، میرزا

ہرات کے اس مایۂ ناز شاعر کو میرزا غازی نے اپنے پاس بلایا تھا، لیکن بعض وجوہ کی بنا پر شاعر خود تو حاضر نہ ہو سکا لیکن میرزا کی خدمت میں قصائد بھیجے۔[1]

یہ عبارت مولانا شفیع مرحوم نے میخانہ کے حواشی میں "سفینہ خوشگو" کے حوالے سے لکھی ہے، چونکہ خوشگو، کا وہ حصہ ابھی شائع نہیں ہوا، اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ اصل عبارت کیا ہے۔ یہی روایت عبدالباقی نہاوندی نے مرشد بروجردی کے حالات میں لکھی ہے اور کہا ہے کہ:

- وبوسیلہ این خان سخندان انعامی واحسانی کہ بمستعدان عراق وخراسان نمودہ، زیادہ ازحدو حساب است۔ چنانچہ مبلغی کلی بجہت حسان الزمان ملا شانی تکلو ومیرزا فصیحی انصاری بخراسان فرستادند، والیشان

---

[1] میخانہ ص۱۱۱ بحوالہ سفینہ خوشگو۔

Marfat.com

نیز بشکرانۂ آن احسان، قصائد غرا گفتہ فرستادند۔[1]

فصیحی کے مفصل حالات صاحب میخانہ نے دیئے ہیں، لیکن اس میں اس واقعے کا ذکر نہیں کیا، اور نہ کسی دوسرے تذکرے میں نظر سے گزرا، حالانکہ کئی تذکروں میں فصیحی کا ذکر آیا ہے[2]

میخانہ اور دیگر تذکروں میں جو حالات آئے ہیں ان کا ملخص یہ ہے:

میخانہ کے مصنف نے فصیحی کو "ملک الشعرا" کے خطاب سے یاد کیا ہے، اور لکھا ہے کہ: ہرچند کہ مؤلف کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی ہے، لیکن ان کا حال ایک ایسے دوست سے سنا ہے جو مدتوں فصیحی کی خدمت میں رہا ہے۔ فصیحی کے دادا مولانا میرجان موضع اسفر نماید (متعلق بہ جام) میں پیدا ہوئے اور اپنے وطن میں تعلیم حاصل کر کے فضلای نامدار روزگار میں شمار ہوئے۔ عبیداللہ خاں اوزبک (۹۴۰-۹۴۶) نے جب خراسان فتح کیا تو ان کو بخارا لے گئے، وہیں انھوں نے صحابہ کرامؓ کے حالات میں "روضتہ الاصحاب" لکھی، جو مشہور ہوئی۔ مولانا فصیحی کے والد ابوالمکارم بخارا میں پیدا ہوئے اور باپ کی تربیت اور صحبت میں اپنے والد ہی کی طرح فضیلت مآب ہوئے۔

فصیحی بھی وہیں بخارا میں عالم وجود میں آئے، جب کمال عبداللہ خاں اوزبک (ثانی) اوزبک سلطنت کے فرمانروا ہوئے۔ (۹۹۱-۱۰۰۶ھ)[3] اس وقت

---

[1] مآثر رحیمی، ۳: ۸۱۷۔ [2] نصرآبادی ۲۴۲، سرو آزاد ۵۰، آتشکدہ ۱۵۵، شمع انجمن ۳۴۳، روز روشن ۵۳۱، نگارستان سخن ۷۷، نتائج الافکار ۵۳۹، سرخوش ۸۵، حسینی ۲۵۱، [3] تقی اوحدی نے عبداللہ خاں کی شکست کی تاریخ کہی ہے، "سراپا اوزبکیہ شد نگونسار" اور "شکست آمد بعبداللہ اوزبک" دونوں سے ۱۰۰۶ھ برآمد ہوتا ہے (میخانہ (عکسی)، ص۵۳۵)

Marfat.com

مولانا ابوالمکارم کو ہرات میں واعظ کے عہدے پر روانہ کیا اور وہ اہل و عیال کے ساتھ ہرات میں آئے، اس وقت فصیحی کی عمر دس سال کی تھی، گویا اس لحاظ سے فصیحی کا سن ولادت ۹۸۱ھ ہوتا ہے۔

فصیحی کی تربیت اور تعلیم کی تکمیل اسی شہر میں ہوئی اور بقول صاحب میخانہ:

— و بمرتبہ شہرۂ آفاق شد کہ مردی اہل از نزدیک و دور
در سنین و شہور بدیدن او میآیند واز و شعر بالتماس
میگیرند، و حکام خراسان ہمگی در اعزاز و احترام او میکوشند
و خاطر جوئی آن سرآمد مستعدان مینمایند..... [1]

جب خراسان پر شاہ عباس صفوی نے فتح پائی، اس وقت مولانا اس کی ملازمت میں قزوین گئے، جہاں سے ایک مدت کے بعد مرخص ہو کر واپس ہرات لوٹے۔

قزوین میں مرزا جلال اسیران سے بہت متاثر ہوئے اور بہت کچھ اکتساب فیض کیا، کہا ہے:

آنانکہ، مست فیض بہار اند، چون اسیر   تہ جرعۂ زجام فصیحی کشیدہ اند [2]

میخانہ کے مصنف نے ان کے ذاتی اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

— اکثر اوقات بصحبت مردم خوب و مجالست یاران
مرغوب صرف میشود، و ہمیشہ بعشق و عاشقی میگزراند
و یک آن خالی از محبت نمیباشد...... در نوجوانی

---

[1] میخانہ (محمد شفیع) ۳۹۱۔

[2] سرو آزاد ص۵۳، خوشگو نے لکھا ہے کہ مرزا جلال (۱۰۴۹) ناظم ہروی (۱۰۸۱) اور درویش والہ ان کے شاگرد تھے (میخانہ چاپ گلچین ص۵۸)

Marfat.com

کہ گرفتار او بودہ۔ برروی کار آوردہ است :

ای روی ترا ترجمہ دردین مصحف
وزخال وخطت یافتہ تزئین مصحف
یک نقطۂ سہو، درہمہ روی تونیست
گویا بخط مصنف است، این مصحف

حسین خاں شاملو جب حاکم ہرات ہوا تو فصیحی ہندوستان کی طرف چپکے سے چل دیئے۔[1] شاملو کو معلوم ہوا تو بڑی بے عزتی کے ساتھ بلوایا، داڑھی منڈوائی، اور جیل بھیج دیا، فصیحی نے اس فضیحت پر ایک بیت اور ایک رباعی کہی ہے :

ہنر پیشہ بیند بگیتی الم	خورد شاخ پرمیوہ سنگ ستم
با یار بسیر ہند، آمادہ شدم	برگشتم وزین تعلق آزادہ شدم
نارفتہ بہند، وازگون کارشدم	آن ماہ مخطط شد ومن سادہ شدم[2]

حسن بیگ نے بعد میں پشیمان ہوکر رہا کیا[3] چنانچہ اس کے بعد فصیحی دوبارہ شاہ عباس صفوی کے پاس چلے گئے، عالم آرای عباسی[4] کے مولف نے ۱۰۳۱ھ کے حوادث میں لکھا ہے کہ اس وقت فصیحی :

۔ از ہم صحبتان بزم مقدس است ۔"

معلوم یہی ہوتا ہے کہ (۱۰۲۰ھ) کے لگ بھگ مرزا غازی نے قندھار میں فصیحی کو بلایا ہوگا، اور وہ غالباً سیاسی مصالح کی بنا پر آنے سے کترا گئے، کیونکہ ہرات

---

[1] میخانہ نے ہرات سے نکلنے کا سال (۱۰۲۲ھ) لکھا ہے (چاپ گلچین ص۵۴۵)

[2] میخانہ (محمد شفیع) ۳۹۳ - [3] میخانہ (گلچین) ص۵۴۶ -

[4] عالم آرای عباسی چاپ ندیم ص۷۹۶ -

Marfat.com

شاہ عباس صفوی کے قبضے میں تھا، ہرچند کہ مرزا کے ساتھ شاہ کے تعلقات بظاہر بہتر تھے، لیکن پھر بھی فیضی نے جانا خلاف مصلحت سمجھا ہوگا اور مرزا کی وفات کے بعد جب ہندوستان آنے کی کوشش کی تو پکڑ لئے گئے۔

اسپرنگر نے (صفہ ۳۹) خان آرزو کے حوالے سے لکھا ہے کہ فیضی نے کئی مرتبہ ہندوستان کی طرف آنا چاہا لیکن ان کے ہم وطن مانع ہوئے، ناچار ۱۰۲۲ھ میں انھوں نے اپنا دیوان آگرے بھیجا، اسپرنگر سے غالباً سہو ہوا ہے، ہند میں دیوان بھیجنے کا سال ۱۰۲۲ھ ہونا چاہیئے کیونکہ "میخانہ" کے مصنف نے ۱۰۲۵ھ کے لگ بھگ ان کا "دیوان دارالامان ہندوستان" میں دیکھا تھا، جو چار ہزار ابیات پر مشتمل تھا[1]

دیوان اودھ کے شاہی کتب خانے میں بھی تھا، جس کا ذکر اسپرنگر نے کیا ہے[2]

دیوان منتخب سراج کے حوالے سے اسپرنگر نے فیضی کی تاریخ وفات (۱۰۴۶ھ) لکھی ہے[3] لیکن بقول صاحب فہرست بانکی پور اس کے شاگرد واؔلہ نے جو تاریخ کہی ہے، اس سے (۱۰۴۹ھ) سال برآمد ہوتا ہے، اور یہی صحیح سمجھنا چاہیئے، تاریخ ہے:

---

[1] طاہر نصرآبادی نے ابیات کی تعداد "قریب بشش ہزار" بتائی ہے (ص ۲۲۳)۔

[2] اس دیوان میں سو صفحے پر غزلیات تھیں، ۱۱ صفحات پر رباعیات، قصائد ۱۰۰ صفحات پر تھے، رباعیات ۲۰ صفحات میں تھیں۔ ابتدا غزل کی:

خدایا روزی مطلب پرستان ساز راحت را — کہ جنت دوزخ است آتش پرستان محبت را

اور قصائد کا پہلا شعر تھا:

"ساقیا می دہ، کہ در جوش است خون نوبہار" — اسپرنگر نے دو اور نسخوں کا ذکر بھی کیا ہے (صفہ ۳۹)

[3] اسپرنگر ص ۱۵۱۔

Marfat.com

ـ بگو فصیحی آزادہ سوی جنت شد[۱]

اس وقت دیوان کے جو نسخے معلوم ہیں ان میں سے تین بانکی پور میں (نمبرہ ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷) موجود ہیں، اور ایک انڈیا آفس میں (نمبر ۱۵۴۷) ہے۔ بانکی پور کے نسخے کے ابتدائی خالی صفحے پر کسی کا نوٹ ہے کہ:

ـ دیوان فصیحی بمطبع چشمہ نور مقام مظفر پور طبع شد۔

میرزا غازی کی مدح میں ہمیں کوئی قصیدہ نہیں ملا، مختلف تذکروں سے فصیحی کے اشعار کا انتخاب یہاں درج کیا جا رہا ہے:۔

ہر چند کہ من، شعلۂ افسردہ غبارم ــــ در خرمن خود سوختہ، از باد بہارم[۲]

خندہ می بینی ولی از گریۂ دل، غافلی! ــــ خانۂ ما، اندروں ابراست و بیروں آفتاب

گریہ گر، دیدہ گداز است فصیحی! گلہ چیست ــــ کشتی نوح شکستن، ہنر طوفانست

بعد عمری کہ فصیحی! شب وصلی رو داد ــــ مردم دیدۂ ما، در سفر دریا بود

ہزار بار قسم خوردہ ام کہ، نام ترا ــــ بلب نیاورم، اما قسم بنام تو بود

دیدہ، شب خال مراد، از موج اشک ما گرفت
کشتی بی ناخدا، کام از دل دریا گرفت

خار ترم، کہ تازہ ز باغم بریدہ اند ــــ محروم بوستانم و مردود آتشم

من نہ شائستۂ بسمل، نہ سزاوار قفس ــــ بہ چہ امید؟ دریں دام گرفتار شدم

ما بت، نہ ز ناقدلشیۂ معبود شکستیم ــــ آرائش بتخانۂ ما بود شکستیم

ہر لخت جگر، طاقت صد داغ دگر داشت ــــ قفل در رسوائی خود زود شکستیم

---

[۱] فہرست بانکی پور ۳: ۷۱۔

[۲] 〃 〃 ۳: ۷۱۔

Marfat.com

گر گل، نصیحتت نپذیرد، درین چمن | باری! بنالۂ مدد عندلیب کن[1]
خویش را، بر نوک مژگان ستم کیشان زدم | آنقدر زخمی کہ دل میخواست، در پیکان نبود[2]
نو بہارا! بشمیم گل عیشم مفریب! | کہ من این نالۂ زار، از دل خرم دارم
مختصر دستی کہ ما را بود، صرف جام شد | گر خدا روزی کند، دست دگر بر سر زنم[3]
امشب از شعلۂ آہم، جگر غم میسوخت | برمن وز ندگی من، دلِ ماتم میسوخت
جذبۂ عشق، بجدلیست میان من و یار | کہ اگر من نروم، او بطلب میآید
دی قاصد یار آمد و مژگان تری داشت | از یار مگر، بہر بلاکم خبری داشت[4]
گر لذتِ داغ جگر، اینست فصیحی | افسوس، کہ در ہر سر موسم، جگری نیست
در مذہب ما، ہرچہ بجز دوست، حرام است | گر خود ہمہ ذوق طلب اوست، حرام است
ازان ترسم کہ، فردای قیامت | ہمیں، امروز و فردای تو باشد
نالہای نوگرفتاران غم را، لذتی است | ورنہ، این یکمشت پر، مقصود صیاد م نبود[5]
جرم ما گر بادہ آشامیست! مستی جرم کیست؟ | عکس لعل خویش را، ما، در شراب افگندہ ایم
دوش تقلید جرس کردم، و صد قافلہ سوخت | آہ! اگر نالہ پریشان ترازین، میکردم[6]

عرفی نے خواہش کی تھی کہ مرنے کے بعد لاہور سے ان کی لاش نجف اشرف بھیجی جائے صاحب میخانہ لکھتے ہیں کہ فصیحی نے (۱۰۲۷ھ) میں ہرات سے ایک شخص کو اس غرض کے لیے لاہور بھیجا، لیکن اس کے پہنچنے سے دس روز پیشتر میر صابر صفاہانی عرفی کے استخوان لے جا چکا تھا۔[7]

---

[1] نصرآبادی ص۲۴۵ ۔
[2] سرو آزاد ص۵۰ ۔
[3] شمع انجمن ص۳۷۳ ۔
[4] روز روشن ص۵۳۱ ۔
[5] سرخوش (مدراس) ص۱۴۲ ۔
[6] میخانہ (گلچیں) ص۲۲۵ ۔

Marfat.com

فصیحی کی رباعیات اس انداز کی ہیں :

راہِ درِ دوست، آشکارا مسپار ناممحرم پا، بود درین رہ رفتار
یا پای چنان نہ کہ نماند نقشی یا نقش قدم، با قدم خود، بردار[1]

روشنگری آئینۂ دل کردیم وانگاہ، بروی تو مقابل کردیم
عکس رخ تو، جدا نگشت از رخ تو ما بیہدہ سعیہای باطل کردیم

ہرچند دلم، ز دردِ خونریز تراست برمن دل تیغ آسمان تیز تراست
درکین دلم، دلیر باشید، کہ زنگ زآئینہ ام، از عکس سبک خیز تراست[2]

ملک شاہ حسین صاحب "احیار الملوک" (تاریخ سیستان) و "تذکرہ خیر البیان" مرزا غازی کا معاصر، بلکہ قندھار پر جب اس نے حملہ کیا ہے تو قزلباشوں کے لشکر میں بھی شامل تھا، فصیحی کے متعلق اپنے چشم دید حالات "خیر البیان" میں یوں لکھے ہیں :[3]

— فاضل موفق مرزا فصیحی انصاری، بلبلان گلزار
فصاحتش از خراسان چمن چمن داغ جگر بہدیہ طوطیان
شکرستان ہند فرستادہ ۔ بہزار دستان در گلزار ہشتیہ بہار

---

[1] فہرست بانکی پور ص ۶۲ ۔ [2] نصرآبادی ص ۲۴۳ ۔

[3] یہ تذکرہ نادر ہے، ابھی تک چھپا نہیں ہے اور اس کے فقط دو نسخے دنیا میں موجود ہیں ایک ایران میں آقای فخر الدین نعیری امینی کے ہاں (نمبر ۲۳۹ فہرست "آثار الشعرا") اور دوسرا نسخہ برٹش میوزیم میں ہے جس کا نمبر 3397 R ,O ہے۔

Marfat.com

دارالسلطنت ہرات مترنم اند. الحق شائستہ است
چنان مجستہ چمن را چنین بلبلی۔

از طرف پدر سید صحیح النسب است، واز جانب مادر بہ پیر ہرات خواجہ عبداللہ انصاری علیہ الرحمۃ والمغفرۃ میرسد۔ باوجود مرتبۂ کمال در سخنوری، بعلوم رسمیہ گزشتہ مدتہا بخدمت شیخ المتاخرین بہاء الملۃ محمد مطالعۂ علوم عقلی ونقلی نمودہ، والیوم بدارالسلطنت ہرات بمطالعۂ کتب دینیہ وفکر اشعار دَر ربار اشتغال دارد، وراقم حروف این تذکرہ از نواب اشرف اقدس ارفع استماع نمود کہ بلفظ مبارک فرمودند کہ: امروز در ایران ہیچ کس از شعرا بر تبۂ میرزا فصیح و ابو تراب بیگ نیست![1]

حالت خدام فصیح الانامی ازان زیادہ است کہ بدستیاری قلم سرگشتہ در مقام اظہار آن توان آمد، ہموارہ مورد الطاف شاہی واعطاف نامتناہیست، و پیوستۂ خان عالیشان حسین خان (شاملو) امیرالامرائی

---

[1] ملک شاہ حسین نے لکھا ہے کہ: بادشاہ بڑے سخن فہم تھے، وہ اشعار سنتے تھے اور جن اشعار کو پسند کرتے تھے، ان کو ان کا درباری خوشنویس مولانا علی رضا بیاض میں جمع کرتا جاتا تھا۔ شاہی خیمہ گاہ، یا ہرات کے مقیم شعرا اور سخن فہم حضرات اپنی اپنی پسند کے اشعار جمع کرتے تھے، رات کو علی رضا بادشاہ کو سناتا تھا، ان میں سے جو شاہ کو پسند آتے تھے، وہ بیاض میں درج کرلئے جاتے تھے۔ (خیرالبیان ورق ۳۰۱)

Marfat.com

ممالک خراسان با میرزای مذکور در مقام عنایت و مرحمت است ، و بفراغ بال در دار السلطنت ہرات بمطالعہ کتب علمی و نظم اشعار اشتغال دارند۔

در سنہ الف و عشرین (۱۰۲۰ھ) از بودن ہرات ملال بہم رسانیدہ با جمعی۔ کہ رفاقت ایشان موافق حال آن زبدۂ شعرا نبود۔ رفیق گردیدہ بعزیمت ہندوستان متوجہ ولایت قندھار گشت۔ و چون جمعی از ملازمان قدیمی نواب مستطاب امیر الامرای نیز طریق فرار اختیار کردہ بودند ، نواب مومیٰ الیہ ازین وضع آزردہ شدہ ، جمعی فرستادہ میرزای مذکور را از نزدیکی بلدۂ قندھار برگردانیدہ ہدف عتاب و خطاب ساختہ ، نزدیک بود کہ آتش غضب در خرمن حیات مومیٰ الیہ افتد ، بشفاعت گل حدیقہ ابہت و جلال حسن خان (پسر حسین خان) استخلاص یافتہ مدتی محبوس زندان بود۔ از انجا نیز بشفاعت مومیٰ الیہ بیرون آمدہ ، چند روز حاشیہ گرد مجلس بود۔ بالآخر بنوازشات معزز گردیدہ ، الحال انیس مجلس خاص آن خان عالیشان است و ترقی کلی در اوضاع و الموارش بہم رسیدہ۔

و بعد از انتقال خان غفران شعار منظور نظر نواب مقدس القاب حسن خان گردیدہ و بکامیابی و دوستکامی در ہرات میگذراند۔ و چون نواب ہمایون از یورش

Marfat.com

قندھار بدار السلطنت ہرات تشریف آوردند ہنگام
نہضت بجانب عراق میرزای مزبور را منظور نظر عاطفت
اثر ساختہ، در رکاب ہمایوں بجانب عراق بردند، والحال
درسلک مجلسیان و مقربان درگاہ عالم پناہ است[1]

۹۰۱ھ میں فرار ہونے اور قندھار کے قریب پکڑے جانے کا قصہ بیان کیا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ میرزا فصیحی اپنے شاگردوں کے ساتھ دراصل مرزا غازی کے پاس آ رہے ہوں گے اور وہاں سے بشرط ضرورت ہندوستان جانے کا قصد ہو گا!

مرزا فصیحی کے کئی ایک شاگرد ہرات میں تھے، جن کا تذکرہ خیر البیان میں موجود ہے، خیر البیان نے اشعار کا جو انتخاب دیا ہے، اس کا انتخاب ہم یہاں درج کر رہے ہیں:

بآب عافیت، گفتم غبار درد بنشانم — نظر در دیدہ ام اشک و نفس در سینہ پیکان شد
نشد شوقم تسلی ہیچگہ، باآنکہ چشم من — تہی گشت از نظر، ہرگہ کہ بر روی تو حیران شد

گر آگہی ز ذوق طلب، تشنہ لب بمیر — گیرم کہ جملہ دوست شوی، در طلب بمیر!
از جام، در دبادۂ عمر ابد بنوش — روزی ہزار بار، ولی بی سبب بمیر!

عالم زماتہی، وز افغان ما، پر است — شد عندلیب خاک و چمن از نوا پر است
در دل نگنجدم غم ہجر و امید وصل — کین آئینہ، چو روی بتان از صفا پر است

سر بر از خاک در میکدہ کن تا بینی — کعبہ و بتکدہ را، مست سجود در خویش

---

[1] ورق ۳۰۰ ب تا ۳۰۱ ب، اس کے بعد ۳۰۱ ب سے لے کر ۳۰۳ الف تک اشعار کا انتخاب ہے۔

Marfat.com

هر خار کان ز وادیٔ هجران برآمده — در پای دل شکسته و از جان برآمده

تو در دلی، و دیده پیٔ جستجوی تو — چون طفل اشک، بر سر مژگان برآمده

گفتیم! بشگفیم دو روزی، درین چمن — دیدیم روی عالم و بد شد شگون ما

بیمار شو مسیح! که در پیش گاه ناز — رو میکنند جان بلب نارسیده را

ایزد جزای مستیٔ من، چون دهد، مگر — لب تشنه در شراب شعور افگند مرا

آن نسیم که سرد برگ خس و خارم نیست

خانه زاد چمنم، لیک بگل کارم نیست

نخل امید و صد گونه گلم هست، ولی

گل شاداب تر از دیده خونبارم نیست

یک دیده، از برای تماشا کفایت است

لیک، از برای گریه، هزار ار بود، کم است

صد ابر رحمت آمد و دل شبنمی ندید

گویا که این گیاه، خدا آفریده نیست!

بعد از وداع دوست، نصیحی شهید عشق

گر نیم لحظه زنده بماند، شهید نیست!

آهسته تر، ای دیده گستاخ! که اینجا — پروانه، نهان از نظر بال دپر آید!

دیده امشب، ره نظاره بیابان آورد — بصد افسون نگهی بر سر مژگان آورد

راه آبادیٔ بسی بود، ولی! غمزهٔ دوست — بلب کوثرم، از راه بیابان آورد

سنبل دوست، پریشان خود است، از بهار — با دلا، دست هوس بستهٔ بستان آورد

شهید خنجر عشق تو چندان — بخود بالد که در محشر نگنجد

چه دانستم که رازم مو بمو اظهار خواهد شد — متاع روی، دست هر سر بازار خواهد شد

Marfat.com

شمیم دخوانده ایم خطِ سرنوشت خویش

مارا ، برای سوز و گداز، آفریده اند
زود بالد تیره روزی ، درگلستانِ وفا
ورنه این بخت سیه، در روز اول خال بود
غم روید، ارز سینه ات، آبی بران فشان
این سبزه را ، ز آفت شبنم نگاه دار
گرت بود جگری ، سوختن زباغ آموز
وگر هوای شگفتن بود، زد اغ آموز
شب همه شب با صبوری، ناله ام، درجنگ بود
هرنگه را، دامن لخت دلی، درچنگ بود
گلشن ازظلم صبا لبشگفت ، ای بلبل بنال!
یاد آن روزی، که هرسو غنچهٔ دل تنگ بود
آسمان سنجید با یوسف دل آشوب مرا
در ترازو، زان طرف خورشید، وزین سو سنگ بود
آن قدر بگداز، کز سوز تو یار، آگه شود
بی مروت نیست حسن ، آبی برآتش میزنند
صد بیابان ره ، هنوز از شعلهٔ شمع ست
بی سبب پروانه، در بال و پر آتش میزنند

Marfat.com

فغفور، حکیم محمد حسین لاہیجانی

نام محمد حسین تھا[1]، ان کے والد سید احمد، والی گیلان خان احمد گیلانی[2] کے مصاحب اور مقرب خاص تھے، ان کے خانوادے کے سلسلے میں عبدالباقی نہاوندی نے لکھا ہے:

> — از اجلۂ سادات عالیشان ونقبای رفیع المکان لاہیجان گیلانست۔ وہمیشہ درسلسلۂ این عارف آگاہ علما وفضلا بودہ اند۔ وبجمعیت مال وکثرت

---

[1] یہ نام سرو آزاد میں لکھا ہے ص۳۸

[2] پسر سلطان حسن از بادشاہان سلسلہ کار کیا ۹۴۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۹۷۵ھ میں شاہ طہماسپ کی سپاہ نے جب گیلان فتح کیا تو یہ مغلوب ہوا اور ۹۸۵ھ تک قید میں رہا، اور اسی سال سلطان محمد خدا بندہ نے اسے چھوڑا اور پھر گیلان کی حکومت بخش دی، ۱۰۰۰ھ میں شاہ عباس پھر اس پر چڑھ دوڑا، خان احمد شروان کے راستے سے سلطنت عثمانی کی پناہ میں پہنچ گیا، جہاں ۱۰۰۰ھ میں طبعی موت سے چل بسا (میخانہ گلچیں حاشیہ ص ۳۵۳-۳۵۴)

Marfat.com

منال نیز از اہل آن دیار امتیازی داشتہ اند[1]

فغفور کا پہلا تخلص رستمی تھا، جوانی کی بہار جب درگزر ہوئی اس وقت یہ دوسرا تخلص اختیار کیا[2]۔ والد کے فوت ہونے کے بعد ایران کی سیر کو نکلے، شاہ عباس نے ان کے شعر کا شہرہ سنا تو ان کو اپنے ہاں بلا لیا۔ ان کے علم، فضل، فن اور شعر گوئی کے سلسلے میں تمام تذکرہ نویس رطب اللسان ہیں، میخانہ کے مولف نے لکھا ہے:

۔ حکیم فغفور یگانۂ سخن سرایان دہر و نادرۂ سیرفیان این عصر است۔ نکتہ سنجی قدرت آثار و سخنوری تمام عیار است، بفرط کیاست و دانش و وفور بینش از اکثر ناظمان ماہر این عہد ممتاز و در شعر فہمی و تازہ گوئی بے انباز بود۔

در فن حکمت نہایت حذاقت داشت وخط نستعلیق را نہایت خوب مینوشت و علم موسیقی را نیکو میدانست[3]

مآثر رحیمی کے مولف نے یوں سراہا ہے۔

۔ حکیم موسیٰ الیہ در فن طالب علمی و سخنوری و طبابت، افسر امثال، بر سر آمدہ، شعرای زمان و اطبای ایرانست... ذات شریفش نقش تختۂ عبارات تازی و حجازی است، و

---

[1] مآثر رحیمی، ۳: ۱۰۰۹۔

[2] میخانہ گلچیں ص۲۵۵ مآثر رحیمی کے مولف نے لکھا ہے کہ وہ کبھی کبھی تیر کے تخلص سے بھی شعر کہتے تھے: ۔ و بہ این سہ تخلص شعر فرمودہ اند ۔ (۳: ص۱۰۰۹)

[3] میخانہ (گلچیں) ص۲۵۵۔

Marfat.com

از قطرات فرائد بحار علوم دُرّ ہای شب افروز، درصدف سینۂ طلبہ واہل علم می نہد - ودر تنقیح مسائل حقیقیہ ونشر علوم یقینیہ کوشیدہ، حوصلۂ طبع سلاک ومستعدان را بر لآلی شاہوار میسازد - ودرفن شاعری ونکتہ سنجی، زین بیان برمراکب مسرعۂ افکار نہادہ درمضمار حسن طبیعت ومیدان فصاحت گوی سبقت از فارسان این فن میرباید -

ودرعلم ادوار وموسیقی نیز مہارتی تمام دارد، وتصانیف مشہورۂ او درعراق وگیلان ومازندران درمیان ندما واہل نغمہ شہرتی تمام دارد -

واز خط نسخ تعلیق از استادان این زمان درگزشتہ الحق شاعری جامع الحیثیات ومستجمع کمالات است۔

وصیت شاعری ودانشوری او، چون پرتو آفتاب عالمگیراست [1]

ایران کی سیر وسیاحت میں جب مشغول تھے، اس وقت عراق میں حکیم شفائیؔ کے ساتھ ایک جگہ ان کی ملاقات ہوئی۔ پہلے شفائی نے پوچھا کہ: حضرت آپ کہاں کے ہیں؟ جواب دیا کہ: گیلک!

شفائی ہزال تھا، فوراً کہا کہ جی ہاں گیلک اور کودن ازروی حساب جمل ہم عدد ہیں! فغفور نے فوراً جواب میں کہا کہ: بالکل صحیح! جیسا کہ شفائی اور صاحب جہل مرکب ہم عدد ہیں[2] شاہ عباس کے ہاں طلب ہونے کا باعث فغفور کی

---

[1] مآثر رحیمی، ۳: ص۹۰۲ [2] میخانہ: (گلچین) ص۵۵۴

یہی حاضر جوابی تھی ۔

رفتہ رفتہ جب ہندوستانی دربار کی سخن شناسی اور ہنر پروری کی داستانیں فغفور نے سنیں تو ایران سے نکلنے کا ارادہ کیا ۔ صاحب میخانہ نے لکھا ہے کہ :

— چون آوازۂ دانش پروری دارای دارالامان بگوش
آن جامع فضائل انسانی کشید، وحقیقت قدردانی فرمان
روای ہندوستان مکرر شنید، بخاطر رسانید کہ : مرا
از برای نشو ونمای تمامی عیار وتحصیل مالی شمار بدان
دیار باید رفت ۔ چہ یاقوت در معدن ہرچند آرامش
دارد، بی قدر است ! ولعل در کان اگرچہ بآسائش
می گذراند، امّا بی قیمت است ! [1]

جب ترک وطن کرکے قندھار پہنچے تو سب سے پہلے میرزا غازی نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور :

— وی را از غایت مہربانی ونہایت قدردانی بہ مجلس
خویش طلبید و با او ملائمت بسیار نمود [2]،

ملا مرشد بروجردی اور مولانا اسد قصہ خوان اس وقت میرزا غازی کے دربار پر چھائے ہوئے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ کسی اور کا رنگ جمنے پائے ۔ لہٰذا انھوں نے :

— از رشک در شعر او دخلہای بیجا و اعتراض ہای
بدنمابی تقریب می نمودند ۔

---

[1] میخانہ (گلچین) ص ۵۱۴

[2] میخانہ

Marfat.com

لیکن :

د ــ شمع دودمان ترخانان، گوش بہ سخنان حسد آمیز الیشان نمی کرد ۔ چرا کہ خود در مردم شناسی و سخن فہمی از بے بدلانِ روزگار بود ــ،

مگر فغفور ہم نفسوں کے اس سلوک سے اتنا دل شکستہ اور مایوس ہوا کہ بغیر اطلاع دیئے قندھار سے لاہور کی طرف چل دیا ۔ مرزا غازی کو تیسرے دن اس واقعے کی اطلاع ملی، بے حد پریشان اور برافروختہ ہوا اور :

د ــ بہ مرشد بروجردی و اسد گفت : شما بشومی حقدِ جبلّی خود، مارا رسوا کردید ! من در عالم مردم شناسی و قدر دانی دور از کار می دانم کہ مثل فغفور کسی در ایام حکومت بمن برسد و بی آنکہ نیغی بہ بیند مفارقت گزینید[1]،

اس کے بعد اپنے دست خاص سے حکیم فغفورؔ کو خط لکھا اور اپنی بے گناہی کا یقین دلاتے ہوئے واپس آنے کی دعوت دی ۔ مرشد اور اسد کو بھی حکم دیا کہ : وہ اپنی طرف سے اس کی خدمت میں معذرت نامہ بھیجیں ! چنانچہ انھوں نے بھی اسی خط کے ساتھ اپنے معذرت نامے روانہ کئے جن میں لکھا کہ :

د ــ اگر آن نادرۂ ایام برگردد تلافی تقصیرات گذشتہ خواہد شد ! و از صاحب احسان طبیعی برای وی مبلغہا خواہیم گرفت ــ[2]،

حکیم فغفورؔ کو یہ خطوط پہنچے لیکن اس نے واپس ہونے کا فیصلہ نہیں کیا بلکہ ایک فی البدیہ

---

[1] میخانہ صلاے ۲۵۶ [2] میخانہ صلاے ۲۵۶

Marfat.com

رباعی لکھ کر مرزا کی خدمت میں بھیج دی:

آن جیفہ، کہ، در چنگ دو کرگس باشد | حیف است کہ، لوث دامن کس باشد!
خود را طلب شاخ، زیادت طلبی ست! | با یک سر خر، دو گوش خر، بس باشد![1]

اس سخت رباعی سے فغفور کی خودداری، بلند نگاہی، اور پندار کا بخوبی پتا چلتا ہے۔

فغفور کے ہند میں وارد ہونے کا یہ بیان اور تعین زمان میخانہ کے مولف کا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فغفور ایران سے اس وقت چلا جب جہانگیر ہندوستان کے تخت پر تھا اور اس کی طرف سے میرزا غازی قندھار کی حکومت پر مامور تھے۔

میرزا غازی پہلی مرتبہ ۱۰۱۵ھ میں قندھار گئے ہیں، جہاں سے ۱۲ شعبان ۱۰۱۶ھ کو واپس لوٹ کے دربار میں پہنچے۔[2] اور دوسری مرتبہ مستقل صوبہ داری کے لئے ان کو ۱۴ رجب ۱۰۱۵ھ قندھار جانے کا فرمان ملا ہے۔

پہلی مرتبہ اسد اور غالباً مرشد ان کے ساتھ قندھار گئے ہیں، دوسری مرتبہ میرزا کے جانے کے بہت بعد، قریباً ۱۰۱۹ھ کے آخر یا ۱۰۲۰ھ کے شروع میں خسرو کے ظلم اور استبداد سے تنگ آکر مرشد اپنی جاگیر سے قندھار کے لئے نکلے ہیں۔

اگر مولف میخانہ کے قول کے مطابق فغفور کا سندھ میں نہیں بلکہ قندھار میں اس وقت پہنچنا فرض کرلیں کہ جب مرشد بھی وہاں تھے، تو ہوسکتا ہے کہ وہ پہلی مرتبہ والے قیام کے دوران میں، قندھار پہنچے ہوں اور چند دنوں رہ کر حالات سے بیزار ہوئے اور وہاں سے نکل آئے۔ کیونکہ آگرے میں وہ ۱۰۱۷ھ کے غالباً آخری نصف میں پہنچ کر حکیم علی گیلانی کے مہمان ہوئے جن کا انتقال ۵ محرم ۱۰۱۸ھ[3] کو ہوا

---

[1] میخانہ ص۲۵۷ — [2] تزک ص۶۳

[3] تزک ص۷۵، بلاخمن ص۵۲۱

Marfat.com

ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

یہ اندازہ اور قیاس صاحب میخانہ کے نوشتے پر اساس رکھ کر کیا گیا ہے، لیکن عبدالباقی نہاوندی نے جو کچھ ان کی آمد کے متعلق لکھا ہے وہ اس سے سراسر مختلف ہے۔ ان کا قول ہے کہ: حکیم فغفورؔ ۱۰۱۲ھ یعنی دور اکبری میں اصفہان سے ہندوستان پہنچے اور آنے کے ساتھ خان خاناں کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے۔ کچھ عرصے کے بعد خان خاناں ہی کی تحریک پر شاہزادے پرویز کی خدمت میں مستقل طور پر پہنچ گئے۔ عبدالباقی نے یہ بھی لکھا ہے کہ: اب جب کہ سال ۱۰۲۴ھ ہے فغفورؔ برہان پور خاندیس میں:

— علم دانشوری و سخنوری برافراشتہ کوس یکتائی
و بے مثلی میزند[1]

عبدالنبی فخر الزمانی کا کہنا ہے کہ وہ قندھار سے نکل کر لاہور آئے اور وہاں سے آگرے پہنچ کر اپنے ہم وطن حکیم علی گیلانی[2] کے گھر پر بطور مہمان کچھ دن ٹھہرے۔

---

[1] مآثر رحیمی: ۲: ۹۱۲ - خیرالبیان کے مولف نے ۱۰۱۹ھ میں اپنا تذکرہ ختم کیا ہے، اضافے اس میں بعد کے بھی ہیں، لیکن بصورت کتاب اس کی تکمیل ۱۰۱۹ھ میں کر دی تھی، اس میں مولف نے لکھا ہے کہ:

— مدتی درال (ہند) بلا دلشیوۂ غزل سرائی طوطیان شکرستان
ہند را نطق آموز بود، و ہموارہ در بزم فردوس نشاں سلطان پرویز
جای داشت — (ص۳۹۵)

آخری فقرے یا عبارت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولف نے یہ عبارت فغفور کے انتقال کے بعد اضافہ کی ہے۔

[2] علی گیلانی کے لیے دیکھیے مفصل احوال مآثر الامرا، ۱: ۵۶۸، بلاخمن ص۵۱۹ ان کا انتقال ۵ تاریخ محرم ۱۰۱۸ھ میں ہوا (تزک ص۸۰)

Marfat.com

ان کا خیال تھا کہ دربار جہانگیری میں وہ ان کے وسیلے سے پہنچیں، لیکن جب دیکھا کہ حکیم علی گیلانی اس معاملے میں تساہل برت رہے ہیں تو خود ہی برہان پور کی طرف چل دیئے اور وہاں پہنچ کر شاہزادہ پرویز[1] سے اپنے آپ کو وابستہ کرلیا۔

شاہزادہ پرویز جب شاہی حکم کے تحت برہان پور سے بدل کر الہ آباد چلا آیا تو فغفور بھی اس کے ساتھ وہیں چلے گئے۔ یہیں پر حکیم فغفور لاہیجانی کے ایام حیات پورے ہوئے اور ۱۰۲۹ھ[2] میں انتقال کیا۔ آگرے جانے والی سڑک کے کنارے پر الہ آباد سے نصف میل دور ان کا مدفن ہے۔

محمد صالح بیگ تبریزی[3] تفنگ ساز نے، جو خود بھی شاہزادہ پرویز کے دربار سے وابستہ تھا، ہم وطنی کی بنا پر۔ کہ یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ گیلان میں سلطان خان احمد گیلانی کی خدمت میں رہ چکے تھے۔ فغفور کی موت پر تاریخ لکھی:

رفت فغفور سخن از ملک نظم	داغہا بر سینۂ احباب ہشت
تا دہد آب، از سحاب چشم ما	گوہر یک دانہ را در خاک کشت
چوں بہشتی بود، شد تاریخ او	ہمنوا با عندلیبان بہشت

۱۰۲۹ھ

---

[1] پرویز بن جہانگیر ۳۸ سال کی عمر میں کثرت بادہ نوشی سے مرع میں مبتلا ہو کر ۱۰۳۵ھ میں فوت ہوا (تزک، ۴۲۴) اسپرنگر نے لکھا ہے کہ ۱۰۲۵ھ میں اس نے خان خاناں کے ذریعہ سلطان پرویز کی ملازمت کرلی ص ۳۹۲

[2] روز روشن، سرو آزاد اور نشتر عشق میں سال وفات ۱۰۲۸ھ درج ہے اور نصرآبادی اور ریاض الشعرا نے ۱۰۳۰ھ لکھا ہے (روز ص ۴۲، سرو ص ۳۸، نصر ص ۲۲۳) تقی الدین اوحدی نے ۱۰۲۹ھ سال لکھا ہے (حاشیہ گلچیں برمیخانہ ص ۴۰۹)

[3] فرزند استاد غضنفر علی تبریزی، رک: مآثر رحیمی ۳/ ۱۶۸۵۔

Marfat.com

اگر اس بیان کو مان لیا جائے تو اس صورت میں فغفور کے ورود ہند کا سال ہمیں ۱۰۱۲ - ۱۰۱۳ھ تسلیم کرنا پڑے گا، اور میرزا غازی سے ان کی ملاقات، بجائے قندھار کے ٹھٹہ میں ہوئی ہوگی، جہاں سے براہ لاہور - جو اس دور کا صاف اور عام راستہ بھی تھا - آگرے پہنچے - اول خان خاناں کی مصاحبت اختیار کی[1] کئی سال بعد شہزادے پرویز کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔

خیرالبیان میں فغفور کے یہ شعر نمونتاً آئے ہیں:

نمونہ زدماغ منست، کلبۂ حسن | بباتگ تیشۂ خواب و ببوی گل معمور

بلبل، صفیر خود نرساند، بگوش گل | کی از صبا، تحمل سرگوشی آورد

میان عاشقان، رشک آیدم از حالت بلبل | کہ شاخ گل، دہد جا بر سر خود، آشیانش را

پس از کشتن، زعشق افسردگی نبود، شہیدان را | کہ این آتش، ز آب خنجر جلاد ننشیند

زین قوم خودنما، کہ نبینند عیب خویش | آئینہ، کاش درگرو توتیا کنند!

کند جمال تو شرم، از رخ نقاب، ہنوز | ترا حجاب، ندیدہ است بیحجاب ہنوز

خواہم نسیم جلوۂ، تاگل کند رسوائیم | چون غنچہ دارم، تا بکی چاک گریبان در بغل

---

[1] مآثر رحیمی میں اس کے قصائد موجود ہیں، ۳: ۹۱۳ - ۹۲۶

Marfat.com

روشنست این که، کر ارونق خود دمی شکند — اگر آئینهٔ خورشید، بروی تو کشند

جفا، پروردهٔ بوم و بر تست — وفا، آوازهٔ از کشور تست
چو برخیزد زخواب، آشوب خیزد — که دست فتنه، در زیر سر تست

بر چرخ مهر نیست، که از دیدنت فلک — بر آسمان، فگنده ز شادی، کلاه را

روز محشر چون بر آرم ناله، کاینک قاتلم! — شور برخیزد که: تہمت بر مسیحا بسته!

بی رخ او، یاد زلفش دردل دیوانه ماند — ای دریغا! گنج رفت و مار در ویرانه ماند
سوختم پاک و نماند از من اثر برجا، ولی! — آتش این رشک، در خاکستر پروانه ماند[۱]

---

[۱] خیر البیان ص ۳۹۸۔

Marfat.com

شاہ قاسم خاں زماں
اور
خانوادۂ بیگلار کے دوسرے شعراء

سندھ کا یہ صاحب سیف وقلم خانوادہ سمرقندی الاصل تھا، بیگلار، قبیلے کا نام ہے اور نسب کے لحاظ سے سادات صحیح النسب تھے[1]

(۱) سید قاسم بیگلار:

خاندان کے پہلے فرد سید قاسم بیگلار شاہ حسن ارغون کے دور (۹۲۸ھ) میں سمرقند سے سندھ آئے، یہاں امارت حاصل کی اور ارکان حکومت میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ان کی وفات ۹۵۷ھ میں ہوئی[2]

(۲) شاہ قاسم خان زماں:

ان کے بیٹے شاہ قاسم خان زمان تھے جو سندھ میں پیدا ہوئے اور والیٔ عمرکوٹ کی لڑکی سے شادی کرکے یہیں رس بس گئے۔ ترخانی دور میں میرزا

---

[1] سلسلہ نسب دیکھیے مقدمہ چنیسر نامہ (۲۸) ومقالات الشعرا (ص ۲۴۵)

[2] موضع تورکی میں میاں دھیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ قبر پر یہ کتبہ ہے:

(۱) تاریخ مغفرت پناہی سلالہ آل

(جاری)

Marfat.com

غازی کے عہد تک امرائے درجہ اول میں ان کی حیثیت ممتاز تھی ۔ خان زماں لقب تھا۔ فتح سندھ کے بعد میرزا جانی کے ساتھ اکبر کے دربار میں پہنچ کر مراتب پائے اور سندھ کے انتظام کے لئے واپس لوٹ آئے ۔ ان کا تولد ۹۲۷ھ میں ہوا اور وفات ۱۰۱۹ھ میں پائی[1] جب کہ میرزا غازی قندھار کی صوبے داری پر فائز تھے ۔

سرکار نصرپور ان کی جاگیر میں اور ہمیشہ ان کے اور ان کے خاندان کے تحت رہا ۔ شاہ گر کے نام سے بہت مضبوط قلعہ تعمیر کیا جس کے آثار اب بھی موجود ہیں ۔

خان زماں صاحب سیف و قلم تھے یعنی شجاع ، بہادر ، ادیب ، علم پرور اور شاعر۔ افسوس ہے کہ صاحب مقالات الشعرا نے ان کا فقط ایک شعر نمونتہً دیتے ہوئے

(جاری)

(۲) طٰہٰ و لیسین امیر کبیر سید قاسم

(۳) بیگ لاابن میر مرحومی

(۴) ابوکہ بیگ در شہر ربیع الاول

(۵) سنہ نہصد و پنجاہ و چہار

(۶) از دار الفنا بدار البقار حلت نمود

[1] ان کی قبر بھی تورکی میں ہے اور کتبہ یہ ہے :

(۱) بتاریخ چاردہم روز دوشنبہ وقت عصر رمضان سنہ

(۲) ہزار و نوزدہ امیر شاہ قاسم خان

(۳) ارغون بیگ لارکہ حاتم زمان و شجاع

(۴) دوران بود ۔ از دار فانی بدار باقی رحلت نمود

(۵) در جوار رحمت الٰہی آسود ۔ العبد محمود

Marfat.com

لکھا ہے کہ: میرزا باقی ترخان نے ملا مقصود نامی ایک سیہ فام لڑکا ان کی ملازمت کے لئے بھیجا، سید نے دیکھتے ہی کہا:

مقصود عاشقی است، بہر صورتیکہ ہست   دلبر اگر سپید نباشد سیا بگی[1]

خان زمان میرزا جانی کے خاص امرا میں سے تھے، میرزا غازی کے ساتھ بھی بڑی وفاداری کے ساتھ زندگی کے ایام بسر کئے۔

ادراکی بیگلار نے جو کہ خود بھی شاعر اور اس خاندان کا مداح اور متعلق تھا۔ بیگلار نامہ خان زمان کے کارناموں کے بیان میں لکھا ہے اور یہ کتاب سندھ کے اہم ترین تاریخی ماخذ میں شمار ہوتی ہے۔

۳۔ امیر ابو قاسم سلطان:

خان زمان کے بیٹے اور بے مثل بہادر تھے۔ ان کے کارنامے اور شجاعت کی داستان میرزا غازی کے سوانح میں نظر سے گزر چکے ہیں۔ ادراکی بیگلار نے چنیسر نامہ کے نام سے اپنی مثنوی انہی کی تحریک سے لکھی اور ان کے نام پر معنون کی۔

بہادری اور جنگ جوئی کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ بیگلر تخلص تھا۔ بیگلار نامہ میں ہے کہ:

— در فضیلت شعر شناسی و شعر گوئی و نکتہ دانی و سخنوری، فہم عالی دارد۔ و در دقائق نکات شعری موشگافی مینماید و بصحبت ارباب فضل بغایت حریص و مائل۔

بسیاری از اشعار دلپذیر بدستیاری طبع نقاد و خاطر وقاد در سلک نظم کشیدہ است، و در قصائد و

---

[1] مقالات ۵۲۸

غزلیات خیالات بلند و تشبیہات ارجمند ایراد نمودہ[1]

تحفۃ الکرام میں ہے:

— در شعر گوئی و شعر فہمی بزمان و ہمجنسان عدیلی نداشتہ[2]

یہی مصنف مقالات الشعرا میں لکھتا ہے:

— خوش منش، شیریں زباں، راست طبع، نکتہ داں . . . .
باوجود کمال بہادری و مردانگی۔ کہ ضرب المثل است۔ در فنون کمال یگانہ بودہ و در دقائق شعر فہمی و شعر گوئی عدیلی نداشت[3]

یہ شعر نمونۃً درج کئے ہیں:

ہم نشینِ ہم زباں، چہ خوش باشد — نازنینِ نکتہ داں، چہ خوش باشد
گل رخم، غنچہ سان بخندہ خوش — گر کشاید دہاں، چہ خوش باشد
بیگلر! اندریں زمانۂ سخت — دلبرِ نکتہ داں، چہ خوش باشد
تا خدنگ تو، تیز تر گردد — سینۂ عاشقاں، چہ خوش باشد

از برای دو لعل میگونش — قطرۂ مادرو، دُرّ گشتہ
ایں نہ سیارہ بر فلک پیداست — از تفِ آہِ من، شرر گشتہ
ای لب لعل یار سیمیں تن — اشک ما ہم ز غم، چہرہ زر گشتہ
بیگلر بہر شعلہ رخسارش — ہمچو پروانہ گرد، سر گشتہ

---

1. بیگلار نامہ قلمی ۲۶۱
2. تحفۃ الکرام ص ۳۶۳ طبع راقم الحروف
3. مقالات الشعرا ص ۱۱۶

Marfat.com

خواجہ سلمان ساوجی کے تتبع میں دو رباعیاں کہی ہیں :

ای آہوی ماچین ! نافہ برآوردۂ تست — وای مشک ختن غالیہ پروردۂ تست

ای خاک ! زمین سبز آوردۂ تست — ای باد صبا ! این ہمہ آوردۂ تست

ای ابر فلک ! قطرۂ آوردۂ تست — در بطن صدف، گوہر پروردۂ تست

در دامن گل، بوی برآوردہ تست — ای باد صبا ! این ہمہ آوردہ تست[1]

صاحب ذخیرۃ الخوانین نے ۔ شعر متین می گفت ۔ لکھ کر ان کے اس قصیدے کے یہ چند شعر نمونتہً دیئے ہیں، جو انھوں نے گرفتار ہونے کے بعد خسرو کے نام کہا تھا :

نیک بختا ! باکسی از بہر دنیا، بدمباش — چون زمہر بیوفا، ہرگز وفا راکس ندید

دل منہ برطرف دنیا، ہرگزا ے پیر کہن — کین زنی مکارہ، دارد میل بر مرد جدید

از بنفشہ یا سمن گشتہ بنوبت، کن نگاہ ! — ظلمت شب، آخر آمد ! صبح صادق بردمید

قامتی گویم چو سروی داشتی، اے نوجوان ! — این زمان از ضعف پیری، جانب پستی خمید

میرزا غازی کے ساتھ باپ نے درمیان میں پڑکر صلح کرائی تھی ۔ جب میرزا غازی نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے ان کو بے نور کرکے قید میں ڈلوا دیا، اس وقت باپ سے مخاطب ہوکر ایک قصیدہ کہا جس کے چند شعر ذخیرۃ الخوانین میں درج ہیں :

آخر الامر، چون پدر بودی — دادم از دست برکف تو، عنان

نظری کن ! زروی کردۂ خویش — عذری کن، زسوگند قرآن

دختر یکدانہ را، زدی بجگر — کہ بُد، زینت عروس جہان

کس ندادہ، زروی عرفانی — گوہری را، بدست شیشہ گران

---

[1] مقالات ص ۱۱۷ – ۱۱۸

Marfat.com

یا الٰہی ! بحق آل رسول   باد پاینده شاه قاسم خان

صاحب ذخیرہ اور صاحب تاریخ طاہری نے ان کی بہت تعریف کی ہے ۔ طاہری میں میرزا غازی کے ساتھ ان کی جنگ کے حالات مفصل دیئے گئے ہیں ۔ ان کی ولادت ۹۶۹ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰۳۶ھ میں پائی[1]

۴ : سلطان مقیم :

خان زمان کے دوسرے بیٹے تھے اور یہ بھی خاندانی روایات کے مطابق صاحب ہنر و علم اور صاحب شمشیر و قلم تھے ۔ ادراکی نے لکھا ہے کہ :

ــ تازہ نہال بوستاں دولت و سروری، آن نوبادۂ
گلستان عزت و خردمندی ۔ عاقل و فرزانہ، و در مردی
و مردمی یکتا و یگانہ ۔ خلاصۂ خاندان حشمت و نقادۂ
دودمان شوکت ۔

آثار سعادت و نیک از منظر نور اثر او ظاہر و ہویدا
و انوار مکرمت و بزرگی از جبہت منورہ باہر و پیدا ۔ شیر
زبانی، فصیح بیانی، خوش طبعی، ملایم وضعی و مواضعی،

---

[1] آبائی قبرستان میں دفن ہوئے، قبر موجود ہے جس پر یہ کتبہ ہے :

(۱) تاریخ وفات میر

(۲) ابوالقاسم ولد شاه

(۳) قاسم خاں بیگ لار ۱۰۳۶ھ

ان کے مفصل حالات چینسرنامہ کے مقدمے میں راقم نے دیئے ہیں ۴۲ ۔ ۶۱ تاریخ طاہری میں ان کا حال ص۲۲۵ سے ص۲۵۰ تک موجود ہے ۔

Marfat.com

بردباری ، باوقاری ، گراں باری دوست واز فضل و
فضلا گرامی وہ علم و نیکنامی ، ذربر روی ارباب حاجات
کشادہ ۔ وداد مہربانی درداوہ ۔ ہمیشہ و ہمہ وقت با فضلا
بنشستہ وازنا اہلان و سبک وضعان اجتناب جستہ
ہمگی خاطر و جملگی باطن وظاہر براکتساب فضائل و
کمالات معروف داشتہ ، وتخم محبت آن در مزرعہ
بال کاشتہ [1]

بیگلارنامہ ادراکی نے اس علم دوست امیر کی فرمائش پر ان کے والدخان زمان کے حالات اور کارناموں پر لکھا ہے :

ان کی ولادت ربیع الاول ۹۸۵ھ میں ہوئی اور ۱۰۳۰ھ تک
زندہ تھے ۔ ان کے اپنے شعر کا نمونہ دستیاب نہیں ہو سکا
لیکن ان کی علم دوستی اور ہنر پروری کے نتیجے میں بیگلارنامہ
جیسی تاریخی کتاب ان کی وجہ سے وجود میں آئی اور ہمیشہ
کے لئے ان کے نام کو زندہ کر گئی ۔

۵۔ ادراکی بیگلار :

اس خاندان کا پروردہ تھا اور اسی خاندان کی وجہ سے چنیسرنامہ (۱۰۱۰ھ) اور بیگلارنامہ (۱۰۱۷ھ) جیسی دو قابل قدر علمی یادگاریں چھوڑ گیا ۔ اگرچہ میرزا غازی کے دور سے تعلق رکھتا ہے لیکن براہ راست ان سے متعلق نہیں تھا ، اس لئے ہم اس کا جداذکر نہیں کرتے ، ویسے بھی اس کے حالات پردۂ خفا میں ہیں ۔

---

[1] بیگلارنامہ خطی ۲۴۳

Marfat.com

کامی شیرازی

غیر معروف شاعر ہے، فقط استوری نے اس کی مثنوی 'وقایع الزمان' یعنی 'فتح نامہ نورجہاں بیگم' کے سلسلے میں ذکر کیا ہے، جسے اس نے ۱۰۳۵ھ میں کابل میں تصنیف، اور بادشاہ کے نام سے معنون کیا۔[1] اسی طرح ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے اپنی کتاب 'حماسہ سرائی در ایران' میں اس مثنوی کا ذکر کرتے ہوئے کامی شیرازی کا تذکرہ کیا ہے[2]

مذکورہ مثنوی[3] کے علاوہ کامی کا ایک دیوان دستیاب ہوا ہے (ملک چودھری سبط احمد صاحب اکبر پور، فیض آباد، یوپی) جس پر جناب ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے 'مجلہ علوم اسلامیہ' کے پہلے شمارے میں مضمون لکھتے ہوئے داخلی شہادتوں سے کامی کے حالات کی کچھ کڑیاں

---

[1] استوری، ۱: ص ۵۶۳

[2] حماسہ سرائی در ایران ص ۳۷۳

[3] اس مثنوی کے دو نسخے قومی کتب خانہ پیرس میں ہیں، دیکھئے بلوشے ۳: نمبر ۱۸۷۴-۱۸۷۵

Marfat.com

ملانے کی کوشش کی ہے۔ ہماری معلومات اسی مقالے پر منحصر ہے۔

کاہی شیرازی شاہ عباس کبیر (۹۹۵ - ۱۰۳۷ھ) کے دور کا شاعر ہے اور بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے، معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ایک دفعہ آنے کے بعد دوسری مرتبہ بھی آیا۔

پہلی مرتبہ ایران سے نکل کر عادل شاہ کے دربار میں بیجاپور پہنچا پھر احمد نگر کے نظام شاہی دربار سے وابستہ رہا۔ اس کے کلام میں ۹۸۵ھ ۹۹۰ھ۔ ۱۰۰۰ھ کے سال ملتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ۹۸۵ھ سے پہلے بیجاپور اور احمد نگر پہنچا ہے۔ اور بعد میں اکبری دربار میں بھی غالباً بار پایا، کیونکہ اکبر کی مدح میں قصیدے موجود ہیں اور بعض اشعار میں شہزادہ سلیم اور خسرو کا بھی ذکر ہے۔

کاہی ۱۰۱۰ھ میں بیجاپور میں تھے، 'نورس پور محل' کے بننے کی تاریخ اس سال نکالی، گول کنڈہ میں 'الہٰی محل' بننے کی تاریخ ۱۰۱۰ھ میں نکالی ہے۔ ۱۰۲۰ھ میں اس کے مربی شاہ نواز خاں کا انتقال ہوا تو اس نے تاریخ کہی۔ 'فتحنامہ نورجہاں' کے بعض اشعار سے ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ: جہانگیر کے دربار میں کاہی براہ راست ایران سے آیا، گویا وہ ۹۸۵ھ سے پہلے ایران سے آیا تھا ۱۰۰۰ھ کے بعد اکبری دور تک ہندوستان میں رہا، اور جہانگیر کے زمانے میں ۱۰۲۰ھ تک وہ یہیں تھا

علاوہ شاہ ایران کے کاہی نے دو اور ایرانی امرا کی تعریف کی ہے ایک اللہ وردی خان جو ۱۰۰۴ھ سے ۱۰۲۲ھ تک فارس اور اس کے اطراف کا حاکم تھا، اور دوسرا اس کا بیٹا امام قلی خاں جو ۱۰۲۲ھ سے لے کر ۱۰۳۷ھ

Marfat.com

تک باپ کے عہدے پر فائز رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے مربی شاہنواز خاں کی وفات ۱۰۲۰ھ کے فوراً بعد کاہیؔ واپس وطن چلا گیا جہاں ۱۰۲۱ھ میں اس نے اللہ وردی خاں کے لیے قصیدے کہے اور ۱۰۲۲ھ میں اس کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے بیٹے امام قلی خاں کو سراہنا شروع کیا۔

کاہیؔ کے اشعار میں ہندوستان کے کئی شہروں کے نام آئے ہیں جنھیں غالباً اس نے اکبری اور جہانگیری دور میں دیکھا، لاہور، کابل اور کشمیر وغیرہ کا ذکر صراحتہً ملتا ہے۔

کاہیؔ کی ملاقات میرزا غازی ترخان سے بھی ہوئی تھی۔ مرزا ۱۰۰۹ھ میں باپ کے فوت ہونے پر مسند نشین ہوئے اور ۱۰۰۹ھ سے ۱۰۱۲ھ تک سندھ میں تھے۔ اس کے بعد ۱۰۱۵ھ تک اکبر اور جہانگیر کے دربار میں موجود رہے۔ ۱۰۱۵ھ تا ۱۰۱۶ھ قندھار، اور دوسری مرتبہ ۱۰۱۸ھ سے تاوقت وفات ۱۰۲۱ھ قندھار میں رہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ کاہیؔ کی مرزا غازی سے کہاں اور کب ملاقات ہوئی۔ ہمارا خیال ہے کہ کاہیؔ ہندوستان پہنچنے کے بعد متعدد بار ایران گیا اور پھر واپس آتا رہا، اور اس آمد و رفت کے دوران میں وہ ۱۰۰۹ھ تا ۱۰۱۲ھ میں کسی سال ایران سے آتے ہوئے ٹھٹھہ پہنچا جہاں اس نے میرزا غازی کی علم دوستی اور ہنر پروری سے استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے ایک رباعی دیوان سے نقل کی ہے جس میں مرزا غازی سے استفادے کا ذکر ہے:

کاہیؔ گر ز فارس رو بہ صفاہان کرد — پی بہر تماشای رخ جانان کرد
میخواست فلک ترقیش فرماید — رویش ہمہ جا بسوی غازی خان کرد

کاہیؔ کے مذکورہ بالا دیوان میں اصناف سخن اس طرح موجود ہیں:

Marfat.com

غزلیات، تعداد ابیات ۵۴۴۲ - قطعات، تعداد ابیات ۲۰۴ - رباعیات ۲۰۴ - قصائد ۳۱ (تعداد ابیات ۱۱۲۱) ترکیب بند ۳۵ (تعداد ابیات ۱۹۹) ترجیع بند ایک (تعداد ابیات ۱۰۰) - اس حساب سے مجموعی طور پر اس نسخے میں اشعار کی تعداد چھ ہزار سے زائد ہوتی ہے نہیں کہا جا سکتا کہ مرزا غازی کے متعلق دیوان میں یہی ایک رباعی ہے یا اور بھی کچھ اشعار موجود ہیں لیکن ظاہر ہے کہ مرزا غازی کے پاس کاتی نے ٹھٹھہ میں یا قندھار میں چند دن ضرور گزارے ہوں گے اور یقیناً ایک رباعی سے زائد اشعار کہے ہوں گے۔[1]

---

[1] دیکھیے مقالہ ڈاکٹر عابدی، مجلہ علوم اسلامیہ علی گڑھ شمارہ اول ۱۹۶۵ء - ص۲۸ -

Marfat.com

محوی اردبیلی، مولانا

عبدالعلی نام[1]، محوی تخلص اور اردبیل وطن تھا، پیدا وہیں ہوئے، نشو و نما شیراز میں پائی، صفاہان میں بھی کچھ عرصے تک رہے، شیراز میں ان کی شاعری نے خوب جلا پائی، بلکہ سعدی اور حافظ کے ہی اس شہر میں شعر و سخن کی نعمت سے ہم کنار اور سرفراز ہوئے[2]

---

[1] میخانہ، حاشیہ بحوالہ تقی اوحدی ص۸۵ و ریاض الشعرا۔ مخزن الغرائب۔ آتشکدہ۔ نشترِ عشق کے مؤلف نے محوی اردبیلی کے تحت ان کا نام عبدالغنی لکھا ہے: عبدالغنی نام، تحصیل علوم و کسب فضائل در اصفہان نمودہ، روی توجہ بہندوستان آوردہ بدکن رسید و بہمان نزدیکی در سنہ ہزار و بیست و نیم باطراف برہان پور فوت شد (حواشی میخانہ محمد شفیع ص۹۶) بیان کردہ حالات میں بہت سی غلطیاں درج کی گئی ہیں، نام غلط اور اصفہان میں کسب فضائل کا مسئلہ بھی غلط، سال وفات بھی نادرست۔

[2] میخانہ (گلچیں) ص۸۶۔

Marfat.com

عام تذکرہ نویسوں نے اور خود ان کے معاصر مصنف عبدالنبی صاحبِ میخانہ نے لکھا ہے کہ: ایران سے جب نکلے تو ہرمز سے ٹھٹھ پہنچ کر رستم مرزا صفوی سے منسلک ہوگئے۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے، میرزا رستم سے پہلے۔ جیسا کہ اس کے دوسرے معاصر تذکرہ نویس تقی اوحدی نے عرفات میں لکھا ہے: وہ میرزا غازی کے دامن دولت سے وابستہ تھے[۱]

محوی اردبیلی اور مرشد بروجردی کا آپس میں بقول صاحب میخانہ۔ کمال یاری و برادری۔ کا رشتہ تھا، اس لیے قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ مرشد کے چلے آنے کے بعد جلد ہی محوی بھی شیراز سے میرزا غازی کے پاس قندھار پہنچ گئے ہوں گے' اور یہ دونوں دوست میرزا غازی کی وفات تک برابر ان کے ساتھ رہے' جب وہ ادب پرور اور شعر و سخن کا والہ و شیدا امیر دنیا سے اٹھ گیا تو ان دونوں دوستوں نے ایک ساتھ ہی سندھ کے لیے رخت سفر باندھا[۲]

جہانگیر نے میرزا غازی کے مرتے ہی ترخان سلسلے کو سندھ سے ختم کر دیا جو کچھ باقی ماندہ لوگ تھے سب کو سندھ سے نکال کر اپنے پاس اجمیر بلا لیا، میرزا رستم مغلوں کا پہلا راست صوبے دار تھا جو ۱۰ محرم ۱۰۲۲ھ[۳] کو ٹھٹھ پہنچا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تک محوی ٹھٹھ پہنچ گئے تھے اور ممکن ہے کہ جیسے ہی مرزا رستم پہنچا' یہ اس سے منسلک ہوگئے۔ مرزا رستم اپنی افتاد طبع کی وجہ سے چند ہی ماہ ٹھٹھ میں گزار سکا، لوگوں پر ظلم و ستم

---

[۱] میخانہ، حاشیہ بحوالہ تقی اوحدی ص۵۹، مولانا شفیع مرحوم نے لکھا ہے کہ سندیلوی کا قول ہے کہ محوی پہلے مرزا غازی کی ملازمت میں تھے بعد میں رستم سے منسلک ہوئے۔ میخانہ (شفیع ص۵۵)

[۲] آتش کدہ نے ان کی آمد کا سال اوائل ۱۰۲۰ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (چھاپہ سید سادات ناصری ص۱۰۲ و چھاپ بمبئی ص۳۶) [۳] مکلی نامہ ص۶۲۶۔

Marfat.com

اتنے ڈھائے کہ جہانگیر کو فوراً ہی اسے معزول کرنا پڑا، چنانچہ میرزا رستم ربیع الاول (۲۰ اردی بہشت) ۱۰۲۳ھ[1] کو اجمیر میں بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ ظاہر ہے جیسا کہ صاحب میخانہ نے بھی لکھا ہے، محوی بھی اپنے مخدوم کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوئے اور اجمیر پہنچے[2] جہاں تذکرے کے مؤلف عبدالنبی فخرالزمانی سے ان کی ملاقات ہوئی، لکھا ہے کہ:

ـــ جوانی ملاحظہ نمود در کمال خوش خلقی و شگفتگی و سال

عمرش بہ بیست و ہفت رسیدہ، دراں ایام این بیت زا

گفتہ بود و فیلی ازین بیت حظ داشت:

رہے درپیش دارم، کاخر عمرست انجامش

بہرجا مرگم آسایش دہد، منزل کنم آنجا[3]

عبدالنبی نے لکھا ہے کہ یہ شعر پڑھ کر محوی کہتے تھے کہ یہ بیت مجھے اس سال ضرور لے کے رہے گی، چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی:

---

[1] مکلی نامہ ص۶۲۵

[2] میخانہ ص۸۶۵ صاحب میخانہ کی تاریخیں اکثر غلط ہیں مثلاً لکھا ہے کہ محوی ۱۰۲۰ھ میں اپنے مخدوم کے ساتھ اجمیر پہنچا، حالانکہ تزک جہانگیری کے مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۰۲۱ھ کو مرزا رستم کے تقرر کا فرمان نکلا (ص۱۱۲)۔ ارمحرم ۱۰۲۲ھ کو ٹھٹہ پہنچا اور پھر معزول ہو کر ۲۶ اردی بہشت (ربیع الاول) ۱۰۲۳ھ کو اجمیر پہنچا (ص۱۳۰) مکلی نامہ ۲۷۱ - ۲۷۳ - ۶۲۵ -

[3] میخانہ ص۸۶۹ عرفات نے اس غزل کا یہ شعر بھی دیا ہے:

کند چوں دور نا فرجام منع عیش دل تنگی　　بہم مانند چشم غنچہ، میاید لب جامش

متن والی بیت آتش کدہ اور شمع انجمن میں آئی ہے اور دانش منداں آذربایجان کے مولف نے بھی نقل کی ہے۔

Marfat.com

ــــ ہم دراں روزہا از اجمیر بہ برہان پور رفت و قضائے الٰہ بعد از اندک ایامی در شہر مذکور داعی حق را لبیک اجابت گفت سبحان اللہ نتیجہ آں بیت بدو عائد شد[1]۔

تقی اوحدی نے لکھا ہے :

ــــ حالت التحریر کہ عبارتست از ۱۰۲۵ھ در اجمیر مسموع شد کہ قریب بہ برہان پور بمرض اسہال درگزشت[2]

میرزا رستم شاہی عتاب کی وجہ سے نظربند ہو کر راجا انوپ سنگھ (سنگ دلن) کے حوالے ہوا[3] ظاہر ہے کہ اپنے ولی نعمت کی آزادی کھو بیٹھنے کے بعد محوی وہاں سے برہان پور چلے گئے۔

ہمارے خیال میں محوی نے برہان پور کا خان خاناں کی وجہ سے رخ کیا ہوگا لیکن اجل نے وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی ستائیس برس ہی کی عمر میں دنیا سے انھیں اٹھا لیا۔

مرشد بروجردی نے ان کی وفات پر جو قطعہ لکھا ہے اس سے ان کی وفات کا سنہ ۱۰۲۰ھ نکلتا ہے، جو صحیح ہے۔ ۱۰۲۰ھ کے ربیع الاول میں اجمیر پہنچے، وہاں سے نکل کر ۱۰۲۰ھ میں برہان پور کے قریب اثنائے راہ میں فوت ہوئے، ۱۰۲۵ھ میں ان کے انتقال کی خبر تقی اوحدی کو وہیں اجمیر میں ملی، قطعہ یہ ہے :

برادر محوی آں دیرینہ ہمدم ۔۔۔ ز پیشم رفت و چوں باد صبا رفت

ہمیں دانم کہ رفت از پیش چشم ۔۔۔ نمیدانم کجا رفت و چرا رفت

---

[1] میخانہ (گلچیں) ص ۴۶۹ ۔ [2] میخانہ (گلچیں) حاشیہ ص ۴۶۸

[3] مقالات الشعرا ص ۸۵۸ ۔

Marfat.com

اگر دل رفت، آن خود بہرہ اوست	نمیدانم کہ، صبر از دل کجا رفت
علاج درد خود، خود کرد، وبروی	نرفت از درد، آنہا کز دوا رفت
چو گلشن دید، کز تاثیر دوران	بحسرت بلبل دستان سرا رفت
چنان از رنگ و بوی افشاند دامن	کہ تا بوی از گل و رنگ از حنا رفت

زمن پرسید دل تاریخ فوتش
بدو گفتم: عجب یاری زما رفت[1]

۱۰۲۴ھ

نہیں معلوم کہ دیوان مرتب ہوا یا نہیں اب تک کہیں دستیاب نہیں ہوا ہے تذکروں میں ان کے مختلف اشعار آئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ساقی! بہر آسودہ دلی جام جمی بخش	مارا کہ بصد شغل کبابیم، نمی بخش
وارستگی از سلسلۂ زلف، روا نیست	دل، از شکنی، گریستانی، بخمی بخش
گر پیرو ارباب دلی، بجل ادب چیست	ہر نقش جبینی بنشان قدمی بخش
سرشک افگندہ در دامان مژگانم ز دل گرمی	کہ گر بر دیدہ سایم، آتشی چون شمع در گیرد[2]
اگر نہی مژہ برہم، اجل بخواب شود	چو چشم باز کنی، فتنہ کامیاب شود
در آتشم ز تماشای او، چہ بخت است این	کہ سیر خلد برین مایۂ عذاب شود
شوم فدای رخی، کز نظر نہان نشود	اگر سیاہی بخت منش، نقاب شود
نپرسم از تو نشان دل غمین، کہ مباد	لب چو برگ گلت، رنجۂ جواب شود
بیاد خط تو ہر جا کہ، گریہ آغازیم	چو نافہ چشم ترم پر ز مشک ناب شود

---

[1] میخانہ (گلچیں) ص۸۷ والہ داغستانی نے وفات کا سال ۱۰۲۳ھ دیا ہے جو غلط ہے (ریو ۳۹)

[2] میخانہ ص۸۶۹ ۔ ص۸۷۰ ۔

Marfat.com

خواہم زبتان شعلہ بداغی بلحد برد — این خود دل من نیست کہ باقی نگذارند[1]

دامن طلبست آتشم، امید کہ احباب — کارم بمددگاری دشمن نگذارند

بزخمی، ہم شہادت یافتم، ہم خونبہا بردم — نہ تنہا تیغ نازش منت خون برسرم دارد

چنان حیران عکس خویشتن شد، کز فراموشی — نقاب روی خود بر چہرۂ آئینہ میپوشد

زبی ذوقی، چنان نامحرم ارباب دل گشتم — کہ گل از من جراحت، لالہ داغ سینہ میپوشد

سحر زان پیش کز گلزار بلبل بہرہ برگیرد — نگاہم چون نسیم از ہر گلی صدرہ خبر گیرد

درخم زلف تو دلہا بہم افتند زرشک — بمیان گر شکنی یا گرہی پا ننہد

چشم تر گو مکشا دامن مژگاں بامید — کمان گہر تن بہم آغوشی دریا ننہد

کاہی شدم از ضعف کہ آسان شودم کار — داغم کہ اجل را اثر کاہ ربا نیست

چو میرفت از پریشانی سخن در حلقۂ مردان — زخود گفتن خطا بود از سر زلف تو سر گردم

صفیری سر نزد در ہیچ حال از من، گرفتی — کہ در دام آمدم، صیاد غافل را خبر کردم[2]

غم در دل، چو سودا در سر اہل جنون پیچید — دلم در دیدہ چون خس در دل گرداب غم پیچید

جدا از صوبت آن برگشتہ روز داژگون بختم — کہ مکتوب مرا ہر کس کشاید، داژگون پیچد

ہر گہ کہ صبا رہ بحریمش ببرد — سامان بہشتی ز شمیمش ببرد

از عکس رخش آئنہ گلبرگی شد — ترسم زکنار او نسیمش ببرد[3]

بوی گلی نمیرسد آہ مگر ز بخت من — خواب گرفت در چمن، قافلۂ نسیم را[4]

---

۱ یہ بیت آتشکدہ اور شمع انجمن میں ہے۔

۲ ″ ″ ″

۳ عرفات (میخانہ گلچیں) ص۸۵۔ ص۸۔

۴ یہ بیت شمع انجمن میں ہے ص۴۳۲

تذکرۂ خیرالبیان بھی معاصرانہ تذکرہ ہے، مؤلف نے لکھا ہے کہ:

— در شہور سنہ عشرین و الف بجانب ہندوستان توجہ نمودہ، دیگر خبری ازو — کہ قابل تحریر باشد — نرسیدہ چون این چند بیت ازو برگوش خوردہ بود، دست از تحریر آن باز نداشتہ بترقیم این دو سہ بیت جرات نمود۔[1]

اشعار یہ ہیں:

ای کہ چون بلبل شدی ہر جا ثنا خوان گلی — کو بکش رشکم، بیا بنمایمت روی گلی
جز من کہ مرا ز روی تو دیدن نگذارند — بلبل نشنیدم کہ، بگلشن نگذارند
خواہم ز میان شعلہ داغی بکفن برد — آنہم دل من نیست کہ با من نگذارند
دامن طلبست آتش من، وای کہ احباب — کارم بمدد گاری دشمن نگذارند[2]

---

[1] خیرالبیان ورق الف ۳۷۶
[2] خیرالبیان ب ۳۷۶۔

Marfat.com

مرشد بروجردی

ملا مرشد بروجرد کے باشندے تھے، جیساکہ صاحب میخانہ نے لکھا ہے:

ــ بتحقیق پیوستہ کہ مولد آں ..... از بروجرد ہمدان است۔[1]

اپنے مولد اور مسکن کی تعریف میں مندرجہ ذیل قطعہ کہا ہے، جس سے بروجرد کے متعلق ان کا والہانہ پن ظاہر ہوتا ہے:

خوشا، فصل بہاران بروجرد — خوشا، احوال یاران بروجرد

کشد طور، از تجلی پردہ بر رخ — زشرم کوہساران بروجرد

توگوئی، آب روی آفتابست — ذہاب چشمہ ساران بروجرد

تو پنداری، بدخشان از زمین است — زفیض لالہ کاران بروجرد

دہد آئینۂ خورشید را، نور — غبار رہ گزاران بروجرد

گل خورشید ہر دم، غنچہ گردد — زشرم گلعذاران بروجرد

زخویش آزاد کردی گر درافتی — بدام دل شکاران بروجرد

---

[1] میخانہ (گلچیں) ص۵۹۰۔

Marfat.com

جهان را حقهٔ چون من دری کرد   سحاب فیض باران بروجرد
همین لیلی و مجنون آورد بار   سراسر میوه داران بروجرد
صراحی مست شد، پیمانه مدهوش   به بزم میگساران بروجرد
نسیم صبح راهم، مست سازد   صبوح باده خواران بروجرد
برقص آمد فغان، در سینهٔ چنگ   زفریاد هزاران بروجرد
بود مفتاح دارو خانهٔ وصل   دعای دل فگاران بروجرد
چو سیماب، از هجوم اضطراب است   قرار بیقراران بروجرد
ضعیفانند و آه گرم، ای چرخ!   حذر! از تیرباران بروجرد
محیط آبشخوری عمان سرا نیست   بچشم اشک باران بروجرد
عبادت خانهٔ روحانیانست   دل شب زنده داران بروجرد
زغیرت نافه را، در خون نشاند   دهان روزه داران بروجرد
کشد هر دم، نقاب از روی رحمت   حجاب شرمساران بروجرد
صراحی را، گره شد خنده، بر لب   زبیم توبه کاران بروجرد
فلاطون، گردد از جام خرد مست   به بزم هوشیاران بروجرد
کسی بر لوح دل، ننگاشت معنی   بجز صورت نگاران بروجرد
درست ماه را درهم شکستند   زهی صاحب عیاران بروجرد
زهر خشتی، کند صد کعبه آباد   مزارِ خاکساران بروجرد
وبال خضر گردد، عمر جاوید   بعهد جان نثاران بروجرد
مسیحا میخرد مرگی، بصد جان   زرشک جان سپاران بروجرد
زبان از کام فتح، آورده بیرون   سنان نیزه داران بروجرد
بود صحرای همت تنگ میدان   برهامون گزاران بروجرد

Marfat.com

بغیر از خوشۂ پروین، مروید زکشت دانہ کاران بروجرد
ید بیضا بود از عکس دینار کف درہم شماران بروجرد
کند گوئی زمین دریوزۂ علم زطبع بی وقاران بروجرد
دو عالم را ببازی، گرد رائی بکوی خوش قماران بروجرد
بر عیسی گشت روشن چشم خورشید زگرد خر سواران بروجرد
جمال روز نومیدی مبیناد شب امیدواران بروجرد
مراد زدید، از کار دو عالم خیال ہرزہ کاران بروجرد
غمی دارم کہ، با خود ہم نگویم دریغا غمگساران بروجرد
عجب دارم کہ، دشمن ہم ننالد زہجر دوستداران بروجرد

پس از عمری نمی آید بمر شد
سلامی ہم زیاران بروجرد[1]

بچپن وہیں بروجرد[2] میں بسر ہوا، تعلیم وہیں پائی نیز ہمدان میں بھی اپنی ابھرتی جوانی کے کچھ دن گزارے، جیسا کہ صاحبِ میخانہ کا قول ہے:

۔ در صغر سن پارہ در بروجرد و برخی در ہمدان گزرانیدہ۔[3]

ان کے دوسرے معاصر تذکرہ نویس صاحب خیر البیان کا بھی یہی کہنا ہے کہ:

۔ بیانش روشنی از شجر وادی عراق گرفتہ واز اکابر

---

[1] دیوان خطی ۳۰ ب تا ۳۲ الف

[2] بروجرد پورے کردستان کا مرکزی شہر ہے۔ آب و ہوا گرمی میں معتدل اور سردی میں سرد ہے سلطان برکیارق سلجوق یہیں فوت ہوا۔ شہر میں تاریخی عمارتوں میں سے مسجد جمعہ اور مسجد شاہ قابل ذکر ہے۔ [3] میخانہ (گلچین) ص۵۹۸۔

Marfat.com

واشراف آن عرصۂ دلکشا تربیت یافتہ واز اہل استعداد
آن مرز بوم استفادہ ادراک نمودہ ۔[1]

ہمدان والوں کے متعلق ان کی اس رباعی سے ناخوشی کی بو آتی ہے:

لطفی کہ، تغافلت مرا سوخت چنان — کاتشکدہ گشت از نفسم، ہر دو جہان
رحمی کہ، شدم بر دل اہل ہمدان — از بار غمت، چو کوہ الوند گران[2]

صاحب میخانہ کا قول ہے کہ ان کے اکثر اشعار عاشقانہ ہیں اور خود بھی اپنے اوقات عشق و عاشقی میں بسر کئے:

— اکثر ابیات او عاشقانہ واقع شدہ، خود ہم اوقات
خوش ہمیشہ بعشق و عاشقی گذراندہ ۔[3]

بروجرد اور ہمدان میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد طبیعت کی اسی افتاد نے ان کو سیر و سفر کے لیے ایران اور عراق کے مختلف اطراف میں نکالا۔ گھومتے پھرتے آخر حافظ اور سعدی کے شہر شیراز میں پہنچے، جہاں بقول ملا عبدالنبی عشق نے ان کو بے طرح آن دبوچا:

— درآن بلدۂ طیبہ شیفتہ روی جوانی و فریفتہ موی
دلستانی گردید، بنیم عشوۂ شیرین، سراپا صید آن دلبر
دلربا شدہ، و بہ یک کرشمۂ نمکین آن مہر جبین شورشی درو پدید آمد۔[4]

---

[1] خیر البیان ص۳۰۳۔ الف یہ خطہ اس دور میں عراق کہا جاتا تھا۔

[2] دیوان ۱۳۸۔ الف [3] میخانہ (گلچیں) ص۵۹۵

[4] میخانہ (گلچیں) ص۵۹۵ دیوان کے آخر میں ہجویات کے حصے میں لڑکوں کے متعلق کثرت سے اشعار موجود ہیں جن کا اعادہ تہذیب کے منافی ہے۔

Marfat.com

اس رومی جوانی اور موسے دلستانی کے عشوۂ شیریں کے کرشمۂ نمکین ہی کی شورش نے ان کی زبان سے کئی ایک شعر شیراز کی تعریف میں کہلوائے ہیں:

زاہد و، گشت روضۂ جنت | مرشد و، سیر گلشن شیراز[1]

غم گرانی برد، تامستان در مرشد زدند | این سبک روحان مگر، از خاک شیراز آمدند[2]

اگر این ست، عشق خانہ پرداز | خوشا احوال بیدردان شیراز[3]

گویند کہ: بخت چو بہ شیراز رساند | ابر آنچہ ذخیرہ داشت در باب فشاند

این خود سخنیست، غیرت دست نوازش | افشردہ چنان کس، بجگر آب نماند[4]

مرشد نے جب شیراز بلکہ ایران ہی کو ترک کیا، سندھ اور ہندوستان آئے اور یہیں رہے پھر بھی شیراز کی پھانس ان کے دل سے نہیں نکلی یہاں رہتے ہوئے کبھی کئی ایک شعر اس شہر کی یاد میں کہہ گئے، مثلاً:

مرشد کہ ز شیراز نمیکرد سفر | در ہندستان فتادہ زان سان کہ دگر

دستش نرسد بدامنت، گر شیراز | بیرون آرد ز جیب ہندستان، سر[5]

ببادم دہ، مگر روزی غبارم | کند آہنگ، شیراز و صفاہان[6]

ز تاب فرقت شیراز، و گلعذار انش | درین دیار، چنانم کہ پنبہ در آتش[7]

کجاست خاک، رہ دلبران شیرازی | کہ دیدہ، کور شد از سرمۂ صفاہانی[8]

---

[1] دیوان ۷ اب
[2] دیوان ۸۰ ب
[3] دیوان ۹۳ الف
[4] دیوان ۱۳۷ الف
[5] دیوان ۱۴۷ ب
[6] دیوان ۱۱۲ ب
[7] دیوان ۹۷ ب
[8] دیوان ۱۰۵ ب یہ غزل صفاہان میں کہی ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ شیراز پہلے گئے اور صفاہان بعد میں آئے تھے۔

Marfat.com

صاحب میخانہ کا قول ہے کہ: مرشد شیراز میں رہے اور تاثیر اکسیر عشق نے

— کہ مس وجود عارفان را طلا و مرآت خاطر عاشقان
را مہر انجلا میگرداند —

ان سے ابیات خوب اور اشعار مرغوب کہلوائے۔ شیراز جو — دار العیار نکتہ سنجان — ہے، اس میں انھوں نے خوب نشو و نما پائی، شیرازیوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کی خاطر مدارات، اور قدر دانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

شیراز میں حاکم فارس محمد قلی پرناک[۱] مرشد کی سرپرستی کرتا رہا، جس کے نام پر مرشد نے "ساقی نامہ" تصنیف کیا ہے[۲] اور وقتاً فوقتاً اس کی مدح وستائش میں کئی قصائد اور اشعار کہے ہیں۔ صاحب میخانہ نے پرناک اور مرشد کے روابط کے متعلق لکھا ہے:

— با او کمال مہربانی میفرمود و از احوال او خبر
میگرفت و مصاحبانہ سلوک میکرد —[۳]

پرناک کے علاوہ بھی شیراز کے شرفا اور اہل دین و دانش کے ساتھ مرشد کے تعلقات اور روابط تھے، مثلاً میرزا صالح وہاں کے اہل صاحب خیر بزرگ تھے۔ ۱۰۱۱ھ میں مدرسہ بنوایا، مرشد نے ان کے لیے تاریخی قطعہ کہا:

میرزا صالح، کہ ابر دست او — در جہان آوردہ، نیسانی دگر

۱۔ ولد مرتضیٰ قلی خاں فارس کے امرا میں سے تھا۔ پرناک ترکوں کا ایک قبیلہ ہے عالم آرائے عباسی ۲: ۴۲۳ میخانہ حاشیہ گلچیں معانی صا۵۸ا۔

۲۔ ساقی نامہ میخانہ میں دیکھیے ۶۰۳ – ۶۱۳۔

۳۔ میخانہ ص۵۹۵۔

Marfat.com

ساخت بہر اہل دانش، مدرسی — مدرسی نے ! بلکہ، یونانی دگر
مدرسی، کز فیض او، جز من نماند — در ہمہ شیراز نادانی دگر
شور، یارب! یاربی، افگندہ است — ہر طرف، وردی خداخوانی دگر
بحر رحمت را، بجوش آوردہ است — دیدۂ ہر یک زبارانی دگر
ساکنانش میکنند از ہر دعا — مغفرت را در بدن جانی دگر
خلد بر خود از فراق حجرہ اش — گشتہ از ہر قصر زندانی دگر
ہر طرف در حوض او، ماہی صفت — غوطہ زن گردیدہ عمانی دگر
باہمہ رفعت، کہ ہست افلاک را — بعد ازین حاصل شود شانی دگر
گردہد استاد این عالی مقام — جای ہر یک زیر ایوانی دگر
دوش بادل گفتم: ای دردم را — ہر دم از نوکردہ درمانی دگر

چیست تاریخ بنای این مقام
گفت: شد معمور یونانی دگر

۱۰۱۱ھ

محمد قلی پرناک ہی کے ایک عزیز قاسم بیگ پرناک کا بیٹا حاتم بیگ ۱۰۱۱ھ میں فوت ہوا، مرشد نے اس کی وفات پر تاریخی قطعہ کہا:

دریغا پور قاسم بیگ پرناک — کہ مرد و شادی از مرگش بغم برد
نرفت او، بلکہ لطف و مردمی رفت — نمرد او، بلکہ احسان و کرم مرد
چو او نبود، زمی خوردن، چہ حاصل؟ — چہ ذوق از جام جم آن دم کہ جم مرد
بدل گفتم کہ: چون از اہل ہمت — ہمیں او ماندہ بد، کو غم بغم مرد

لہ دیوان ۱۲۲ - ۱۲۳ الف

Marfat.com

چہ خواہد بود تاریخ وفاتش؟ بگفتا: حاتم پرناک ہم مرد[1]

۱۰۱۱ھ

اس خاندان کا ایک فرد بدیع خاں پرناک ہے، اس کے سلسلے میں تاریخ کہی جس سے ۱۰۱۱ھ سال برآمد ہوتا ہے:

چون داد بدیع خاں پرناک ‏ ‏ ‏ ‏ باخویش قرار حور استاد
شد جانب مکتب وزسعیش ‏ ‏ ‏ ‏ گردید بنای فضل آباد
طبعش زبرای صید معنی ‏ ‏ ‏ ‏ دردشت خیال گشت صیاد
تاریخ توجهش طلب کن ‏ ‏ ‏ ‏ از توفیقی رفیق او باد[2]

۱۰۱۱ھ

محمد قلی خاں پرناک نے شیراز میں ایک باغ بنوایا، مرشد نے اس کی تاریخ نکالی:

خان پرناک، آن کہ باغ عدل را ‏ ‏ ‏ ‏ ہمچو طوبی قامتش برطرف جوست
ساخت باغی، کز خیالش تا ابد ‏ ‏ ‏ ‏ گلشن جنت، گدای رنگ و بوست
حوض کوثر را، ز رشک برگ اش ‏ ‏ ‏ ‏ تا قیامت، آب حسرت در گلوست
غنچہ اش، بر سنبل از باد سحر ‏ ‏ ‏ ‏ آنچنان غلطد کہ، دل بر زلف دوست
برگل فردوس، خندد غنچہ اش ‏ ‏ ‏ ‏ آنقدر، کافتد چو گل بیرون ز پوست
دوش مرشد دید کز ہر جانبی ‏ ‏ ‏ ‏ بہر تاریخش دلم در جستجو است

گفت: چندین احتیاج فکر نیست
- باغ او - تاریخ طرح باغ اوست[3]

۱۰۱۰ھ

---

[1] دیوان الف ۱۲۵ - ب ۱۲۴ - [2] دیوان ب ۱۲۴ [3] دیوان ۱۲۳ ب

Marfat.com

دو تاریخی قطعوں سے پتا چلتا ہے کہ مرشد ۱۰۱۲ھ تک شیراز میں مقیم رہے اور اسی سال ملا اسد خاں قصہ خواں کی تحریک پر میرزا غازی ترخان نے ان کو سندھ بلا لیا، اور ۱۰۱۲ھ میں ہی وہ ہرمز بندر کے راستے سے ٹھٹہ پہنچ گئے۔[1]

پہلا تاریخی قطعہ وہ ہے جو مرشد نے شیراز میں ہوتے ہوئے اس چشمے کی تاریخ بنا پر کہا ہے جسے پرناک نے 'مصلی کے باغ شاہی' میں بنوایا تھا:

چو شیراز، از قدوم شاہ عادل ‖ شد از ہر گوشہ، رشک باغ رضوان
زمین مقدمش، خاک مصلی ‖ کہ 'در رفعت گذشت' از اوجِ کیوان
باندک مدتی شد' باغ در باغ ‖ غلط گفتم، گلستان در گلستان
چو فارغ شد ز تعمیر مصلی ‖ بعرض' باغ شاہی' داد فرمان
فضای باغ خلد' از رشک این باغ ‖ بود بر اہل جنت، رشک زندان
درین گلشن ز ہر سو، عندلیبی ‖ زند در شاخِ گل، آتش بافغان
ملایک، روز و شب بر شاخسارش ‖ پر اندر پر زدہ، مانند مرغان
نگہ را، گر باین گلشن' فتد راہ ‖ شود رنگین، ز داماں تا گریبان
درین گلزار، حوضی داد ترتیب ‖ لبالب از زہاب چشمۂ جان
ز ہر سو، 'قلزمی دردی، شناور ‖ غلط گفتم، چہ قلزم؟ بحر عمان!
تو پنداری' درین حوض، آسمانی ‖ بزیر ہر حبابی گشتہ' پنہان
بہ تدبیر از برای راہ این باغ ‖ کہ از شرمش ارم گردیدہ پنہان
خیابانی برغم کہکشاں ساخت ‖ کز و شد کہکشان با خاک یکسان
خیابان نی، صراط راہ عیش است ‖ کہ بردی نگزرد خصم شہ آسان

---

[1] میخانہ ۵۹۹ -

Marfat.com

اگر اسکندر رومی، ازین راه — سوی مقصود خود گشتی شتابان
بجوشیدی ہم اندر کام اول — ز نقش خاک پالیش، آب حیوان
ازین ره، گر رود حاجی بکعبه — نگیرد دامنش خار مغیلان
وزین ره، گر زود عاصی بہ محشر — نهد بار گنه بر دوش غفران
زسی فرسنگی شیراز، آبی — روان آورد سوی این خیابان
نیاساید زمانی، از دویدن — چو آب چشم عاشق روز ہجران
چو زلف دلبران، از باد پرچین — چو اشک عاشقان، بر خاک غلطان
توگوئی، آب روی آفتابست — که رای شد بخاکش ریخت زین سان
شبی، در جستن تاریخ این آب — شدم در کوچهٔ فطرت شتابان
زناگه ہاتفی از گوشهٔ گفت: — دود اندر خیابان آب حیوان[1]

۱۰۱۲ھ

---

[1] دیوان ۱۲۰ ب ۱۲۱ الف

شیراز میں مرشد کے ۱۰۱۲ھ میں موجود ہونے کی تصدیق، ایک دوسرے تاریخی قطعے سے بھی ہوتی ہے، جس کو انھوں نے غالباً محمد قلی خاں برناک کے بیٹے کی لاری قبیلے پر فتح پانے پر کہا ہے، قطعہ یہ ہے:

چو بد عہدی لاریان، گشت ظاہر — وز ایشان، رخ بخت و دولت نہان شد
جگر گوشۂ خان، کہ عمرش فزوں باد — بامر پدر، سوی دار الامان شد
بہ پیروزی و فتح و اقبال و نصرت — دران رہ چو رستم سوی ہفتخوان شد
چو آوازۂ لشکر بیکرانش — بران قوم برگشتہ طالع عیان شد
زبیم کمند خم اندر خم او — کہ ہر حلقہ اش رشک صد کہکشان شد

(جاری)

دوسرا قطعہ ایک با تصویر حجرے کی تاریخ بنا پر کہا ہے، جسے میرزا غازی نے ۱۰۱۲ھ میں ٹھٹھ کے محل میں بنوایا، اور مرشد نے ۱۰۱۲ھ میں وہاں پہنچ کر اس کی تکمیل پر یوں کہا:

فرماں دہ سِند شاہ غازی — کز دولت، شاد باد جاوید
برگوشۂ قصر حجرۂ ساخت — چوں خانۂ ماہ و برج خورشید
از دوست پر، و زگرد اغیار — خالی، چو درون اہل توحید
چون شیشۂ سبز، نہ فلک را — برگوشۂ طاقہای او چید
ازبس کہ، ز لطف خاطر او — چون آئینہ، پر ز نور گردید

(جاری)

گرفتند جا در حصاری، کہ برجش — بفر سنگہا زانسوی لامکان شد
بامرش کہ تا روز محشر روان باد — سپہ جانب قلعہ زانسان روان شد
کہ از قلعۂ آنچنان، جز غباری — ندیدند، کان نیز بر آسمان شد
چنان پرشد از گرد دامان گردون — کہ حمل ہوا بر زمین، بس گران شد
زجوش دلیران رزم آزمائش — جہان آنچنان تنگ بر انس و جان شد
کہ با آن ہمہ لطف نور کواکب — ز تنگی جا، ہم سوی اختران شد
خدنگش، جگر دوز جمشید خان گشت — کمندش گلوگیر خورشید خان شد
گرفتند و بستند، کشتند، چندان — کہ، از کشتہ صد بیشہ، ہر سو عیان شد
چو تاریخ فتحش، طلب کردم از دل — بگفتا کہ: فتح طلسم کیان شد[1]

۱۰۱۲ھ

---

[1] دیوان ۱۲۳ الف - ب

Marfat.com

تصویرش از لباس صورت　　　عریان شد ہمچو اہل تجرید
تاریخ بنای حجرۂ او
شد روزن از بہشت جاوید[۱]

۱۰۱۲ھ

یہی وہ دور تھا جب کہ میرزا غازی نے ٹھٹہ میں دو محل بنائے۔ ایک دل کشا اور دوسرا "عشرت گاہ" جس کے سلسلے میں طاہری نے لکھا ہے:

— در محل عشرت گاہ و دل کشا کہ دراں حین نو بنا فرمودہ بودند، بہ دلبران دلخواہ و ندیمان غم کاہ، گاہ بے گاہ بہ عیش و طرب مشغول گشت —

ممکن ہے انھیں دو قصور میں سے کسی ایک میں ایک ایسا کمرہ بنایا گیا ہو جس کی دیواروں پر عورتوں کی ننگی تصاویر بنوا کر عیش و طرب کا پورا ماحول پیدا کیا گیا ہو، اور شیراز سے آنے والے اس نو وارد شاعر ملا مرشد نے تاریخ نکالی اور تصویروں کی شان میں کہا کہ:

تصویرش، از لباس صورت　　　عریان شد، ہمچو اہل تجرید

خیر البیان کا مولف مرشد اور مرزا غازی کا معاصر تھا، جب مرزا قندھار میں تھے تو وہ ہرات میں اپنے تذکرے پر نظر ثانی کر رہا تھا، اپنے تذکرے میں ملا مرشد کے سندھ میں وارد ہونے کا سال اس نے یہی لکھا ہے۔ تذکرے میں جو حالات دیئے ہیں ان سے کئی ایک اور اہم باتیں بھی واضح ہو جاتی ہیں، لکھا ہے:

— چون توجہ ہمت بلند او (مرشد) قدم در عروج مراتب

---

[۱] دیوان ۱۲۶ الف

Marfat.com

سخنوری نہادہ ، وچون نام نیک براسنۂ مدققان مذکور
وچون خیال دوست درخاطر طالبان مذکور گردیدہ
رتبۂ شہرت یافتہ ، در اثناء ترقی در مراتب سخنوری داعیۂ
سفر سواد اعظم ہندوستان در ضمیر او جاگیر شدہ بتاریخ سنہ
اثنی عشر و الف روی توجہ بدان صوب آوردہ ، از احسان
اکابر آن بلاد بہرہ یافتہ ، بالآخر مصاحبت وصحبت عالیجاہ
اہل پناہ مرزا محمد غازی ترخان اختیار نمودہ ۔ در ہنگامی
کہ آن عالیجاہ بفرمان کیوان بارگاہ بحکومت بصوبۂ قندھار
میآمد مولانای مذکور را در ولایت سند جاگیر دادہ
چندسال دران مملکت بسر بردہ ، در اواخر ایام مرزا
غازی بقندھار شتافتہ بملازمتش میبرد ، و اکنون دران
بلدہ ساکن است [1]

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرشد :

۱ ۔ سال ۱۰۱۲ھ میں مرزا کے پاس آئے ۔

۲ ۔ مرزا غازی جب قندھار گئے تو مرشد ان کے ساتھ نہیں گئے بلکہ یہیں اپنی جاگیر پر رہے ۔

۳ ۔ چندسال یہاں ٹھٹہ میں رہے ۔ اور مرزا غازی کے آخری ایام میں ان کے پاس قندھار چلے گئے ۔

۴ ۔ ۱۰۱۹ھ میں وہ قندھار میں تھے ، جب کہ ہرات میں بیٹھ کر خیر البیان کا مولف ان

---

[1] ورق ۳۶۱

Marfat.com

کا تذکرہ لکھ رہا تھا۔

سند ھ میں مرشد کے بلانے کی تحریک جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے ان کے جانی دوست ملا اسد قصہ خواں نے کی۔ صاحب میخانہ کا قول ہے:

— بعد از مدتی در بلاد سند، فصاحت شعار بلاغت آثار مولانا اسد قصہ خوان کہ یکی از مقربان مربی ہنر مندان میرزا غازی ترخان بود۔ حقیقت اہلیت و قابلیت سخنور بروجرد، بہ عرض میرزای مذکور رسانید آن قدر دان نکتہ سنجان از روی خواہش تمام مرشد را طلب فرمود[۱]

مولانا اسد نے اس کو حسب الحکم میرزا غازی ایک دعوت نامہ لکھا:

— ہنگامی کہ آن مکتوب محبت اسلوب باو رسید، بہ جہت برآمدن مولوی از شیراز، بعضی موانع دست دادہ بود۔ کہ تحریر آن مناسبتی بہ سیاق این تسوید ندارد۔ چون استمالت نامۂ برگزیدۂ سندیان رسید، باعث ازدیاد تحریک خروج او شد۔ یکبارگی دل ازان معمورۂ دل کشا کندہ از ہرمز بہ تتہ آمدہ[۲]

ماثر رحیمی کے مؤلف کا اس سلسلے میں بیان ہے کہ:

— چون آوازۂ سخن سنجی و تدبیر صائب ورای زرین و نکتہ وری خان مومی الیہ عالمگیر شدہ بود، خلاصۂ

---

۱ میخانہ گلچیں ص۵۹۸ ۲ میخانہ گلچیں ص۵۹۹

Marfat.com

دودمان ترخانی میرزا غازی..... را میل ملاقات

ایشان شد و رغبت تمام غائبانہ بدیدن او بہم رسانید

وکتابات محبت آمیز با لوازم آن ، بشیراز ارسال داشتہ

ایشان را بہ سند طلب نمود۔

ایشان نیز رفع آلام وکدورت را ، منحصر در سفر

دانستہ ، متوجہ ملازمت ایشان شدند [1]

ملا مرشد نے ٹھٹھ آتے ہی مرزا غازی کی خدمت میں ایک قصیدۂ مدحیہ پیش کیا ، جس کے چند شعر صاحب میخانہ نے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں :

زبس کہ ، تازہ شد از فیض ابر عالم پیر

شگوفہ ریزد ازین شاخ ، بر سر نخچیر

ہوا چنان بر طوبت ، کہ از زبان تا گوش

ہزار جاے زند ریشہ ، نالہ شبگیر

چنان ز لطف ہوا ، گشت طبع آتش تر

کہ شعلہ ، چون مے گلرنگ ، بگزرد ز حریر

اس قصیدے میں مرشد اپنے آنے کے حالات لکھتے ہوئے کہتا ہے :

سپہر مرتبتا ! چاکرت اسد ، کہ مرا

برادر است وجہان را بیادگار ظہیر

ز میلِ خاطرِ عاطر کہ ہست و باقی باد

بسوی اہل ہنر ، خاصہ این فقیر حقیر

---

[1] رحیمی ۳ : ۴۸۴ - ۴۸۶

نوشتہ بود حدیثی، کہ شہد حب وطن
شد از تصور آن، تلخ در مذاقِ فقیر
چو نامہ خواندہ شد، از شوق کعبۂ کویت
کہ ہیچ کس نہ نماند رہش، مگر تقدیر
رہی بہ پیش گرفتم کہ پیک باد، درو
بود چو نور بصر در جمال مہر منیر
رہی چنان، کہ بعمری زدو ریش حرفی
نمیرسد، بہ سر خامہ از بنان دبیر
ہزار شکر کہ، از سجدۂ درت، بختم
نہاد پایۂ کرسی بہ دوش چرخ اثیر
نثار بزم تو، عقد جواہر آوردم
برسم تحفہ ز دریای طبع و کان ضمیر[1]

ٹھٹہ پہنچ کر مرشد مرزا غازی کے سامنے پیش ہوا تو بقول میخانہ:

—آن نادرۂ زمان را نوازش بسیار فرمود۔ بعد از اندک ایامی اورا درمیان امثال قرآن ممتاز نمود بخطاب "مرشد خان" سرفراز گردانید—[2]

اور آگے لکھا ہے کہ:

—ہمیشہ پاس حرمت او میداشت .... وقتی کہ در قندھار

---

[1] دیوان کے پیش نظر خطی نسخہ میں یہ قصیدہ نہیں ہے، چند شعر میخانہ میں موجود ہیں صفحہ ۶۰۰

[2] میخانہ صفحہ ۶۰۰

Marfat.com

برمسند حکومت نشست، درانجا درا عزاز و احترام وانعام
واکرام مولوی، دقیقۂ فرد گزاشت نمود [1]

ملا عبدالباقی نے لکھا ہے:

— وآن نوجوان نامدار (غازی) را چندان عنایت و
شفقت باین خلاصۂ روزگار بود کہ، زبان و قلم از
تعریف و توصیف آن، عاجز است — [2]

سندھ میں پہنچ کر مرزا غازی سے نہ فقط مرشد نے عزت و آبرو دولت اور جاگیر پائی، بلکہ بقول صاحب مآثر رحیمی:

— در اندک زمانی بہ مرتبۂ خانی۔ رسید و مدار المہام
آن امیرزادۂ اعظم گشت، و رتق وفتق مہمات ولایت سند
وطائفہ ترخان و ارغون را متصدی گشت، و بمنصب
وکالت سرافراز شد و مہر وکالت بر لشپت فرامین آن
عالی شان زد — [3]

اس مؤلف کا قول ہے کہ طالب آملی، محویؔ اردبیلی، سروریؔ یزدی، اسد قصہ خوان، شمساؔی خوشنویس اور دوسرے مستعدان ایران، مرزا غازی کے پاس جب پہنچے ہیں تو:

— راہ مصاحبت و مجالست بوسیلۂ خان موی الیہ
یافتہ بلند مرتبہ گردیدند —

---

[1] میخانہ ص۲۰

[2] مآثر رحیمی ۳: ۴۸۴ - ۴۸۶

[3] مآثر رحیمی ۳: ص۴۸۴

Marfat.com

اور آگے چل کر لکھتا ہے :

— بوسیلۂ این خان سخندان ، انعامی و احسانی کہ بمستعدان
عراق و خراسان نمودہ ، زیادہ از حد و حساب است، چنانچہ
مبلغی کلی بجہت حسان الزمان ملا شانی تکلو و مرزا فصیحی
انصاری بہ خراسان فرستاد۔[۱]

ملا عبدالباقی نے جس طرح لکھا ہے کہ یہ تمام شاعر مرشد کی تحریک پر مرزا کے دربار سے منسلک یا ان کے انعامات سے بہرہ ور ہوئے ، کاملاً تو صحیح نہیں ہے ، کیونکہ مرشد خان خود ہی ملا اسد کی سفارش اور تحریک پر مرزا کے پاس آیا تھا ، لیکن یہ صحیح ہے کہ جب مرشد کا اثر بڑھا تو وہ ان شعراء میں سے کئی ایک کے بلوانے اور کتنوں کو انعام دلوانے کا محرک ضرور بنا ۔ مثلاً اسد سے تو برادرانہ تعلقات تھے ہی ، ان کی وفات پر انھوں نے قطعہ بھی کہا ہے :[۲] لیکن مذکورہ شعراء میں سے بھی کئی ایک کے ساتھ ان کے

---

[۱] مآثر رحیمی ۳: ص۱۴۸۴ خوشگو نے بھی تقریباً یہی عبارت لکھی ہے ، دیکھیے میخانہ (مولوی محمد شفیع) ، تعلیقات ص۱۱۱ ۔

[۲] قطعہ یہ ہے :

دریغا! دریغا! کہ محظوظ خان رفت — اسد آن جہان ہنر ، از جہان رفت
ز ویرانۂ تن ، اگر مرد راہی — برون آکہ ، سر حلقۂ کاروان رفت
ز ہمراہیش بازماندن ، خطا بود — ولیکن ، بایں ناکجا میتوان رفت
زبان کو؟ سخن چیست؟ کو رفتن او! — سخن از زبان و زبان از دہان رفت
ز ہجرش ، چنان باغ بی رنگ و بو شد — کہ بوی از گل و رنگ از ارغوان رفت
بماندیم چندانکہ ، دیدیم مرگش — ازین سود ، برما زیان بر زیان رفت

(جاری)

Marfat.com

گہرے روابط تھے، مثلاً محوی اردبیلی جب فوت ہوئے تو مرشد نے ان کے سلسلے میں تاریخی قطعہ لکھا اور اس میں ان کو بھائی کے عنوان سے مخاطب کیا ہے:

برادر محوی آن دیرینہ ہمدم | زپیشم رفت وچون باد صبا رفت
ہمیں دانم، کہ رفت از پیش چشمم | نمیدانم، کجا رفت! وچرا رفت؟

(جاری)

غمش کرد دل را بزخمی نوازش | کہ چاکش بداماں آخر زمان رفت
غبارش مخوانی، کہ از صحبت او | زمین بس کہ بالید، برآسمان رفت

اسد رفت وتاریخ فوتش زمرشد
طلب کرد دل، گفت: اسد رایگان رفت

۱۰۲۷ھ

ملا اسد کے سلسلے میں مرشد کے دیوان میں ایک اور بھی قطعہ ملتا ہے:

فضیلت پناہا چہ کردم؟ کہ طبعت | بمن در عتاب وزخود در عذابست
شنیدم کہ، میگفتی امروز مرشد | بجای شد، الحق کہ جای عتابست
عفا اللہ بجای نرفتم کہ عیبم | کند خاطری کز ہنر بہرہ یابست
بکوی اسد رفتم و منزل او | بود جای من این نہ دور صوابست

ہمہ خلق دانند وخود نیز دانی
کہ برج اسد خانۂ آفتابست

اسد کی وفات کے بعد یہ رباعی کہی ہے:

دوشینہ کہ راہ خواب میزد اشکم | جوش از دل ناب میزد اشکم
ازشام بیاد دتِ گفتار اسد | تا صبح گرہ برآب میزد اشکم

Marfat.com

اگر دل رفت، آن خود ہمرہ اوست — نمیدانم کہ، صبر از دل کجا رفت
علاج درد خود خود کرد و بردی — نرفت از درد آنہا کز دوا رفت
زعلم خود برو رفت، آنچہ زین پیش — زجہل خصم، بر آں عبا رفت
چو گلشن دید، کز تاثیر دوران — بحسرت بلبل دستان سرا رفت
چنان از رنگ و بو، افشاند دامن — کہ تا بوی از گل و، رنگ از حنا رفت

زمن پرسید دل، تاریخ فوتش
بدو گفتم: عجب یاری زما رفت [1]

مرشد کو مرزا نے سندھ میں پہنچنے کے بعد۔ خانؔ۔ کے خطاب سے سرفراز کرتے ہوئے، مہر اور وکالت سے بھی نوازا، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ملا مرشد نے مہر اور وکالت ملنے پر مندرجہ ذیل قطعہ کہا ہے، جو نہ فقط دلچسپ ہے، بلکہ ان تمام سیاسی حالات اور انتظامی کوائف کی نشاندہی کرتا ہے، جو اس زمانے میں مرزا کو درپیش تھے:

ای صاحبی! کہ شعلۂ رایت ز آفتاب — برفرق روزگار نہاد است افسری
میخواست از مراد تو ایام، سر کشند — بر گردنش، ز چرخ نہادند چنبری
دادی مرا وکالت، بر روی صحبتم — از ہجر خود کشیدی، سد سکندری
بہتر ز من وکیل توان یافت، در جہان — لیکن چو من، بدہر نیابی ثنا گری
کردی مرا شریک بقومی، کہ کار شان — بر کار ناشناسی شان کردہ محضری
بر درگہ تو گرچہ، برابر نشستہ ایم — ہر یک نشستہ ایم بنا در برابری
یک ملک، دہ وکیل از ان جملہ من یکی — بادستۂ گیاہ کہ بستست عبہری

---

[1] دیوان ب ۱۲۸

Marfat.com

حاجت بدہ عوانٔ نبود یک دمارا — کافیست بہر کشتن یک شہر، خنجری
در ضبط کائنات کہ گامی دو بیش نیست — کس را چہ احتیاج بامداد دیگری
ما بندگان کہ بہر تمنای دنیوی — برخون یکدگر شدہ، ہر یک بجلگری

جملہ خریم و بہر نشانہای سم ما
کو کم زیک طویلہ نشان سم خری[1]

مرشد، جیساکہ ہم اوپر بتا آئے ہیں، ۱۰۱۲ھ میں سندھ پہنچے، مرزا غازی اس وقت سندھی امرا کی بغاوتوں کو فرد کرنے میں مشغول تھا اور تقریباً ملکی حالات کو راہ راست پر لا چکا تھا۔ مرشد پر یہ تمام عنایتیں اس عرصے میں ہوئیں اور تھوڑے عرصے کے بعد جب ۱۰۱۳ھ میں مرزا اکبری دربار کی طرف چلا تو مرشد بھی ساتھ ہو لئے۔

اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر کی تخت نشینی کا یہ قطعۂ تاریخ مرشد نے وہیں آگرے میں کہا:

بحمداللہ، از گردش چرخ و اختر — کہ آسیب گردش نہ بیند دگر
چو جمشید بنشست بر تخت شاہی — .... بینی خسرو ہفت کشور
فلک رتبہ شہ جہانگیر غازی — کزو نور دین محمد شد اظہر
پذیرا شد ایام دوران او را — چو عاشق کہ یارش زند حلقہ بر دلہ
بعہدش چنان پر شد از عیش.... — کہ بزم حریفان شب وصل دلبر
....ن عقدہ از کار آفاق بکشود — کہ نگذاشت چین در جبین مکدر
چو زد سکہ بر خاست نام سلاطین — بتعظیم نام جہانگیرش از زر
در عرش زد خاطر، از بس کہ برخود — باقبال نامش ببالید منبر

---

[1] دیوان ..۱۱۹ الف - ب

بعہدش، چنان گشت ظالم، زمین گیر | کہ پی گشت زنجیر، پائ غضنفر
دل چرخ، سوراخ شد بسکہ سودم | باقبال خاک درش بر فلک سر
چو تاریخ سال جلوسش، کہ ازوی | بر آفاق شد نور دین سایہ گستر

زمرشد طلب کرد اندیشہ، گفتا:
زنور محمد جہان شد منور[1]

۱۰۱۴ھ

میرزا غازی جہانگیر کے بیٹے خسرو کی بغاوت پر شاہی رکاب میں لاہور تک ساتھ رہا، قیاس یہی ہے کہ دیگر متعلقین اور امرا کے ساتھ ساتھ مرشد بھی ان کی رکاب میں لاہور تک گئے ہوں گے۔ میرزا غازی لاہور سے قندھار کی مہم پر چلا گیا، اس وقت بھی غالباً مرشد اس کے ساتھ تھے۔ جب میرزا غازی کا قندھار پر قبضہ ہو گیا مرشد نے وہیں تہنیت کا یہ قصیدہ کہا ہو گا۔

در بہار حسن، آن خرم بہار | گل توان چیدن زعکس شاخسار
موی زنگی، رشک ماہ نو شود | عکس رویش، گر فتد بر زنجبار
داد کی خواہم ازو در حشر نیز | گر باین خوبی بمن گردد دوچار
بس کہ امشب بحر طوفان موج دل | جوش خون میزد زچشم اشکبار
بود ہر مویم، زموج بحر اشک | پای در زنجیر، چون زلف نگار
بس کہ عمر عاشقان، با کوتہی | میکند ہر لحظہ عہدی استوار
در دیار ما، حیات جاودان | کمتر است، از مدت عمر شرار
از ہوا، آتش توان افروختن | بس کہ، گرم کین نباشد روزگار

---

[1] ۱۱۸ ب - ۱۱۹ الف دیوان

Marfat.com

گرد هم خاکستر دل را بباد — عرصهٔ عالم شود آیینه دار
کعبهٔ مقصود خواهی حلقه زن — بر در دلها، چو موج زلف یار
چند باشد از تو مرشد بی سبب — چون گناه از روی غفران شرمسار
مدتی شد کز دعاگویان تست — لیک خوش بی قدر و بس بی اعتبار
چون نداری درد و غم از وی دریغ — لطف هم گاهی دریغ از وی مدار
دهر از جورت شکایت میبرد — بر در شاه فریدون اقتدار
میرزا غازی، که تیغش در نبرد — میکند احیای رسم ذوالفقار
باز ماند باد، از دنبال گرد — هر کجا عزمش، بر انگیزد غبار
گوهر تیغش، ز بیم جود او — بر خود از فولاد، میسازد حصار
همچو شاخ ارغوان، شد گردباد — بس که شد، در خون خصمش غوطه خوار
دیدهٔ اعمی بنور رای او — سایهٔ جان دیده در شبهای تار
چون خلاف دشمن دولت برد — گشت همچون روز روشن آشکار
برد بیرون لشکری، از ملک سند — بر سر کین جمله، چون مژگان یار
یک بیک، چون زلف جانان صف شکن — سر بسر، چون چشم دلبر نیزه دار
بارها در زیر شان رقصان چو باد — نیزها در دست شان پیچان چو مار
دل درون سینه شان، از شوق فتح — همچو زلف فتنه سازان بیقرار
چون بیک فرسنگی خصم، آمدند — آن گروه رزم ساز کینه دار
همچو مژگان بتان، بستند صف — لشکر از هر سو، بعزم گیرودار
بر زمین حمل هوا آمد گران — بس که پر شد دامن چرخ از غبار
نور خواهم جانب افلاک رفت — بس که پر شد عرصهٔ خاک از سوار
لشکر دشمن، ز بیم تیغ او — قلعه را، بر دشت کردند اختیار

Marfat.com

قلعهٔ، چون همت عارف بلند — قلعهٔ، چون عهد عاشق استوار
رفعتش چندانکه، پنداری گرفت — نه فلک، در زیر دامانش قرار
وسعتش چندانکه، در وی خویش را — از میان بیرون نمی بیند کنار
شاه دریا دل که آسیبش مباد! — تاخت سوی قلعه، خنگِ راهوار
پست ترگردید پیش پای او — کنگر قلعه، ز خاک رهگزار
آن قدر سر، خنجرش برخاک ریخت — کز شمارش، سر برون نارد شمار
کرد خالی دیدهٔ دشمن، ز نور — چون درون خصم شاه ذوالفقار
شد بکامش عالم پیر، وهنوز — طالع از بخت جوانش شرمسار
ای که باشد، در پس دیوار تو — سایهٔ از پرتو خورشید عار
ریزهٔ یک روزهٔ خوان ترا — گر تواند جمع کردن ریزه خوار
ضامن رزق همه خلق جهان — میتواند بود تا روز شمار
دردل دریا، بتابد چون گهر — اخگری، کورا بود حفظ تو یار
صاحبا! گر در ثنایت دمبدم — میکنم گستاخی معذور دار
زانکه اعجاز مدیحت، میکند — لال مادرزاد را، پاسخ گزار
طبعم اندر رشتهٔ مدحت، کشد — گوهری، چون لعل جانان آبدار
چون درو شب تاب معنیهای او — یک بیک از ظلمت خط آشکار
گوش کن زان پیش کز روی هوس — چرخ درگوشش کشد چون گوشوار

سایهٔ احسان وعدل ودولتت
تا قیامت کم مباد ازاین دیار[۱]

---

[۱] دیوان الف ۲۲ - ۲۴ الف

Marfat.com

میرزا غازی جب دوبارہ مستقل صوبے داری پر مقرر ہو کر قندھار گیا، اس وقت مرشد سندھ میں اپنی جاگیر کی جو مرزا نے ان کو سندھ میں آتے ہی دے رکھی تھی، دیکھ بھال کے لیے رہ گئے۔ ان کے یہاں رہ جانے کی تصدیق صاحب خیرالبیان کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔

جب میرزا غازی کا قافلہ بھکر سے رخصت ہو کر قندھار کی طرف چلا ہے تو مرشد نے مندرجہ ذیل ترکیب بند ان کی جدائی میں بڑی حسرت و یاس کے عالم میں کہا ہے:

همرهان، بستند بار قندهار — من بزیر بار دل، چون زلف یار
اسپ همراهان، عنان اندر عنان — اشتر یاران، قطار اندر قطار
من که، شوقم بیش و، صبرم کمتر است — نی عنان، در دست دارم، نی مهار
آری! آری! مایه جمعیتم — از پریشانیست چون زلف نگار
گر شتر ناید بکف، افلاک را — میکشم چون بختیان، در زیر بار
گر نباشد اسپ تازی، زیر ران — میتوان رفتن، بپای روزگار
گر نباشد خیمه، بر فرقم بس است — سائبان ابلق، لیل و نهار
گو مباد دم زر، چو گردون میکند — سیم و زر را مهر و مه، برمن نثار
توشهٔ ره، گر نیابم خویش را — میکنم سیر از حیات مستعار

طبع سنجی، باعث این گفتگوست
ورنه بختم رانجار اندر سبوست

سائلان را، بر در احسان خویش — میدهم گنج، از دل ویران خویش
سخت دلگیر است، کاخ آسمان — میکنم از قدر خود، ایوان خویش
تنگ شد گیتی، مگر اقبال من — خیمه بیرون زد، ز شهرستان خویش

Marfat.com

هردم آویزم ز دامن، چون غبار
چرخ را، در ساحت جولان خویش

در ره دل، منزل و فرسنگ نیست
زان کشیدم، پای در دامان خویش

میکنم دردی، ز صد درد، انتخاب
در علاج درد بی درمان خویش

چشم را، بی روی بزم آرای دوست
تیرباران کردم، از مژگان خویش

بس که، لب ریز معانی گشته ام
خویش را، نشناسم از دیوان خویش

ابر رحمت، تشنهٔ نهر من است
عقل کل، دیوانهٔ شهر من است

بکدو چرخ، از اوج خود، زیر آمدم
تا بشهرستان تقدیر آمدم

بس که چشمت، ناوک بیداد ریخت
تا در دل، بر سر تیر آمدم

از عدم، بر باد زلفت، با وجود
آمدم، لیکن بزنجیر آمدم

شادمان از باغ جنت، چون شوم
من که، از کوی تو دلگیر آمدم

کس ز باد صبح نشناسد مرا
بس که در کوی تو، شبگیر آمدم

آمدم، تا صید زلف او شوم
غیر پندارد، به نخچیر آمدم

زخم گو تا سور پیرا شو که باز
مست در آغوش شمشیر آمدم

طول هجران بین، که بر درگاه شاه
نوجوان رفتم کهن پیر آمدم

بار غم، بر من گرانی میکند
بر درش، زان بتاخیر آمدم

غازی ترخان، که از قدر مکان
آسمان والای گزشت، از آسمان

آنکه خوانسالار عز و شان او
از فلک سبزی نهد بر خوان او

مدت ایام، روزی بیش نیست
از حساب عمر جاویدان او

ربع مسکون، چارسوی بیش نیست
از سوار ملک بی پایان او

Marfat.com

گرد هاى چرخ ، از هم نگسلد — کهنه فرشى دود، از ایوان او
در همه روى زمین ، ویران شود — روستائى کم ز شهرستان او
در غم آن کاین سر شوریده ام — دور شد چون گوى از میدان او
خم شدم چندانکه نشناسم کنون — خویشتن را از خم چوگان او
سرکشان را آنچنان بر درگهش — میدواند، هیبت فرمان او
کاسمان ، دامان خود را جمع کرد — تا خزد، در کلبهٔ سگبان او

گر کشد شمشیر هندى، از قراب
بستر د رنگ از گل، و بوى از گلاب

بخت دانش بین که، شاه نکته دان — گاه خانم مینویسد گاه جان
طالع دولت نگر، کز جان و دل — شاه را گشتم غلام رایگان
دانش، از الطاف او شد، کامیاب — دولت، از اوصاف من شد، کامران
دید گنجى ، در دل ویرانه ام — تربیت را کرد بر من پاسبان
گر بقدر تربیت بالیدمى — پاره گشتى بر تنم هفت آسمان
ساغر او، عین عشرت را کفیل — سبحهٔ او، راى رحمت را ضمان
در صبوح عشرت او ، تا ثواب — مست میغلطد بطرف گلستان
در صباح طاعت او ، تا گناه — در کنار مغفرت دارد مکان

چون تو ممدوحى چو من مدحت گرى
نیست در باشد دریغا یاورى

صاحبا! دور از تو حالم ابتر است — شاهدم ضعف و گواهم بستر است
بس که بر من، ضعف استیلا گرفت — پشتم از بار کمر، چون چنبر است
از گل اشک دمادم ، دامنم — چون دل بینا و چشم ساغر است

Marfat.com

بس که از پهلوی دل، اعضای من | یک بیک، با دردو داغی، خوگر است
گردو عالم درد، بر عضوی نهم | همچنان مشتاق، درد دیگر است
گر مزاجم دور گشت، از اعتدال | نی ز رنج دل، نه از درد سر است
از پی چشم و دل بدخواه تو | باد من خاکست و آبم آذر است
بس که مرشد از دم روح القدس | نکته پرداز و معانی پرور است
شد کلامش سربسر وحی و رموز | پیش تو بیچاره مرد شاعر است

رتبهٔ نظم، برون از شاعری است
شاعری در عهد من پیغمبری است

برخور از دولت، که بختت یار باد | دولت از بخت تو، برخوردار باد
سبحه، کز ذکر نامت، فارغ است | تارتار رشتهٔ زنار باد
کعبه کافتاد، از طاق دلت | خشت خشتش، خانهٔ خمار باد
آرزوی جستن و ذوق گریز | پیش خصمت آهنین دیوار باد
برخلاف طبع، اگر فرمان دهی | آسمان ساکن زمین سیار باد
ابر رحمت، همچو برق تیغ تو | بر دیار خصم، آتشبار باد
مهر و مه، با ریزش احسان تو | در شمار درهم و دینار باد
روز وصل خصمت از بخت سیاه | چون شب گیسوی هجران تار باد
رفعتی در طالع بدخواه تو | نیست، ور باشد بقدر دار باد

دشمنت را، کز طرب خندان مباد
درد بادو، درد را درمان مباد[1]

---

[1] دیوان ب ۳۴ - ۳۷ ب

Marfat.com

مرزا غازی کی غیبت میں خسرو چرکس اور اس کے لواحقین کی چیرہ دستیوں کے سلسلے میں تاریخ طاہری نے جو حالات لکھے ہیں اس میں لطف اللہ بہائی خان کے بیٹے فتح اللہ حاکم بدین کی نخوت، غرور اور غلط روی کے متعلق بطور دلیل، مرشد کے ساتھ اس کے سلوک کو، ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

— روز عید مرشد خاں را۔ کہ میرزا (غازی) او را از پدرش بجائیخان بیشتر میخواست۔ بہ تکلیف تمام از جاگیر کہ دران صوبہ داشت، طلب نمودہ، ازین قسم، آن نکتہ چین سخن آفرین را آزار داد و بہ بی تورگی پیش آمد، کہ میرزا خود ہرگز برین مردم، چنین ادا ہای ناشائستہ نکردہ باشد۔ عاقبت، چون بہ انباری فیل سوار گردیدہ متوجہ عیدگاہ گشت، مومی الیہ از آمدن منفعل گردیدہ بجاگیر رفت[1]

اس سے بھی ظاہر ہے کہ جس زمانے میں خسرو اور اس کے متعلقین نے یہاں خود سری اختیار کی تھی، اس زمانے تک ملا مرشد بروجردی یہاں موجود تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مرزا نے انھیں جو جاگیر دے رکھی تھی وہ سرکار بدین کے تحت تھی، یہی سبب ہوا کہ وہ بدین کے حاکم فتح اللہ سے عید ملنے آئے اور اس نامعقول نے اس 'نکتہ سنج سخن آفرین' کے ساتھ نہایت ہی بدسلوکی کی، اپنی روش اور ناشائستگی سے ان کا اس حد تک دل دکھایا کہ وہاں سے واپس ہو کر فوراً اپنے ضروری کاموں کو سمیٹ کر

---

[1] طاہری ۲۶۴۔ [2] فارسی عبارت ہے کہ: بجاگیر باز رفت بل کلبرک از فراغت یافتہ۔ کہ از میرزا چندگاہ در اینجا بطور خود میفود۔ بقندھار رفت۔

زیر خط لفظ سمجھ میں نہیں آیا، ہم نے اس لیے لکھا ہے کہ اپنے ضروری کاموں سے فارغ ہو کر قندھار چلے گئے۔

وہ سیدھے قندھار پہنچ گئے۔ یہ واقعہ ۱۰۱۹ھ سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ قندھار میں ان کا ہونا اس سال ۔ خیرالبیان ۔ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

تاریخ طاہری کے مصنف نے لکھا ہے کہ: جب مرشد خاں قندھار پہنچے اور وہاں لوگوں نے سندھ کے حالات پوچھنے شروع کیے تو انھوں نے یہ شعر پڑھا:

لب شیرین بکام خسرو شد ۔۔۔ جان بیہودہ میکند فرہاد[1]

مرشد اس بدسلوکی کے علاوہ بھی، مرزا غازی کے معتمد خاص ہونے کی وجہ سے خسرو اور اس کا خاندان جو کچھ سندھ میں کر رہے تھے اس سے وہ سخت نالاں تھے اور ان کے کرتوتوں کو ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اس جذبے کا اظہار ایک رباعی میں کیا ہے:

زین بارکہ، از گرانی عامل سند ۔۔۔ البرز البرز تکیہ زد بر دل سند
ترسم، نرسد خبر سوئے عادل سند ۔۔۔ وز ثقل زند غوطہ بدریا کل سند[2]

مرشد ۱۰۱۸ھ کے آخر میں قندھار پہنچے، اس کے بعد خسرو وغیرہ کی معزولی قندھار طلب کرنے کے احکام، اور میرزا غازی کے فرستادہ کارندوں اور خسرو کے درمیان زد و خورد کے واقعات رونما ہوئے، تاآنکہ ۱۰۲۱ھ میں مرزا غازی کا خود ہی اس جہان سے دانہ پانی اٹھ گیا۔

مرشد مرتے دم تک، خیال ہے کہ، میرزا کے ساتھ رہے اور میرزا کی نعش کے ساتھ ہی سندھ واپس آئے، جہاں ایک زمانے تک اپنے مرحوم آقا اور ولی نعمت کے مزار کی مجاورت کرتے ہوئے اپنے اوقات بسر کرتے رہے جیسا کہ مآثر رحیمی کے مؤلف نے لکھا ہے:

---

[1] یہ شعر کمال اسمعیل خجندی کا ہے۔ [2] دیوان ب ۱۳۴۔

Marfat.com

ــــ وخان مومی الیه (مرشد) وجمیع مستعدان عالم را،
بےکس و بے صاحب گزاشت، بعدازین واقعہ جانکاہ۔
کہ ازحیات مستعار دلگیر شدہ بود، ومجاورت تربت امیر
زادہ اعظم را بر منصب وحکومت دنیا ترجیح دادہ بود، و
ترک وانزدا درمصیبت وفراق آن خورشید لوا اختیار
نمودہ بود، ومراثی شاعرانہ نظم آوردہ وی آورد [1]

گویا مرشد کو بے حد صدمہ تھا، انھوں نے ترک دنیا کیا، اپنے مربی کے فراق میں علائق دینوی سے یکسر منہ موڑ لیا اور کئی ایک مراثی ان کی عزاداری اور یاد اور فراق میں نظم کیے۔ ان کا کہا ہوا یہ ترکیب بند بہت دلدوز اور مشہور ہے جس کے کچھ اشعار مآثر رحیمی نے بھی دیئے ہیں:-

بی وجود قبلہ ترخانیان، درقندھار — چون علی در نہر دانم چون عمر در سبزوار
گلبنی دادم بباد بی نیازی کز غمش — تا قیامت، خاک بر سر میکند، دست چنار
ہم سفر بودیم باہم، دررہ عرفان ولی — او بپای عمر رفت وما بپای روزگار
شب سیہ پوش ازبنا شند، درعزای او فلک — میکند از ثابت وسیار، اوراسنگسار
جانگیر جسم پاکش در زمین باختر — بس کہ شوق کربلا کرد است او را بیقرار
بزم کو د زخاک غلطد رزم کو درخون نشین — کاین زحاتم شد تہی، وان خالی از اسفندیار
روز سیرش بر سپہر و شب قرارش در زمین — ای زمین! وی آسمان! الاعتبار! الاعتبار

در فراق آن لب میگون ببزم غم شراب
میزند بر شیشہ سنگ ناامیدی از حباب

---

[1] رحیمی ۳ - ص۸ ۵

در عزالیش بین که خون دیده، ره پر نم گرفت | خنجر مژگان خوبان نیز، رنگ از نم گرفت
بی گلستان جمالش، خلق را نور نگه | باز بر چشم است، وحیرانم که ابرو، خم گرفت
این چنین پیداست، از رنگ سیه پوشان خط | کز برای طبع پاک، او سخن ماتم گرفت
در زمانش جود از حاتم فرامش کرده بود | رفت و همت باز راه خانهٔ حاتم گرفت
سرخی رنگ بهار، از لالهٔ خورشید نیست | آتشی، زان خون ناحق جست و در عالم گرفت

زهر دوران سوخت، در کامش زلال جام را
خون او، ترسم نگیرد، دامن ایام را

ما سیه پوشان، چو رنگ نیل، غم ازران کنیم | صفحهٔ خورشید راهم، دفتر کیوان کنیم
چند غم در دل نهان داریم، کار از دست رفت | کاش! روزی چند هم، دل را زغم پنهان کنیم
درد بیدردی، نصیب جان ما بادا، اگر | زخم را مرهم نهیم و، درد را درمان کنیم
سهل باشد مردنی، آسان بود جان دادنی | این قدر گر در فراق غازی ترخان کنیم
خون او را مثل یک اقلیم، ننشاند ز جوش | سیل اشکی سر دهیم و عالمی ویران کنیم
قاتلش، ترسم ز بید چندی، دگر نی مرگ را | هم بجرم مرگ او، در حبس جاویدان کنیم

در فراق آن لب میگون و خط سبز فام
گشت پاره جیب صبح و شد سیه رخسار شام

چرخ هرگه، یاد آن فرق بلند افسر کند | مشت خاک از جسم پاکش، گیرد و بر سر کند
یاد خورشید جمالش هرگه، آید در دلم | کلبهٔ تاریکم، از هر رخنه، صد خاور کند
مردن او را کی ممکن شناسم، نی محال [۱] | خلق میگویند لیکن، عقل کی باور کند
بس که مرگ از مردنش، در چشم مردم شد عزیز | زندگی هر دم، بصد حسرت [۲] کفن در بر کند

---

[۱] ماثر رحیمی: مردن او را کی ممکن شناسم بل محال۔ [۲] ماثر رحیمی: بصد مردن۔

Marfat.com

خوردز برجان گزا تا نسبت خود را درست — باشد کونین علی موسی جعفر کند

خون او، ترسم نگیرد از عدوی ملک دین

شاه نورالدین جهانگیر آبروی ملک و دین

در فراقش، ز آتش گل، ساحت گلزار سوخت — نغمه سنجان چمن را، نغمه در منقار سوخت

بس که در بزمش، ز آه نوحه گر، آتش گرفت — زخمهٔ مطرب در آن، گرمی ز تاب تار سوخت

بس که دلها، از فراق منبر قتش، در آتشند — کفر و دین را از تف دل، سبحه و زنار سوخت

آتشی امشب ز آهم جست کز تاثیر آن — خانهٔ همسایه را هم، تا در و دیوار سوخت

از تف حرمان، تاج آسمان پیرای او — اخگری شد لعل، کز تابش دل کهسار سوخت

میکشیدم طرح ماتم نامه، بر کاغذی — آتشی جست از مداد و آهن پرکار سوخت

نکته سنجان زمانی را، در غم ادراک او — ز آتش سحر سخن با دفتر اشعار سوخت [۱]

رفت و بی او زیب و فر زینت دیوان نماند

بر که خواند کس سخن، چون غازی ترخان نماند

تا بنا کامی برون رفت از گلستان نغمه خوان [۲] — شد لگد کوب فغان زاغ، گوش باغبان

گوش گل، راحت کجا یابد، ز فریاد زغن — باغ، کی رونق پذیرد، از هوای مهربان

عندلیبی هست بر هر گلبنی، لیکن ندید — همچو غازی، نغمه سنجی گلشن آخر زمان

روحش آزاد از ظلم و جسمش بطوف کوه و دشت — مرغ بال افگند و در پرواز سوی آشیان

روزگار از خری، یکباره مفلس شد مگر — روزگار دولت او را، زسر گیرد زمان

تا بجیب آتش گرفت، از سوز این ماتم شفق — تا بگردن غوطه زد در نیل این خم آسمان [۳]

---

[۱] مآثر رحیمی: ز آتش بحر سخن با دفتر اشعار سوخت

[۲] " : گلستان جهان . . . . [۳] مآثر رحیمی: خم آسمان

بس کہ بی او تنگ شد آفاق بر مرشد، نماند　　　　در دل او جای صبر و در تن او جای جان

درد زور آورد بر من، یاری درمان کجاست؟

چرخ با من کینہ دارد، غازی ترخان کجاست؟[1]

ہمارا خیال ہے کہ ملا مرشد ۱۰۲۱ھ سے لے کر ۱۰۲۲ھ تک ٹھٹھ میں مرزا کے مقبرے کی مجاوری کرتے رہے، جب میرزا رستم کے آنے کے بعد میر عبدالرزاق معموری میرزا غازی کے تمام لواحقین، خسرو اور دوسرے ارغونی اور ترخانی امرا کو ٹھٹھ سے نکال کر جہانگیر کے پاس اجمیر لے گیا، اس وقت مرشد بھی اسی تارکین وطن کے قافلے میں اجمیر پہنچے اور وہیں انھوں نے مہابت خاں سے وابستگی پیدا کر لی[2]

مہابت خاں بادشاہ کے حکم سے اجمیر ہی سے دکن کی طرف گیا، مرشد بھی اس کے ساتھ چلے گئے۔ شہزادہ خرم نے جب دکن فتح کیا تو مرشد نے قصیدے اور قطعے کہے اور پھر شاہزادے خرم کے دامن دولت سے وابستگی پیدا کر لی۔ اور ان کی مداحی میں بقیہ زندگی مشغول رہے، جیسا کہ میخانہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

— باجمیر آمد و خود را داخل فہرست ملازمان . . . . . .
مہابت خان گردانید۔ دران ایام مؤلف این تالیف
نیز در بندگیان خان مذکور بود . . . . . تا وقتیکہ . . . . . .
محمد جہانگیر، خان مذکور از اجمیر بدکن مرخص فرمود۔ مرشد
در خدمت او بہ این ملک روان شد و این ضعیف

---

[1] ماثر رحیمی میں (۲: ۳۵۴ - ۳۵۷) تھوڑے اشعار ہیں ہم نے خطی دیوان سے (۴۰ الف - ۴۴ ب) لیے ہیں۔

[2] ماثر رحیمی میں ہے کہ جہانگیر کی ملازمت میں داخل ہونا ایک طول مل تھا اس لیے انھوں نے ان کی بجائے مہابت خاں کی ملازمت قبول کر لی۔ (رحیمی ۳، ۳: ۴۸۱ - ۴۸۸)

بر سیر کشمیر رفت ، بعد از دو سال و نیم از..... کشمیر برگشته
بحسب تقدیر بہ سند آمد- دران ایام ..... شاہزادہ....
خرم فتح دکن کردہ از برہان پور بپایہ سریر جہانگیری رسیدو
از ولی نعمت خود خطاب شاہجہانی یافت[1] .... خان
عالی شان مہابت خان نیز بر آن جمع بود - مرشد دراین
وقت از وجدا شدہ بوسیلہ آصف خان ..... داخل بستا
بوسان شاہزادہ عالم و عالمیان شاہجہان گردید[2]

ماثر رحیمی کا قول ہے کہ : مہابت خان اور مرشد کے مابین رنجش پیدا ہوئی اور ملا حیدر بوانائی کے وسیلے سے خان خانان نے ان کو اپنے پاس بلایا[3] لیکن اس اثنا میں مرشد شاہزادہ خرم کے ہاں ملازم ہو چکے تھے ، بہرحال مرشد بقول رحیمی ۱۰۲۳ھ سے لے کر ۱۰۲۶ھ تک مہابت خان کے پاس ، میر بخشی اور رفیق رزم و انیس بزم رہے ' یہ جدائی مانڈو میں واقع ہوئی ، جب شاہزادہ خرم فتح دکن کے بعد وہاں آیا - ۱۰۲۶ھ میں صاحب میخانہ بھی وہاں آئے اور ان کو شاہزادے کی ملازمت میں داخل دیکھا ۱۰۲۶ھ میں شاہجہاں کی ملازمت میں ہونے کا ثبوت ایک تاریخ سے بھی ملتا ہے جو انھوں

---

[1] شاہزادہ خرم ۱۱ شوال ۱۰۲۶ھ کو قلعہ مانڈو میں داخل ہوا اور انھیں ایام میں اس کو شاہجہاں کا خطاب ملا (میخانہ ، لاہور ۸۱ تعلیقات بحوالہ تزک ۱۹۳)

[2] میخانہ ، لاہور ۳۱۳ -

[3] خوشنگو کا قول ہے کہ : مرشد نے مہابت خاں سے الگ ہو کر خان خانان کو عریضہ لکھا - خان خانان نے اپنے ہاتھ سے ان کو بلاوے کا رقعہ لکھا ، لیکن اس اثنا میں وہ خرم کے پاس ملازم ہو کر دو سو ذات اور ستر سوار کے منصب پر مقرر ہو چکے تھے (میخانہ ، لاہور ص۱۱۱)

Marfat.com

نے شاہجہان کی بنائی ہوئی ایک عمارت کے لیے کہی ہے:

این قصر کہ رشک چرخ خرگاہی شد | صد شکر کہ آن چنان کہ میخواہی شد
معمار سبک دست، چو طرحش افگند | تاریخ بنا۔ عمارت شاہی۔ شد[1]

۱۰۲۷ھ

آخری مرتبہ مولف میخانہ سے ان کی ملاقات ۱۰۲۸ھ میں ہوئی۔[2]

مرشد ۱۰۲۰ھ میں ایران سے نکل کر جب ساحل سندھ پر پہنچے ہیں تو اس کے بعد تقدیر نے پھر کبھی ان کو اپنے وطن واپس نہیں جانے دیا۔ یہیں ہند میں رہے اور جس جگہ فوت ہوئے[3] اسی خاک میں مدفون ہوئے، نہ جائے وفات کا علم ہے اور نہ مدفن معلوم۔

ان کی وفات بقول سرو آزاد[4]، نشترعشق اور شمع انجمن ۱۰۳۰ھ میں ہوئی لیکن یہ غلط ہے کیونکہ ۱۰۳۱ھ میں انھوں نے شاہجہاں کے سلسلے میں جو تاریخ کہی ہے وہ دیوان میں موجود ہے، علاوہ ازیں ۱۰۳۰ھ میں جہانگیر نے آگرہ میں جمنا کے کنارے ایک قصر بنوایا، اس کی تاریخ بھی مرشد نے کہی ہے:

شاہ عالی نسب، کہ چنبر چرخ | بر درش، ہست حلقۂ زمین
بر لب آب جمنہ در آگرہ | ساخت قصری برغم چرخ برین
کہ زبوی بہار تصویرش | شد مشام ہوا، عبیر آگین

---

[1] دیوان ۸ ا ۱۶۱

[2] میخانہ کلچیں، ص ۲۰۲

[3] آتشکدہ ص ۲۷۸، اشپرنگر ص ۹۲، نصرآبادی ص ۲۵۳، میخانہ لاہور ص ۲۰۲ تعلیقات۔

[4] سرو آزاد ص ۳۱، مقالات الشعرا ص ۷۵۳، شمع انجمن ص ۴۳۶۔

Marfat.com

سبزهٔ صحن گلشنش، برخاک ریخته آب روی، فروردین
میتوان گفتنش آسمان، هرچند کس ندیداست آسمان، ازطین
چرخ بهرنثار، کنگره اش برطبق کرده، لولو از پروین
عندلیبان باغ، تصویرش مترنم بنالهای حزین
باقدخم، بزیر ایوانش چرخ پیراست، اعتکاف نشین
همه تن چشم، گشته پنجره اش در تماشای، بزم خلد آیین
دست تصویر پرده بان درش از گل جام او بود گلچین
نبود خلد، لیکن از شرمش خلدشد، چون عروس پرده نشین

گشت رشک بهشت وتاریخش
دل رقم زد - بهشت روی زمین[1]

۱۰۳۰ھ

۱۰۳۱ھ کی کہی ہوئی تاریخ یہ ہے:

حضرت شاه جهان، کاقبال او چرخ پیما شد، بکام خرمی
ساخت عشرت خانهٔ کزدیدنش تازه شد در دهر نام خرمی
ساقی تصویر دردی میدهد بادهٔ عشرت، زجام خرمی
عشرت جاوید دراطراف آن میتوان رفت ازخرام خرمی

این مقام دولتش چون شد تمام
گشت تاریخش - مقام خرمی[2]

۱۰۳۱ھ

---

[1] دیوان ۱۳۱ ب
[2] دیوان A ۱۲۹ - B ۱۲۸ -

Marfat.com

مرشد بروجردی نے بقول صاحب میخانہ ۱۰۲۸ھ تک اپنا کلام ایک بیاض میں جمع کرلیا تھا، جو تعداد میں ۶ ہزار اشعار پر مشتمل تھا۔[۱]

دیوان کے نسخے نادر ہیں:

۱۔ مولانا شفیع نے ایک دیوان سے استفادہ کیا ہے جو دیوان بہادر راجہ نرندر ناتھ لاہوری کے کتب خانے میں تھا (تعداد اوراق ۸۶، تقطیع ۷½ × ۴½، سطور ۱۲ - ۱۵) ان کا قول ہے کہ یہ وہی نسخہ تھا جو محمد علی خاں متین، صاحب حیات الشعرا، کی ملک میں تھا۔

۲۔ ایک نسخے کا ذکر اشپرنگر نے کیا ہے جو موتی محل کے کتب خانے کی ملک تھا۔[۲]

۳۔ دیوان کا ایک نسخہ ایران کے مرحوم عبدالحسین بیان کے ذاتی کتب خانے میں تھا، جہاں سے دانشمند عزیز آقای گلچین معانی نے کچھ غزلیں انتخاب کی تھیں۔ یہ دیوان ۱۰۴۱ھ کا مکتوبہ تھا۔[۳]

۴۔ دیوان کا ایک انتخاب میر غلام علی آزاد کی نظر سے بھی گزرا تھا، جس سے انھوں نے چند اشعار منتخب کیے ہیں۔[۴]

۵۔ ایک نسخہ پنجاب یونی ورسٹی کے کتب خانے میں ہے (SPI VI ۷۰-۴۶۸۱) جس کے پہلے آٹھ ورق غائب ہیں، باقی کی تفصیل یہ ہے:

(i) قصائد: ورق ۹ تا ۴۳

(ii) ترکیب بند: ورق ۴۳ب تا ۴۹

(iii) مثنوی: ورق ۴۹ب تا ۵۹

۱۔ میخانہ گلچیں، ص ۵۹۔ ۲۔ اشپرنگر ص ۵۰۸

۳۔ مکتوب آقای گلچیں بہ راقم الحروف مورخہ ۷-۸-۱۳۴۷۔ ۴۔ سرو آزاد ص ۳۴۔

(۱۷) غزلیات : ورق ۶۰ ب تا ۱۱۷

(۷) قطعات تاریخ : ورق ۱۱۸ ب تا ۱۳۱

(۷۱) رباعیات : ورق ۱۳۲ ب تا ۱۶۴

(۷۱۱) ہجویات : ورق ۱۶۵ تا ۱۶۹

(۷۱۱۱) رباعیات ناتمام : ورق ۱۷۰ تا ۱۷۳

ہمارے سامنے یہی دیوان رہا ہے اور اشعار کا تمام مواد اسی سے لیا گیا ہے۔

دیوان کے مطالعے سے مرشد کے ذاتی رجحانات، پسند اور ناپسند اور دیگر نفسیاتی اتار چڑھاؤ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، نیز کن کن اشخاص، امرا اور مغل شہزادوں اور سلاطین کی مدح ہے، اس کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ ہم ان کے دیوان سے بعض چیزیں یہاں درج کر رہے ہیں، جن سے مرشد کی، یہاں کی زندگی کا قارئین کو اندازہ ہو سکے گا۔ مثلاً ہندوستان کے سلسلے میں مرشد نے اپنے اشعار میں اس طرح ملے جلے جذبات کا اظہار کیا ہے:

مرشد بشام ہند، نسنجد شمیم عشق —— شاخ گل تو بوی عجم، میدہد ہنوز ۹۲ ب

بتان ہند بے رحمند مرشد —— سیہ شد روز عیشم، زین بتاہان ۱۱۲ ب

مرشد کہ ز شیراز نمیکرد سفر
در ہندستان فتادہ زان سان کہ دگر

دستش نرسد بدامنہ گر شیراز
بیرون آرد، ز جیب ہندستان سر ۱۴۶ ب

مرشد کہ چو او نیست بعالم رندی —— بہتر تو گزید از دو عالم سندی

گر دست رسی، با آفرینش میداشت —— ہر دم بی مذلت آفریدی ہندی ۱۵۳ الف

تمغا ہی لا رتا مسلمان نشود —— کس را از ہند میل ایران نشود

در بند کشیدہ باد را گر بر شش —— نقش قدم روندہ پنہان نشود ۱۶۲ الف

پری از گلشن ہند ار بیاریم بپروازی —— عجب نبود کہ محنت آشیانی در عجم دارم ۱۰۷ الف

Marfat.com

در ہند خوار شعرم و این طرفہ کار بیت ہر بیت در بزرگی خویش و تبار من ۸ ۱۰۸

جیسا کہ فیضی نے حسن گجرات اور احمد آباد کی تعریف کی ہے، مرشد کے دل کو یہاں راجپوت قوم نے اپنا والہ و شیدا کیا اور اس سلسلے میں دو غزلیں کہہ ڈالیں:

(۱)

خاک شو، در آرزوی راجپوت تا چو گل، روی زکوی راجپوت
در کمان افتادہ ام، از ضعف خویش کاین منم، یا تار موی راجپوت
تشنہ لب ماندم، کہ سنگ حادثات دور بادا، از سبوی راجپوت
کو بکو منزل بمنزل تا بدل میتوان رفتن بسوی راجپوت
دایہ، گوئی ز آب روی، آفتاب دادہ چون گل، شست و شوی راجپوت
حاجیا راکعبہ ارزانی! کہ من قبلہ دارم، زروی راجپوت

خون مرشد بین کہ، چون آب روان
موج زن آمد، بجوی راجپوت[۱]

(۲)

خوبی تعظیم دین راجپوت گشتہ صندل، بر جبین راجپوت
سرو قد، خورشید منظر بر دمد ہر چہ کاری در زمین راجپوت
تا چہ در بر میکشد، یارب! کہ باز باز شد آغوش، زین راجپوت
شد ید بیضای دیگر، آشکار از شکنج آستین راجپوت
بس کہ، بر قتل اسیران، مہر زد سودہ شد، نقش نگین راجپوت
کافرم گردیدہ ام در ملک ہند نور دین، جز در جبین راجپوت

---

[۱] دیوان ب ۶۵

Marfat.com

برد مرشد را برون از انجمن

دلبر خلوت نشین راجپوت[1]

ویسے گجرات کو بھی انھوں نے نظر انداز نہیں کیا، ایک غزل میں گجرات کو بھی یاد کیا ہے:

شب کہ، بریاد رخش از خرمی، گل میشگفت
نغمہ، چوں گل، برسر منقار بلبل میشگفت

بس کہ مینالیدہ از ذوق تماشائے چمن
برتن مجروح بلبل، پوست چوں گل میشگفت

حلقہای طرہ ات، شب روزن خورشید بود
یاز اعجاز جمالت، شاخ سنبل میشگفت

خندہ میزد دوش، عضوی، کہ بی زخم تو بود
ہر گل زخمی کہ، از تیغ تغافل میشگفت

خاطر مرشد کہ در گجرات، گل را غنچہ کرد
دوش گل گل، از نسیم راہ کابل میشگفت[2]

مرشد نے بہت کچھ ہجویات کہی ہیں، بعض اتنی عریاں ہیں کہ ان کو یہاں لکھنا دشوار بلکہ ناممکن ہے، لیکن بہر حال جب کسی کی ہجو کہی ہے تو کھل کر کہی ہے اور گالی تک نوبت پہنچادی ہے۔ ہمدان کے ایک قاضی احد سے پرخاش تھی، اس نے غالباً ابوالقاسم نامی کسی شخص کے خاندان سے خیانت کی اور یتیموں کا مال ہضم کر لیا تھا، مرشد نے طویل ہجو کہی، اس کو گالیاں دیں، اس کے لڑکے کی خصلتیں لکھیں اور پھر اس کے لیے لکھا ہے کہ:

شب کہ در کنج خانہ اش بودیم — برکس خواہرش زدیم چنان

---

[1] دیوان الف ۵ ک
[2] دیوان ۵ الف - ب

کز خون بکارتی، کہ نداشت | سرخ روشد چو، لالۂ نعمان
... ... | ... ...
شوہر خواہرش بوقت زفاف | زو کف قہوہ خواست، شد گریان
سبب گریہ را، چو پرسیدند | ہمز بانانش، آشکار و نہان
گفت: ازین غصہ چون نگریم خون؟ | کہ بوقت چنین، حریف چنان
قہوہ میخواہد و، نمیداند! | کہ، ازان روسیاہ نافرمان
قوت باہ را، چہ نقصانہاست | خواہرم را چہ غصہاست بجان [1]

غالباً شیراز میں ملا احمد نامی کوئی شخص تھا، مرشد نے اس کو بھی بہت بری طرح جیاں سنائی ہیں [2]

ایک تاریخ کہی ہے:

یار ممسک چو گشت امشب داماد | گفتا: رعروس بی بکارت فریاد
گفتم کہ بکششں در دیدہ و تاریخش ہست | گفتا: ممسک بکارتش داد بباد

۱۰۱۱ھ

یہ سندھ میں ہوتے ہوئے کہا ہے:

من و آن شوخ، کز طراوت او | سند شد، رشک روضۂ کشمیر
کہ سراپای او، بیا شامد | شوق تا بار من نگردد سیر
سر نہ پیچم ز راہ وصلش اگر | موی بر فرق میشود شمشیر
عضو عضوم، بیاد آن تل سیم | آن چنان گرم جلوہ شد از دیر
کہ ہمہ شب بیاد شقبۂ او | بحث دارد زبان من باکیر

[1] دیوان ۱۶۶ اے۔بی [2] دیوان ۱۶۸ ۔بی

Marfat.com

ایک بزرگ کے سلسلے میں فرماتے ہیں:[1]

ای خواجہ خر! دوش زکاشانۂ تو — رفتیم، چو مہر از دل بیگانۂ تو

نی نی غلطم، زکنج ویرانۂ تو — جستیم چنانکہ، عصمت از خانۂ تو[2]

مرشد کے پاس ایک مریل گھوڑا تھا، یہ تو معلوم نہیں ہوسکا کہ ہمدان میں زیر ران تھا، یا شیراز میں اس پر سواری کرتے تھے، یا پھر ہند میں ان کے پلّے پڑا، بہر حال اتنا یقین ہے کہ سندھ میں ان کے اصطبل میں ان برے حالوں کا گھوڑا نہیں ہوگا، اس کا حال یہ تھا:

اسپکی، نیم مردہ دارم — در جہان، از ہمہ متاع جہان

جسمش آنسوی مرگ صد فرسنگ — ماندہ، در زیر بار منت جان

سخن از وصف ضعف و کاہلیش — پای رفتار سست کردہ چنان

کہ اگر مرغ گردد و، بپرد — نرسد سالہا ز دل، بزبان

نکند تا بروز محشر، طی — عرض مویش، اگر شود میدان

گفتم از بہر، زین و پالانش — مصلحت بینی آورم بمیان

ناگہم ہاتفی ندا در داد — کا فرینندۂ زمین و زمان

دردم آفرینشش، میگفت: — حیف از زین! دریغ از پالان![3]

مرشد نے مندرجہ ذیل قطعے میں اپنے حجرے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اپنی معیشت اور طرز بود و باش کی تصویر دی ہے:

حجرۂ دارم از ملک جہان — لیکن آن ہم، چو دل خود ویران

تیرہ تر، از دل ارباب گناہ — گرم تر، از نفس دوزخیان

---

[1] دیوان ۱۶۹ الف — [2] دیوان ۱۷۱ - الف

[3] دیوان ب ۱۶۹

ز آتش جوع من و یا رانم — درو دیوارش گرمست جنان (؟)

کز دل شعله مکمد آب درو — بهر اطفای حرارت نیران

شده ز آنگونه تهی، از همه چیز — کز درون آمدن خویش دران

نبرد غیر خجالت، سائل — نخورد غیر تاسف، مهمان

هر زمان، از پی نظارهٔ قحط — بر درو بام وی آید، کنعان

کس ندیدست درو، روی طعام — چون خریدار هنر، در ایران

بس کز آوازهٔ قحطش، در شهر — سفرها، گشته نقاب رخ نان

آدم از شوق زبانرا بخورد — نام نانش اگر آید بزبان

من درین حجره باین حال وهنوز — حاسد از رشکم با آه و فغان

که بجز مرشد امروز، کسی — نیست، منظور سلاطین زمان

قدرتش هست بحدی، که اگر — ساعتی صد بار بیارآید خوان

آب از کوثر آرد، پی آش — گندم از سنبله آرد پی نان

من برهنه، سرو پالنگ هنوز — چشم حاسد ز قضایم نگران

کز پی پوششش مرشد، گردد — رشتهٔ شمع قمر تار کتان

ای که! گوشت همه بر حرف منست — طبع سنجی ست غرض، زین سخنان

ورنه در خاطر رندان، هرگز — نگذرد بود و نبود دو جهان

در قناعت که مبارک بادم — چون منی، باز نیارد دوران

گر درین حسرت صدره زاید — باز گردد به ازل دور زمان

گرچه درد هنر ندارم، جای — که توان بود، دمی شاد دران

وسعت از گنج دلم، وام کند — کشور قیصر و ملک خاقان

بازم از قلزم اندیشه، دُری — سر برآورده، چو موج عمان

Marfat.com

درتن لاغرم، از بار روان — تکیہ بر خم زدہ صد کوہ گران
خفتنی گور، ز سستی بدن — خوشترم آید، ازیں سیر جنان
ضعفم افگندہ بحالی پی دوست — کہ شب دوری و درد ہجران
آہ اگر تکیہ بر آتش نکند — برنخیزد زدرونم آسان
میدرم جامہ بذوقی کہ مپرس — در غم یاری کاندر غم آن
چاک جیبم کہ بسوزن مرساد — دمبدم بوسہ زند بر دامان
آگہ از حال دل خویش نیم — بس کہ از خود ہمہ دارم پنہان

غنچۂ دل بہ نہانی بستم
کہ بجز خار نچیدم بر از ان[1]

مرشد نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے، میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے کہ:

— زبان خوبی دارد و سخن بقدرت میگوید۔ قصائد و
مثنویات او، بہ از غزل است[2]

حقیقت یہ ہے کہ مرشد نے جس صنف کو لیا ہے۔ اس میں معنا بین کو اگر آسمان تک نہیں پہنچایا تو کسی طرح زیر کبھی ہونے نہیں دیا۔ رباعی، غزل، مثنوی، ہجو، تاریخ پر یکساں طور سے، ان کی فکر اور قلم حاوی ہے۔

میرزا غازی کے قصائد میں یا رباعیات یا غزلیات کے انتخاب میں اس کا اندازہ کیا جا سکے گا۔

اس سے پہلے کہ ہم میرزا غازی سے متعلق ان کے اشعار کا انتخاب پیش کریں، ایک تاریخی قطعہ درج کرتے ہیں، جو ۱۰۱۱ھ میں یقیناً سندھ کے اندر عبدالغفور نام کے کسی

---

[1] دیوان الف ۲۴ب ـ الف ۲۵ [2] سرو آزاد ۴۱

Marfat.com

معزز شخص کے لیے انھوں نے کہا ہے، جو ان کی نظر میں علمی اور روحانی تربیت میں شیخ شبلی سے کم نہ تھا:

شیخ شبلی منزلت، عبد الغفور	کز وفاتش خضر مشتاق قباست
رفت ازین محنت کدہ، وز رفتنش	عشرت آباد دلم، ماتم سراست
گر بجای اشک، بر خاکش کنون	جان فشان کردند یارانش، رواست
تا نمیری، در فراقِ یار خویش	کس چہ داند، قدر یاری تا کجاست
گر بصورت مُرد، در معنی نمرد	خود فنای جسم او، عین بقاست
مرگ درویشان حیات دیگر است	ابتدای عمر ایشان، ز انتہاست
بس کہ ہر دم بہر حاجت، گلرخان	بر مزارش روی مالند و رواست
سبزۂ خطِ بتان، بر خاک او	نقش بست و، غیر پندارد، گیاست
دی کہ، بہر جستن تاریخ او	نکتہ سنجان راز فکرت، جان بکاست

مرشد از غم چون جرس، نالید و گفت:

شیخ حق۔ تاریخ فوت شیخ ماست[1]

۱۰۱۸ھ

پیش نظر دیوان نامکمل ہے چنانچہ اس میں وہ قصیدہ نہیں ہے جو مرشد نے سندھ میں پہنچنے پر میرزا غازی کے حضور میں پیش کیا، جس کے چند اشعار میخانہ میں موجود ہیں۔ علاوہ ازین ابتدائی اور آخر کے اوراق بھی غائب ہیں۔ میرزا غازی کے سلسلے میں جو کچھ اس دیوان میں ملا ان میں سے کچھ پہلے کے اوراق میں درج کیا جا چکا ہے۔ بقیہ ان سطور کے بعد دے رہے ہیں، غزلیات اور رباعیات سے بھی انتخاب پیش کیا جا رہا

[1] دیوان الف ۱۲۷۔

Marfat.com

ہے تاکہ قارئین کو مرشد کی روش شعری اور انداز بیان کا اندازہ ہو سکے۔ دیوان مرشد نہ فقط غیر مطبوعہ ہے بلکہ نادر بھی ہے، اس لیے بھی ہم نے انتخاب دینا ضروری سمجھا۔

قصائد بسلسلہ میرزا غازی

(۱)

نماز شام، کہ کردم بصد ہزار ملال — وداع، خسرو لبسیار دان اندک سال
سوارہ گشتم بر کرہ کہ نقش پیش — نہادہ مہر ادب برلب دبور وشمال
فلک زگوشہ نعلش، ربود محرابی — منجمش بغلط نام کردہ است ہلال
بگاہ پویہ، چنان جمع میکند خود را — کہ لحظہ لحظہ دمش سر برون کشد از بال
بہ نیم چشم زدن، میرود زشرق بغرب — مگر زصیت من آموخت، رسم استعجال
اگر عزیمت جستن کنی برو، بجہد — چنانکہ، از دل مرد سخی، محبت مال
وگر خیال رسیدن کنی برو، نرسد — چنانکہ، از پی کاف کمال، زای زوال
نہ کوکب است بروی فلک، کہ در شبگیر — رخ سپہر منقش کند بمیخ نعال
کند بہ نیم قدم طی، عرصۂ امکان — گرش از حلقہ سپہر شکال (کذا)
رہی بہ پیش گرفتم، کہ کوتہی آورد — بمدت شب ہجر وامید روز وصال
رہی دراز تراز دست، ظلم بر مظلوم — رہی مخوف تراز دوستی شیر وغزال
رہی چنان بصعوبت، کہ نوبت حرمان — رہی چنان بدرازی، کہ مدت آمال
رہی بقتل مسافر، چو مانزدیک (کذا) — ولیک دور تراز، طبع بوالہوس زملال
رہی کہ در پی ہر زہروی فتادہ، درد — بجای نقش قدم، چشم رہزنی قتال
رہی بقتل مسافر چنان، اگر زنامرگ — دوگام نیست، چو ہجر نہ فرشتہ خصال
چراغ دودۂ ترخان، محمد غازی — کہ دین احمد مرسل باو، گرفت کمال

Marfat.com

یگانهٔ، که زبیم خدنگش، ازمیدان | کند، بصلب پدر انتقال، رستم زال
مجاهدی، که خدنگش درآهن و فولاد | چنان رود، که سرنیش در رگِ قیفال
سخنوری، که زتاثیر نکتهای ترش | روان شود زشرر، چشمهای آب زلال
بمرگ شاهد معنی، سیاه پوش بود | هرآن سخن، که نه او برسرش نویسد قال
زهی زوصل تو ملتان عالم از دهری | زهی زهجر تو، تتهٔ چو کیسی از دجال
درست میزان سنجی بعرصنگاه سخن | هزار طعنه زند بر ترازوی اعمال
اگر زشعر تو، خوانند درچمن، غزلی | بجای گل، شگفد گوش مستمع زنهال
زشوق گردن وگوش عروس احسانت | چو لاله، جوش زند لعل، در مشام خیال
حرارت غضبت عضو عضو دشمن را | زپوست ریخت برون، همچو آب از غربال
سرای دشمنت، از بخت ظلمت آباد است | چو طورِ، اگر ز تجلی بسر کشد، سربال
گذشت پایهٔ قدرت زعرش، پنداری | زجنس فکر منش ساخت ایزد متعال
زبهر سجدهٔ کویت، تمام جبهه شوند | چو آفتاب، در ارحام مادران اطفال
قسم بجان تو، کان میکشم زهجرانت | که شمع وقت سحر، آفتاب گاه زوال
زراع قامت ایام عرض دامن چرخ | که ایمنند زاندیشهٔ فنا و زوال
هزار بار دمی، در کفم بفرسایند | که اشتیاق به کز باشد آرزو بجوال
انیس بزم تو بودم، امارتی دادی | زصدر قرب فرستادیم، بصفِ نعال
سرم بافسر خانی بلند کردی، لیک | هنوز پستی فقرم، بپا نهد خلخال
گرفتم آنکه بمنصب دلی بدست دهم | چنانکه، مردم نادان، بحیلهٔ محتال
مراد مرد زمنصب همین، لوازم اوست | چو این نباشد، درباز خوشتر از اقبال
زحرف میوه، نیابد لب ودهن، لذت | زنام باده، نگردد پیاله مالامال
من وامارت ومنصب چنان بود که، دهند | به تیغ خدمت چوب و، بشیر جای غزال

بآفتاب، کسی نور داده، از مشعل   بگو بهار، کسی نعل داده از گوبال
مرا مصاحبتِ شاه شاعری به ازان   که دور باشم و باشم بجاه استقلال
چکار آید آن منصبی، که نسبت من   کند درست بسودائیان جاه وجلال
من و ملامت و رندی، که در دلم هرگز   نمید هد ره فکری بجز غم خط و خال
اگر مرا، تو ندانی؟ خدای میداند!   که ذل فقر برم، به ز عزت جیپال
مرا دلیست بوسعت، که ملک حق، باوی   چو ملک تست بر ملک ایزد متعال
حدیثِ ماضی و مستقبلم، چه میپرسی؟   که در حوالی من حال را، نماند مجال
میان رفته و آینده، خلوتی دارم   که نیست در وی، جز ذوالجلال جل جلال
بیاد بزم تو، در باغِ خاطر مرشد   کشاده ام قدم سیر، همچو آب زلال
برای گوشهٔ دستار دولت تو، گلی   ازان ریاض، فرستاده ام بدست خیال
که هر که یاد عزیزان نمیکند، در سیر   برا و بفتوی گل گشت باغ هست حلال
همیشه تا شب و روز زمانهٔ گذران   زماه نیست برون آنچنانکه ماه از سال

تمام شام تو، چون شام آخر رمضان
تمام روز تو، چون روز اول شوال[1]

(۲)

خواهم بعادیت، ز نسیم بهار پای   تا در نگار گیرم ازان رهگزار پای
از آتش فراق تو، جوشید گریه ام   چندانکه، شست عنصر خاک، از غبار پای
از بس که، عکس روی تو، بر بام در دفتاد   روشن شود ز خاک رهت، دیده وار پای
از سیر روز و شب نرهم بردست مگر   گامی دو بیشتر نهم از روزگار پای

---

[1] دیوان ب ۱۹ - الف ۲۲

Marfat.com

غافل مشو که، قافله، نالهای زار   بیرون نهاد، از دل شب زنده دار پای
بیم است چرخ را، ز شکست کلاه من   روزی دو گر توان ز سرم برندار پای
گر بگذرد بگلشن کویت، نسیم صبح   در گل فرو برد ز غیرت، سبزه وار پای
ناید خبر ز کوی تو، گویا نسیم را   از عکس عارض تو بود در نگار پای
خون میدمد ز نقش پی من، زبس مرا   در سنگلاخ عشق تو، شد لاله کار پای
از نقش پی بر آب شود گلفشان داغ   با آهم ار نسیم نهد، در بحار پای
در بزم وصل، غیر هم آسوده از فراق   یکجا نهاده نشأ من با خمار پای
راهیست جلوه گاه مرا، دم که سنگ را   گردد ز برگ لاله دران ره فگار پای
پای نمی نهم، بسر آرزوی دل   رسم کجاست اینکه، نیاید بکار پای
ای شوق! در طریق وفا، سست میروی   نی مرد این رهی! انو بمن واگذار پای
خود را مده بباد، هواهای دل چو دود   گر عاشقی، چو شعله بر آتش فشار پای
از دامگاه طینت خود، پیشتر خرام   گامی دو بر هوا نه و، از دل بر آر پای
پیش از اجل، رسیده بسر عمر عاشقان   یا آنکه، کرده اند بعشق استوار پای
گامی دو بیش، چون بخرامد بخویشتن   عمری که، دارد از تنگ لیل و نهار پای
کشتی فگنده ایم به بحری، که موج ریز   در وی، بسالها ننهد بر کنار پای
تا پا نهاده ام، بره آستان شاه   بر چشم خویش، مینهم از افتخار پای
یعنی علی موسی جعفر که در رهش   هردم ز سر کند، فلک بی مدار پای
کعبه، ز اشتیاق طواف حریم او   زار کان خویش، کرده هویدا چهار پای
گر ز احتساب عدلش آگه شود، نسیم   گستاخ کی نهد، برخ لاله زار پای
از بهر آنکه، پای براهش ز سر کنند   اطفال در رحم نکنند اختیار پای
صافی نمیشود دل خصمش، ز زنگ کفر   ظلمت، کجا برون نهد از زنگبار پای

Marfat.com

البرز، سر ز جیب صبا آورد، برون | جای کہ حلم او، شکند در کنار پای
شاہا! بحال غازی ترخان ترحمی[1] | کز سر براہ مہر تو، کرد آشکار پای
فرمان روای سند، کہ ہر لحظہ میکند | چشمش براہت از مژۂ اشکبار پای
گر بگذرد بکوہ وقار تو، گرد باد | در خاک استوار کند، چون منار پای
در خشک سال چشم تو از تاب تشنگی | طوفان کشید از لب دریا کنار پای
زد از حباب آبلہ، از بس کہ آب را | در جستجوی خاک درت شد فگار پای
آشفتگی، بدور تو گم شد چنان، کہ چین | بیرون نہاد از شکن زلف یار پای
در عرصۂ کہ حفظ تو، از کف دہد عنان | سنگ از مصاف شیشہ، نہد بر کنار پای
از دستبرد تیغ تو، ہرگز نمی نہد | در کشور تو، حادثۂ روزگار پای
تقدیر اگر موافق حکم تو نیستی | گستاخ کی نہادی در قندھار پای
ای سروری! کہ در صف رزم تو خصم را | گردید عضو عضو ز بہر فرار پای
مرشد لقب سگی زمکان علی و آل | افتادہ بر درت، ز رش وادار پای
افتادنش ز عجز، مدان کاژدہای چرخ | در راہ او، ز سینہ کند ہمچو مار پای
از ننگ غم عنانی او، بگسلد مہار | گر بختی فلک، نہدش در قطار پای
مسکین قدم ز کوی تو بیرون نمینہد | با آنکہ دارد از سر ہر مو ہزار پای
تا ہر سحر، چو برگ گل، از جنبش نسیم | مستان نہند بر زبر مرغزار پای

گل ریز دمی گسار، کہ از رشک مجلست
عمر حسود کرد زباد بہار پای[2]

---

[1] یہ جہانگیر سے خطاب معلوم ہوتا ہے۔ جب درباری سازش کی بنا پر جہانگیر نے مرزا کو قندھار سے فوراً واپس ہونے کا حکم بھیجا ہے، یہ اس وقت کہا گیا ہے۔ [2] دیوان ب ۷۰ - الف ۲۹۔

Marfat.com

(۳)

عکس یار افگند پرتو، بر شراب
ساغرم، لب ریز گشت، از آفتاب

ساغری، در کف ساقی بسوخت
بس که، عکسش ریخت آتش، در شراب

آتش خورشیدم، از شرم رخش
آب شد، کردند نامش ماهتاب

مرغ دیبا، بلبل بستان شود
گر براندازد گلش، از رخ نقاب

چون سوال، از چشم مست او، رود
بر لبم، مستانه میآید، جواب

در غمش، جای که آهم سر کشد
شعله را، بنود مجال التهاب

گر بدشت محشر آیم، بگذرد
بر حساب کار من، روز حساب

بسکه، آهم سوخت گردون را بنار
بسکه، اشکم داد عالم را، بآب

چار دیوار عناصر ماند، و بس
ترسم! این ویرانه هم، گردد خراب

در لگد کوب ستم بردم بسر
روزگاری، خوشتر از عهد شباب

امن و آسایش، زنان را در خوراست
لائق مردان چه باشد؟ انقلاب

سر مبادم، گر نه رشک افسراست
بر سر من، سایۂ مالک رقاب

شاه دریا دل، که تیغش در نبرد
بسترد، از لاله رنگ، از ژاله آب

آنکه حزمش، تند خیزاست از ثبات
و آنکه عزمش، کند سیراست از شتاب

آفتابش، نقطۂ پرکار چتر
آسمانش، حلقۂ چشم رکاب

باغبان، در نو بهار دولتش
از گل خورشید، میگردد گلاب

در هوای قدرتش، گر پر زند
کوه را، از پا در آویزد ذباب

بحر از بهر گدائی، بردرش
کاسه در دست دارد، از حباب

گر برآرد، دست جود آستین
جیب کان گردد تهی، از لعل ناب

چون نویسم، وصف رای او کنم
دوده از دود چراغ آفتاب

Marfat.com

بس که، دلها صاف شد، در عهد او — سنگ بر آتش نمیگردد حجاب

گر ببارد ابر لطفش، بر دمد — گنج خرسندی، ز دلهای خراب

ور بجوشد، بحر قهرش بشکند — کشتی افلاک، از موج سراب

گر کنم، وصف کمند پرخمش — در گلوی من، نفس گردد طناب

ور نویسم نام، تیرا و جهد — از نی کلکم بجای مد، شهاب

بر خلاف طبع، اگر فرمان دهد — مایهٔ آرام گردد، اضطراب

شب همه شب، بهر پاس دولتش — کحل بیداری کند، در دیده خواب

مطلعی در بزم وصف خاص او — بر زبان آمد، چه مطلع صد کتاب

مطلعی، هر حرفی از وی، چند فصل — مطلعی، هر لفظی از وی، چند باب

در هوای بزمش، از تاب شراب — مرغ هم، در بیضه میگردد کباب

ناخن مطرب ببزمش، دمبدم — میشود از نغمهٔ رنگین خضاب

هر نفس، از اشتیاق مجلسش — زهره، تار آه بندد، بر رباب

از بخور مجلس او، بوی جان — در مشام خویش، دزدد مشکناب

بزمش از مردم بود، گنج گهر — لیک هر گوهر، ز کانی انتخاب

کامگارا! در هوای مجلست — کارزولیش سوخت، جان شیخ و شاب

مدتی میگشتم از دنبال دل — لیک چون زلف بتان در پیچ و تاب

پیشتر از خود بمنزل آمدم — بس که در راه طلب کردم شتاب

دیدم این فردوس، ذوقم بیش شد — تشنه‌تر گردید مستسقی ز آب

گرچه بعد از مدح، رسم شاعر است — عرض کردن مطلب خود، بی حجاب

من ندارم غیر ازین مطلب، که هست — از دعای تو زبانم، کامیاب

Marfat.com

باد نامت زیب اوراق دعا
تا بود نام از دعای مستجاب[1]

(۴)

بازم دل خسته، در فغان است | بازم غم دل، جهان جهان است
صد جای شکسته، در درد غم | تیری که، هنوز در کمان است
ماییم و همین دلی که، آن هم | پیوسته، برای دیگران است
هر لحظه فرو برد، زمینم | از بس که دلم، ز غم گران است
یاد لب یار و لب همه شب | بر ریش دلم نمک فشان است
آزرده مشو، ز دود آهم | کاتشکدهٔ ترا دخان است
از زخم غم تو، جوی خونی | در هر بن موی من روان است

از بس که، ز خون دل زدم جوش
از دیگ فلک فتاد سرپوش

خود را ز غبار غم، نشوییم | گر بحر بجوشد، از سبوییم
یک ذره ز دل، نشان نیابم | عمری، بچراغش او بجوییم
از حسرت ناوکت، پس از مرگ | پیکان شوم ز دل بروییم
از کوی فراق، چون گذارم | چون بسته ره، از هزار سوییم
رحمی که! صد آرزو، گره شد | با هر نم گریه، در گلوییم
زنهار مکن ز گریه منعم | کز چشم تراست آبروییم

---

[1] دیوان الف ۳۲ - ب ۳۳

[2] ہمارے خیال میں مرشد نے یہ مرثیہ بھی غازی کی موت پہ ان کی یاد میں کہا ہے۔

Marfat.com

اشکم چو ز دیده خواب شوید
رنگ از رخ آفتاب شوید

زندانی زلف یار خویشیم — ماتم زدهٔ دیار خویشیم
ایوب نه ایم، لیک ما هم — محنت کش، روزگار خویشیم
پیوسته در آتشیم از خویش — ما داغ دل فگار خویشیم
عزت طلبی، نه شیوهٔ ماست — ما دشمن اعتبار، خویشیم
صد پردهٔ راز، پاره کردیم — یک لحظه که، رازدار خویشیم
در دشمنی خودیم تا شب — آن روز که دوستدار خویشیم
هرگز بمراد خود نبودیم — عمریست که شرمسار خویشیم

تا چند، بکام غیر باشیم
در کعبه مقیم دیر باشیم

غم از دو جهان، بکار گیرد — تا در دل من، قرار گیرد
ابری که، بدشت عشق بارد — آب از دم ذوالفقار گیرد
از حلقهٔ کعبه، ننگ دارد — دستی که، رکاب یار گیرد
روزی که، جهان ز عکس رویت — خاصیت نوبهار گیرد
گر پای صبا گشاده باشد — از سیر چمن نگار گیرد
بی نور رخت ز عکس خورشید — آئینهٔ (مہر) غبار گیرد
از خوی تو، لاله همچو آتش — در دامن کوهسار گیرد

از روی تو، ماه گلفروشیست
وز موی تو، شب سیاه پوشیست

از چاشنی لبت چنانم — کز سر تا پا تما (م) جانم

Marfat.com

گرم ز تو آن چنان، کہ گوی | شد ہیمۂ دوزخ، استخوانم
مشکل کہ تو، در کنارم آئی | تا یک سرموی در میانم
پیوستہ در انقلابم از خویش | گوئی کہ، نہ آدم جہانم
رفتم کہ، ز تیغ او بنالم | صد چاک فتاد، در زبانم
از یاد رخ تو، شب ہمہ شب | در راہ نظارہ، گلفشانم

رویت کہ ہمیشہ گل فروشد
در مردم دیدہ شہد پوشد

ہر گہ کہ تو در کمان نہی تیر | چون سبزہ، دمد ز خاک نخچیر
از حسرت شکرِ تو ہردم | صد غوطہ بخون دل خورد شیر
تا راز دل بلا نصیبم | ظاہر نشود ز آہ شبگیر
خون جگرم، چو موج آتش | بر پای نفس، نہادہ زنجیر
تا در دل آشنا نگردد | در عشق تو، با ہوای تاثیر
ہر دم مژۂ تو بر دردل | مسمار زند ز چوبۂ تیر
در کار دلم، ہزار پیچ است | از پیچش آن خط شکن گیر
از دست تو، غیر جان نبردم | آن ہم، ز غم تو نیست تقصیر

تنہا نہ دل فگارم، از تست
جان و دل و ہر چہ دارم، از تست

چشم تو، بہر کہ یک نظر، کرد | صد رہ زمنش، خراب تر کرد
از بیم تو، آب شد نگاہم | ہر گہ کہ، ز دیدہ سر بدر کرد
دوزخ نکند بروزگاران | کاری کہ، دلم بیک شرر کرد
بیرون نکند دلم، بصد سال | خونی کہ، غم تو در جگر کرد

Marfat.com

چون باد صبا، زپای بنشست — آن را کہ، غم تو در بدر کرد
بر ہر کہ وزد، زغم بمیرد — بادی کہ، بخاک من گزر کرد
ہر ذرہ زخاک من پس از مرگ — دستی شد و خاک غم بسر کرد
مرشد نہ ہمین زکوی او رفت — بیچارہ زخویش ہم سفر کرد

آوارہ و خستہ و حزین باد
تا ہست ہمیشہ این چنین باد[1]

(۵)[2]

کفر زلفش، تا شد ایمان دگر — ہر دلی شد، کافرستان دگر
غیر آن بت را، پرستش کفر بود — فرض اگر میبود، یزدان دگر
در تماشای جمالش، کردہ باز — ہر نگاہی، چشم حیران دگر
در رہش افگندہ، از نقش قدم — ہر پی، موری سلیمان دگر
چون روم زان کو، شوم در راہ خویش — از سر ہر مو، مغیلان دگر
دوش کز اندیشۂ لعل لبش — اشک خونی داشت طوفان دگر
بس کہ طوف دیر کردم، خاک من — ذرہ ذرہ، گشت رہبان دگر

طاق دل، روزی کہ میا فراختند
کافرستانی زخاکم ساختند

گرم حرفم آنچنان کز تاب من — ہر زبان چون شعلہ می پیچد سخن
عکس گلبن در نسیم، آتش زند — گر درین گرمی، کنم یاد سخن

---

[1] دیوان ب ۳۷ - الف ۴۰.

[2] انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی میرزا غازی کے لیے کہا گیا ہے۔

Marfat.com

گر به بحر، افتد ز اشکم، قطرهٔ
لعل گردد در صدف، درّ عدن

کشتهٔ تیغ جفایم، چون حسین
خستهٔ زهر بلایم، چون حسن

در غمت جز پوست، آن هم چاک چاک
برتنم هرگز مبادا پیرهن

اشتیاق طرهٔ مشکین تو
نافه زندان کرده، بر مشک ختن

هرگز از جامت لب ما تر نشد
همچو کام تشنه، از چاه ذقن

روح مرشد بی تو، از ملک وجود
تا عدم صد جا نشست، از ضعف تن

گر مصور، نقش من سازد رقم
گم شوم از ضعف در موی قلم

بت پرستم، اهل ایمان نیستم
کافرم کافر! مسلمان نیستم

عاشقم، از قید مذهب فارغم
پای بند کفر و ایمان نیستم

سایهٔ دردا، ز سر من کم مباد
مرد استغنای دربان نیستم

مدعی! سویم بچشم کم، مبین
مورم آخر گر سلیمان نیستم

نیستم یوسف، ولی یک لحظه نیست
کز وفا، محبوس زندان نیستم

بی تو، صد ره مرده ام پیش اجل
زیر بار منت جان نیستم

سر مبادم گر چو نقش پای خویش
در رهت با خاک یکسان نیستم

در طریقت مرشد راه خودم
پیرو گبر و مسلمان نیستم

بر فراز نیستی گاه منست
کفر و دین محروم درگاه منست

گر ترا از کشتن من عار نیست
میدهم جان با غشی در کار نیست

طور دیگر میتوان کشتن مرا
حاجت همراهی اغیار نیست

بس کر، یاد چشم مستت کرده ام
یکسر مو، برتنم هشیار نیست

Marfat.com

دردلم از تنگی جا، نالہ نیست کز پا تا بسر افگار نیست
میکشم آہی بعذر ہر گناہ پیش من، آئین استغفار نیست
سر بسر گشتیم، باغ عشق را غیر محرومی گلی بربار نیست
غم زد نبالم نمیا فتد، مگر ہیچش، از ہمراہی من عار نیست
نیست مرشدرا خریداری چو غم ورنبود باری درین بازار نیست

کس نداند قدر خوار سہای من
حیف ازین بی اعتبار یہای من

آتشی، کز آہ من سر میزند شعلہ، درجان سمندر میزند
جای ہر گل شعلہ آرد ببار گلبنی کز خاک من سر میزند
در دلم، مستانہ میگردد غمش غالبا آن شوخ، ساغر میزند
غمزہ اش از بس کہ گرم قتل ماست ہر کہ می بیند بہ خنجر میزند
دُرد دردش، کز ایاغم کم مباد طعنہا، بر صاف کوثر میزند
غنچۂ پیکان اورا، از جگر میکشد بیرون، و برسر میزند

نوک خنجر گلبنی باغ من است
خار پیکان لالہ راغ من است

زلف از طرف رخ آن رشک حور موج ظلمت ریخت بر دریای نور
رشتۂ شمع قمر شد طرہ اش بس کہ میدزددازان رخسار نور
عکس تیغش، در دیار عاشقان رنگ ماتم لبست بر رخسار سور
تا قیامت کشتۂ تیغ ترا سبزۂ رحمت دمد از خاک گور
تا کلیم اللہ زبیند سوی غیر چون دو بینان جانب حور و قصور
غیرت یکتائی معشوق ہست از تجلی برقی برروی طور

Marfat.com

معجز لعلش بهم آمیخته — آتش یاقوت با آب بلور
عمر بیدردِ تو، بر مرشد گذشت — چون نسیم صبح ، بر اهل قبور

عافیت پا، در بلا افشردن است
زندگی، هردم بدردی مردن است

دی که، آهنگ سفر میکرد یار — عافیت آواره میشد زین دیار
تنگ تر میگشت هردم از دلم — بر دل تنگم قضای روزگار
بی‌سبب هرلحظه میجستم زجای — آنچنان کز آتش سوزان شرار
گاه میگفتم که : میبایدنهاد — سر بدنبال سمندش چون غبار
گاه میگفتم که ؛ چون سویت روم — باچه عزت یا کدامین اعتبار
باز میگفتم که : رفتن لازم است — غایتش من منفعل او شرمسار
عاقبت ، کردم وداع خویشتن — بعد ازان جستم زجا ، شوریده وار
همره مرشد ، فتادم درپیش — آنچنان کافتد صبا ، در مرغزار

چون گذشتم پارهٔ از جسم وجان
نی ازو دیدم نه از مرشد نشان[۱]

(۶)

درد مندیم و از دوا دلگیر — عاشق و بیکس و غریب و فقیر
پای تا سر، چو طرهٔ جانان — از رگ جان خویش، در زنجیر
تلخکام بغایتی ، که مگر — دایه ام زهرداد ، همره شیر
چارهٔ من بصبر، ازان بتراست — کر بآتش رفو کنند ، حریر

---

[۱] دیوان الف ۱۰۴ - الف ۳۳۴

Marfat.com

گر ز سوزِ دلم کند رقمی | شمع گردد قلم، بدست دبیر
در نیام تو، شعلهٔ خنجر | آب گردد، ز نالهٔ بم و زیر
در کمان تو، غنچهٔ پیکان | بشگفد از نسیم آه فقیر
هردم از رشک، حلق تشنهٔ من | غرقه گردد در آب خود شمشیر
مرشد از دولت سحرخیزی | بر فلک شد، چو نالهٔ شبگیر

آسمان، گردِ رهگزار منست
مهر و مه، نقش پا فرار منست

مرغ خوش نغمهٔ بهار خودم | بلبل مست گلعذار خودم
هیچکس در شمار من نبود | منم آنکس که در شمار خودم
غیر در غار من نمیگنجد | هم منم، آنکه یار غار خودم
گم شوم در سواد اعظم خویش | چکنم هند و زنگبار خودم
همه آزارم، از زبان منست | کشتهٔ تیغ آبدار خودم
شدم آواره تر، ز نور نگاه | طرفه تر اینکه، درد یار خودم
کارم، از غم بجان رسید، وهنوز | کوری عافیت بکار خودم
اعتبار ارچه خانه زاد منست | معتبر من باعتبار خودم
نیست فخرم چو ابلهان بتبار | من نسب نامهٔ تبار خودم

پدرم فضل و مادرم هنر است
نسب از نسبتم شریف تر است

ساغرم شد، ز باده مالامال | چون دل مرشد، از محبت آل
موج بر روی موج افتد مست | گر بشویم قدح، بآب زلال
گر بمستی، در آینه نگرم | مست گردد ز دیدنم تمثال

Marfat.com

در دل حامله اگر گزرم — مست گردند در رحم اطفال
مست و بیخود برون تراود خون — گر زنم نیش بر رگ قیفال
قرعه بر روی شحنهٔ افتد مست — گر در آیم، بخاطر رمال
جرعهٔ برزمانه، گر ریزم — مست گردند یا بسنگ و سفال
همه مستان جام و ساغر من — مست مهر محب حیدر و آل

نغمه سنج بهار ترخانی
عقل اول معلم ثانی

صاحبا! در هوای خلد برین — یعنی این مجلس سرشت آئین
کردم از ملک سند عزم سفر — باد و محنت پسند رنج گزین
زهم افتاد، بر بیابانی — خشک تر، از دماغ چله نشین
مینر وید درو، مگر محنت — مینبارد برو، مگر نفرین
قومی از هر طرف خزیده درو — چون گژ نیم هضم در سرگین
همه چون تیغ عشوه، مائل جور — همه چون تیر غمزه، طالب کین
آشنا رو، ولیک دشمن دل — چون غم عشق و محنت دیرین
بی مروت چو، محنت شب هجر — بی وفا همچو، روز باز پسین
خون شان، برزمین اگر ریزند — روی برتابد آسمان ز زمین

از چنین دیو مردم گمراه
دست مرشد بجز ز مدحت شاه

دشمنت را، که سود نقصان باد — زندگی مرگ وصل هجران باد
در کف ساقیان، مجلس تو — آسمان چون پیاله، گردان باد
روز بار تو، برتن گردون — کهکشان نقش چوب دربان باد

Marfat.com

بر خضر بی تو، چشمهٔ حیوان | جرعه ریزهٔ لعاب، ثعبان باد
بی سماع کلام، جان بخشت | زندگی بر مسیح، زندان باد
شش جهت چون مسدس زنبور | پیش عزم تو تنگ میدان باد
هر که کم خواهد استقامت تو | دامنش نایب گریبان باد
در گلوی عدوی و دیدهٔ خصم | آب شمشیر و خواب پیکان باد
سند از خاطر سخن سنجت | کعبه نظم و نثر دوران باد

قد خصم تو باد نخل ذخیر
شاخش از تیر و برگش از پر تیر[1]

(۷)

ای سروری! که رشک برد بر سجود خویش | هر گه بصدق سجده کند روح صابرت
آنی که جز خدای سخن تا سخن بود | مدحی سزای تو نکند هیچ شاعرت
در شعر اگر تو، دعوی پیغمبری کنی | معجز بدست طبع سخن سنج قادرت
آراسته، بگوهر ادراک باطنت | پیراسته، بزیور انصاف ظاهرت
میلی چنانکه باید و ذوقی چنانکه هست | چون یافتم بشعر خود از لطف باهرت

در لفظ شعر خویش چو معنی شدم نهان
باشد باین وسیله درآیم بخاطرت[2]

(۸)

ای نکته پروری! که گلستان نظم را | طبع شگفتهٔ تو، کم از نوبهار نیست
تا گوهر کلام تو شد، زیب روزگار | گوش زمانه در گرو گوشوار نیست

---

[1] دیوان الف ۴۳ ـ ب ۵۴ [2] دیوان ب ۱۲۷

Marfat.com

سرتاسر جهان، توئی امروز هر چه هست | چیزی که، غیر تست درین روزگار نیست

در عرصهٔ زمانه و میدانِ روزگار | بسیار گشته ایم چو تو، یک سوار نیست

جای که فخر میرو بفضل و کرم بود | انصاف بر تو غیر ترا افتخار نیست

در مدح بنده، گر گهری سفت خاطرش | فخر است ازان مرا، و ترا هیچ عار نیست

از هل اتی، فزود کمال علی وزان | در هیچ حال، نقص خداوندگار نیست

طبعم بذوق طبع تو، از لجهٔ سخن | کش با کران عمر سخن، در کنار نیست

آورد گوهری دو سه بیرون، ولی چه سود | فیضی که، با بهشت بود تا بهار نیست

این نظم ریزه را، که ببازار کائنات | در چشم مشتری چو منش اعتبار نیست

گر دیر تر نثار تو کردم، ز من مرنج | شعر منست، این گهر آبدار نیست

مدح ترا بزمزمهٔ نظم، این غزل | کردیم مختصر، که بر از اختصار نیست

مارا، هوای صحبت و باغ و بهار نیست | بر مرغ دام، نکهت گل سازگار نیست

از هر چه هست، در همه عالم مرا دلیست | کان نیز، در خور ستم روزگار نیست

خاک فراق، بر سر من ریخت روزگار | وین طرفه تر، که بر دلش از من غبار نیست

در خرمن عدوی تو گردون نمیزند | آهی که از تف جگری داغدار نیست

بی تو کشیدم، آنچه کشیدم ز زندگی | آری حیات و هجر منم سازگار نیست

دادم قرار رفتن ازین آستان، ولی | در خاک نیز بی تو، دلم را قرار نیست

هر جا که، جان دهم بتمنای تو، مرا | جز خشت آستان تو، لوح مزار نیست

نزدیک شد که، بی تو بدور افگنیم چشم | چشمی که ننگرد بتو، ما را بکار نیست

بیرونش افگنند شهیدان چو گل ز پوست | عضوی که از خدنگ تو صد جا، فگار نیست

مرشد بهیچ نسبت خود میدهی ولی
جای که اوست همچو توئی در شمار نیست [1]

---

[1] دیوان الف ۱۴۰ب، الف ۱۳۱ -

(۹)

چنان گشت پنهانم آن سیمبر — که خود هم ز تقلم ندارد خبر[1]
چنان گرم همراهی دشمنست — که تنها بدل هم نیارد گذر
چنان چشم از عکس رویش پراست — که بر شعله پیچیده نور بصر
ز شوم رخش، خوبی عارضی — شود خال خجلت بروی قمر
نه از غیر جوی و عاشق کشست — اگر هر طرف بیند آن سیمبر
که در نرگس مست افسونگرش — نمی گنجد از تنگی جا، نظر
ببندم ره نور بر چشم خویش — که از دیدنش باز گردد دگر
ز نور سحر گر برد روشنی — شب خلق عالم همه سربسر
بغیر از شب وصل مه طلعتان — که تاریک گردد ز نور سحر
ز سوز جگر، مطلع دیگرم — زد از روزن طبع چون شعله سر
سخن را چو افتد بر از لب گذر — شود لفظ و معنی سراپا شکر
دلم را شکستی، که هرگز مباد — ره مست در خانهٔ شیشه گر
تنم بس که هر روز در هجر تو — ز روز دگر، گشت کاهیده تر
خیال سفر بر نفس میبرد — مرا همره خود بجای دگر
ز مژگان خونریزت آن دیده ام — که از تیغ هرگز، نه بیند سپر
غمت بس که در عرصهٔ امتحان — شده گرد خونریز اهل نظر
چو اخگر بود در دل بحر تیغ — ز گرمی خون شهیدان گهر
شهیدان تیغت، گل زخم را — چو گل، میر باید از یکدگر
ز نخلی که، آب از دل ما خورد — گل زخم روید، بجای ثمر
دگر از تب هجر جانسوز تو — کز و هفت دوزخ بود یک شرر

---

[1] ساق: سے ق سے گمان ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ میرزا غازی کے لئے لکھا گیا تھا۔

Marfat.com

نفس در دلم آنچنان گرم شد / که میسوزد از تاب آهم اثر
تو و شمع روی، که از جیب شام / دمادم سر صبحی آرد بدر
من و برق آهی که هر صبحدم / رخ شعله شوید بخون جگر
بود دیده ام روز و شب دُرفشان / چو دستِ وزیر و شه نامور
خدیوی که از لفظ و معنای وی / زمانه بود، درج درّ گهر
دو عالم کند جود، و دارد هنوز / دل و دست او خجلت از یکدگر
پی خدمت بزم او، کار زو / درین آرزو برده، عمری بسر
همیشه بود، تاک انگور را / ز هر خوشه، شیشهٔ می بسر
کمالات او، با خیالات من / همان جوش بحر است، و موج ثمر
گر امید عفوش نباشد خطا / نیارد سر، از جیب هستی بدر
بود نعل اسپ تو، در خون خصم / چو ماه، اندرونِ شفق جلوه گر.
پناها! چو دریای اوصاف تو / نه بحریست کانرا بود پا و سر
اگر تنگی در خور حال خویش / غم از شعر خود، نی ز جام دگر
کنم با ثنای تو ضمنم، گوش کن / که تضمین شنیدن خوش است اینقدر
رسد هر زمانم شکستِ دگر / اگر مومیای شوم سر بسر
ندانم چه افتاده غم را، که باز / بسر میدود از پیم، در بدر
درین کوهسار، از سحاب مژه / چنان خون فشانم بجای سطر
که از لالهٔ اشک من، هر نفس / رسد موج خون، کوه را تا کمر
چنان تنگ گردد، فضای جهان / اگر، در دل تنگم آرد گذر
که از تنگی جا، درو دمبدم / نفس گیر گردد، نسیم سحر
جفا بین که، بر طرف این جوئبار / نهالم خورد آب، لیک از تبر

Marfat.com

ازین حرف مقصودم اینست و بس | که غافل نمانی، ز اهل هنر
وگرنه بایزد، که در عمر خویش | زبان سخن سنج من، آنقدر
نشد با حدیث طمع، آشنا | که از لفظ و معنی، شود باخبر
فلک تا دهد رزق، هر روزه ام | زخون دل و پاره های جگر
نصیبم مباد، از شراب و کباب | خورم دیگر از خوان و جام دگر
اگر این بود، خود ز خوانِ قضا | دگر آن بود، خود ز جام قدر
زبان بسته بودم، به یکبارگی | ز مدح بزرگان عالی گهر
بمدح تو، بی اختیار، از دلم | سخن جوش زد، چون مگس بر شکر

ز امید مرشد بلطف خدای
فزون باد عمرت سخن مختصر[۱]

(۱۰)

رباعیات

مرشد که بجز خویش، ندارد ثانی | بادا بهنر چو ما، بغم ارزانی
در کشور شعر می شد ترخانی (کذا) | افتاده چو سبحه در کف نصرانی[۲]

گر نغمه ز سازت، بسکون میآید | رمزیست، بگویمت که چون میآید
از بسکه، بگرد زخمات، میگردد | پیچیده، ز طنبور برون میآید[۳]

دل میسوزد، ترنم پرشورت | جان میبخشد، نوا و نیشابورت
در سیم کشی، عمر بسر برد شهاب | تاری نکشید، درخور طنبورت[۴]

---

[۱] دیوان الف ۵۰۲ - الف ۲۷
[۲] دیوان ب ۱۵۲
[۳] دیوان الف ۱۵۳
[۴] دیوان ب ۱۵۴

Marfat.com

امشب مہر و وفا، وداعم کردند — بیگانہ و آشنا، وداعم کردند
رفتم کہ، وداع آستان تو کنم — ہر عضو جدا جدا وداعم کردند[1]

غم، ہمدم خصم شاہ ترخانی باد — آن جغد، باین خرابہ ارزانی باد
درعہدش، فتنۂ اگر ہست، آنہم — درگوشۂ چشم حسن زندانی باد[2]

انتخاب اشعار

تا ز ہفتاد و دو ملت نگریزی مرشد — نشوی بہرہ ور، از مذہب واز ملت ما

بخیال رخ آن شوخ، چو شب تکیہ کنم — گل خورشید دمد، صبحدم از بستر ما

تمنای لب او در حدیث آوردہ مرشد را — سخن مستانہ میگوید نمیدانم زبانش را

چنان، بر خاطر جانان، گرانم — کہ شنبہ، بر دل اطفال مکتب

امشب گلی زروی تو، در انجمن شگفت — کز دی گل نظارہ، چمن در چمن شگفت

امروز باغ خاطر مرشد، شگوفہ کرد — بلبل ترنمی، کہ بہار سخن شگفت

نسیم بوی گل آورد، بلبلان! مددی!! — کہ آہ گرم نفس، در گلوی من بگداخت

---

[1] دیوان ب ۱۵۴

[2] دیوان ب ۱۵۶

Marfat.com

هرچه جز لعل تو در کام امیدم زهر است | هرچه جز روی تو در دیدهٔ عیشم خار است
شکوه از دشمنی طالع و، بی لطفی یار | نیست در مذهب ما، ورنه سخن بسیار است
مرشد از مژدهٔ دیدار مرا، شاد مکن | که هنوزم بغم عشق، هزاران کار است

زحال دل، که هیچش درمیان نیست | چه گویمت، که ما را آن زبان نیست
کنار از ما مکن خالی، که خود را | بجز یاد تو، چیزی درمیان نیست

بقرب خود منازه، ای نو مصاحب! | که وقتی جانب ما، هم نظر داشت
چه داری انتظار صبح مرشد | شب عاشق، کجا از پی سحر داشت

سری که، یار بفتراک امتحان، آویخت | بلند گشت چو ماه و در آسمان آویخت
رخ ترا بدم آمد که، تا نظر کردم | برشتهٔ نگهم صد هزار جان آویخت

شهر، از مکتب موی تو، چنان مشکین شد | که صبا بوی گل، از کوچه و بازار گرفت

هر مهربانیت، سبب یک جهان غمست | ای وای بر کسی که بلطف تو خرمست
با زخم ناوکت، که مبادا نصیب غیر | رویش سیاه باد، که مشتاق مرهمست

از آستان خانهٔ ما، تا با سمان | غم بر سر غمست، و بلا بر سر بلاست

نه تنها روزم از هجر تو شب شد | شبم را نیز، رنگی از سحر نیست

Marfat.com

من و تلخی زہر غم، کہ طبعم | حلاوت سنج بازار شکر نیست

آیا چہ! در ضمیر تو نامہربان گزشت | کامشب، خیالت، از دل من سرگران گزشت
ہر شاخ سدرہ، چنگل بازیست در رہش | مرغی کہ در ہوای تو، از آشیان گزشت
جای کہ، خاک پای تو بوسند و جان دہند | روزی ہزار بار، ز جان میتوان گزشت
نالان گزشت تیر تو از دل، مگر شنید | آنہاکہ، از غم تو بر یہ ناتوان گزشت
دیگر بطوف کعبہ و دیرش، چہ احتیاج | بیچارہٴ کہ، از سر سود و زیان گزشت
شرمندہٴ ترحم تیر افگنم ہنوز | با آنکہ، ناوک ستم از استخوان گزشت

تاثیر برق چون گزرد بر گیاہ خشک
ایام ہجر، بر دل مرشد چنان گزشت

خون دل مرغ چمن، بر نسیم | رخنہٴ گلزار بطوفان گرفت
رفت برون مرشد، ازین کور جسم | ترک ہم آغوشی زندان گرفت

تمام بادہ و ساغر، ہمہ می و جام است | فضای کفر، بہ از تنگنای اسلام است
میان ما و تو، بنود رسول و پیغامی | کہ برق آہ رسولست و نالہ پیغامست
ز تیغ ناز تو، ہر یک قطرہٴ خون است | ببزم عیش تو، ناہید جرعہٴ جامست
غم فراق، بروزی فگندہ است مرا | کہ روزگار من خستہ، تنگ ایامست
دل کہ، غیر محبت درو نمیگنجد | چہ جای، این ہمہ غوغای کفر اسلامست

چہ احتیاج بدامست، صید مرشد را
کہ موبموی پر حلقہ، حلقہٴ دامست

Marfat.com

دگر در دل نمی‌آید، گر بداند | گزین جا، ره بملک آشنا نیست
خریدارم همین عشقست، کانهم | نمیداند متاع من، کجائیست
در آتش رفتن از تدبیر دور است | ولی مقصود ازین، بخت آزمائیست
بردن از مصلحت کاریست اینجا | تو پنداری، خدائی که خدائیست
دلی آسوده، در آفاق نگذاشت | تکلف برطرف، خوش دلربائیست
جدا از آن طره، هرشب تا سحرگاه | مرا با هر سر مو، ماجرائیست

در صنوبر، دی بیاد قامتش، بستیم دل | باغبان پنداشت، در بار صنوبر آتشست

نالهٔ بی طاقتان، بر ارغنون آهنگ بست | گریهٔ خونین دلان، بر چهرهٔ گل رنگ بست
ساز مطرب، رخصت زنار بستن میدهد | تار تسبیح مرا، امشب مگر بر چنگ بست
طالع برگشته، مارا سر بصحرا داد، و چرخ | بهمت آوارگی، بر منزل دو فرسنگ بست

ما، نخل ریاض آرزوئیم | محرومی جاودان، بر ماست
سرتا بقدم تمام کفریم | دل تبکدهٔ عشق پیکر ماست
آن خضر، زکاروان فتاده | ماییم که، غول رهبر ماست
وان تختهٔ کشتی شکسته | ماییم که باد لنگر ماست
از کس طمع ثنا نداریم | هم گفتهٔ ما ثناگر ماست

خودستائی، شیوهٔ رندان بیمقدار نیست | ورنه، میگفتم که: تسبیحم کم از زنار نیست
بادهم پیغامی، از جای بجای میبرد | نکهت پیراهنی را، قاصدی درکار نیست

Marfat.com

بلبلی از نالهٔ، منقاری امشب، تر نه کرد / بار بر بندید ازین گلشن، که گل پربار نیست

شب بصد حسرت، وداع یار خواهم کرد و رفت / حسرت یک شهر، بردل بار خواهم کرد و رفت

شب که، بریاد رخش از خرمی، گل میشگفت / نغمه چون گل، بر سر منقار بلبل میشگفت

بیاد روی تو، یکدم بخود فرو رفتم / هزار غوطه زدم، در دلِ منور صبح
اگر، بناله چراغی ز دل، برافروزی / هم از شب تو بکشایند بر رخت، در صبح

بسیار زحد میگذرد، گرمی مجلس / دل سوخته، در پس دیوار نباشد
در قافلهٔ عشق، عجب گرم روانند / البرز، درین راه گران بار نباشد

گهی که غمزهٔ او، در دلم گذار کند / درون دل نفسم کار ذوالفقار کند
زیاد غیر چنان فارغم، که میترسم / خیال یار هم از خاطرم، کنار کند
بشام هجر امیدی که دارم اینست این / که، لحظه لحظه بمرگم، امیدوار کند
بروز عیش دو عالم، سرش فرو ناید / شبی که، در دل مرشد، غمش گذار کند

جز کوی می فروش، نگیرد قرار اگر / بعد از هزار سال، ز خاکم سبو کنند

راضی شدم بجور و میسر نمیشود / بیچاره آن گروه که، لطف آرزو کنند
از خار او همیشه، گل آتشین دماد / هر نیشتر که، در رگ مرشد فرو کنند

Marfat.com

تا طفل اشک، سنگ بدست از پیش دود
دیوانهٔ که، برسر بازار میرود

مرشد نه راه دیر شناسد نه خانقاه
هرجا که میرود بدر یار میرود

تا چه در پیوست ارباب محبت را، که باز
جیب شان بی دست، آهنگ دریدن میکند

قصهٔ خونین دلان عشق را، خوش حالتست
هر کرا گوشی بود، میل شنیدن میکند

رفتن مرشد از ان کو، یاد میآید مرا
مرغی از شاخی، چو آهنگ پریدن میکند

نو عروسان چمن، در جلوهٔ ناز آمدند
نغمه سنجان سحر، چون نی، باآواز آمدند

مینوشتم نامه سویت، حرف حرف از خامه ام
پر برون آورده، چون مرغان، به پرواز آمدند

فیض شمشیر محبت بین که، مقتولان او
از شهیدان دگر در حشر، ممتاز آمدند

خاک مستان را، فلک چندانکه از خم، دور کرد
ذره ذره همره باد صبا، باز آمدند

حال مرغان محبت خوش، که از حبس قفس
سر برون ناورده، اندر چنگل باز آمدند

عشق بازان تو، در پیری جوانی میکنند
گوئی از انجام عمر خود، به آغاز آمدند

بوی دردی، در گل آدم نماند
آدمی، در عرصهٔ عالم نماند

بس که دوران، برخلاف طبع رفت
در سر زلف پریشان، خم نماند

آرزوی گریه، در دلها شکست
رونقی در حلقهٔ ماتم نماند

شادی و غم، کرد مرشد را وداع
خاطر غمگین، دل خرم نماند

چنانش از من بیچاره، عار میآید
که در خیالم، بیگانه وار میآید

لبالبست ز بوی بهشت، دامن باد
مگر ز غارت آن رهگذار میآید

نسیم گل زکجا، نکهت چنین زکجا — اگر غلط نکنم، بوی یار میآید
جواب نامهٔ دردم، مگر به تلخی داد — که قاصد از بر او، شرمسار میآید
زمرشد اینهمه غافل مشو، نگاهش دار — که از برای تغافل، بکار میآید

کار مرشد، بجز دعای تو نیست — خود ازین خوبتر چکار کند

زذوق دیدنش اگر نیم، لیک این قدر دانم — که در چشم نگاه، از لذت دیدار میرقصد

فراقت، با همه نامهربانی — خیالت را، لعاشق مهربان کرد

زدیدنش نتوان سیر شد، مگر وقتی — که زیر هر مژه، چشمی دگر برون آید
اگر بردی توام، فرصت نظاره دهند — هزار ناظرم، از هر نظر برون آید
دلم ز بحر تو گر دیده خون، و نزد یکیست — که قطره قطره ام از چشم تر برون آید
زشرم پرتو خورشید عارضت، پس ازین — بصد خجالت، نور از قمر برون آید
عجب نباشد اگر در ره تو مرشد را — بجای هر مو، پای زسر برون آید

مرا چشمی که، بی احباب خوابد — چنان بهتر که، در خوناب خوابد
سگ بیدار، در شبهای دیجور — به از شیخی که، در محراب خوابد

آن کز جهان بیاد تو، نامهربان رود — بی گفتگوی حشر، لسوی جنان رود
گر لغشر ند خاک شهیدان غمزه ات — سیلی بهر دیار زآب سنان رود

Marfat.com

حیرت هزار بار دگر، بازش آورد — عاشق ز کویت ارچه، بپای زمان رود
عشقت حرام برمن، اگر بعد مرگ نیز — خاکم، بسعی باد ازین آستان رود
هرگز بطوف کعبه، نیاید سرش فرو — رندی که، مست از در دیر مغان رود
مرشد دگر بطرفه رهی رو نهادهٔ — بیچاره آنکه با تو عنان در عنان رود

ای بیخبر! از پایهٔ ادنای محبت — یکبار گذاری، بسر دار توان کرد

صبا، چو در طلبت، بیقرار برخیزد — بهر زمین که نهد پا، شرار برخیزد
شهید عشق ترا، گر طلب کنند بحشر — هزار سوخته، از هر مزار برخیزد

نی گلی نی رخصت گل چیدنی، از باغبان — حیرتی دارم که، از بهر چه دامن ساختند
خاک من، روزی که زآب عشق، میکردند گل — آنچه باقی ماند، ازان روح برهمن ساختند

در شیشه، جرعهٔ ز شراب شبانه، ماند — اسباب فتنه، باز بدست زمانه ماند

تعمیر دل، نه در خور سامان عاشقست — بیزارم از دلی، که خرابش کسی ندید
هرچند تمام عمر بمی صرف کرد، لیک — هرگز میان بزم شرابش کسی ندید

ز انقلاب زمان تو، بیخبر بودند — کسان که، تهمت آرام بر زمین بستند
بگرد محفلت از رشک غیر مشتاقان — حصارها، ز نفسهای آتشین بستند
گره ز خوشه گشودند، خرمن ازآبان — دلی ز بیم طمع، دشت خوشه چین بستند

Marfat.com

زدام عقل ، رہائی مباد قومی را — کہ پای خویش، بزنجیر کفر و دین بستند
چو کاخ ہمت مرشد، بلند میکردند — کنار طاقش، بر چرخ چارمین بستند

در مشامم بویش از گل دامنی بر باد داد — نی غلط کردم ، چہ گفتم ؟ خرمنی بر باد داد!
مرشد امشب در غمت، از سینۂ سوزان کشید — آن چنان آہی کہ ، گوئی گلخنی بر باد داد

میرسد بادی، و بوی از جنان میآورد — عافیت بیمزد، و عشرت رایگان میآورد
از بہاری میرسد بوی، کہ فیض عام او — گلشنی در ہر قدم، دامن کشان میآورد
بس کہ بخت بد، زیانم بر زیان میآورد — آب اگر میخواہم ، از جوی سنان میآورد

دران دیار کہ دل ، بادل آشنا باشد — زبان ندارد، اگر سر و تن جدا باشد
خوشا دلی کہ ، بذوق شکست خود، ہمہ عمر — چو دانہ ، در دہن سنگ آسیا باشد
ز آرزوی دل سوختم ، نمیدانم — کہ ، آن متاع دکان سوز، در کجا باشد
مگر بکام دل آنجا رسم ، کہ بی سببی — شکست خاطر بیچارگان ، روا باشد

تلخی اشتیاق ، زیعقوب پرس و بس — کاین چاشنی ، بجام زلیخا نمیدہند

دگر برتن ، سرم چون گوی میرقصد، نمیدانم — کدامین شہسوار، آہنگ چوگان باختن دارد
درین آب و ہوا کام دلی، حاصل نمیگردد — زمین و آسمان دیگر، از نو ساختن دارد

ہمیشہ در رہ شوق تو، پای مرشد را — بروی آبلہ بادا چو اشک خود رفتار

Marfat.com

عشق را دستان سرای حسن را حرم بہار — بلبل و گل ہر دو باہم رستہ از یک شاخسار

مرشد بشام ہند، نسنجد شمیم عشق — شاخ گل نو، بوی عجم میدہد ہنوز

چہ شقست این کس از آغاز و انجام — نہ انجامش خبر دارد نہ آغاز
بدست طعنۂ مردم، چنانم — کہ مرغ خستہ، اندر چنگل باز
بحرف عاشقانت گر سری ہست — زما، افسانہ در افسانہ بنویس

مرشد مخواہ صبر و سکون از دلم، کہ من — عمری بباد دادم و در امتحان خویش

سحر کآزردہ بودم، از جفایش — زخود دزدیدہ، میکردم دعایش

بستیم در غم تو، دل دردمند خویش — کردیم وقف آتش سوزان، سپند خویش

گرم کی گردد میان ما و جانان، اختلاط — ما پریشان روزگار و او پریشان اختلاط

شہیدانت، زشوق زخم دیگر — نمیگنجند در پیراہن خاک

بفکر آن دہن رفتند عشاق — ازان سوی عدم، فرسنگ فرسنگ
غمش، آن میکند تا جان مرشد — کہ تیغ کینہ خواہان، درصف جنگ
فرصت غنیمت است، می از کف مدہ کہ ابر — روزی دو بیش نبود مہمان برشگال

Marfat.com

بخار مغیلان، چنان میروم | که گوئی، بباغ جنان میروم
رسیدن ببازار فضلم، چه سود | چو از کف، بزرخ زیان میروم
چو اشک یتیمان، بدامان خاک | روان تر، ز آب روان میروم
رفیقان، بمنزل رسیدند، و من | چو گرد، از پی کاروان میروم
باین کشورم نیست، باز آمدن | چو رفتم چو، تیر از کمان میروم
رخم بر سپهر است، مرشد! مگر | بدرگاه شاه جهان میروم

بی سبب مرشد، ز طور من شکایت میکند | اینقدر آخر نمیداند که من دیوانه ام

نه تنها پیچ و تاب، از کندی تیغ ستم، دارم | شکایت گونه، از طالع ناساز هم دارم
پری از گلشن هند او بیا رایم بپردازی | عجب نبود که، محنت آشیانی در عجم دارم

در راه عزمت جنبش آرام نمیدانم | تا غاز نمی بینم، انجام نمیدانم
میخوانی و میرانی، میسازم و میسوزی! | این شیوه نازک را، من نام نمیدانم
از دل بدلت راهی، میخواهم و دیگر هیچ | مکتوب نمی فهمم، پیغام نمیدانم

مگر شکایتی، از یار مهربان دارم | که همچو غنچه، دهانی پر از زبان دارم
من آن متاع کسادانه، ببساط غمم | که چون بقیمت خود میرسم، زیان دارم
بباغ دهر، من آن طائر شکسته پرم | که هم ز سایهٔ بال خود، آشیان دارم
کدام بخت، و چه طالع، کجا روم مرشد؟ | که ماهتابم و خاصیت کتان دارم

حاجت بباده نیست، که روزی هزار ها | خود را بیاد بزم تو، بیهوش کرده ام

Marfat.com

امشب کہ، باغم تو بیاد تو، خوشدلم — گوئی کہ، با تو دست در آغوش کردہ ام

شدی صد سالہ رہ، در یک قدم طی — بپای عمرم، ار میرفت ایام

نغمہ سنج یک بہارم، لیکن از بدطالعی — از نسیم صبح، ہم بوی گلی نشنیدہ ام

میروم کز بہر خود، دریوزۂ دردی، کنم — غیر پندارد کہ، از دنبال درمان میروم
ساعتی صد بار، از شوق تماشای رخش — بر در دل، از رہ چاک گریبان میروم
نگہ از شرم، بران چہرۂ زیبا نکنیم — پای تا سر، ہمہ چشمیم و تماشا نکنیم
ہمت ما ز کجا؟ منت درمان ز کجا؟ — گر بمیریم بدرد تو، مداوا نکنیم
مرشد از خاک در یار جدائی، کفر است — آنچہ عشاق نکردند، بیا تا نکنیم!

ز راہ گریہ ام برخیز، مرشد! — کہ، آب آتش فشان، آمد بجویم

چنان ز تاب می، آتش فتاد در جانم — کہ شعلہ مست، برآرد سر از گریبانم
تنم ز ضعف چنان شد کہ، گر بدیدۂ خویش — چو نور جا کنم، از خود ہنوز پنہانم
حذر کن از دم گرمم، کہ از جگر تا لب — ہزار شعلہ، گرفتست رہ، بر افغانم
بذوق وصل، مرا آشنا مکن مرشد — کہ من مصاحب دردم، رفیق حرمانم

من بودم و خیال تو، آنہم ز من گریخت — از بس کہ از جفای تو شد شرمسار من
میخواستم، چو مرشد از ان کو سفر کنم — پنداشتم بدست منست، اختیار من

Marfat.com

ز هجرانت بآن حال است مرشد — که مرغ خسته، در چنگال شاهین
آهسته ران سمند که چون مرغ نامه بر — از گرد در پی تو برآورده بر زمین

جز متاع غم، که غیر از من خریدارش، مباد — راست گویم جنس دیگر نیست در بازار من
بر سر هر خار مژگان، صد گل حسرت شگفت — دور بادا چشم بد، از رونق گلزار من

نشیند در برم لیکن، بنوعی — که در بتخانه، کافر با مسلمان
چنان، از دیدنم آزرده گردد — که، رند از توبه، و زاهد ز عصیان

عشق ترسا، تا چراغ افروز آتشخانه است — گبر مردن خوشتر آید، از مسلمان زیستن
از وطن آواره شد مرشد، که در کیش وفا — زندگی، زندان بود بی روی جانان، زیستن

باده خور باده! که در مذهب عشق — روزه فسق است و عبادت کفران

مرشد از زهد، بجای نرسید — یارب! از عشق بکامش برسان

مرشد کسی بدرد دل ما، نمیرسد — اینجا رسیدن از ره مهر و وفا توان

بر مشامم بوی گل امشب، گرانی میکند — تا کدامین باد گستاخ است، در گلزار من
بس که افگندم برون، راز دل مرشد، بشعر — میتراود خون دل، از دفتر اشعار من

Marfat.com

دوست قبولم نکرد! دشمن خونخوار کو؟ کعبه پناهم نداد! خانهٔ خمار کو؟

برامید آنکه، روزی لایق کشتن شوم هرزمان برخویش بندم، تهمت چندین گناه

چو از کوی تو کردم، عزم رفتن هوا، سد سکندر گشت، در راه

چنان چشم تو، مرشد را نهان گشت که از قتلش، نشد خود نیز آگاه

مست سودای، ببازار آمده نرخ بالاکن! خریدار آمده

تا گلت از آتش می برفروخت حسن رازنگی برخسار آمده

سرچون کشم زقید، که در رشتهٔ حیات از سر زدند روز نخست، اولین گره

مرشد ندانم، از که شناسم کشاد کار؟ جای که، آسمان گرهست و زمین گره

صبا، چون برد خاکم از سر کوی تو، دانستم که آنجا بعد مردن نیز، ممکن نیست آرامی

بقاصد احتیاجی نیست، عرض حال مرشد را که از روی نالهٔ غم، میتواند بود پیغامی

ای گلشن دلها! توچه باغی؟ چه بهاری؟ کز فیض تو، هر برگ گیا برده نصیبی

بوی بمشامم شده نزدیک، بهانا از گلشن وصل تو صبا، برده نصیبی

باچنین خوبی، اگر مهر و وفای داشتی در دل مرگش، که جانی داشت جای داشتی

روز اهل انتظار، از شب بنودی تیره تر کز چراغ وعدهٔ خوبان، ضیای داشتی

حیرتی دارم که، در محشر چه میگفتی جواب کشتن اهل محبت، گر جزای داشتی

Marfat.com

زیاران، تا بحدی ناامیدم — که از خود هم ندارم چشم یاری

بدور زلف تو، کفر آنچنان رواج گرفت — که تار سبحه کند آرزوی زناری

درین عالم، چنان خوار است مرشد — که دانا، در دیار روستائی

چه از وفا که نکردم، چه از جفا که نکردی! — مگو که با تو چه کردم! بگو چها که نکردی!

عتابهای پیاپی، عذابهای دمادم — بجان من همه کردی، بجز وفا که نکردی![1]

انتخاب رباعیات

با عیش، مباد کار ما و دل ما — جز درد، مباد یار ما و دل ما

گر عشق بتان گنه بود، روز جزا — ای وای بروزگار ما و دل ما

امشب که، غم فراق یارم میسوخت — در هر نفسی، هزار بارم میسوخت

دامن دامن شرر، ز آهم میریخت — خرمن خرمن، صبر و قرارم میسوخت

راهی پیشم فتاده، بر پست و فراز — کز انجامش خبر ندارد آغاز

چون نالهٔ زار عاشقان، پست و بلند — چون وعدهٔ وصل گلرخان، دور و دراز

---

[1] از دیوان ورق ۱۰۳ب تا ۱۱۰ب۔

Marfat.com

مرشد زغمت، چنانکه دانی شده است
از هرچه نه یاد تست، فانی شده است
بیچاره بحالیست، که خون در بدنش
از بیم غم تو، زعفرانی شده است

عمریست که از جام تو، خون آشامم
دیریست که، زهر میچکد از کامم
من شکوه نمیکنم از طور تو، ولی!
از دوستی تو، سخت دشمن کامم

از هر مژه، تیغ آبدار دگر است
وز هر سر مو، تازه بهار دگر است
در دیدهٔ نظارگیان، هر نگهی
از شوق خطش، بنفشه زار دگر است

گویند که: یار یاد ما میآرد
رحمش، بسر کوئی وفا میآرد
اینها چه حکایتست، باور نکنم
رحمی که ندارد، از کجا میآرد

مرشد دگر این چه رنجش بیجا بود
بازت، چه محل این تغافلها بود
آمد بتلافی، و ندیدی سویش
خاکت برسر، چه وقت استغنا بود!

امشب که مرا، نهان نهان دل میسوخت
جان را زغمم، زمان زمان دل میسوخت
میسوخت دلم زهجر، و بر حال دلم
عالم عالم، جهان جهان دل میسوخت

امشب که دلم، بداغ هجران میسوخت
اشکم همه در، دیدهٔ گریان میسوخت
میسوختم آن چنان که، غیر از دل تو
برمن، دل کافر و مسلمان میسوخت

Marfat.com

این خواری من، نتیجهٔ خواهد داد
وین زاری من، نتیجهٔ خواهد داد
بیدار ز خواب غفلتش، خواهد کرد
بیداری من، نتیجهٔ خواهد داد

بیچاره کسی که، بر سر کوی کسی
از بیم کسی ندیده در، روی کسی
پهلو ز مراد خود تهی کرده چو من
ننشسته بکام خویش پهلوی کسی

ما رنجش یار، میتوانیم کشید
ما جور نگار، میتوانیم کشید
بر غیر مکش تیغ تغافل که هنوز
ما صد آزار، میتوانیم کشید

از عهد تو رسم استواری برخاست
وز خوی بدت، شیوهٔ یاری برخاست
چندان ز تو سوختم، که از سوز دلم
دود از جگر امیدواری برخاست

بختم چو می فراق، در جام کند
از تلخی آن، بزهر پیغام کند
دوزخ، ز تلف درون خود، سوز دگر
یک شعله، ز آتش دلم وام کند

در مذهب ما نفع و خور، هر دو یکیست
در مشرب ما، زهر و شکر هر دو یکیست
در دیدهٔ ما سنگ و گهر، هر دو یکیست
در کشور ما، شام و سحر هر دو یکیست

این دل که، درد الم نفس گیر شود
بشگاف، وگرنه غم نفس گیر شود
دل تنگی من رسید، وجای که درو
وقتست که، ناله هم نفس گیر شود

Marfat.com

باگوش بر شنکم، که حدیث تو شنید   با پای بجنگم، که بکوی تو رسید
با دیده بجسر تم، که امشب همه شب   از باغ جمالت، گل حسرت میچید

مرشد! مکن از خلق، شکایت پیوست   کین بی بصران، نه هوشیارند نه مست
آزرده مشو، گر خسی جانب خست   کانجا که حسینست، یزیدی هم هست

در کوی تو، بس که متصل میگردم   هردم ز سنگ تو، منفعل میگردم
زان رو، که مهرت آشنا شد بدلم   روزی صد بار گرد دل میگردم

راز دل عاشقان، شنیدم از نی   بوی غم دلستان، شنیدم از نی
حرفی که، بهیچ گوشی آلوده نشد   امروز بصد زبان، شنیدم از نی

قاصد! خبری ز وصل یار آوردی!   جانی، بتن مرشد زار، آوردی!
سر تا قدم، از غبار هجرم، شستی   نیکو آبی بروی کار، آوردی!

مرشد! زخم تو قابل مرهم نیست   و زنی، ز برای زخم، مرهم کم نیست
خود تیغ کشیدی و زدی بر تن خویش   از غیر بدان که غیر در عالم نیست

چنگی که، ز آزردن دلها ریشست   منگن بدل ماکه، سراپا ریشست
یکدم بدلم دست میاور، که هنوز   انگشت تو مجروح و دل ما ریشست

Marfat.com

منصور چو شد ز کفِ خود، بر سر دار گفتند: که بگریز، مشو افسر دار
گفتا: که مرا بدوست، حرفی باقیست کانرا نتوان گفت، مگر بر سر دار

مستانه، بکوی دردناکان، رفتم آلوده، بطوف سینه چاکان، رفتم
یارب! چکنم؟ چه عذر خواهم که چنین ناپاک، بسجده گاه پاکان، رفتم

عهدیست که، طاعتی چو عصیان نبود دوریست که، کفر کم ز ایمان نبود
اسلام اگر اینست، که در کشور ماست ای وای بر آن که، نا مسلمان نبود

عمریست، که من آه و فغان، میدارم لیکن، پنهان ز جسم و جان، میدارم
آن ماتمیم که، سال و ماه و شب و روز! میگریم، واز خویش نهان، میدارم

ای قاتل مرشد! از کجا میآئی؟ کالوده بخون، چو اشک ما میآئی!
چون شعله، بهر که میرسی، میسوزی گویا، ز دل اهل وفا، میآئی!

شب در، برخ یار و برادر بستم با تنهائی، عهد مکرر بستم
در گوشهٔ خلوتی نشستم، که هوا میخواست در آید، برخش در بستم

جسمی که، بشام تار ماند، دارم! وصلی که، با انتظار ماند، دارم!
حالی که، بزلف یار ماند، دارم! یاری که، بروزگار ماند، دارم!

مرشد! دل را، بجاه مایل کردی؟ — با خصم کنند آنچه، تو با دل کردی!
از دولت دو روزه، که نا آمد و رفت — جز محنت جاوید، چه حاصل کردی؟

از جان پرسی، هزار محنت زده ام — از دل گوئی، هزار آتشکده ام
جرمم همه این که، اهل بینش شده ام — عیبم همه این که، لاف دانش زده ام

رفتم رفتم! از بزم یاران رفتم — از باغ، چو ایام بهاران رفتم
من بعد، مگر در صف رزمم یابند — کز بزم، چو عقل می گساران رفتم

طرز روش، از باد صبا دزدیدم — رفتار، ز عمر بی وفا دزدیدم
گفتم قدمی بسیر دل رنجه کنم — دیدم همه جای تست پا دزدیدم

بر لشکر عشق، صد شبیخون بردیم — تاره، بطریق عقل مجنون، بردیم
شمعی ز جنون عشق، روشن کردیم — وز ظلمت عقل، راه بیرون بردیم

بخشی شد، و غم فزود، حیف از بخشی! — بر دل، در غم کشود، حیف از بخشی!
بیچاره چگونه زنده ماندی، کامسال — تاریخ زمانه بود: حیف از بخشی

۱۰۱۸ھ [1]

از لشکر روم فتح ایران نشود — وز کثرت گور دفع شیران نشود
از زلزله، پای کوه از جا نرود — وز سیل، بنای چرخ ویران نشود

---

[1] مرشد اس سال سندھ میں تھے یہاں کسی سرکاری افسر کے لیے یہ رباعی کہی ہے۔

Marfat.com

باکردهٔ خوب، اگر نشینی بکنشت — به زانکه روی بکعبه، باکردهٔ زشت
از رفتن حج کس، از بہشتی گردد — جز اہل حجاز در نیاید به بہشت

Marfat.com

نسیانی، محمد طاہر تتوی

صاحب تاریخ طاہری، مورخ محمد طاہر متخلص بہ نسیانی نے اپنے متعلق یا اپنے خاندان کے سلسلے میں کہیں تفصیل درج نہیں کی۔ میر قانع نے تحفۃ الکرام میں چند سطریں لکھی ہیں، پھر مقالات الشعرا میں بطور شاعر دو چار سطروں میں ان کا تعارف کرایا گیا ہے، خود اپنی تاریخ میں بھی میر محمد طاہر نے اپنے خاندان کے متعلق تو کچھ نہیں لکھا، البتہ اپنے والد کے اور اپنے متعلق کہیں کہیں برسبیل تذکرہ کچھ اشارے دینے پر اکتفا کی ہے، جس سے خاندان یا ذاتی حالات کی صحیح تصویر سامنے نہیں آتی۔ میر علی قانع نے اپنے دستخطی نسخے کے حاشیے پر سادات استرآبادی کے عنوان سے یہ لکھا ہے:

> — سادات استرآبادی۔ منجملہ سید محمد باقر مشہور باسم اکرائی و سید محمد طاہر دیوان معروف بہ میر سبیلی ولد سید حسین صحرائی ابن میر حیدر استرآبادی اند۔
>
> در تتہ بمحلہ بہائیخان، غربی مزار سید شاہ منبہ علیہ الرحمہ در زمینی کہ ثانی الحال مسکن مرزا حسین دانگاہ کوٹھی انگریز شد، سکونت داشتند۔

Marfat.com

— سید محمد حسن معاصر عہد مرزا محمد باقی و متوسل سرکار
وی، و پسرش میر محمد طاہر نسیانی تخلص میباشد کہ —
تاریخ طاہری — تصنیف اوست۔

اکنون (۱۲۸۱ھ) از مدت تبائر ایشان در
موضعی سکونت دارند و لقب ایشان باغائی و صحرائی
است۔

...... مزار اسلاف شان، میان مکلی عقب
درگاہ سید عبد اللہ علیہ الرحمہ جانب جنوب یادگار [1]

اس طرح مقالات الشعرا میں ایک سطر دی ہے جس میں — تاریخ طاہری — کے ساتھ اس کی دوسری تصنیف قصہ عمر ماروئی مسمی بہ — ناز و نیاز — کا نام اور تین بیتیں نمونتہ" دے دی ہیں [2]

تاریخ طاہری میں انھوں نے اپنا نام — طاہر محمد نسیانی بن سید حسن تتہ — لکھا ہے [3] — اور معلوم ہوتا ہے کہ تین پشتوں سے ان کا خاندان ارغون اور پھر ترخانوں کی ملازمت میں رہا تھا۔

— پدر کلاں و پدر خورد و خود سہ کرسیں نوکر بدیں
دو خاندان باکرم ارغون و ترخان بودہ [4]

---

[1] نسخہ بخط مصنف ۳۲۵ ب

[2] مقالات ۳۷۶

[3] تاریخ طاہری ۸

[4] " " ۱۰۱

Marfat.com

اور لکھا ہے کہ ان دونوں خاندانوں کی ملازمت میں عمر گزاری گئی تھی لہٰذا ان دو گھرانوں کے متعلق جزوی و کلی حقائق ان کے افراد خاندان کو معلوم تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاہ بیگ کے تسلط کے بعد وسط ایشیا سے مختلف خاندانوں اور افراد کا جو ریلا سندھ میں آیا، اسی میں استر آبادی سادات کا یہ گھرانا بھی وارد ہوا جب شاہ حسن کے دور میں ہمایوں سندھ میں آیا (۲۸ رمضان ۹۴۷ھ — ۱۶ رجب ۹۵۰ھ) اور سرگرداں اِدھر اُدھر پھر رہا تھا، اس وقت یہ سادات موجود تھے، اور یہاں کے باشندوں سے رشتہ داری میں منسلک ہو چکے تھے۔ دربیلہ کے پرگنے کا ارباب عمر شاہ جس نے ایسے آڑے وقت میں شاہ حسن کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمایوں کی ہر طرح سے مدد کی وہ میر طاہر کا "پدر کلاں مادری" تھا طاہری میں ہے کہ:

— درین وقت ارباب عمر و داؤد سہتہ ولد او، اربابان پرگنہ دربیلہ، کہ پدر کلان مادری این مولف است، سر از آستان بوسی کعبہ راستان سرفراز نمود ..... موما الیہ ہم حکام حضرت در پرگنہ خود در آوردہ ہر چہ امکان وسعت آذوق در ملک خود داشتند، اندودہ باردوی آذوق طلب رساندہ برعایا چنان نمودند کہ: رو بزراعت وعسارات آورند تا تمام شدن - انچہ بہم رسیدہ است - غلہ نوبلشکر ظفر اثر عالی میر سیدہ باشد۔

وخود صباح ومسا پیرامون اردو از روی اعتقاد اخلاص - کہ عنقریب نتایج پذیر خواہد شد۔ چوکی د

Marfat.com

وبہرہ از بہر بہرہ میداند[1]

ہمایوں نے ان باپ بیٹوں کے اخلاص اور مروت کی یہاں تک حالت دیکھی تو ان کو نہ فقط خلعت اور گھوڑے کے انعام سے سرفراز کیا، بلکہ مندرجہ ذیل "فرمان عالی شان" اپنے مبارک ہاتھوں سے، مرقوم فرماکر ان کے حوالے کر دیا۔

من کہ ہمایوں شاہ بن ظہیر الدین بادشاہ بن عمر شیخ پادشاہ ہستم! عہد کردم بخدای جل وعلا و برسول عربی امی ذکی کہ، در رسالت او شک نیست، کہ: اگر بادشاہ کارساز بہمن ومتعالی اقلیم بکھر یا ارزانی فرماید از۔ او فوا بعہدی اوف بعہدکم۔ ہیچ تجاوز نکنم، و پرگنہ دربیلہ بمفخر الاخوان ارباب داؤد ولد عمر شاہ سہتہ باولاد و احفاد او بخشیدم! باللہ الطالب الغالب![2]

اس خاندان نے نہ فقط دربیلہ میں ہمایوں کی میزبانی کے فرائض انجام دیئے بلکہ اروڑ تک بادشاہ کا ساتھ دیا جہاں عمر شاہ نے انتقال کیا[3]

سلطان محمود خاں حاکم بھکر نے شاہ حسن ارغون کو عمر شاہ کی کارروائی سے آگاہ کرتے ہوئے اجازت چاہی کہ اس کو اس عمل کی پاداش میں ایسی سزا دی جائے کہ دوسروں کو عبرت ہو! چنانچہ میر طاہر نے لکھا ہے کہ اجازت آنے پر اس

---

[1] طاہری ص۸۷۔ ص۸۷

[2] طاہری ص۸۷۔ ص۸۶

[3] ″ ص۸۴

Marfat.com

(محمود نامسعود) نے جو مدت مدید سے اس خاندان کے خون کا پیاسا تھا، عمر شاہ کی وفات کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اس کے ایک بیٹے کو بوری میں سلوا کر قلعہ بھکر کے مشہور و معروف "خونی برج" سے دریا میں پھنکوا دیا، اور دوسرے بیٹے کی کھال کھنچوا کر اس میں بھوسا بھروا کر میرزا کے پاس بھیج دی۔[1]

سید طاہر نے لکھا ہے کہ اس حادثے کے بعد خاندان کے باقی لوگ ترک وطن کر کے احمد آباد میں جا کر بس گئے۔ اور ہمایوں کا فرمان ٹھٹھہ میں مصنف کی دادی کے پاس بھیج دیا:

"فرمان عالی شان کہ حرز بازوی جان و قوت ایمان بود، نزد والدہ کلان پدری بفرستادند۔"

یہ فرمان اس وقت جل گیا یا ضائع ہو گیا جب خان خانان کے حملے میں میرزا جانی بیگ نے ٹھٹھہ کو آگ لگوا کر جلوا دیا تھا۔[2] جب بھکر اکبر کے تحت آیا (دوشنبہ ۱۲ جمادی الاول ۹۸۲ھ)[3] اور اس صوبے سے اس محمود کو معدوم کیا گیا اس وقت طاہر نسیانی کا ننھیال احمد آباد سے واپس آ کر اپنے اصلی وطن اور جگہوں میں دوبارہ مقیم ہو گیا۔

میر نسیانی نے لکھا ہے کہ: ہمایوں کا وہ فرمان تو رہا نہیں لیکن خود اس نے تاریخ لکھنے میں اس امید پر مشقت اور محنت اٹھائی کہ اس کا مربی اور ممدوح (عادل خاں بن شاہ بیگ خاندوران) اس تقریب سے جہانگیر کے دربار تک اس کی رسائی کرا دے گا۔[4]

---

[1] ص۸۴ ص۸۵۔

[2] تحفۃ الکرام شائع کردہ راقم سطور ص۲۸۵۔

[3] معصومی ص۲۳۶۔ [4] طاہری ص۵ ص۶۔

Marfat.com

میر طاہر کے والد سید حسن میرزا باقی کی ملازمت خاص میں تھے، اور جس رات کو میرزا باقی نے خودکشی کی ہے اسی رات سید حسن ملک احمد کی چوکی میں موجود تھے، اور بعد میں مواخذے میں بھی آئے سید طاہر نے میرزا باقی کی خودکشی کا مفصل چشم دید واقعہ اپنے والد کی زبانی بیان کیا ہے جو کسی اور تاریخ میں موجود نہیں ہے، ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

— جس رات مرزا باقی نے خودکشی کی اس رات سید حسن شاہی محل میں ملک احمد کی چوکی میں پہرہ دے رہا تھا۔ مرزا باقی کے کمرے میں اس کے تین خاص ملازم سو رہے تھے۔ مار قدم قورچی۔ چھتہ ہندو۔ اور دریائی آبدار۔

آدھی رات کے بعد میرزا اچانک اپنے پلنگ سے اٹھا، ملازموں کے خوف سے پہلے چراغ بجھا دیا، اس کے بعد:

— شمشیر خاص از تور برداشتہ بی قراب ساختہ عریاں نمودہ، نواب آں بر سینہ نہاد۔ قبضہ اش برطاق خانہ ماندہ چنان زور داشت کہ جگر شگافتہ راست از پشتش بروں برآمد۔ چون کار خود بہ مدعای خاطر آزردہ گان[۲] بدست خویش ساخت

---

[۱] از میاں حسن پدر خویش دارم کہ در شب مرگ .... ص ۱۵۶۔

[۲] مظالم کی وجہ سے، سید طاہر نے لکھا ہے کہ، لوگ سخت تنگ آ چکے تھے۔ مسلمان

(جاری)

Marfat.com

بی تاب و طاقت گردیدہ بیک دست احشا برآوردہ محکم داشتہ و بدست خون آلودۂ دیگر، درآن شب تار جای جستہ تمام در و دیوار ازان نقش پنجہ منقش ساخت، ازبس بی طاقتی کہ خوابگاہ نتواست یافت برین خدمتگاران مذکورہ کہ پیرامون کٹ[1] او خوابیدہ بودند۔ افتاد۔"

تینوں ملازم ہول سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چراغ جلا کر دیکھا کہ مرزا خون میں لت پت نہ فقط خود فرش پر نیم مردگی کی حالت میں مرغ بسمل کی طرح افتاں و خیزاں تڑپ رہا ہے، بلکہ ان ملازموں کے تمام کپڑے بھی خون سے تر بتر کر دیئے ہیں۔ یہ صورت

(جاری)

دعائیں اور ہندو ہوم کرتے تھے۔ ہمہ اہل ولایت از زشت خوی او چنان بجان رسیدند کہ مسلمانان ہم بہر مرگ او در مساجد شروع داشتند و ہندویان ہوم نمودہ روز و شب ہمیں استدعا میکردند کہ: خدای تعالی سایۂ چنین حاکم بدسیرت از مفارق ما زائل دارد و اورا از منزل وجود براہ عدم نابود گرداند! ۔ ص۱۵۶

چنانچہ چند روز کے اندر ان کا بیٹا مرزا شاہرخ صوبہ دار نصر پور اچانک انتقال کر گیا اور مرزا باقی اس غیر متوقع صدمے اور مسلسل کشت و خون اور مردم آزاری کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا اور نتیجتاً خودکشی کر لی۔

[1] کٹ: کھاٹ۔ چارپائی۔

Marfat.com

دیکھ کر ملازم دہل گئے اور چیخے چلائے، جس کی وجہ سے چوکی والے بھی ہوشیار ہو گئے۔

اس حالت میں مرزا نے اپنے خدمتگاروں میں سے منہ لولے بیٹے ملک احمد کو بلوایا۔ ملک احمد ازروی عاقبت اندیشی نہیں چاہتا تھا کہ اُس کے ہاں جائے اور اپنے کپڑے خون میں لت پت کرا کے کسی مصیبت کا سامان اپنے لیے بہم پہنچائے، لیکن اس تردد میں ایک اور ملازم دوڑتا ہوا آیا کہ مرزا پر نزع کا عالم طاری ہے اور "حسرت دیدارش دارد!"

مجبوراً ملک احمد کو جانا پڑا لیکن وہ احتیاطاً سید محمد حسن کو بھی بطور گواہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔

"چون چشم بروی او بکشاد، بوتم! بگفتہ ہر دو دست برداشت و ابرای تہمت خون خویش، چون جان در بغل کشید، گویا کہ لباس و اعضای او کہ دران اوقات از زخم خود خون آلود شاہد تہمت آن پاک سرشت نہاد"

اس پر ملک احمد نے چلا کر کہا کہ: مجھے نہیں معلوم کہ یہ حادثہ کس کے ہاتھ سے سرزد ہوا! لیکن فی الحال تو آپ نے مجھ غریب کو خون آلود کر کے گنہگار کر دیا! نہ جانے کل مجھ غریب پر کیا آفت لائی جائے گی! اور میرا کیا حشر ہو گا۔ مرزا نے سب کو کہا کہ:

Marfat.com

ــ" شما ہم از زبان ماگواہ باشید کہ کسی را بتہمت خون مانخواہند گرفت ۔ فردا بحکام و فرزندان ہم چنان خواہند گفت کہ: ما خود را کشتہ ایم! از ماست کہ بر ماست!ــ"

آخر شب کو میرزا کا دم نکلا، چیخ پکار پر شہر میں ہنگامہ پیدا ہو گیا، سپاہی امرا اور شہر کے با اثر لوگ ڈیوڑھی پر آکر جمع ہو گئے اور منتظر تھے کہ صبح نکل آئے تو قضیہ معلوم ہو۔

میر طاہر نے لکھا ہے کہ ایسے میں اس کے والد نے ملک احمد کو بہت کچھ سمجھایا اور مشورہ دیا:

"ــ پدر این احقر چون معاملہ بدنامی از گفت و شنود غیر حاضران مدعی ملک احمد ــ کہ از عشرت ادخواری و شرمساری حاصل داشتہ بودند ــ شنید کہ: ہمہ حاضران را، غرض گویان متہم و بدنام ساختہ، بعقوبت و خواری و رسوائی و شرمساری خواہند کشت! اولیٰ آنکہ مستعد با جمعیت خود بودہ، تا حق ظاہر شدن دو اقعہ و قوعی بوقوع آمدن بزور و استعداد مربوں و محبوس منافقان موافق نما و دشمنان دوست صورت باید شد ــ کہ نقش بسے کج نشستہ! ہر چند ملک را مصلحت داد کہ غافل از خرابی خود و فقرای دیگر نباشند، خود را مفت بدست این واقعہ طلبان

Marfat.com

چند۔ کہ تشنہ خون شمایند۔ ندہند گوش نکرد۔

آخر کار مشورہ نہیں مانے اور:

"۔ از بیہوشی چنان گوشمالی یافت کہ ہم خانۂ خود خراب ساخت وہم چند کس دیگر۔ ورای این احقر کہ دران شب حاضر بود۔ بی خانمان نمود[1]

صبح کو جب لوگ اندر آئے اور صورت حال دیکھی تو ملک اور دوسرے حاضر باشوں کو تو بغیر کسی تحقیق اور دلیل کے پکڑ کر فی الفور جیل بھیج دیا اور گھروں پر پہرے بٹھا دیئے[2] اور امرا میں سے خلیل مہردار، خسرو چرکس، ملا محمد فراحی، شمس الدین سلطانی، اور ملا جمال الدین نے مل کر جانشینی کے مسئلے پر صلاح و مشورہ کرنا شروع کر دیا۔

مرزا باقی کے دو بیٹے تھے، پاینده محمد اور میرزا مظفر، پہلے یہ سوچا گیا کہ مرزا مظفر کو، جو بدین میں تھا، طلب کر کے تخت نشین کر دیں، لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ اس کی ماں جاریجہ قبیلے کی ہے، اگر وہ تخت نشین ہو گیا تو جاریجہ قوم کے راجپوت جو شورہ پشت اور فتنہ انگیز ہیں، سلطنت پر چھا جائیں گے اور مغلوں (ارغونوں اور ترخانوں)

---

[1] طاہری صہ ۱۵۵۔ صہ ۱۵۹ [2] طاہری صہ ۱۶۰

کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ ڈالیں گے۔ اس لیے اس کو نظر انداز کر کے مرزا پایندہ محمد کو جانشین کرنا مناسب معلوم ہوا مگر وہ پاگل تھا، امور سلطنت کسی طرح انجام نہیں دے سکتا تھا، اس بنا پر یہ رائے ٹھہری کہ تخت نشین تو مرزا پایندہ ہی کو کیا جائے لیکن حکومت اس کے بیٹے مرزا جانی کے حوالے رہے اور وہ اپنے باپ کے نائب کی حیثیت سے پورے شاہی اختیارات کے ساتھ امور سلطنت کو انجام دے!

اس تجویز پر اتفاق رائے ہو جانے کے بعد مرزا باقی کو دفن کیا گیا اور مرزا جانی بیگ کو جو سہوان میں تھا، تیز رو قاصد کے ذریعے بسرعت تمام ٹھٹھ پہنچ جانے کا پیغام بھیجا گیا۔ اندیشہ تھا کہ مرزا مظفر اس سے پہلے ٹھٹھ پہنچ کر تخت پر قبضہ نہ کر لے چنانچہ ٹھٹھ سے سہوان تک دو سو کوس کا فاصلہ اس قاصد نے تین روز میں طے کیا، اور مرزا جانی کو ٹھٹھ لے آیا، لیکن مرزا مظفر ٹھٹھ سے ساٹھ کوس کے فاصلے پر قصبہ بدین میں تھا۔ اس کا وکیل علی خان اس کو مرزا جانی کے پہنچنے سے پہلے ٹھٹھ لے آیا۔ ٹھٹھ کے سرداروں نے مرزا مظفر کو ٹھٹھ میں داخل ہونے نہیں دیا اور اسے شہر کے باہر نہر علی جان کے کنارے روک دیا۔ جب مرزا جانی

Marfat.com

سہوان سے آگیا تو اپنے باپ مرزا پائندہ کو
رسماً تخت نشین کر کے خود نائب سلطنت بن کر سلطنت
کا کام چلانے لگا۔

مرزا جانی نے ملک پر دہشت بٹھانے کے لیے
سب سے پہلا نشانہ ان بے قصوروں کو بنایا جو
میرزا باقی کی خودکشی کے دوران بدقسمتی سے چوکی
پر موجود تھے، چنانچہ دریای آبدار کو کاہ[۵] میں لپیٹ
کر آگ لگوادی۔ مارقدم قورچی کے آرے سے کاٹ کر
سرتا قدم دو حصے کر دیئے اور ہر حصے کے ٹکڑے
ٹکڑے کر کے ویرانے اور بازار میں پھنکوا دیئے۔
اور چھتہ ہندو کو سنگسار کر کے اس طرح نگونسار کردیا
کہ اس کا وجود عدم وجود بن کے اڑ گیا۔ ملک احمد
کا حال سید طاہر کے الفاظ میں سننا بہتر ہے:
"ملک احمد و والد مولف[۶] را تا آوردن از

---

[۵] تواره در تواره پیچیده آتش داده سوختند (ص ۱۶۳) تواره: خانه، دران سرگینی چهارپایان
دکاه و امثال آنها بریزند۔ بمعنی بوته های خارکه در سر دیوار و دور باغ و پالیر
جامید سند نیز گفته شده (عبید ص ۳۴)
[۶] تاریخ طاہری کے مطبوعہ نسخہ میں یہاں کی عبارت کتابت کی گنجلک ہونے کی وجہ سے
بغیر غور کیے اور سمجھے یوں چھاپ دی گئی ہے ۔ ملک احمد ولد ماسف ۔ (۱۶۲) حالانکہ
یہ تولد ماسف نہیں بلکہ "ملک احمد و والد مولف" ہے ۔

زندان بحضور میرزا ، لباس از بر چنان دور داشتند که فوطه زنهار از فرصت باز کردن بکار د بریدن گرفتند جلادان جان ستان ساعت بساعت آن ہیبت چون گرازان ساطور برسنگ میزدند و بنوعی ہئیت خود مینمودند که مرگ از بیم ایشان پریشان و اجل از شتابان میگشت ۔ و بجہت انگشتری ملک ، میخواستند که انگشت او در ہمان جا از بند جدا سازند "

سید طاہر نے یہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

" سبحانہ تعالیٰ ہمہ را از قضای جرم و قہر سلطان حقیقی و مجازی در امان خویش مامون دارد ، وچنان وقت نصیب ہیچ ہند و و مسلمان مباد ! "

الغرض اس خواری ، خرابی ، اذیت اور عقوبت کے ساتھ جب ملک احمد کو میرزا جانی کے سامنے لایا گیا تو اس نے یہ فیصلہ سنایا :

" ملک احمد را در بازار نشانده از پای تا سر پوست برآورده ، پرکاه داشته بیاویزند ، و نعش را پرچہ پرچہ نموده پیش سگان اندازند ۔ !

مولف نے لکھا ہے کہ :

" زہی جرأت و دلاوری او کہ ، تا از سر تا خون پوستش برآورده بدہانش رسانیدند ، دم نکشید و تن خود را در قضای الہی داده غم نداشت ۔

Marfat.com

عاقبت کلمہ شہادت عرض نمودہ جان تسلیم داشتہ

بعقوبت اراد اللہ رسید[1]

اس کے بعد جب طاہر نسیانی کے والد حسن کو مرزا جانی کے سامنے پیش کیا گیا تو خلیل مہر دار نے سفارش کی کہ: نوجوان سیدزادہ بے گناہ ہے، اس کا جرم صرف اتنا ہے کہ اس روز ملک احمد کی چوکی میں شامل تھا، دوسروں کی طرح اس کا لباس خون کے دھبوں سے آلودہ نہ تھا، یہ نوجوان صاحب زہد و تقوی ہے، صائم الدہر اور قائم اللیل ہے۔ کسی دن یہ آقا کے کام آئے گا، اگر اس کے بعد کبھی اس پر یہ جرم ثابت ہوا تو میں اس کا ضامن ہوں!

خلیل مہردار کی اس پرزور سفارش پر مرزا جانی نے سید حسن کی جان بخشی کی اور اس کو خلیل کے حوالے کر کے کہا کہ: یہ شور و شر کچھ مدت تک رہے گا، اس لیے اس جوان کو وہ اپنی نگرانی میں رکھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اس کو ہمارا معتوب سمجھ کر مار ڈالے![2]

خلیل مہردار کا اس سیدزادے کے لیے کہنا کہ:

"یک روز بکار صاحب خواہد آمد" بالکل صحیح نکلا، چنانچہ سید حسن اس کے بعد مرزا کی ملازمت

---

[1] ص۱۶۳ [2] طاہری ص۱۶۳

Marfat.com

میں رہا اور جب خان خانان نے سندھ پر حملہ کیا
اور کئی معرکے ہوئے اس وقت اس سیدزادے نے
میدان کارزار میں بڑے جوہر دکھائے، اور ہر جگہ
اور ہر مصاف میں مرزا کے لشکر میں دوسرے بہادروں
کے ساتھ قدم بقدم اور شانہ بشانہ چلتا رہا اور لڑتا رہا۔
سید حسن کے متعلق یہ آخری (۱۰۰۰ھ) اطلاع ہے
جو ہمیں تاریخ طاہری سے ملتی ہے۔

محمد طاہر نسیانی نے اپنے سوانح سے متعلق کوئی خاص مواد نہیں دیا، البتہ جا بجا ضمنی حوالے ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد تو غالباً مرزا جانی کے چلے جانے کے بعد گوشہ نشین ہو گئے تھے اور خود اپنی نوجوانی میں مرزا غازی بیگ کی ملازمت میں اگر باقاعدہ شامل نہیں ہوئے تو کم از کم خاندانی تعلق اور توسل کی وجہ سے، ان کے قریب آ گئے تھے، البتہ مرزا کی خاص مجلسوں میں ان کا گزر نہیں تھا۔ وجہ بتاتے ہوئے میر نسیانی نے اپنی تاریخ کے دیباچے میں لکھا ہے کہ: ارغونی اور ترخانی دور میں ہر خاص و عام اور وضیع و شریف نے شعرگوئی کو شعار بنا رکھا تھا، نثر یا وقائع نویسی پر کسی کی توجہ نہیں تھی:

لہ خواص و عوام وضیع و شریف آن دیار، شعار شعر
در پیش میداشتند..... بنوعی وضعی مردم از فراغت
انتظام یافتہ از منثور بمنظوم مشغول بودند کہ اکثر
سپاہی و شہری از رعیت۔ بامید صلہ و انعام شعر۔

لہ طاہری ص ۱۸۹

Marfat.com

شاعر گشتند و از پیشہ ہائے پریشاں دیگر، درگزشتند[۱]

طاہر محمد نسیانی شعر کہنا نہیں جانتے تھے، اور یہی سبب ہوا کہ مرزا کی مجلسوں سے یہ دور دور رہے:

"این خوشہ چین خرد مندان، کہ از سائر الناس بود،
بموجب ناقابلی و بے استعدادی فضل - کہ جوہر گوہر
انسانیت و اصالت است - باوجود نسبت قدامت
در صحبت خاص آن اہل نواز، راہ نداشت -"

میر طاہر محمد میرزا غازی کے ساتھ ہندوستان گئے تھے۔ ان کو اپنی اس کمزوری کا شدید احساس تھا اور انھیں غیرت آتی تھی کہ دوسرے ساتھی تو مرزا کی خاص مجلسوں میں مزے کرتے رہیں، اور یہ دور سے یہ تماشے دیکھا کریں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب اکبر نے وفات پائی تو فرط غیرت ندامت و اور پشیمانی سے انھوں نے بادشاہ کی وفات کی یہ تاریخ کہی -

- فوت اکبر شہ[۲]

۱۰۱۴ھ

---

[۱] طاہری صـ۱۲۔ صـ۱۳

[۲] اکبر کی وفات پر دوسروں نے بھی تقریباً اسی قسم کی تاریخیں نکالی ہیں:

(۱) الف کشید ملائک ز فوت اکبر شاہ

(۲) "فوت اکبر شہ" است تاریخش

(۳) گشت تاریخ فوت اکبر شہ

(مفتاح التواریخ، صـ۲۰۹)

Marfat.com

میرزا غازی بیگ کو جہانگیر نے ۱۰۱۵ھ میں لاہور سے قندھار کی قلعہ کشائی پر روانہ کیا۔ اس وقت میر طاہر محمد ان سے رخصت ہو کر ٹھٹہ چلے آئے، مقصد یہ تھا کہ یہاں رہ کر شعر کہنا سیکھیں اور اساتذہ سے استفادہ کریں۔

اس وقت (۱۰۱۵ھ) ان کی عمر ۲۵ برس کی تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی پیدائش ۹۹۰ھ میں ہوئی گویا سندھ پر جب خان خانان نے لشکر کشی کی ہے۔ اس وقت میر طاہر محمد کی عمر ۹ سال کی تھی۔

بہرحال میر طاہر اپنے زاد بوم یعنی دار السلطنت ٹھٹہ واپس پہنچ گئے۔ لکھا ہے کہ:

> "پس بیست و پنج عمر خود۔۔۔۔ مرخص گردیدہ بلدۂ ٹھٹہ کہ وطن اصلی است رسیدہ از اشغال دیگر پرداختہ بخواندن مشغول گشت۔"

ٹھٹے میں اس وقت آخوند شیخ الحق بھکری کا۔ جو سلطان محمود بھکری کی ملازمت میں رہ چکے تھے اور میرزا غازی کے بھی معلم رہ چکے تھے۔ درس جاری تھا، میر طاہر نے ان کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا، بر بنائے غیرت چونکہ طلب صادق تھی اس لیے لکھا ہے کہ:

> "در اندک، عبور منظوم و منثور از عنایت لانہایت رب السموات والارض و توجہ موجہ استاد کامل طبیعت موزوں داشت، در خدمت استاد خضر طبیعت آخوند مولانا اسحق بھکری الاصل۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خواندن گرفت۔"

مولانا اسحق صاحب دل اور صوفی مشرب و مسلک کے تھے، شیخ سعدی

Marfat.com

مولانا رومی اور جامی کی کتابوں پر عبور اور دسترس کامل اور ان کے رموز اور نکات پر قدرت حاصل تھی، میر طاہر نے ان کی کتابیں ان کی خدمت میں بیٹھ کر پڑھیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شعر میں ان کو پوری دسترس اور درک حاصل ہو گیا[۵]

اسی طرح میر طاہر نے اس دور کے دوسرے فاضل استاد میر ظہیر الدین ثانی عرف سید جادم بن سید شکر اللہ شیرازی، جس کو انھوں نے - گوہر بحر عزت و سیادت، دُر معدن بلاغت و فصاحت، جامع العلوم و موشگاف معانی - کے القاب سے یاد کیا ہے، خاقانی اور انوری کے قصائد سبقاً سبقاً پڑھے۔ اور اس طرح انھوں نے زبان و بیان نظم اور نثر میں خاصا مقام پیدا کر لیا۔ یہ سب کچھ میر طاہر نے اسی ایک سال یعنی (۱۰۱۵ - ۱۰۱۶) میں حاصل کر لیا، اور قیاس یہی ہے کہ شاعری میں درک پیدا کرنے کے بعد طاہر نے اپنا تخلص نسیانی اسی سال رکھا ہو گا۔

مرزا غازی جب قلعہ کشائی کے لیے قندھار گئے تو پیچھے خسرو خان چرکس ان کے نائب الحکومت تھے، مرزا نے بھکر چھوڑتے ہوئے روپیہ اور کمک ان سے طلب کی تھی، جو ان کو قندھار میں داخل ہونے کے بعد پہنچے، جب کہ قحط سے مرزا کے لشکر کا برا حال تھا[۲] میر طاہر محمد بھی اس کمک کے ساتھ مرزا غازی کے پاس قندھار پہنچے:۔

؎ فقیر نیز دران کومک کہ از عقب بملازمت ایشان

---

[۵] ص ۱۲۱

[۲] مرزا غازی کے حالات میں اس قحط کا حال درج ہے۔

Marfat.com

میاں مذنعین گردیدہ بود۔"

یہی وہ دن تھے ، بقول مورخ مذکور، جب طالب آملی اور شمسائی زریں رقم قندھار میں پہنچے ، اور مرزا کی ملازمت میں آکر منسلک ہوئے۔[1]

ظاہر ہے کہ اس کے بعد میر طاہر مرزا غازی کے قریب آگئے اور ان کے لکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا دوسری مرتبہ مستقل طور پر قندھار کے صوبہ دار مقرر ہو کر گئے تو سید طاہر محمد نسیانی بھی قندھار ساتھ ہی یا بعد میں گئے، اور مرزا کی وفات تک (۱۰۲۱ھ) وہیں رہے ۔ کیونکہ انھوں نے لکھا ہے ، وفات کی رات کو خاص و عام کی زبانی ان کو معلوم ہوا کہ : مرزا کو نمک حرام خانہ زادوں نے زہر دے کر مارا ہے ۔ میر نے قطعہ تاریخ کہا اور خود وطن واپس چلے آئے[2] ممکن ہے کہ نعش کے ساتھ جو متعلقین اور ملازمین واپس آئے انھی میں میر طاہر نسیانی آئے ہوں ، عبارت کا ایک حصہ یہ ہے :

"آنصاحب فاضل، باذل ، اہل نواز، حاتم ہمت، نیساں کف، ازین عالم فانی بدان ملک جاودانی رحلت فرمود ۔ این بندہ بہرۂ طلب بہرہ ودازکسب فضیلت ۔ کہ بشوق خدمت خلد آئین او اکتساب نمودہ ۔ برگشت[3]

میر طاہر کے مزاج کا میلان ویسے بھی شعر سے زیادہ نثر کی طرف تھا ۔

---

[1] طاہری

[2] قطعہ تاریخ اور یہ واقعہ مرزا غازی کے سوانح میں ملاحظہ فرمایئے ۔

[3] طاہری ص۱۶۷

Marfat.com

چونکہ ارغونی اور ترخانی دور میں لوگوں کو شعر کی طرف توجہ زیادہ تھی، اور خاص طور پر مرزا غازی نے بالکل ہی ملک اور اپنی مجلس کو شاعرانہ مذاق میں رنگ دیا تھا اس لئے مجبوراً بھی اور مصلحتہً بھی میر طاہر نے شاعری کی طرف توجہ دی، ورنہ ان کا ذوق ان کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل نثر سے تھا اور مضمون کے لحاظ سے تاریخ سے ان کو زیادہ دلچسپی تھی۔

انھوں نے افسوس ظاہر کیا ہے کہ: اس ملک سندھ کی تاریخ کسی نے نہیں لکھی کہ جس سے گزشتگان کے حالات معلوم کئے جاسکیں۔

"...... نوبت حکومت ارغون مغل رسید، از منثور منظوم
مثل بیشتر پیدا شد، ازین ممر کسی تاریخ سند یعنی بندر
دیول - کہ پای تخت آن بلدہ ننگوتہ - و اسامی بہ تفصیل
و تفسیر ننوشت، کہ از روی آن بعض غیر ضروری انتخاب
و اکتساب نمودہ، احوال ایشان تحریر و ترجمان نماید[1]
بلکہ واقعات ملک و مالک، حقیقت حال و ماضی،
مرقوم عین ہزل و محض ہذیان میپنداشتند"[2]

یہی احساس تھا جس نے مرزا غازی ہی کے زمانے میں میر طاہر کو تاریخ لکھنے پر آمادہ

---

[1] سندھ کے حالات میں اس سے پیشتر تاریخ چچ نامہ اور تاریخ معصومی موجود تھیں، بیگلار نامہ بھی لکھا جا چکا تھا، ہندوستان میں لکھی ہوئی تاریخوں میں بھی سندھ کے حالات پر جدا ابواب موجود تھے، میر طاہر نے باوجود تاریخی ذوق رکھنے کے نہ جانے کیوں ان تاریخوں سے استفادہ نہیں کیا۔

[2] طاہری ص ۱۲

Marfat.com

کیا تھا، لیکن ان کی مصروفیتیں ایسی تھیں کہ مرزا کے جیتے جی قلم نہ اٹھا سکا، اور مرزا غازی کی وفات کے بعد جب ارغون اور ترخان سلاطین کے باقیات میں سے کوئی نہ رہا۔ یعنی:

" چنان از تخت بہ تختۂ خاک و از کو بگور عدم فرو رفتند
کہ گویا از کتم عدم بہ عالم وجود قدم نازدہ موجود نگشتہ
بودند"،

اس وقت میر طاہر کے لیئے لازم ہوگیا کہ ان کے حالات قلمبند کرے، لیکن وہ ۱۰۲۱ھ سے ۱۰۳۰ھ تک برابر اس کوشش اور توقع میں رہے کہ:

" اگر کسی باعث براین امر خیر گردیدہ، غمخوار این
خاکسار رہگزار اہل دین گردد، نام او وکام خود حاصل
داشتہ احوال این مردم کہ داد مردمی دادند و بعضی
ادای کہ موافق طبایع اہل معرفت نیست، بموجب نخوت
و نفسانیت، از تبیان بظہور رسیدہ بہر تنبیہ اہل
ادراک برقم آورد"،

خاندوران[۵]، شاہ بیگ خان ارغون ولد ابراہیم بیگ چریک صاحب قندھار

---

۵ مرزا غازی کے حالات میں ذیلی حاشیہ کے اندر ان کے حالات دیئے گئے ہیں خاندوران مرزا علم دوست امیر تھا، میر محمد قاسم اسیری (ملقب بہ اسیر الحیران) قہستانی اور کئی ایک اور شاعر اس کے ساتھ وابستہ تھے میر اسیر الحیران کا حال صاحب خیر البیان نے یوں لکھا ہے:

اسیر الحیران میر محمد قاسم اسیری از اکابر در جہ است من اعمال قہستان

(جاری)

Marfat.com

نے ان کو اس کام پر اکسایا تھا، لیکن ان کی زندگی تک (۲۳-۱۰۲۳ھ) تاریخ مکمل نہ

(جاری)

خراسان جامع الحیثیات ومجموعہ فضل است واطلاع کلی بر اکثر علوم رسمیہ دارد در مبادی حال بگفتن اشعار رغبت بہم رسانیدہ در شہور سنہ تسع وتسعین وتسعمائۃ از ولایت قاین عزم سیستان نمودہ با یاران آن دیار روزی چند بگفتن وشعر سنجیدن مشغول بودہ بحضرت ملک الملوکش ملاقات دست دادہ از موائد اکرام بہرہ مند گردیدہ اصلاح بسیار در سخنش بہم رسیدہ چہ بندگان ملک را در علم سخن رسی رتبہ عالیست باز بوطن خود مراجعت نمودہ بعد از ایامی عود نمودہ طرز خاقانی را روش ودثار خود ساختہ الحق از غزل وقصیدہ ومثنویات بل اقسام سخن، خواہ نثر وخواہ نظم، سرآمد روزگار اہل دیار خود است۔ تخصیص در علم انشا ہیچکس را لاف مسابقت با ونمیرسد اگرچہ در طرز تتبع شیخ ابوالفضل بن مبارک آگرہ میکند اما لطائف عبارات او را ہیچکس از اہل ربط کلام نسبتی نیست ودر قصیدہ ومثنوی تتبع طرز ملک الکلام خاقانی میکند ومثنوی در بحر تحفۃ العراقین میگوید وبسیار مثنوی خوش است وقصائد غرا بطرز خاقانی گفتہ است ودر شہور سنہ عشرین والف از جانب ہندوستان بایران آمدہ مدتی ساکن دار السلطنت اصفہان بود ودو مرتبہ بہندوستان رفتہ مرتبہ اول چون استماع نمود کہ میر خسروی پسر خالہ او در ہند فوت شدہ وجمعی از منسوبان او در ہند ماندہ اند جہت ادراک حال ایشان بجانب ہندوستان شتافت وبا اکثر اعیان ہند آشنا شد واز بزرگان سخن واعیان ملک معانی کہ در سواد اعظم ہند اند تخلص حیرانؔ، حوالہ یافت خود را اسیر حیرانؔ، می نوشت بلکہ اکثر اشعار تخلص بحیران شد وباندک زمانی بجانب ایران معاودت نمودہ شور وسودای جنون کہ در اصل بدماغ او استیلا داشت ازین سفر فزون شد باز

(جاری)

Marfat.com

(جاری)

بولایت هند شتافت اکنون داخل معسکر خان عالیشان شاه بیگ خان کابلیست از اشعار آن زبده اهل ادراک و معانی این چند بیت تحریر یافت:

غزل:

چشمت بغمزه ساعد خورشید رگ زده — لعلت کباب سوختها بر نمک زده
بیداد کن که از تو کسی مرد شکوه نیست — تو پنجه با فلک زده و ما فلک زده
مهر و وفای خود نستانیم زانکه دوست — هم نقد ما گداخته، هم بر محک زده
از حسرت جمال تو، چشم نگاه را — در دیده دشنه کرده و بر مردمک زده
در گریز عمر و لعبد جهد روزگار — دنبال ما فتاده چو آهوی سگ زده
خاصیت وفاست، که در راه دوستی — گر برگ گل زمین شده، بر پا خسک زده

میر آن خسی که کرده بپرواز شوق میل
طعن گریز بر پر و بال ملک زده

وله

از چنگ فتنه ره بنوای نیافتم — کار زمانه را سر و پای نیافتم
در شام غصه مردم و چندانکه دم زدم — در هیچ خانه شمع صفای نیافتم
در قحط انس روزه عزلت گزیده ام — کز خوان هیچ انس صلای نیافتم
بر دولت جهان چه نهم دل که در جهان — یک صبح بی زوال و مسای نیافتم

وله

بر جان سپه کشید غم و درد تازه شد — بیرحمی زمانهٔ بیدرد تازه شد
نقب بلا دو باره بدیوار تن رسید — آشوب جان زلزله پرورد تازه شد

Marfat.com

(جاری)

ای آفتاب خانہ زغارت نگاہ دار کز شاہ راہ نالۂ من گرد تازہ شد

ای سوزن مسیح بفریاد من برس کاں چاکہا کہ صبر رفو کرد، تازہ شد

دل قطرہ قطرہ از مژہ غم بر رخم چکاند افشان آل بر ورق زرد تازہ شد

حیران زتیرگی و درازی شب منال

انکار صبح آمد و صد درد تازہ شد

ولہ

ہوای بزم امیری کدورت آمیز است مگر کہ از تو غباری بر آستان ماندہ

رواج تفرقہ در دیار امید است کہ گاہ فتنہ فروشان بگہر بای رفت

بنور حسن تو بیار دوش بردوش است دلم بروشنی آفتاب میسوزد

بیگانگی مکن کہ بسی بال پر زدند مرغان نامہ بر کہ دو دل آشنا کنند

کسی زکوی تو دوری کند کہ ہر قدمی امیدواری جان دگر تواند داشت

زدرازی شب غم زچہ رو کنم شکایت چو امید شادمانی زدم سحر ندارم

سبزۂ بادیۂ ما نکشد منت ابر چشم اگر خشک بود آبلۂ پای ہست

سفید جامہ بآزار زہد می بودم بیک نگاہ زدی پیرہن بنیل مراد

یک ابر مہربان بلب تشنہ ام نشد در عہد نوح نیز گل من سراب شد

زبان شد از ارنی گفتنم چنان ناسور کہ ساخت ۔۔۔۔ داغ لن ترانی را

تار تار زلف او دارند سہر دل نزاع ورنہ چندین فتنہ در زلف پریشانش چراست

گریہ معشوق غم دنیاست حیران خاطرت ہیچو یوسف بیگنہ در بند زندانش چراست

بلبل داغم گلستان سحر گم کردہ ام تا قفس دیدم زشادی بال و پر گم کردہ ام

(جاری)

Marfat.com

ہو سکی، بعد میں ان کے بیٹے عادل خاںؔ[۱] کی ان کو سرپرستی حاصل رہی[۲] جس پر انھوں نے تاریخ مرتب کرنی شروع کر دی۔

تاریخ کا پہلا خطبہ میر طاہر نے عادل خاں کی خدمت میں لاہور میں آقا ملا برادر آصف خاں (ثالث میرزا قوام الدین جعفر بیگ متوفی ۱۰۲۱ھ) کی حویلی میں ان کے سامنے پیش کیا۔

"یاران بے انصاف" نے اس حصے پر محض بدی کرنے کی خاطر ناپسندیدگی

کعبہ مقصود دور و بخت خورسندی زبون | صد کبوتر در ہوای بال و پر گم کردہ ام
پای تا سر چشم از شوق تماشایت ولی | بس کہ در حسن تو حیرانم بصر گم کردہ ام
غرقہ در خون دل آن صیدم کہ از بیحاصلی | آشیان در جست وجوی بال و پر گم کردہ ام
غوطہ در دریای حیرت خوردہ ام حیران دریغ | کاستین و دامن از ذوق گہر گم کردہ ام

تا غم گرہ تن ز رگ جان نگشاید | ہجران تو قفل از در زندان نگشاید
گر دیدہ مخور جلوۂ بلبل کہ درین باغ | جز نالۂ بلبل دل حیران نگشاید

این آتش فتنہ را کہ عشق است خطاب | در شہر خرابی است و در بحر سراب
زان کوچہ کہ اوست، ناامیدیست حرام | زان پردہ کہ اوست، بی نقابیست نقاب
گیرم کہ چو کینہ سنگدل گردد دوست | پیمان شکن و عہد گسل گردد دوست
در سلسلہ رضای او بادل تنگ | چندان بنشینم کہ خجل گردد دوست

---

[۱] یہ غالباً مرزا شاہ محمد عرف غزنین خاں ہوں گے جن کے علم و فضل کی تعریف کی گئی ہے (مآثر الامرا، ۲: ۴۴۴) [۲] طاہری مث صد ص۲

Marfat.com

کا اظہار کیا، لیکن عادل خاں نے اطمینان دلایا اور کام جاری رکھنے کے لیے کہا[۵۱]۔

عادل خاں جلد ہی کانگڑے کی مہم پر چلے گئے اور میر طاہر دربیلہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس واپس آ گئے، جب (۱۰۳۰ھ) میں عادل خاں کو قندھار کا صوبہ تفویض ہوا تو میر طاہر پھر لاہور پہنچے تاکہ ان سے تاریخ لکھنے کے احکامات پھر سے حاصل کریں، چنانچہ ملتان کی منزل پر ایک رات یہ مسئلہ پیش ہوا اور دوبارہ مرزا عادل خاں نے میر کو اطمینان دلایا[۵۲] اور پھر:

— چون گرمی خریدار از فروشندگی خویش بیش دریافت
قلم برداشته دریں راه بشتافت[۵۳]

میر طاہر نے اپنی تاریخ مکمل کر کے مرزا موصوف کی خدمت میں پیش کی اور ان کی خوشنودی حاصل کی اور وہی تاریخ آج ـ تاریخ طاہری ـ کے نام سے سندھ کی تاریخ کا ایک اہم ترین ماخذ شمار ہوتی ہے۔

تاریخ طاہری کی عبارت کہیں کہیں ضمائر کے ہیر پھیر کی وجہ سے بہت کچھ الجھی ہوئی ہے، لیکن واقعات کے لحاظ سے اس کی اہمیت غیر معمولی ہے، اس لیے کہ اس میں:

۱- مرزا باقی کی خودکشی کا مفصل اور چشم دید حال درج ہے جو کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔

۲- اس میں خان خانان اور جانی بیگ کی جنگ کے چشم دید حالات جزئیات کی حد تک مرقوم ہیں۔ جنگ میں دوسرے شریک مورخ میر معصوم نے شاید جنگ کو اپنے تئیں غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے یا اختصار کے لحاظ سے واقعات

---

۵۱ طاہری ص۲۰ - ص۲۱ • ۵۲ طاہری ص۲۲ ۵۳ طاہری ص۲۲

Marfat.com

اس تفصیل سے نہیں دیئے جیسا کہ میر طاہر نے دیئے ہیں۔

۳۔ مرزا غازی ترخان، قندھار کی کمک اور میرزا کی وفات کے معاملات میں بہت اہم ترین گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو کسی اور تاریخ میں نہیں آئے ہیں۔ اس تاریخ کے علاوہ میر طاہر محمد نے ایک اور کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام بقول صاحب مقالات الشعرا "نازو نیاز" ہے اور اس میں عمرو ماروی کا قصہ قلمبند کیا گیا ہے[1]۔ افسوس ہے کہ اس کا کوئی نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔

میر طاہر نسیانی کا انتقال اکسٹھ برس کی عمر میں ۱۰۵۱ھ میں ہوا اور وہ مکلی میں اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے جہاں ان کی قبر موجود ہے اور اس پر یہ تاریخی کتبہ موجود ہے۔

۱۔ بنمود وفات میر طاہر
۲۔ کو اصل نکو سرشتی آمد
۳۔ زین واقعہ دیدہ گشت دریا
۴۔ زان دریا غم آب کشتی آمد
۵۔ از لوح فنا سترده نتوان
۶۔ این حرف کہ سرنوشتی آمد
۷۔ رفتم چو بفکر سال فوتش
۸۔ سید طاہر بہشتی آمد

۱۰۵۱

---

[1] مقالات ص ۳۷۶

Marfat.com

ان کا خاندان ٹھٹے میں اب تک ہے اور "باغائی سادات" کے نام سے مشہور ہے۔

میر طاہر کے اپنے اشعار تاریخ طاہری میں کہیں جستہ جستہ ملتے ہیں۔ صاحب مقالات الشعراء نے ان کے فقط یہ شعر نمونۃً دیئے ہیں :

زآب حیات قلم ہر کہ زیست — نمیرد، بود زندہ، تا زندگیست
ولی مردہ از زندگانی، کیست — کہ در نامہ، نامش ندانند کیست
زدل نقش غمش زائل نگردد — سویدا خط انسانی نباشد

Marfat.com

نشاط، محمد بیگ ترک ٹھٹوی

میرزا کے عہد کا شاعر اور ٹھٹھ میں آباد تھا۔ مقالات الشعرا میں اس کا فقط ایک شعر درج ہے:[1]

بسکہ دارم بہ جگر نشتر فصادِ غمش
ہر زمان دیدۂ من چشمۂ خون می گردد

---

[1] مقالات الشعرا ص ۸۱۳ -

Marfat.com

نمکین، میر ابو القاسم ہروی بھکری

میر ابو القاسم کے والد کا نام ملا میر سبزواری تھا، سبزوار (ہرات) کے نواح میں پتچک، نامی قصبہ زاد بوم تھا۔ ملا میر، امام رضاؑ کے مشہد مبارک کے متولی تھے، ازبکوں کے ہنگامے (۹۰۶-۹۱۶ھ) میں اپنے قصبے کو چھوڑ کر قندھار چلے آئے، جہاں ان کا انتقال ہوا۔ تذکرہ نویسوں نے اس خاندان کو حسینی سادات میں شمار کیا ہے۔

میر ابو القاسم ابتدا میں اکبر کے بھائی میرزا حکیم (متوفی ۹۹۳ھ) کے پاس کابل میں ملازم تھے، ۹۸۰ھ سے پہلے ان کی ملازمت چھوڑ کر ہندوستان پہنچے اور اکبری امرا کی صف میں شامل ہو گئے۔

غالباً ملازمت میں سب سے پہلے ان کو پنجاب میں بھیرہ اور خوشاب میں جاگیر ملی، جہاں نمک کے پہاڑ موجود ہیں۔ میر ابو القاسم نے بقول صاحب مآثر الامرا، ایک رکابی اور پیالی اس نمکین پہاڑ کے پتھروں سے بنوا کر اکبر کو اپنی نمک حلالی کی تلمیح میں بھیجی[1] بادشاہ کو یہ ادا پسند آئی اور نمکین خطاب دیا جو بعد میں نام

---

[1] مآثر الامرا، ۳: ۷۳-۷۴

Marfat.com

کا جزو بن گیا۔

میر ابو القاسم نمکین اکبری دور میں سلطنت کے مختلف حصوں میں کبھی صوبہ دار کبھی نائب اور کبھی کسی اور بڑے عہدے پر کام کرتے رہے، بڑی بڑی لڑائیوں میں شرکت کی۔ اپنی فوجی صلاحیت کے جوہر دکھائے اور شاہی انعام حاصل کرتے رہے۔

سندھ سے میر صاحب کا پہلا تعلق اس وقت ہوا جب فتح کے بعد میرزا جانی، خان خاناں مع دیگر امرا شاہی دربار میں پہنچے (۲۴ جمادی الثانی ۱۰۰۱ھ) اور جب از سر نو حکومتیں اور جاگیریں تغیر اور تبدیل ہوئیں، اس وقت میر نمکین کو بھکر کے وہ علاقے بطور جاگیر کے عنایت ہوئے جو سندھ پر لشکر کشی کرتے وقت خان خانان عبدالرحیم خاں کو ملے تھے[1]

۱۰۰۳ھ میں سیوی پر لشکر کشی ہوئی، اس وقت میر معصوم بھکری، اُچ کے تحویلدار سید بہاؤ الدین بخاری، سیوہان کے جاگیردار۔ بختیار بیگ وغیرہ محلے میں اکٹھے تھے[2] گویا یہی دور تھا جس میں نمکین بھکر میں جاگیرداری اور امیری کرتے رہے۔ میر معصوم کے پاس بھکر کے وہی علاقے بدستور رہے جو سندھ پر حملہ کرتے وقت ان کے سپرد ہوئے تھے۔ یعنی کاکڑی، چانڈوکہ اور دربیلہ۔

۱۰۰۵ھ میں میر نمکین بھکر میں تھے، ۱۰۰۶ھ میں کشمیر گئے ہوئے تھے جہاں سے واپس ہو کر پہلی منزل پر اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۰۰۸ھ میں سیوہان کی صوبیداری پر ہم ان کو فائز دیکھتے ہیں اور وہیں سے ۱۰۱۳ھ میں

---

[1] مظہر شاہجہانی ۲۴۷-۲۶۵ [2] اکبرنامہ ۳: ۳۶۶

Marfat.com

وہ میرزا غازی کے ہمراہ اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچے۔ جہاں ان کے حوالے قندھار کی صوبیداری ہوئی لیکن ابھی عمل درآمد نہیں ہوا کہ اکبر نے وفات (۱۳ رجمادی الثانی ۱۰۱۴ھ) پائی اور نئے بادشاہ جہانگیر نے پہلا حکم رد کر کے توختہ بیگ کو وہاں بھیجا، سیبی، بھکر اور سیوستان بھی ان کے حوالے ہوا، میر صاحب کسی خاص مہم کے سلسلے میں جلال آباد پر نامزد ہوئے اور گجرات کا علاقہ ان کی جاگیر میں دیا گیا، میر صاحب آگرے سے ذی قعدہ ۱۰۱۴ھ میں اپنی جاگیر میں پہنچے۔ ابھی جلال آباد روانہ نہیں ہوئے تھے کہ جہانگیر کو اپنے بیٹے خسرو کی بغاوت کا سامنا کرنا پڑا۔

خسرو کو میر تمکین نے گجرات کے اندر حالت فرار میں بروز یکشنبہ ۲۴ رمحرم ۱۰۱۵ھ گرفتار کر لیا اور ۳ رصفر ۱۰۱۵ھ کو اپنی نگرانی میں لا کر باغ میرزا کامران (لاہور) میں جہانگیر کے حضور میں پیش کیا۔

میر تمکین اس کے بعد جلال آباد گئے جہاں سے واپس ہو کر درۂ خیبر میں علی مسجد کی منزل پر (۲۸ رمحرم ۱۰۱۶ھ) بادشاہ سے آکر ملے۔ غالباً جلال آباد کے بعد اسی سال (ماہ صفر) باجور کی قلعداری ان کے حوالے کی گئی اور وہ وہاں چلے گئے۔

میرزا غازی کو جس وقت دوبارہ قندھار کی حکومت کا حکم ملا (۱۰ رمضان ۱۰۱۲ھ) اسی تاریخ میر تمکین کو سیوان کی صوبیداری تفویض ہوئی۔ سیوان میں سردار خان کا نائب درویش بیگ مقامی لوگوں سے لڑ کر رسواکن شکست کھا کر قتل ہو چکا تھا، انتظام خراب اور نائب کی نااہلیت کی بنا پر بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں ملکی حالات اس قدر تشویش ناک ہو چکے تھے، جن کا تدارک میر تمکین کے سوا اور کسی کے بس کا کام نہیں تھا۔

Marfat.com

میر صاحب آٹھ ماہ باجور میں رہ کر (صفر ۱۰۱۶ تا رمضان ۱۰۱۶ھ) سیوہان پہنچ گئے [1]

ان کے بیٹے میرک یوسف نے اپنی کتاب "مظہر شاہجہانی" میں لکھا ہے کہ:

— ملک ویران برہم خوردہ را آبادہ، باز در پی دلاسائے
رعیت بر ریختہ ملک شدہ ملک را فراہم آوردہ۔ درین
اثنا سردار خان در قندھار جان بحق تسلیم کرد [2]

میرزا غازی کو بھکر میں حکم ملا کہ فوراً قندھار روانہ ہوجائیں اور ساتھ ہی میر نمکین کو حکم پہنچا کہ وہ بھی بطور کمک کے میرزا کے ساتھ جائیں اور اس وقت تک وہاں رہیں جب تک کہ حالات اور انتظام قبضے میں آجائے۔ جب میر نمکین کو یہ حکم ملا اس وقت ان کے ساتھ دوسرا فرمان بھی پہنچا کہ: درویش بیگ کی کمزوری اور انتظامی نااہلیت کی وجہ سے سندھ کی لاکھ قوم پر سمیجہ قبیلے نے جو مظالم کیے ہیں ان کا فوراً انسداد کریں۔ میر صاحب نے خیال کیا کہ مرزا غازی کے ساتھ وہ اپنے بڑے بیٹے میر ابو البقا امیر خان کو بھیج دیں اور خود اس دوسرے حکم کی پیروی کرکے بعد میں قندھار جائیں، لیکن جب بھکر پہنچ کر میرزا غازی سے مشورہ کیا تو انھوں نے انکار کرتے ہوئے مصر ہوئے کہ وہ بذات خود ان کے ہمراہ چلیں، میرک یوسف لکھتا ہے کہ:

— مرزا غازی قبول نکرد و گفت: شما بجای پدر من
اید! ہمراہ من باشید کہ مرد دانا کار کردہ در سا اید!
یک مرتبہ بقندھار رسانیدہ در ضبط و ربط ملک قندھار بکو

---

[1] مظہر شاہجہانی ۳۰۳ [2] مظہر شاہجہانی ۳۰۴

شریک بوده ، باز بجاگیر خود بیایند [1]

چنانچہ اپنے بڑے بیٹے میر ابو القاسم کو سیمیوں کی مہم سپرد کر کے خود قندھار کی طرف چلے گئے۔

میر نمکین کا سندھ سے یہ چلے جانا دائمی وداع ثابت ہوا، کیونکہ جب وہ وہاں سے واپس ہو رہے تھے تو راستے میں اس دنیائے فانی ہی سے کوچ کر گئے:

— پیر غلام تا یکسال در خدمت قندھار پیش مرزا غازی
بود، وبعد ازان برخصت مرزا غازی روانہ جاگیر خود شد۔
در اثنای راہ قندھار بقضای الٰہی برحمت حق
پیوست [2]

میر صاحب نے بھکر کو وطن بنالیا تھا، اپنے دوران قیام میں دریائے سندھ کے کنارے — صفہ صفا — کے نام سے ایک پُر فضا عمارت بنائی تھی، جس کی چھت پر وہ چاندنی راتوں میں علمی اور ادبی مجلس منعقد کیا کرتے تھے۔ وفات کے بعد غالباً اپنی ہی وصیت کے مطابق اس چھت پر دفن ہوئے اور بعد میں پورے خاندان کا قبرستان وہیں بنا۔

میر صاحب کی قبر کا یہ کتبہ ہے:

(۱)

میر ابو القاسم آن یگانہ عصر
کہ بجز تخم دین وداد نہ کشت
ملک اقبال در تصرف داشت
چوں اجل در رسید، جلد بہشت

---

[1] مظہر شاہجہانی ۳۰۵، تذکرہ امیر خاں ص۴۳ [2] مظہر شاہجہانی ص۳۰۹، تذکرہ امیر خاں ص۵۱

Marfat.com

دیدۂ دل کشاد برگیرید

عبرت ای عاقلان پاک سرشت

کتبہ سرہانے کی طرف ہے اوپر کے اشعار باہر کی جانب ہیں اس پتھر پہ اندر کی طرف یہ اشعار ہیں :

(۲)

گر بود بستر از حریر، چہ سود

چون نہد مرگ زیر بالش خشت

خلف خیر او، زداغ ابی

۱۰۱۸

چونکہ تاریخ سال فوت نوشت

گفت ملہم مرا بگوش ضمیر

سال فوتش کہ 'باد جاش بہشت'

۱۰۱۸

یہ کتبہ لوح قبر پہ پائینتی کی طرف کندہ ہے :

(۳)

خان زمانہ میر ابو القاسم، آنکہ او

لوح وجود از رقم غیر سادہ کرد

.... دودمان ومما گلبن حیا

سال وفات او طلب از 'داغ دادہ' کرد[1]

۱۰۱۹

---

[1] تذکرہ امیر خاں صفحہ ۲۰۰

Marfat.com

آخری تاریخ میں ایک سال کا اضافہ ہے۔

ان کے بیٹے اور پوتے اکبر سے لے کر عالمگیر کے عہد تک بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے اور درجہ اول کے امرامیں ان کا شمار ہوتا رہا۔ امرامیں امیر ابوالبقا امیر خان، امیر عبدالکریم امیر خان وغیرہ اپنے عہد میں بڑے ٹھنٹنے کے مالک تھے، میرک یوسف مولف مظہر شاہجہانی، میر ابوالمکارم شہود مصنف مثنوی پر سخانہ سلیمان سید اشرف صاحب، رقائم کرائم، امین الدین خان حسین مصنف معلومات الآفاق ورشحات الفنون اپنے دور کے عالم فاضل اور بڑے مصنف گزرے ہیں۔ اسی طرح ضیاء الدین یوسف، میر رضی الدین خاں فدائی، میر حیدر الدین ابوتراب کامل، میر محمد عطا، میر ابوالوفا وفا شعر و سخن میں اپنے اپنے دور کے نام آور اصحاب تھے۔

کئی ایک عمارتیں، مساجد اور دیگر یادگاریں ابھی تک اس خاندان کی یاد تازہ کر رہی ہیں۔ صفہ صفا۔ بکھر میں، صفہ وفا۔ سیوھن میں، میر تمکین کی یادگار ہیں، ٹھٹھہ کی مسجد جامع میر ابوالبقا امیر خاں کی یادگار ہے۔ اس کی پشت پر میر عبدالکریم امیر خاں کی مسجد اور محلہ امیر خاں اور مکلی پر امیر خانیوں کا گورستان آج تک اس خاندان کے ذوق کی عمدگی کا پتہ دے رہا ہے۔

یہ خاندان دو ناموں سے مشہور ہوا۔ بکھر میں مقیم بزرگ "قاسم خانی" کہلائے اور ابوالبقا امیر خاں کو۔ امیر خان۔ کا خطاب ملنے کے بعد اس کے پس ماندہ۔ امیر خانی سادات۔ کہلائے۔ اول الذکر شاخ کا قبرستان صفہ صفا۔ پر روہڑی میں دریا کے کنارے ہے، اور امیر خانیوں کا گورستان مکلی پر موجود ہے، اور رہائش کا محلہ ٹھٹھہ میں جامع مسجد کی مشرقی دیوار کے ساتھ ہے۔

میر ابوالقاسم تمکین خود بھی عالم، ادیب، نثر نویس[1] اور شعر و سخن کے دلدادہ

---

[1] تذکرہ امیر خاں ص۵۰ تا ص۹۵

تھے، شعرا اور علما کی مجلسیں ہمیشہ ان کے ہاں رہتی تھیں۔ شعر کا نمونہ نہیں مل سکا لیکن ان کی دو کتابیں موجود ہیں:-

۱- منشآت نمکین: اکبر کے نام ۲۳ شعبان ۱۰۰۶ھ کو معنون کی[۱] اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں (شمارہ ۱۵۳۵) ہے، جس کی کتابت ۱۴ جمادی الاول ۱۰۱۲ھ کو ختم ہوئی ہے[۲] دوسرا نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دلٹن کلیکشن شمارہ ۲۶/۳ و ۲۷/۳) میں دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲- جوامع الجواہر: یہ کتاب اسلامی فلسفے پر لکھی گئی ہے، جس کا سال تالیف معلوم نہیں اور میر نمکین نے یہ میرزا غازی بیگ ترخان کے نام پر معنون کی ہے[۳]۔ خیال یہ ہے کہ نمکین نے یہ کتاب اپنے آخری ایام میں مکمل کی ہوگی، اور جب میرزا غازی کے ساتھ ان کا ساتھ قندھار جاتے ہوئے ہوا، اس وقت ان کے نام منسوب کی ہوگی[۴]

---

۱ تذکرہ امیرخاں ص۶۵ تا ص۶۸

۲ تذکرہ امیرخاں ص۶۵، اور دیکھئے مقالہ ڈاکٹر مومن محی الدین کا جرنل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی شمارہ اپریل ۱۹۶۰ء ص۹۰- ص۹۶ میں نیز مجلہ انڈو ایرانیکا جون ۱۹۶۶ ص۴۰ - ص۴۵

۳ اس کا ذکر ڈاکٹر مومن محی الدین نے اپنے مقالے میں کیا ہے، دیکھئے انڈو ایرانیکا جون ۱۹۶۶ء ص۴۰۔

۴ اس خاندان کا پورا احوال راقم نے "تذکرہ امیرخاں" نام کی کتاب میں کیا ہے، یہ کتاب ۱۹۶۱ء میں ۳۶۱ صفحات پر اور ۸۲ تصاویر کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

Marfat.com

وصلی، میر نعمت اللہ شیرازی

میر نعمت اللہ، شیراز کے طبا طبائی سادات سے تھے، بقول صاحب میخانہ فارس کے لوگ اس قبیلے کو سیادت میں صحیح النسب مانتے ہیں[1]، شیراز میں میر نعمت اللہ کے والد "میر پنبہ زن" کے عرف سے مشہور تھے۔

مولانا مرشد بروجردی جب شیراز میں آئے اور وہاں رہے اس وقت میر نعمت اللہ نے ان کی شاگردی اختیار کی "تا وقتیکہ:

—"تا طبیعت مرا از صیقل صحبت سخنور بروجرد بمرتبہ
موزونیت رسانید.... شوق شعر گفتن و ذوق در سفتن
او را بوادی تتبع انداخت[1]

صاحب میخانہ نے لکھا ہے کہ بچپن سے ہی فارسی کی کتابیں پڑھنے کا ان کو شوق تھا اور فارسی کی اکثر کتابیں پڑھ لی تھیں اور:

---

[1] میخانہ گلچیں صفحہ ۶۶۹۔

Marfat.com

—برتبہ تحقیق لغات عربی و فارسی و پہلوی نمود کہ، درین
جزوزمان دزین فن خود عدیل ندارد و بحدی از اصطلاح
جزوی و کلی متقدمین و متاخرین باخبر گردیدہ کہ، ہر گل و
گیاہی کہ از زمین میروید، از نام و نشان و خاصیت و
منفعت و مضرت آن، بہرزبان اطلاع دارد[1]

گویا ذخیرۂ الفاظ اور اصطلاحات یا خواص گل وگیاہ جاننے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اور انھوں نے متقدمین، خواہ متاخرین کی تمام کتابیں پڑھ کر تحقیق لغات میں ید طولیٰ حاصل کر لیا تھا۔

ان کے استاد ملا مرشد بروجردی جب اسد قصہ خوان کی تحریک پر میرزا غازی کے پاس ٹھٹہ پہنچے تو کچھ عرصے بعد میر وصلی بھی یقیناً اپنے استاد کی توجہ سے میرزا غازی کے دربار میں پہنچ گئے:

"وصلی بدلگرمی استاد خود از مسکن بملک سند آمدہ و
قصیدہ - کہ در مدح زبدۂ دودمان ترخانیان میرزا غازی
گفتہ بود - بوسیلہ مرشد خان (مرشد بروجردی) بر سبیل
رہ آورد بران قدردان سخنوران گزرانید۔"

میرزا قدردان تھے، مرشد بروجردی سے خاص عقیدت اور محبت رکھتے تھے اسے "مرشد خاں" کا خطاب بھی دے رکھا تھا، جب ان کے یہ شاگرد پہنچے تو میرزا نے التفات فراواں دکھایا اور ان کو اپنے ملازمین کے جرگے میں لے لیا اور:

— و خدمت عمدہ در ملک سند بدو فرمود۔

---

[1] میخانہ ص۲۶۹

Marfat.com

غالباً حسب دستور ان کو بھی مرزا نے سندھ میں کچھ زمین جاگیر کے طور پر دی ہوگی اور کوئی سرکاری عہدہ بھی تفویض کیا ہوگا جس کی کوئی تشریح اور نشاندہی نہیں ملتی۔

میر وصلی قندھار میں بھی مرزا کے ساتھ رہے اور مرزا جب تک زندہ رہا ساتھ نہ چھوڑا۔ ۱۰۲۱ھ کے بعد جب یہ بساط الٹی اور یہ آشیانہ خزاں رسیدگی کی وجہ سے اجڑ چکا اس وقت دوسرے متوسلین کی طرح میر نعمت اللہ وصلی بھی غالباً پہلے سندھ پہنچے اور پھر وہاں سے ۱۰۲۲ - ۱۰۲۳ھ کے درمیان سیدھے اجمیر گئے کیونکہ اس وقت جہانگیر بادشاہ وہیں منزل انداز تھا، اور یہی دور تھا جب کہ مرزا رستم صفوی کا سندھ پر تقرر ہوا اور اس کے پہنچنے پر میر معصوری ترخانی خاندان اور ان کے تمام متعلقین امرا کو سندھ سے خارج کر کے اجمیر میں بادشاہ کے دربار میں لے جا کر پہنچایا، جس کے بعد سندھ سے اس خاندان کا تمام و کمال قلع قمع ہو گیا۔

میر وصلی کا دربار یا دربار سے باہر کوئی وسیلۂ روزگار نہ بنا، چنانچہ انھوں نے اجمیر کو خیر باد کہہ کر پنجاب کی راہ لی۔ میخانہ کا مصنف اس سفر میں چھ مہینے تک ان کے ساتھ رہا۔ یہ دونوں ادیب اور اپنے دور کے معروف شاعر اور مصنف نارنول کے راستے سے لاہور پہنچے[1]

محمود بیگ ترکمان جو شاعر بھی تھے اور امیر بھی، اس سفر میں بنگش جاتے ہوئے ساہبر کی منزل سے ان کے ساتھ ہو لیے، یہ سفر بقول عبدالنبی: ان کی وجہ سے بہت خوش گوار گزرا۔ محمود بیگ ہر منزل پر ایک غزل کی طرح ڈالتے تھے، عبدالنبی اور میر وصلی اس طرح پر غزل تصنیف کرتے تھے، چنانچہ سرہند میں جب پہنچے ہیں تو محمود بیگ نے مطلع کہا:

---

[1] میخانہ ص ۹۶۔

Marfat.com

کسی زحالِ منِ خستہ، گر خبر گیرد
شمار سوزِ درونم، زچشمِ تر گیرد

عبدالنبی نے کہا:

دلم براہِ وفا، راست میرود ز انسان
کہ نیم گام اگر کج نہد، ز سر گیرد

میر وصلی کی غزل کا مقطع یہ ہے:

کنوں کہ نوبتِ وصلت، بہ وصلی افتاد است
بچرخ گوئی کہ: ایام را، ز سر گیرد[1]

۱۰۲۵ھ میں یہ ساتھ تھے، لاہور پہنچ کر عبدالنبی کشمیر کی طرف چلے گئے اور محمود بیگ وصلی کے ساتھ بنگش چلے گئے[2] تاکہ وہاں پہنچ کر الہداد خاں (مخاطب بہ رشید خاں) ولد جلال الدین اوشان افغان[3] کی وکالت پر فائز ہوں[4]۔

عبدالنبی نے لکھا ہے کہ اس سال (۱۰۲۵ھ) کے بعد سے لے کر (۱۰۲۸ھ) تک پھر وصلی کے متعلق کوئی اطلاع ان کو نہیں ملی[5]

عبدالنبی نے جس وقت میر وصلی سے ملاقات کی ہے اس وقت تک (۱۰۲۵ھ) چار ہزار بیت قصائد، غزل، رباعی اور مثنوی کی صورت میں انھوں نے تصنیف کیے تھے، لیکن ابھی شاید دیوان کے مرتب کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی[6]

اس وقت تک وصلی کے دیوان کا کوئی نسخہ ہماری نظر میں نہیں ہے ہم یہاں ان کا وہ قصیدہ دے رہے ہیں جو رہ آورد کے طور پر انھوں نے سندھ میں پہنچ کر مرزا کی خدمت میں اپنے استاد مرشد بروجردی کے ذریعہ پیش کیا تھا:

---

[1] میخانہ گلچیں ص۸۸۵ـ [2] یہاں جعفر خاں کے حوالے بنگش ذی قعدہ ۱۰۲۲ھ میں ہوا رشید خاں اس کی کمک کے لیے بنگش گیا تھا۔ (ترک جہانگیری ۱۶۱)

[3] جلال کے لیے دیکھیے مآثر الامرا، ۱: ۱۰۷ - ۱۰۹، اکبر نامہ جلد سوم۔ [4] میخانہ گلچیں ص۸۸۵۔

[5] کسی تذکرے میں سوائے میخانہ کے میر وصلی کا حال موجود نہیں۔

[6] میخانہ گلچیں ص۳۹ـ

Marfat.com

قصیده

وقت آنست کنون، کز اثر باد شمال — سبز گردد برخ حوروشان، دانهٔ خال
قوت نامیه اش بدر کند در ساعت — گر تو بر خاک چمن، نقش کنی شکل هلال
در هوا ریشه زند، از مدد فصل ربیع — شیر اگر پنجه کند راست، پی صید غزال
شود از فیض هوا سبز، و گل آرد بیرون — "قرعه، بر تختهٔ خاک ار فگنی، از پی فال
در هوا قطرهٔ خون، گل شود از فیض بهار — گر مریض از پی صحت، بکشاید قیفال
نارسیده بزمین، لعل بدخشان گردد — دانهٔ گر شود امروز جدا، از غربال
شود از لطف هوا، سبز تر از خط بتان — باغبان گر، بمثل تخم فشاند از کال
در چنین فصل، که عکس گهر از سینهٔ کان — شعله ور گردد چون شمع، ز فانوس خیال
سرمستان تو دو پای خمی، کز حملش — نبرد راه به کاشانه زمستی، حمال
من و آن می که، نسیم ار برساند بویش — شخص را، سایه زمستی نرود از دنبال
من و آن می که اگر پرتوش افتد بچمن — لب گلبن زند از غنچه سراپا بتخال
خنده برجام جم و ساغر خورشید زند — شیشه، گر از می گلرنگ بود مالامال
گوهر مدح شهنشاه بساحل فگند — دُرّ رَی از پی آن، رقص کند گرد زلال
شاه غازی که ز سهم فرسش، هر سر راه — آسمان، نعل زر اندود فرستد ز هلال
ای جوادی که اگر، تربیت چرخ کنی — آفتابش نکند تا بابد میل زوال
جان ز تیغت نبرد خصم، بصد حیله و فن — گر در آئینه گریزد بمثل چون تمثال
جور، در عهد تو، برخاست بنوعی، که دگر — ظلم بر ساق بتان هم نرود از خلخال
عاقبت افتد بر خاک مذلت، چو نگه — خصم جاهت کند ار جای بچشم اقبال
هر عدوی که در آید بدیارت، پی جنگ — ناوک تو کندش تا در دل، استقبال

Marfat.com

بسکہ در عہد تو منسوخ بود، چین جبین | روی دریا نشود زین لپس، پرچین ز شمال
گر بکاوند، نیابند جز اخگر از کان | شعلۂ جود تو، از بس کہ زد آتش بجبال
درد دل را چہ دہد شرح بہ نزہت وصلی | آن خبیری تو کہ، ناخواندہ بدانی احوال
ختم کردم کہ حدیثم بنود قابل آن | کہ کند طبع خداوند جہان را خوشحال

مجلس شاہ جہان! بی می و معشوق مباد
تا بود از می و معشوق سخن در اقوال[1]

صاحبِ میخانہ نے وصلی کے ساقی نامہ کے یہ تین اشعار دیئے ہیں :

صراحی، چو بردارد از رخ نقاب | فرو شد زمین بر فلک آفتاب
بیا! تا دماغی بمی تر، کنیم | رگ شیشہ را تازہ نشتر کنیم
بدہ اے دوای دل خستگان | شرابی کہ افتد یقین بر گمان[2]

---

[1] میخانہ ص۴۱۸ - ص۴۲۳ -

[2] ، ص۴۲۰ -

Marfat.com

کتابیات

آتش کدہ	آذر - سادات ناصری	تہران	
آئین اکبری - جلد سوم	ابوالفضل	مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۹۳ء	
آئین اکبری - جلد اول	بلاخمن (ترجمہ انگریزی)	طبع کلکتہ ۱۹۲۷ء	
اکبر نامہ، دو جلد	ابوالفضل	کلکتہ ۸۶-۱۸۷۹ء	
انتخاب نادرہ			
اسٹوری	تاریخ ادب فارسی (انگریزی)	لندن	
اشپرنگر	فہرست کتب خانہ شاہانِ اودھ	لندن	
بلوشے	فہرست کتبخانہ قومی پیرس		
بیاضِ گنجینہ		خطی - مملوکہ راشد مرحوم	
بیگلار نامہ	ادراکی بیگلاری	خطی - مملوکہ حسام الدین ۱۹۴۳ء	
تاریخ اعظمی	خواجہ اعظم دیدہ مری	لاہور	
تاریخ افغانستان	در عصر گورگانی ہند عبدالحی حبیبی	کابل ۱۳۴۱ھ	
تاریخ بلوچستان	ہتورام		
تاریخ طاہری	میر طاہر نسیانی	نسخہ خطی - مملوکہ حسام الدین و مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ	
تاریخ محمدی	میرزا محمد بن رستم	(بحوالہ ریو)	
تاریخ مظہر شاہجہانی	میرک یوسف	مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۶۲ء	
تاریخ معصومی	میر معصوم بکھری	مطبوعہ بمبئی ۱۹۳۸ء	
تحفۃ الکرام	میر علی شیر قانع تتوی	نسخہ خطی بخط مؤلف	
تحفۃ الکرام		مطبوعہ بمبئی و دہلی	
تذکرۃ الامراء	کیول رام	نسخہ برٹش میوزیم	
تذکرۂ امیر خانی	سید حسام الدین راشدی	سندھی ادبی بورڈ ۱۹۶۱	

Marfat.com

تذکرہ شعرائے کشمیر	سید حسام الدین راشدی	کراچی ۱۹۶۸ء
تذکرۂ میخانہ	مولفہ عبدالنبی مرتبہ مولوی محمد شفیع	لاہور ۱۹۲۱ء
تذکرۂ میخانہ	مولفہ عبدالنبی مرتبہ گلچین معانی	تہران
تذکرۂ نصرآبادی	محمد طاہر نصرآبادی	تہران
ترخان نامہ	سید محمد ٹھٹوی - سید حسام الدین	سندھی ادبی بورڈ
تزک جہانگیری	ترجمہ انگلیسی بیوریج	
جام جم	مجلہ ادبی کراچی	ماہ آبان ۱۳۴۶
جنیسر نامہ (مثنوی)	ادراکی بیگلار	سید حسام الدین راشدی ۱۹۵۶ء
حماسہ سرائی در تہران	دکتر صفا	طبع تہران
خزانۂ عامرہ	غلام علی آزاد	طبع ثانی مطبع نول کشور
خیر البیان	شاہ حسین بن ملک غیاث الدین	نسخۂ خطی برٹش میوزیم
دلیل الذاکرین	حاجی پھنور	نسخۂ خطی مملوکہ حسام الدین
دیوان طالب آملی		نسخۂ خطی مملوکہ محمد حنیف صدیقی
دیوان طالب آملی	طاہری شہاب	تہران ۱۹۶۸ء
دیوان عطا ٹھٹوی	عبدالحکیم عطا	سندھی ادبی بورڈ
دیوان مرشد بروجردی		نسخۂ خطی دانش گاہ پنجاب، لاہور
ذخیرۃ الخوانین	شیخ فرید بھکری	نسخۂ خطی مملوکہ سید حسام الدین راشدی
ذخیرۃ الخوانین جلد اول	״	مطبوعہ انجمن تاریخ کراچی ۱۹۶۱ء
ذخیرۃ الخوانین جلد ثانی	״	״ ״ ״ ۱۹۷۰ء
روز روشن	مظفر علی صبا	طبع بھوپال ۱۹۲۷ء
ریاض الشعراء	والہ داغستانی	نسخۂ خطی مملوکہ سید حسام الدین راشدی
فہرست کتبخانۂ خطی فارسی	ریو	برٹش میوزیم چہار جلد، لندن ۱۸۷۹ء - ۱۸۸۱ء - ۱۸۸۳ء - ۱۸۹۵ء

Marfat.com

سروِ آزاد	غلام علی آزاد	آگرہ ۔ ۱۹۱۰ء
شعر العجم ج ۳	مولانا شبلی نعمانی	طبع لاہور ۱۹۲۳ء
سفینۂ خوشگو	بندرابن داس خوشگو	(بذریعہ میخانہ ۔ محمد شفیع)
صبح گلشن	علی حسن خاں	بھوپال ۱۲۹۵ھ
عالم آرائے عباسی		تہران
عرفات العاشقین	تقی الدین محمد اوحدی	(بذریعہ گلچین معانی)
فہرست کتب خانہ پٹنہ	عبدالمقتدر خاں	فارسی ادب ۳ جلد
کلمات الشعراء	سرخوش ۔ دلاوری	لاہور ۱۹۴۲ء
کلمات الشعراء	" " ۔ مرتبہ محوی	مدراس ۱۹۵۱ء
لب تاریخ ہند	خداداد خان	امرت سر ۱۹۰۰ء
مآثر الامرا ۳ جلد	شاہنواز خاں	طبع کلکتہ ۹۱ ـ ۹۰ ـ ۱۸۸۸ء
مآثر رحیمی ۳ جلد	عبدالباقی نہاوندی	طبع کلکتہ ۳۱ ـ ۱۹۲۵ء
مجلۂ علوم اسلامیہ	شمارہ اول	علی گڑھ
مجمع النفائس	خان آرزو	نسخۂ خطی ۱۱۶۵ھ نیشنل میوزیم کراچی
مخزن الغرایب	چاپ دکتر محمد باقر	جلد اول ۔ لاہور
مخزن الغرائب	سندیلوی	(بذریعہ میخانہ محمد شفیع)
مقالات الشعرا	علی شیر قانع تتوی	حسام الدین راشدی ۔ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ء
مکلی نامہ	حسام الدین راشدی	سندھی ادبی بورڈ ۱۹۶۷ء
نتائج الافکار	قدرت اللہ گوپاموی	بمبئی ۱۳۳۶ھ
نشتر عشق	حسین قلی خان عظیم آبادی	(بذریعہ میخانہ محمد شفیع)

Marfat.com

اشاریہ

اعلام واقوام

ابراہیم، سلطان ـ ۴۲۹ ، ۴۳۰
ابراہیم خاں ولد علی مردان خاں ـ ۳۲۵
ابراہیم عادل شاہ ثانی ۔ ۲۶۴
ابراہیم بیگ چپک ۔ ۷۲
ابوالبقا اوزبک ۔ ۵۶
ابوالبقا بہرور علی، میر ـ ۸۸ ، ۴۲۸ ،
۴۲۹ ، ۴۳۰ ، ۵۹۳ ، ۵۹۶
ابوالفتح گیلانی ـ ۳۱ ، ۱۶۷ ، ۴۱۰
ابوالفضل، شیخ ـ ۱۳۰ ، ۴۱۰ ، ۴۱۴
۵۸۲
ابوالقاسم سلطان ۔ ۳۱ ، ۳۴ ؛ ۳۵ تا ۴۲ ،
۴۸ ، ۵۰ تا ۵۲ ، ۱۰۵ ، ۱۲۸ ،
۱۶۷ ، ۲۲۱ ، ۲۹۹ ، ۳۰۵ ،
۳۰۶ ، ۳۲۷ ، ۴۵۷ ، ۵۱۳ ،
۵۹۴ ، ۵۹۵ ۔
ابوالقاسم گازرونی، شیخ ۳۰۰
ابوالمعالی، شاہ خیرالدین ۳۲۹ ، ۳۲۷
ابوالمکارم پسر میر غیاث الدین محمد المعروف بہ
سلطان رضا المرعیفی سبزواری ۸۸ ، ۴۲۵ ،
۴۲۶ ، ۴۲۸ ، ۴۲۹ ، ۴۳۳ ،
۴۳۴ ، ۵۹۶
ابوالمکارم مشہدی، سید ۲۴۰
ابوالنبی اوزبک ۱۰۶
ابوتراب بیگ، مرزا ۲۵۷ ، ۴۲۰
ابن سینا ۳۰۴
احسان علی، میر ۲۱۸
احسن، ظفرخاں ۱۹۸
احسن، ملا احسن گیلانی ۱۸۰ ، ۱۸۹ ، ۱۸۲
احمد، سید ۲۱۴ ، ۲۲۵
احمد، شیخ ۲۰
احمد، قاضی ۵۱۳
احمد، ملا ۵۱۴
احمد بیگ ببر جنگ ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ ، ۳۰ ،
۳۲ ، ۳۳ ، ۴۷ ، ۵۵ تا ۵۸ ۔
۶۸ ، ۸۴
احمد علی سندیلوی ۳۰۷ ، ۳۰۹
احمد گیلانی، خان ۲۴۵
ادراک بیگلار ۴۵۷ ، ۴۶۰ ، ۴۶۱
ادھم ثانی، مخدوم ۲۰

* یہ اشاریہ ابوسلمان شاہجہانپوری صاحب نے ترتیب دیا ہے۔

Marfat.com

ارباب داؤد ولد عمر شاہ ۵۶۴
ارباب عمر شاہ ۵۶۳
ارغون ۵۷، ۹۵، ۱۰۳تا ۱۰۶، ۱۱۰،
۱۲۴، ۱۶۸، ۲۵۶، ۵۰۶،
۵۶۲، ۵۶۰، ۵۶۵، ۵۸۰،
۵۸۱
اسپرنگر ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۳تا ۲۳۲،
۲۶۸، ۲۸۹، ۴۳۶، ۴۵۲،
۵۰۸، ۵۱۰۔
اسٹوری ۲۰۱، ۲۶۲
اسحٰق بکھری، اخوند ملا شیخ ۱۲۹، ۱۳۰،
۱۸۳ تا ۱۸۸، ۵۷۷۔
اسد، ملا ۱۳۰، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۷۹،
۱۸۹تا ۱۹۵، ۲۳۲، ۲۴۹،
۲۵۱، ۲۵۴، ۴۱۵، ۴۴۸،
۴۵۰ تا ۴۸۱، ۴۸۶، ۴۸۹تا
۴۹۱، ۵۹۹
اسد اللہ، میر ۲۱۸
اسفندیار ۵۰۳
اسکندر بیگ ۳۰۴
اسمٰعیل خجندی ۵۰۲
اسمٰعیل کبیر صفوی، شاہ ۱۰۴، ۴۲۹
اسماعیل اول، امام شاہ ۴۳۰
اسماعیل ثانی، شاہ ۴۳۰
اسیر، مرزا جلال ۴۴۳
اسیری، میر محمد قاسم اسیر الحیران ۵۸۱

اشرف، سید ۵۹۶
اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ ۲۱۳، ۲۲۴،
۲۳۱، ۴۱۹، ۴۲۰
اعظم خان ۲۶۶
افسر، سید العارفین ۲۷۰
افغان ۲۱۴
اکبر بادشاہ ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۴۱، ۴۴تا
۴۶، ۵۷، ۵۹، ۶۲، ۷۲، ۱۰۷،
۱۷۷، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۹۷، ۲۲۲،
۲۲۶، ۲۲۸، ۲۴۳، ۲۵۷،
۲۵۹، ۲۶۱، ۲۲۸، ۲۴۳، ۴۲۸،
۴۰۹، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۹، ۴۲۰،
۴۵۶، ۴۶۳، ۴۹۳، ۵۶۵،
۵۶۷، ۵۹۰، ۵۹۲تا ۵۹۶،
۵۹۷۔
الہ داد خان مخاطب بہ رشید خان ۶۰۱
اللہ وردی خان ۲۶۳، ۲۶۴
الٰہی اسد آبادی، میر عماد الدین ۱۶۹، ۱۹۶تا
۲۰۹، ۴۱۵۔
امام رضا، ۵۹۰
امام قلی خان ۲۶۳، ۲۶۴
امیر بیگ بخشی، خواجہ ۴۷
امیر حسن عابدی، ڈاکٹر ۲۶۲ تا ۲۶۵
امین الدین خان حسین ۵۹۶
انوری ۱۵۲، ۵۶۸
اودے سنگھ راٹھور ۲۶۴
اوشان افغان، جلال الدین ۶۰۱

Marfat.com

اہلی شیرازی ۲۶۶
ایتھے ۳۲۳
ایل بی ۲۹۲
ایوب، حضرت ۵۲۷
آزاد، غلام علی ۱۱۷، ۲۶۱، ۲۶۴، ۲۶۹، ۲۸۱، ۳۱۵، ۳۲۰، ۳۳۰، ۴۰۷، ۵۱۰، ۵۱۷
آصف خاں ۴۳، ۷۴، ۱۰۵، ۰۸، ۲۵۶، ۲۵۷
آصف خاں ثانی، خواجہ غیاث الدین علی قزوینی ۲۵۶
آصف خاں ثالث، مرزا قوام الدین جعفر بیگ بن بدیع الزماں وزیر کاشان ۲۵۶، ۵۸۵
آقا ملا ۵۸۵
آنندکول، پنڈت ۱۹۸
اودے سنگھ (موٹا راجہ) راجہ ۲۶۵
بابا خلیل
بابر بادشاہ ۴۲۵، ۵۶۴
بادشاہ خاں ۱۸۵
باغ علی (بابا علی) ۴۰
باقر محمد ۳۸، ۲۳۵، ۲۳۶، ۵۶۱
باقر خوردہ ۲۶۵
باقی بیگ، مرزا ۱۰۳، ۱۰۵، ۲۳۸، ۲۵۷، ۵۶۲، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۷۰، ۵۷۲، ۵۸۶
بختاور خاں ۱۵۳
بختیار بیگ ۷۲
بخشی بیگ ۴۱۶
بدیع خاں پرناک ۴۸۰
برکیارق سلجوقی، سلطان ۴۷۸
برہانی ؟ ۱۳۹
بزرگ بن میر معصوم بھکری، میر ۷۷، ۲۱۰، ۲۳۱
بزمی کوز ۲۳۲ تا ۲۳۶
بکتش خاں ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۴، ۳۲۸
بلاغمن ۲۶۴۴۳، ۴۵۰، ۴۵۱
بلوچ ۲۱۴
بلوچھے ۴۶۲
بہادر خاں ۲۱۲، ۲۱۴، ۲۶۲، ۲۹۲، ۳۱۶
بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ ۵۷، ۶۰، ۶۲، ۹۵، ۱۹۹، ۲۱۶
بہاء الدین بخاری، سید ۵۹۱
بہائی خاں لطف اللہ ۱۸، ۲۵ تا ۳۲، ۴۷، ۸۵، ۸۷، ۹۵ تا ۹۸، ۱۰۵ تا ۱۱۳، ۱۲۵ تا ۱۲۸، ۵۰۱
بہرام مرزا ۸۳، ۸۴، ۱۰۴
بیان، عبدالحسین ۵۱۰
بیگلار ۲۴۳، ۴۵۵
بھیم سنگھ ۲۲۲، ۲۲۴
پایندہ محمد ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲
پتہ، شیخ ۱۷۳
پدم ۲۳۳
پرویز، شاہزادہ ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳
پرناک ۴۷۸، ۴۸۱
پنبہ زن، میر ۵۹۸

Marfat.com

پیغور، حاجی ۲۱۵
تاج خاں ۱۱۹
تان سین ۲۶۲
تختہ بیگ ۸۶
ترخان ۲۵، ۳۴، ۳۸، ۵۷، ۹۵، ۱۰۴ تا
۱۰۶، ۱۱۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۳۴،
۱۴۴، ۱۶۸، ۳۰۲، ۴۴۹، ۴۵۵،
۴۶۷، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۶۲،
۵۷۰، ۵۷۵، ۵۸۰، ۵۸۱
تقی اوحدی ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷،
۲۰۱ تا ۲۰۳، ۲۳۳، ۲۳۴ تا
۲۳۶، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۷۵،
۲۷۸، ۳۲۲، ۳۲۷، ۳۳۱، ۴۱۷،
۴۱۸، ۴۲۱، ۴۳۳، ۴۵۲، ۴۶۶،
۴۶۷ تا ۴۶۹
تقی کاشی ۲۷۵، ۲۷۸، ۴۱۱
تکلو ۲۷۴
توختہ بیگ ۵۹۲
جاریجہ ۵۷۰
جام داؤد ۴۲، ۱۶۷، ۱۶۸
جام دیہ: ۴۲
جام ہالہ ۴۲، ۱۶۷ تا ۱۶۹
جامی، ۱۸۷، ۵۷۸
جان شیرازی، مرزا ۳۰۰
جانی بیگ، مرزا ۸، ۱۴، ۱۷ تا ۲۶، ۳۱، ۳۲،
۳۸، ۵۳، ۵۶، ۵۸، ۶۲، ۶۶،
۷۱، ۷۲، ۱۱۷، ۱۲۲ تا ۱۲۷،

۱۳۹، ۱۶۷، ۱۸۵، ۲۳۷، ۲۳۸،
۲۴۳، ۲۶۰ تا ۲۶۳، ۲۶۸،
۴۵۶، ۴۵۷، ۵۶۵، ۵۷۱، ۵۷۳،
۵۷۵، ۵۹۱
جعفر، حضرت ۵۰۵، ۵۲۲
جعفر بیگ ۲۵۷
جعفر خاں ۲۵۷
جعفر علی ارغون ۴۰، ۵۰، ۵۱
جلال الدین، سید ۳۳۷
جمال الدین، ملا ۱۸، ۱۲۷، ۵۷۰
جمال الدین اسد آبادی، سید ۱۹۶
جمدھر، خواجہ ۵۶
جندانی، میر ۱۰۰
جنید صفوی، سلطان ۴۲۸، ۴۲۹
جنید بن ابراہیم بن علی سلطان بن موسیٰ صدر الدین
اردبیلی ۴۳۰
جہاں آرا ۳۲۵
جہانگیر، نورالدین محمد ۵۹ تا ۶۶، ۷۰ تا ۸۲،
۸۶ تا ۹۲، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۱۳،
۱۱۵، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۵۱، ۱۵۷،
۱۷۰، ۱۷۷، ۱۸۶، ۱۹۴، ۱۹۵،
۲۰۰، ۲۱۱ تا ۲۱۴، ۲۲۹، ۲۳۳،
۲۳۷، ۲۵۷، ۲۶۵، ۲۷۱ تا
۲۹۶، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۵، ۳۱۹،
۳۲۲ تا ۳۲۴، ۳۳۲، ۴۰۹،
۴۱۰، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۵۰، ۴۵۷،
۴۶۳، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۹۲، ۴۹۴،

Marfat.com

۵۰۵ تا ۵۰۸، ۵۲۳، ۵۶۵،
۵۷۷، ۵۹۲، ۶۰۰
چرکس، خسرو خاں ۱۸، ۱۹، ۲۵، ۳۲،
۳۳، ۴۵، ۴۷، ۵۰ تا ۵۸،
۶۸، ۸۴، ۸۵، ۹۲ تا ۱۰۹،
۱۱۲، ۱۱۹، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۴،
۱۳۵، ۱۶۸، ۲۳۷ تا ۲۴۳،
۲۹۷، ۳۰۲، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۷۰،
۵۷۸
چنگیز خاں ۲۳۸
چین قلیج خاں ۴۰۷، ۴۰۸
حاتم ۳۶۷، ۵۰۳
حاتم، شیخ ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۳۱
حاتم بیگ، ۴۷۹، ۴۸۰
حاتم حاشی ۲۵۶
حاذق بن حکیم ہمام گیلانی ۱۹۷
حافظ ۴۶۶، ۴۷۶
حانی، ملا ۲۳۹
حبی، عبدالحی ۲۳۰
حجت اللہ اسدآبادی ۱۹۷
حسن، امیر ۱۱۰
حسن، سلطان ۴۴۵
حسن، سید ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۶، ۵۷۴،
۵۷۵
حسن ابدال، بابا ۱۴۶
حسن ارغون، شاہ ۱۷، ۲۲۸، ۴۵۵،
۵۶۴
حسن بیگ ۶۹ تا ۷۱، ۴۳۵
حسن شانی، ملا ۲۸۱
حسن خاں ۴۴۱، ۴۶۶
حسن نظامی، خواجہ ۴۲۵
حسین، امیر ۱۱۰
حسین، ملک شاہ ۲۷۴، ۲۷۵
حسین سیستانی، ملک شاہ ۲۹۱، ۴۲۰، ۴۳۹،
حسین خاں شاملو ۷۲، ۲۸۴، ۴۳۵، ۴۴۱۔
حسین مرزا، سلطان ۶۷، ۱۰۴
حسین وانگاہ، مرزا ۵۶۱
حفیظ خاں ۱۹۴، ۱۹۵
حق بردی بیگ ۴۲۹
حکیم، مرزا ۵۹۰
حمید ناگوری، شیخ ۲۱۹، ۲۲۰
حیدر، سلطان ۴۲۹، ۴۳۰
حیدر بوانائی، ملا ۵۰۷
حیدر رقعہ خاں، مولانا ۱۸۹
حیدر الدین، میر ۴۲۹
حیران ے اسیری، میر محمد قاسم اسیر الحیران
خان آرزو ۲۵۲، ۳۱۴، ۴۳۶
خان احمد گیلانی، سلطان ۴۵۲
خاقانی ۱۵۲، ۳۰۷ تا ۳۰۹، ۳۴۴، ۳۴۹،
۵۷۸، ۵۸۲
خدابندہ، سلطان محمد ۴۴۵
خرم، شاہزادہ ۵۰۶، ۵۰۷
خسر ۳۹
خسرو، امیر ۲۴۱، ۲۷۷، ۴۲۵، ۴۵۰، ۴۵۹۔

Marfat.com

خسرو، شہزادہ ۵۹ تا ۶۵، ۷۱، ۱۱۱، ۲۱۱،
۴۶۳، ۴۹۲، ۴۹۴، ۵۰۶

خسرو خاں۔
"دیکھیے "چرکس، خسرو خاں

خضر ۳۵۶، ۳۸۷

خلدی،
دیکھیے غازی بیگ ترخان

خلدی تقوی (وقاری) ۲۴۴، ۲۴۵

خلیل مہردار ۵۷۰، ۵۷۴

خواندمیر ۸۸، ۲۲۵، ۴۲۸

خیرالدین، شاہ ۲۱۴ تا ۲۱۷

خیرالنسا بیگم ۳۰۵

داؤد، حافظ داؤد بدرینی ۲۴۶

دانیال ۲۶۵

داؤد ۵۶۳

داؤد بندگی، ۳۳۷

درویش بیگ ۵۹۲، ۵۹۳

درویش والہ ۴۴۴

دریا خاں ۴۰، ۴۸، ۵۰، ۵۱۰

دولت خاں ۱۸

دولت شاہ ۲۰۲

دیانت خاں ۳۲۱، ۳۳۰، ۳۳۱

دیبی پرشاد ۲۲۰، ۲۲۱

دھارو ولد راجہ ٹوڈرمل ۷۲

ذوقی اردستانی ۱۹۷، ۲۰۲، ۲۰۶

راجپوت ۳۲، ۵۱۲، ۵۷۰

راشد برہان پوری ۱۵۶

رائے سنگھ ۱۰۶، ۱۱۰

رت سین ۲۳۳

رحمت اللہ، سید ۳۳۷

رستم ۵۲۰

رستم بیگ ۹۸، ۱۰۴، ۱۱۵، ۱۱۹، ۲۹۷،

رستم صفوی، میرزا ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۶۰۰،

رسمی
دیکھیے فغفور، حکیم محمد حسین لاہیجانی

رشید، ملا عبدالرشید بندر لاہری ۱۹۱، ۲۴۸،
۲۵۱

رضوی کشمیری، عطاءاللہ ۲۵۲، ۲۵۳

رضی، آفاقی ۱۹۷

رفیعی معمائی، رفیع الدین حیدر ۲۵۶

رقائم کرائم ۵۹۶

رکنائی کاشی، حکیم ۳۲۳

رکنائی کاشی ۳۲۶

رودکی ۲۷۶

روم، مولانا ۱۶۴، ۱۸۷، ۱۸۸، ۳۰۳، ۵۷۸

ریو ۱۱۶ تا ۱۱۸، ۲۱۱، ۳۱۱، ۳۲۳، ۴۷۰

زاہد، میر ۱۰۲

زکریا، میر ۲۱۸

زین خاں کوکہ ۴۱۰

سادات ناصری، سید ۴۶۷

ساقی ۲۱۸

سبط احمد، ملک چودھری ۴۶۲

ستی النسا بیگم ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۲۴ تا ۳۲۶،
۳۳۲

Marfat.com

سرخوش ۳۳۳، ۳۳۴
سردار خاں ۷۲، ۷۷، ۷۹، ۸۶، ۸۷، ۱۱۷،
۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۷، ۳۱۸، ۵۹۲
سروری یزدی ۲۵۴، ۲۵۵، ۴۱۵، ۴۸۹،
سعداللہ خاں ۵۴، ۱۳۶
سعدی شیرازی، ۱۲۹، ۸۷، ۱۸۸، ۴۶۶،
۴۷۶، ۵۷۷
سعید خاں ۲۱، ۲۳، ۴۴ تا ۴۷، ۵۲ تا ۵۶،
۶۲، ۱۳۶، ۱۷۷، ۲۳۴
سلطان، شمس الدین ۵۸۰
سلمان ساوجی، خواجہ ۴۵۹
سلیم، سلطان ۲۶۵
سلیم، شاہزادہ ۴۶۳
سلیمان ۲۲۰، ۲۲۲، ۳۹۱
سلیمان، بادشاہ ۲۷۹
سمیحہ ۳۳، ۴۰
سنائی ۳۴۹
سنجر کاشی، میر محمد ہاشم ۲۵۶ تا ۲۷۱
سودرہ ۳۱
سورج سنگھ، راجہ ۲۶۴، ۲۶۵
سہراب ۳۵۱
سیف خاں ۳۰۱
شانی تکلو، ملا نفیس الدین ۱۲۷، ۱۶۹، ۳۴۳ تا
۲۸۹، ۴۳۲
شاہباز خاں ۴۷
شاہ بیگ خاں ۶۴، ۶۵، ۷۱، ۷۲ تا ۷۴،
۸۱، ۸۸، ۱۱۷، ۴۲۸، ۵۸۱، ۵۸۳

شاہ بیگم ۴۸
شاہجہاں ۱۹۸، ۲۶۵، ۲۶۶، ۳۰۷، ۳۱۲،
۳۲۵، ۳۲۸، ۴۲۶، ۵۰۷ تا ۵۰۹
شاہد ٹھٹھوی، محمد شریف ۲۷۲
شاہ رخ، میرزا ۱۰۳، ۵۶۷
شاہ محمد عرف غزنین خاں، مرزا ۵۸۵
شاہ نواز خاں ۲۶۴، ۴۶۳، ۴۶۴
شبلی، شیخ ۵۱۸
شبلی نعمانی ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۹، ۳۱۶،
۳۲۰، ۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۰، ۴۰۶
شتابی ۴۲۲
شرمی قزوینی، مولانا ۲۶۸، ۲۶۹
شروان شاہ ۴۲۹
شریف الملک، نواب ۴۲۶
شریف خاں ۶۳، ۱۶۹، ۲۵۷
شفائی، حکیم ۱۹۷، ۴۴۷
شفق ۳۲۳
شفیع خراسانی، میرزا محمد ۳۰۵، ۳۰۹، ۳۱۰،
۳۲۷
شفیق اورنگ آبادی ۲۵۳
شکر اللہ، میر ۴۲۸
شکوہی ہمدانی، ملا ۱۹۷
شمس ۲۹۰، ۳۱۹
شمسائی زریں رقم ۲۹۰ تا ۲۹۲، ۳۱۹،
۴۱۵، ۴۸۹
شمشیر خاں ۱۲۰

Marfat.com

شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری ۱۸۴، ۱۸۵
شہباز خاں ۹۷، ۱۰۰، ۱۳۶، ۱۴۶
شہباز علی، میر ۲۱۸
شہرتی ۳۰۱، ۳۰۲
شہودی ابوالمکارم، میر
شیدا ۳۲۳، ۲۹۳،
شیدا فتح پوری ۱۹۸، ۲۹۴
شیخ الحق بھکری، آخوند ۵۷۷
شیر بیگ، میر (مرحوم بتی) ۱۰۰
شیر قلندری بن باباحسن ابدال، سید ۲۲۶
صاحب الزماں ۱۵۵، ۱۶۵
صادقی کتابدار ۲۷۶
صالح ترخان، میرزا ۱۱۸، ۴۷۸
صالح بیگ تبریزی، محمد ۳۵۴
صائب ۲۹۲، ۴۳۱
صبور علی ۳۲
صبوری مشہدی، ملا ۳۲۳
صدرالدین، حکیم ۲۰۱
صدرالدین محمد علی ۲۰۰
صدیق حسن خاں، نواب ۴۱۸
صفا، ڈاکٹر ذبیح اللہ
صفائی ترمذی، میر سید ۲۲۶
صفی صفوی، شاہ ۲۳۱
صفی الدین اردبیلی، شیخ ۲۲۹
صوفی، محمد یوسف ۳۰۰
صوفی، ملا محمد مازندرانی ۲۹۵
ضحاک ۳۵۳
ضیاء الدین ۲۲۴، ۳۲۶، ۳۳۲
ضیاء الدین کاشانی، حکیم ۲۰۰
طالب اصفہانی، بابا ۲۱، ۴۱ تا ۴۵، ۴۰۹ تا ۴۱۴
طالب آملی ۱۱۵، ۱۵۷، تا ۱۵۹، ۱۶۹، ۲۳۲، ۲۳۶، ۲۹۰، ۲۹۳، ۳۰۵ تا ۳۰۸، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۴۱، ۴۸۹
طالب مازندرانی ۲۹۳
طاہر، میر ۱۹
طاہر نصرآبادی ۴۳۶
طاہری شاب، آقائے ۳۰۴، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۳۱، ۳۶۵، ۳۶۹، ۴۰۲
طباطبائی ۲۵۶
طغریٰ مشہدی ۲۰۰
طہماسپ، شاہ ۳۰۶، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۴۵
ظاہر، سید ۶۶
ظفر خاں ۱۹۸
ظہیر ۱۹۳
ظہیر فاریابی ۳۹۱
ظہیر الدین ثانی عرف سید جادم بن سید شکر اللہ شیرازی ۵۷۸
عادل خاں ۵۶۵، ۵۸۵، ۵۸۶
عارف شیرازی، محمد ۳۱۰
عاقل، خواجہ ۶۷
عاقل خاں ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۱۱
عالم گیر ۲۴۸، ۵۹۶
عباس، شاہ ۶۹، ۷۱، ۸۸ تا ۹۰،

Marfat.com

۱۷۸، ۱۷۹، ۲۵۶، ۲۶۴، ۲۷۴،
۴۰۸، ۴۱۸، ۴۲۱، ۴۲۶، ۴۳۰،
۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۴۵ تا
۴۴۷
عباس کبیر شاہ ۳۰۰، ۳۰۵، ۳۱۱، ۳۲۷،
۴۶۳
عبدالباقی نہاوندی، ملا ۱۷، ۲۱، ۲۲، ۹۵،
۹۶، ۱۵۵، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۷۹، ۱۸۹،
۱۹۶، ۲۳۹، ۲۵۴، ۲۵۶، ۲۶۴،
۲۷۳، ۲۷۷، ۲۹۰، ۳۰۷، ۴۳۲،
۴۴۵، ۴۵۱، ۴۸۹، ۴۹۰،
عبدالجلیل، سید (شاہ مقصود) ۲۳۰،
۲۳۱
عبدالجلیل بن سلطان خلیل بن سلطان محمد ۲۳۱
عبدالرحمان، میر ۴۲۸
عبدالرحیم خان خاناں ۱۷، ۱۸، ۶۶، ۷۲،
۱۲۶، ۱۲۷، ۱۸۵، ۲۴۳، ۲۶۰،
۲۶۱، ۲۹۳، ۴۰۷، ۴۱۰، ۴۵۱ تا
۴۵۳، ۵۶۵، ۵۷۵، ۵۷۷، ۵۸۶،
۵۹۱
عبدالرزاق معموری، میر ۱۰۴، ۱۱۹، ۱۲۰،
۲۳۷، ۲۹۷، ۳۰۱، ۵۰۶
عبدالرسول، میر ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸
عبدالرشید ۱۹۱
عبدالعزیز ۹۵، ۹۶
عبدالعلی ترخان ۱۰۳ تا ۱۰۵، ۱۱۹، ۲۳۷،
۲۹۷

عبدالغفور ۵۱۸
عبدالغنی ۲۵۷
عبدالقادر بن سید محمد ہاشم ۲۴۲
بدایونی (عبدالقادر) ۴۱۰
عبدالکریم امیر خاں، امیر ۵۹۶
عبداللطیف ۱۱۲، ۱۱۶، ۲۴۰،
عبداللطیف عباسی گجراتی ۲۹۸
عبداللہ چغتائی ۲۲۰
عبداللہ خاں ۳۲۱
عبداللہ انصاری، خواجہ ۴۴۰
عبداللہ خاں، میرزا (نوازش خاں) ۲۳۳
عبداللہ خاں فیروز جنگ ۲۳۴، ۲۳۶، ۳۳۰
عبداللہ سلطان (میرخان) ۸۸، ۸۹، ۴۲۶
عبدالنبی ۱۶۰، ۱۸۹، ۲۹۸، ۳۲۰، ۴۰۵،
۴۰۶، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۵۱، ۴۶۷،
۴۶۸، ۴۷۶، ۶۰۰، ۶۰۱
عبدالوالی، میر ۱۳۹
عبیداللہ خاں اوزبک ۳۳۴
عتابی، حسن بیگ تکلو ۴۱۶ تا ۴۲۴
عرب کوکہ ۱۸، ۲۵، ۴۰، ۴۷، ۴۸، ۱۲۷
عرفی ۲۷۷، ۴۳۸
عریضی، میر عبداللہ سلطان سبزواری مشہدی ۴۲۵
تا ۴۳۱
عزت علی، میر ۲۱۸
عزیز اللہ، میر ۲۱۷، ۲۱۸
عطا، میر محمد ۵۹۶

Marfat.com

عطاءاللہ مشہدی، میر ۵۲، ۵۳

عطائی (عطاءاللہ رضوی کشمیری) ۲۵۲.

علی مرتضیٰؓ، حضرت ۲۸، ۴۳۰، ۵۰۵،
۵۲۲، ۵۲۳

علی ابراہیم خاں ۳۱۴

علی اصغر، میر ۴۲۸

علی ترخان، مرزا ۳۳

علی حسن خاں ۱۹۵

علی خاں ۵۷۱

علی رضا، امام ۳۱۱، ۳۲۷، ۴۲۶، ۴۴۰

علی شیر ارغون، میر ۱۰۰، ۲۱۷، ۲۱۸

علی گیلانی، حکیم ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲۔

علی مراد، میر ۲۲۳

عمر ۵۸۷

عمر شاہ ۵۶۴، ۵۶۵

عنایت اللہ، میر ۲۱۸

عیسیٰ ترخان، میرزا ۴۲، ۱۶۶، ۲۳۸

عیسیٰ اول ۲۳۹

عیسیٰ ترخاں ثانی، میرزا ۳۱، ۳۳، ۱۰۵،
۱۱۸، ۱۲۳، ۲۴۳، ۴۲۶

غازی بیگ، میرزا ۱۷ تا ۱۵۸، ۱۹۵ تا
۱۹۳، ۱۹۶، ۲۰۳، ۲۱۲، ۲۱۳،
۲۳۲، ۲۳۶ تا ۲۳۹، ۲۴۲،
۲۴۳، ۲۴۶ تا ۲۵۵، ۲۶۱ تا
۲۶۷، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۸۲، ۲۹۰ تا
۲۹۶، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۳ تا ۳۲۱،
۳۲۸ تا ۳۳۳، ۳۴۱، ۳۵۸،
۳۶۱، ۳۶۵، ۳۷۰، ۳۷۳، ۳۸۳،
۳۸۵، ۳۸۸، ۳۹۵، ۴۰۲، ۴۰۴،
۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۵،
۴۲۰، ۴۲۲، ۴۲۶، ۴۲۹، ۴۳۲،
۴۳۵، ۴۳۷، ۴۳۹، ۴۴۲، ۴۴۸ تا
۴۵۰، ۴۵۳، ۴۵۶ تا ۴۶۷، ۴۸۱ تا
۴۸۹، ۴۹۳ تا ۴۹۸، ۵۰۱ تا
۵۰۶، ۵۱۷ تا ۵۱۹، ۵۲۶، ۵۲۹،
۵۳۷، ۵۴۰، ۵۷۵ تا ۵۸۱، ۵۸۶،
۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۷ تا ۶۰۲،

غزالی، غازی بیگ ۱۵۲
دیکھیے، غازی بیگ ترخان۔

غربتی، معالی، دیکھیے ابوالمعالی۔

غضنفر علی تبریزی ۴۵۲

غنی کاشمیری ۱۹۹

غیاث، میر ۸۸

غیاث الدین خواندمیر، خواجہ ۴۲۵

غیاث بیگ، میرزا
دیکھیے، اعتمادالدولہ میرزا غیاث بیگ

غیرتی شیرازی ۲۵۶، ۲۷۶

فاطمہ، بی بی ۲۱۶

فتح اللہ ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۰۹، ۵۰۱

فتحی بیگ ۱۸۹

فتحی، میر ۱۰۰

فخر رازی، امام ۲۷۶

فخرالدین نصیری امینی، ۴۳۹

فدائی، میر رضی الدین ۵۹۶

Marfat.com

فرخ، میرزا ۱۰۳
فرید بھکری، شیخ ۴۷، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۵۴، ۱۷۲، ۱۸۴، ۱۸۵، ۲۳۹
فریدون خاں برلاس ۴۷
فصیحی انصاری، مرزا ۲۷۳، ۲۷۴، ۴۳۲، ۴۴۴
فغانی، بابا ۲۷۶
فغفور گیلانی، حکیم ۱۴۴، ۱۴۵
فغفور، حکیم محمد حسین لاہیجانی ۴۴۵، ۴۵۴
فوق، محمد الدین ۱۹۹
فہمی ۲۵۶
فیروز، ملا ۳۰۷، ۳۳۲
فیروز تغلق، سلطان ۳۴
فیضی، ۲۵۹، ۴۱۰، ۵۱۲
قاسم، خواجہ ۳۳۰
قاسم ارغون، شاہ ۱۸، ۱۹، ۲۵، ۳۱، ۹۹، ۱۶۷
قاسم بیگلار خان زماں، شاہ ۴۵۴ تا ۴۶۱،
قاسم بیگ پرناک ۴۶۹
قاسم خاں ۳۸، ۱۰۰
قاسم خاں چرکس ۵۷، ۵۸
قاسم علی کوکہ ۳۲
قاسم علی سلطان ۱۰۰
قاسم کاشی، مولانا ۴۱۰
قاسمی، عباس کبیر، شاہ ۳۰۰
قاضی خاں ۲۱۳
قانع ٹھٹھوی، میر علی شیر ۱۲۹، ۱۳۵، ۱۸۳، ۲۰۰، ۲۴۱، ۲۴۹، ۳۰۱، ۴۰۶، ۴۲۷، ۵۶۱
قرابیگ ۴۷
قراخاں، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۵، ۲۱۲
قزلباش ۲۷۴
قطبا، حکیم ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۳۲
قلیچ بیگ ۶۷
قلیچ خاں پدر چین قلیچ ۳۳۰، ۴۰۷، ۴۰۸
قمی، ملک ۲۶۶، ۲۷۶، ۲۷۷
قوام الدین جعفر خاں، میرزا ۲۵۹
کاشی ۳۲۶
کالہ، شیخ ۵۷، ۹۵
کامل، میر حیدر الدین ابوتراب ۸۸، ۵۹۶
کامی شیرازی ۴۶۲ تا ۴۶۵
کرم علی شاہ، میر ۲۱۸
کمال خجندی ۹۷
کونرو ۳۹
کیول رام ۱۱۷
گج سنگھ، راجہ ۲۶۵
گدا علی، ملا ۱۸، ۲۵، ۲۶، ۳۲، ۱۲۷، ۱۲۸
گلچین معانی ۱۱۴، ۱۵۷، ۱۶۴، ۱۸۹ تا ۱۹۵، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۹، ۲۳۲ تا ۲۴۴، ۲۵۱، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۸، ۲۸۱، ۲۸۹، ۲۹۵، ۲۹۸، ۳۰۴، ۳۱۰، ۴۰۱، ۴۱۴ تا ۴۲۳، ۴۳۳ تا ۴۳۵، ۴۳۸، ۴۴۵، ۴۴۸ تا ۴۵۲

Marfat.com

۲۶۶، ۲۶۹ تا ۲۷۱، ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۸۰،
۲۸۶، ۵۱۰، ۵۹۸، ۶۰۱
گلاب شاہ، میر ۲۱۸
گھوسیہ، رائے ۹۶
لاری (قبیلہ) ۲۸۲
لطف اللہ، سلطان ۴۷، ۸۷
لطف اللہ شیرازی مشہدی، سید ۱۳۹
لطف اللہ، میر ۲۱۸
لطیف ۳۳۷
ماروی ۵۸۷
مالدیو، راجہ ۲۶۴، ۲۶۵
مالک رام ۲۲۲
مان متی ۲۶۵
مانک چند ۹۷، ۹۹، ۱۰۰
ماہر، محمد علی ۲۶۶، ۲۸۱
مبارک، ملا ۵۸۲
متینی، محمد علی خاں ۵۱۰
محب علی سندھی ۴۲۷
محتشم کاشی ۲۵۶
محفوظ خاں ۱۹۵
محمد، سید ۲۱۷، ۲۱۸
محمد، شیخ ۴۴۰
محمد بن رستم، میرزا ۱۱۶
محمد مشہدی، ملا ۴۳
محمد شیرازی، حکیم ۲۰۰
محمد ابراہیم، مخدوم ۲۴۱
محمد اصلح ۳۰۴
محمد بیگ ۹۵، ۹۸، ۱۰۹
محمد جمال بن جلال الدین حسینی شیرازی، سید ۶۱
محمد چشتی، میر خواجہ ۲۱۳، ۲۱۴
محمد حسنی، سید ۲۶۸، ۵۶۲
محمد حسین ۳۲۶
محمد حکیم، مرزا ۷۲، ۸۶
محمد خاں نیازی، میاں ۷۲
محمد خدا بندہ ۴۳۰
محمد زکریا ولد میر محمد بزرگ ۲۱۴
محمد سلطان، میرک ۱۰۰
محمد شاہ، ۴۳۰
محمد شریف ولد ملا شیخ حسن آملی، ملا ۳۲۵
محمد شفیع، مولانا ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۹۱، ۱۹۳،
۱۹۵، ۲۳۳، ۲۵۴، ۲۷۳، ۲۷۴،
۲۹۰، ۳۱۱، ۳۳۲، ۴۳۷، ۴۳۵، ۴۴۲،
۴۶۶، ۴۶۷، ۴۹۰، ۵۱۰
محمد صادق ۲۹۸، ۳۲۶
محمد صالح ۶۱، ۳۰۴
محمد طاہر، سید ۵۶۱
محمد طاہر وان معروف بہ میر سنبلی ولد سید حسین بحرانی
ابن میر حیدر استرآبادی، سید ۵۶۱
محمد عارف ۲۱۵، ۲۲۸،
محمد عالم، میر ۲۲۸
محمد علی سلطان کابلی ۲۰۲، ۲۰۴
محمد غزنین خاں، میرزا شاہ ۷۴
محمد فراقی، ملا ۵۷۰
محمد قاسم، میر ۲۲۸

Marfat.com

محمد قلی پرناک ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰
محمد قلی خاں ۴۸۲
محمد قور بیگی، خواجہ ۱۹، ۲۰
محمد معین ۳۲
محمد معصوم چشتی، میر خواجہ محمد ۱۱۳
محمد ہاشم ۷۶، ۲۴۰، ۲۵۹، ۳۱۸، ۴۲۸
محمود ابن صدیق فخری، شیخ ۲۱۷
محمود ٹھٹھوی، قاضی ۱۱۱، ۱۱۶
محمود بھکری، سلطان ۱۸۳، ۴۲۹، ۵۶۴،
۵۶۵، ۵۶۶
محمود بیگ ۶۰۰، ۶۲۱
محمود خاں ابن فاضل خاں کوکلتاش ۱۲۹
محوی اردبیلی، مولانا ۱۱۶، ۱۵۰، ۲۶۶ تا
۴۶۷، ۴۸۹، ۴۹۱
مخفی رشتی ۲۳۵
مراد ۲۶۵
مراد یاب خاں، ۲۱۸
مراد علی، میر ۲۲۲
مرتضیٰ قلی خاں ۴۷۸
مرحق، میر ۴۵۶
مرشد بروجردی ۱۲۱، ۱۴۵، ۱۴۹، ۱۶۵،
۱۸۹، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴
۲۳۲، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۷۳، ۲۹۰،
۳۲۱، ۴۳۲، ۴۴۸ تا ۴۵۰،
۴۶۷، ۴۶۹، ۴۷۳ تا ۴۷۶، ۵۹۸
۵۹۹، ۶۰۱
مرشد خاں ۹۶، ۹۷، ۱۱۱، ۱۴۳، ۱۴۴
مسعود، رکن الدین ۳۲۶
مظفر، میرزا ۳۱، ۵۷۰، ۵۷۱
مظفر خاں ۱۰۴
معصوم بھکری، میر ۷۲، ۱۳۰، ۱۸۳ تا ۱۸۵،
۱۸۸، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۱۹، ۲۲۰،
۲۲۲، ۲۳۱ تا ۲۳۹، ۴۱۹،
۴۲۹، ۵۸۶، ۵۹۱
معین الدین اجمیری، خواجہ ۲۳۸
مغل ۵۷۰
مقیم سلطان ۳۹، ۹۹، ۱۰۰، ۴۶۰
ملک احمد ۵۶۶، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۲ تا
۵۷۴
ممتاز محل ۳۲۵
مودود چشتی، سلطان ۲۱۴
موسیٰ، حضرت ۵۰۵، ۵۲۲
مرسن محی الدین، ڈاکٹر ۵۹۷
مہابت خاں ۲۰۲، ۵۰۶، ۵۰۷، ۶۰۱
میر، میر تقی ۲۸۸
میر بخش ۴۴
میر جان، مولانا ۴۳۳
میر سبزواری، ملا ۵۹۰
میرزا قندھاری ۲۱۸، ۲۱۹
میرزا لاہوری ۴۰۸
ناظم ہروی ۴۳۴
نامی، میر محمد معصوم، دیکھو: میر معصوم بھکری
نجم الدین محمود بن ملک حیدر ۱۸۰
ندیم ۳۲، ۴۳۵

نرندر نامۂ لاہوری، راہو ۵۱۰
نسیانی، سید محمد طاہر ۲۲، ۶۲، ۷۵، ۱۱۰،
۱۲۱، ۱۸۶ تا ۱۸۸، ۳۱۷، ۳۱۹ تا
۵۶۱ تا ۵۸۸
نشاط مشہدی، محمد بیگ ترک ۵۸۹
نصر، امیر ۳۳
نصیرالدین، سید ۲۱۷
نصیرائی کاشی ۳۱۱، ۳۲۲، ۳۲۶
نظام الدین اولیا، خواجہ ۲۳۸، ۴۲۵
نظام الدین بخشی ۱۳۰
نظام الدین علی ۳۲۹
نظام الدین ہروی، خواجہ ۱۸۴، ۱۸۵
نظام علی کاشی، حکیم ۳۱۱
نظامی ۱۷، ۳۴۳
نظیری نیشاپوری ۲۳۴، ۲۳۶، ۳۱۰
نعمت اللہ، میر ۱۴۵
نقدی بیگ ۶۷
تمکین، میر ابوالقاسم ۴۵، ۵۲، ۵۳، ۵۶،
۴۴۳، ۵۹۰ تا ۵۹۷
نوح بالائی، مخدوم ۲۰، ۲۱۴ تا ۲۱۶
نورجہاں ۳، ۷، ۱۰۵، ۱۰۶، ۲۵۶، ۳۳۱،
۴۶۲
نورالدین قلی اصفہانی ۴۱۹
نوشیروان ۳۵۳
والہ داغستانی ۱۹۷، ۲۱۴، ۲۳۶، ۲۴۰
وارقلی دیوان ۴۷
وحشی یزدی، مولانا ۲۵۶
وصلی شیرازی، میر نعمت اللہ ۱۴۵، ۲۳۲، ۵۹۸ تا
۶۰۳
وفا، میر ابوالوفا ۵۹۶
وقاری ۔ دیکھو: غازی بیگ
وقوعی تبریزی ۲۷۶
ہمقورام ۲۲۹، ۲۳۰
ہدایت حسین، مولوی ۲۶۶، ۲۶۸
ہمام الدین ابن خواجہ جلال الدین ابن خواجہ برہان الدین
محمد شیرازی خواجہ ۴۲۵
ہمایوں ۸۸، ۹۰، ۲۰۲، ۲۲۵، ۵۶۳ تا ۵۶۵
ہندوخاں (سائیں ڈنہ) ۹۷، ۹۹، ۱۰۰،
۱۰۲، ۱۰۳
یحییٰ رح ۲۱۷
یحییٰ ترخان، میرزا ۴۰
یحییٰ لکھوی، سید ۲۰
یعقوب، ملا ۱۲۸
یعقوب بیگ ۴۷، ۲۳۰
یعقوب شاہ ولد یوسف شاہ ۴۱۳
یعقوب علی کوکہ ۱۲۸
یوسف، ضیاء الدین، ۵۹۶
یوسف، میرک ۵۲، ۵۹۳، ۵۹۶
یوسف علی خاں ۷۶

Marfat.com

بلاد و اماکن

اجمیر ۱۰۴، ۱۱۵، ۱۱۹، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۴،
۲۹۶، ۲۹۷، ۳۰۲، ۳۳۱، ۳۳۲،
۳۵۶، ۴۶۸، ۴۶۹، ۵۰۶، ۶۰۰

احمد آباد ۷۳، ۱۲۰، ۲۹۵، ۲۹۶، ۵۱۲،
۵۶۵۔

احمد نگر ۱۸، ۳۲۱، ۴۶۳

اردبیل ۴۲۹

اسد آباد ۱۹۶

اسفرنماید ۴۳۳

اصفہان ۱۹۷، ۲۰۱، ۲۸۱، ۳۱۱، ۳۲۷،
۴۱۰، ۴۱۶، ۴۲۱، ۴۲۳،
۴۵۱، ۵۸۲

افغانستان ۲۳۰

اکبر آباد ۱۱۷، ۱۱۹، ۲۵۸

اکبر پور، فیض آباد یوپی ۴۶۲

الوند، کوہ ۴۷۶

الہ آباد ۴۵۲

انڈیا آفس لائبریری ۴۳۷، ۵۹۷

اودھ ۲۰۳، ۴۳۶

ایران ۶۹، ۷۰، ۷۸، ۷۹، ۸۸، ۸۹،
۹۲، ۱۰۴، ۱۲۲، ۱۳۰، تا ۱۳۳،
۱۴۲، ۱۴۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۹۰،
۱۹۱، ۱۹۷، ۲۱۴، ۲۳۰، ۲۴۴،
۲۵۴، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۶۲،
۲۶۴، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۲، ۳۱۲،
۳۹۱، ۴۱۰، ۴۱۹ تا ۴۲۱، ۴۲۶،
۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۶، ۴۴۸ تا ۴۶۲،
۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۷، ۴۷۶، ۴۷۷،
۴۸۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۵۹، ۵۸۲،

ایشیا ۵۶۳

ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری ۲۶۸، ۲۸۹

این (نہر) ۴۷

آگرہ ۲۶، ۴۰، ۵۳، ۵۴، ۵۸، ۵۹،
۶۲ تا ۶۴، ۷۹، ۸۰، ۱۱۵، ۱۲۰،
۱۲۶، ۱۹۴، ۲۰۱، ۲۲۲، ۲۲۴،
۲۲۵، ۲۲۷، ۲۵۲، ۲۵۹، ۲۶۰،
۲۶۳، ۲۶۷، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۲۰،
۳۲۲، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۹،
۳۳۰، تا ۳۳۲، ۳۴۰، ۴۰۵، ۴۰۶،
۴۳۶، ۴۵۱، ۴۵۳ تا ۴۵۴، ۴۹۳، ۵۰۸،
۵۸۲، ۵۹۲۔

آمل ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۲۲،
۳۲۶، ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۴۸

آمیر ۲۶۲

آہن گراں، (محلہ) ۲۲۰

باباپورہ، محلہ ۴۱۱

Marfat.com

باختر ۵۰۳
باغ الٰہی ۱۹۸
باغ میرزا کامران ۵۹۲
بانکی پور ۴۳۶، ۴۳۰
بخارا ۱۹۰، ۴۳۳
بدخشان ۶۰۲
بدین ۹۵، ۹۶، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۲۷، ۲۴۶،
۵۰۱، ۵۴۰
بدین اہنر ۲۲۶
برٹش میوزیم ۲۰۳، ۴۳۹
برلین ۲۰۲، ۲۰۳
بروجرد ۴۷۳ تا ۴۷۶
برہان پور ۱۹ تا ۱۳۱، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۶۶،
۴۶۹ ۔
بغداد ۲۱۴
بمبئی ۴۶۷
بنگالہ ۶۴، ۲۶۶، ۴۱۳
بنگش ۶۰۱
بودلین لائبریری ۲۳۲، ۲۳۳
بہائی خان (محلہ) ۵۶۱
بیجاپور ۲۶۳، ۲۶۶، ۲۶۷، ۴۶۳، ۴۶۴
بیکانیر ۲۶۵
بھکر ۱۷، ۱۸، ۴۷، ۵۳، ۷۲، ۷۷، ۷۹،
۸۰، ۸۴ تا ۸۷، ۱۴۸، ۱۶۹، ۱۷۸،
۱۸۳، ۱۸۴، ۲۱۲ تا ۲۱۴، ۲۲۵،
۳۱۴، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۳۲۶،
۴۲۸، ۴۹۷، ۵۶۴، ۵۶۵،

۵۶۸، ۵۹۱ تا ۵۹۴، ۵۹۶
پھیرہ ۵۹۰
پاکستان ۲۲۲
پاکستان نیشنل میوزیم ۲۲۰
پشین روڈ ۲۲۹
پھٹک ۵۹۰
پنبہ وراہی ۴۹
پنبہ راہی ۴۹
پنجاب ۶۹، ۲۱۱، ۴۱۳، ۵۹۰
پنجاب یونی ورسٹی لائبریری ۵۱۰
تاج محل ۳۳۲
تبت ۴۱۴
تربت جام ۲۳۰
توران ۲۶۹
تورکی ۴۵۵، ۴۵۶
تہران ۱۸۰، ۲۳۳، ۲۶۸، ۲۹۱، ۴۱۰
ٹھٹھہ ۱۷ تا ۳۰، ۳۶ تا ۴۰، ۴۱، ۴۴، ۴۵،
۴۷، ۵۲، ۵۳، ۵۶، ۵۷، ۶۶،
۷۳، ۷۵، ۷۶، ۸۰ تا ۸۲، ۹۳ تا
۹۹، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۱۷، ۱۱۹ تا ۱۲۰،
۱۲۳، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۴۹، ۱۵۳،
۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۷۷، ۱۸۴،
۱۸۷ تا ۱۹۳، ۲۰۰، ۲۱۹، ۲۳۷،
۲۴۰، ۲۴۵ تا ۲۴۹، ۲۶۲، ۲۶۳،
۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۱۷، ۳۱۸،
۳۱۱، ۳۱۶، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۵۳،
۳۶۴ تا ۳۶۸، ۳۸۳، ۳۸۴،

Marfat.com

۴۸۸، ۵۰۶، ۵۶۲، ۵۶۵،
۵۷۱، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۸۸، ۵۹۴،
۵۹۹ ،
جام ۴۳۳
جلال آباد ۵۹۲
جمنا، دریا ۵۰۸
جودھ پور ۲۲۱، ۲۶۴
جون ۱۸
جونپور ۳۰۸
جیسلمیر ۴۲، ۵۸، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۷
جیسلمیر گورنمنٹ سیکنڈری اسکول ۲۲۷
چاچکان ۱۷
چاکر بالہ ۱۸
چانڈو ۵۹۱
چشمۂ نور، مطبع ۷، ۳۴
چین ۳۵۸
حجاز (حرمین) ۲۸۱، ۲۲۸، ۵۶۰
حسن ابدال ۱۱۳
حیدر آباد ۴۷، ۲۴۶
خانقاہ شیخ ناگوری ۲۱۹
خاکریز ۲۳۱
خاندیس ۴۵۱
خراسان ۴۴، ۶۶، ۷۲، ۱۳۷، ۱۴۲، ۱۴۷،
۱۶۵، ۲۷۳، ۴۳۲ تا ۴۳۴، ۴۳۹،
۴۴۱، ۵۸۲
خوشاب ۵۹۰
دربیلہ ۵۲، ۵۳، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۸۶،
۵۹۱
درگاہ سید عبداللہ ۵۶۲
درۂ خیبر ۵۹۲
دکن ۶۴، ۲۱۲، ۲۶۵، ۵۰۷
دماوند، پہاڑ ۱۹۶
دہلی ۱۴۵، ۲۲۱، ۳۵۶، ۴۲۵
ڈیرہ غازی خان ۲۱۲، ۴۲۹
دیول بندر ۵۸۰
روستا ۳۰۵
روضۂ مشہد ۱۶۶، ۲۸۲
روم ۲۷۹، ۲۸۰، ۵۵۹
روہڑی ۵۹۶
رے ۴۱۶
ساموئی ۵۱
سانکرہ (شاخ دریائے سندھ) ۳۴
سائینڈنہ ۱۰۰
سبزوار ۵۰۳، ۵۹۰
ستیارجہ ۵۳
سروہی ۲۶۴
سرہند ۳۰۱، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۲۹، ۳۵۶،
۶۰۰
سری نگر ۴۱۱
سعدآباد ۲۰۱
سکھر ۲۱۴، ۲۲۸
سمرقند ۴۵۵
سن پور ۲۱۴
سنجر ۲۵۹، ۲۶۰

Marfat.com

سندھ ۱۷ تا ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۳، ۲۴، ۳۱،
۳۸، ۳۹، ۴۲، ۴۴، ۵۵،
۵۶، ۶۲، ۶۸، ۷۲، ۸۳، ۸۸،
۹۲، ۹۷، ۹۹، ۱۰۱ تا ۱۰۵،
۱۰۷، ۱۱۹، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۵۴،
۱۷۸، ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۰،
۱۹۱، ۲۱۴، ۲۳۷، تا ۲۳۹،
۲۴۳، ۲۶۰ تا ۲۶۳، ۲۹۷،
۳۳۷، ۳۴۴، ۴۱۱، ۴۲۵،
۴۵۰، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷،
۴۶۴، ۴۷۶، ۴۸۱، ۴۸۴،
۴۸۶، ۴۸۹، ۴۹۲، ۴۹۵،
۴۹۷، ۵۰۲، ۵۱۴، ۵۱۵،
۵۱۸، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۵۹،
۵۶۳، ۵۷۵، ۵۷۷، ۵۸۰،
۵۹۱، ۵۹۴، ۵۹۹، ۶۰۰،
۶۰۱۔
سندھ، دریا ۳۴، ۵۹۴
سورت بندر ۲۶۴، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۳۰،
سہوان (= سیوہان = سہیوان = سیوہن)
۱۷، ۱۸، ۴۶، ۵۲، ۵۳، ۹۳،
۱۳۲، ۱۷۸، ۴۲۶، ۵۷۱، ۵۷۲،
۵۹۱ تا ۵۹۳، ۵۹۶
سیستان ۱۸۰، ۵۸۲
سیوستان = سہوان
سیبی ۵۹۲
سیدپور ۲۱۴

سیوی ۸۶
شاپور (تالاب) ۲۶۶
شال ۲۱۴
شاملو ۶۵
شاہ گر ۴۵۶
شوراب جادہ فراہ، کوہ ۲۳۱
شیراز ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۲۰۱، ۲۳۲، ۲۹۹،
۴۶۶، ۴۶۷، ۴۷۶، ۴۷۸ تا ۴۸۰،
۴۸۲ تا ۴۸۴، ۴۸۶، ۵۱۴، ۵۱۵،
۵۹۸
شیرگڑھ ۳۳۷
صفاہان ۲۰۲، ۳۱۸، ۴۶۶، ۴۷۷
صفہ صفا ۵۹۴، ۵۹۶
عراق ۱۳۱، ۱۳۷، ۱۴۲، ۱۷۵، ۱۷۳، ۱۷۹،
۲۰۱، ۲۷۳، ۴۳۲، ۴۴۲، ۴۴۷، ۴۴۴،
۴۷۵، ۴۷۶
علی جان (نہر) ۳۶، ۵۷۱
عمرکوٹ ۳۱، ۳۲، ۵۸، ۴۵۵
فارس ۴۶۳، ۴۷۸
فتح باغ ۴۷، ۴۸، ۵۰
فتح پور ۳۰۷، ۳۲۳، ۳۳۲
فراہ ۲۳۰، ۲۹۲
فرخ آباد ۱۸۰
فقیروں کا تکیہ ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۴
قزوین ۳۱۶، ۳۴۴
قندھار ۶۳ تا ۶۶، ۶۸، ۷۵ تا ۷۷، ۱۰۶،
۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷،

Marfat.com

قندھار ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۳۲، ۱۳۴ تا ۱۳۶، ۱۴۲،
۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۵۳، ۱۵۵،
۱۴۸، ۱۴۹، ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۶۸،
۱۸۰، ۱۸۶ تا ۱۸۸، ۱۹۳، ۱۹۶،
۲۱۲، ۲۱۴، ۲۱۹، ۲۲۶، ۲۲۹ تا
۲۳۱، ۲۳۰، ۲۳۷، ۲۴۵، ۲۶۳،
۲۸۲، ۲۹۰، ۲۹۱، ۳۰۲، ۳۰۴،
۳۰۹، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱ تا
۳۲۱، ۳۲۸ تا ۳۳۰، ۳۴۰، ۳۴۸،
۳۵۸، ۳۶۰، ۳۷۰، ۴۰۲، ۴۰۳،
۴۰۵، ۴۰۶، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۷،
۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۶، ۴۳۵، ۴۳۹،
۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۸ تا ۴۵۰، ۴۵۳،
۴۵۶، ۴۶۲، ۴۶۵، ۴۶۷، ۴۸۵،
۴۸۸، ۴۹۴، ۴۹۷، ۵۰۱ تا ۵۰۳،
۵۲۳، ۵۴۴ تا ۵۴۹، ۵۸۱، ۵۹۰،
۵۹۲، ۵۹۴ تا ۵۹۷، ۶۰۰
قومی کتب خانہ پیرس ۳۶۲
قہستان ۵۸۱
کابل ۶۶، ۷۲، ۷۳، ۷۹، ۱۹۷، ۲۵۷، ۲۶۲،
۴۶۴، ۵۹۰
کاشان ۲۵۶، ۳۱۱، ۳۲۷
کاکرطی ۵۹۱
کتب خانہ عبدالحسین بیان ۵۱۰
کتب خانہ ملی تہران ۲۶۸
کتب خانہ موتی محل ۵۱۰
کچھ (ریکچ) ۳۱، ۲۵۷
کرج ۲۲۳، ۲۳۶
کرچک ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۲۶
کرمان ۱۹۶، ۳۳۷
کشمیر ۱۱۳، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۵۵، ۳۲۲، ۳۲۵،
۳۵۶، ۳۹۰، ۴۰۹ تا ۴۱۳، ۴۶۴،
۵۰۷، ۵۰۴، ۵۹۱، ۶۰۱
لکراں ۴۲، ۱۶۷، ۱۶۸
کلانور ۳۲۲
کنبایت ۷۳
کولاب، بجر ۳۶
گجرات ۶۴، ۱۸۳ تا ۱۸۵، ۱۹۴، ۲۳۲ تا ۲۳۴،
۲۳۶، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۹۷، ۲۹۹،
۳۰۱، ۳۲۲، ۳۳۰، ۴۱۱، ۴۱۳،
۵۱۲، ۵۱۳
گدھیر (تالاب) ۲۲۱
گنجاوہ ۱۶
گیلان ۲۹۱، ۴۴۵، ۴۴۷، ۴۵۲
لاہری بندر (لاہوری بندر) ۱۸، ۱۲۹، ۱۹۱،
۲۳۹، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۶۲،
لاہور ۶۱، ۶۳، ۶۷ تا ۷۰، ۷۱، ۷۸، ۷۹، ۹۳،
۱۲۵، ۱۵۱، ۱۶۸، ۱۸۵، ۲۱۱،
۲۴۲، ۲۵۴، ۲۶۰، ۲۶۲، ۳۱۳،
۳۱۵، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۴،
۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲،
۳۳۷ تا ۳۴۰، ۳۴۶، ۳۵۶،
۴۲۱، ۴۴۹، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۶۴،
۴۹۴، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۴۷، ۵۸۵،

Marfat.com

۵۸۶، ۶۰۱
لاہیجان ۱۸۰، ۱۸۱
لٹن لائبریری مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ ۵۹۷
لرستان ۴۷۵
لغاری، تحصیل یارکھان ۲۲۹
لکی، پہاڑ ۴۶
ماتلی ۴۷
مازندران ۲۹۶، ۳۰۵، ۳۱۲، ۳۲۷، ۳۴۴
مانڈو ۵۰۷
ماوراءالنہر ۱۳۷
مجلس شورائے ملی ۳۰۴
محکمۂ آثار قدیمہ ۲۲۴
مدراس ۴۳۸
مدینہ عالیہ ۲۹۷
مرادآباد ۲۱۸
مرخص ۳۳۴
مرو ۳۱۲، ۳۱۹، ۳۲۸
مستنگ ۲۱۴
مسجد خضری ۱۲۰
مشہد ۲۷۴، ۲۸۱، ۲۸۲، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۲۷،
۴۲۶، ۵۹۰،
مظفرپور ۴۳۷
مکران ۲۵۷
مکلی ۵۱، ۱۰۵، ۱۲۲، ۲۴۱، ۵۶۲، ۵۸۷،
۵۹۶
مکلی، کوہ ۱۲۳
مکہ معظمہ ۲۱۴، ۲۸۱، ۲۹۷

ملتان ۴۵، ۶۱، ۶۳، ۶۸، ۷۰، ۷۲، ۷۹،
۸۰، ۸۲ تا ۸۴، ۸۷، ۹۳، ۱۰۶،
۱۳۴، ۱۶۹، ۱۷۸، ۲۱۳، ۳۱۳،
۳۱۵، ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۲۹، ۳۴۶،
۳۵۶، ۵۸۶،
منارہ میر معصوم سکھر ۲۲۸
مہران (ندی) ۴۷
میرن کاتیار ۳۷
ناگور ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۶۵
نصرپور ۱۷، ۳۱، ۳۴، ۳۷، ۵۳، ۵۸، ۹۹،
۱۰۰، ۴۵۶، ۵۶۷
نوشہرہ ۱۹۸
نورس پور محل ۴۶۳
نول کشور پریس ۶۲، ۶۳، ۱۱۸، ۱۵۱، ۱۵۵، ۲۹۱،
نیرون کوٹ ۹۵
ہالہ کندی ۱۰۳
ہرات ۶۵، ۷۲، ۱۳۲، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۶۶،
۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۴، ۲۹۱، ۲۹۲،
۳۲۰، ۳۲۹، ۴۱۶، ۴۲۱، ۴۲۵،
۴۳۲، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۴۰، ۴۴۲،
۴۴۸، ۴۸۵، ۵۹۰
ہرمز ۴۶۷، ۴۸۱
ہمدان ۱۹۱، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۳، ۴۵۰،
۴۷۳، ۴۷۵، ۴۷۶، ۵۱۳، ۵۱۵
ہندوستان ۶۱، ۸۱، ۸۲، ۱۲۷، ۱۳۱، ۱۴۶،
۱۵۴، ۱۵۷، ۱۶۹، ۱۷۸، ۱۷۹،

Marfat.com

ہندوستان ۱۸۵، ۱۹۰، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۰،
۲۰۳، ۲۲۲، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۵۳، ۲۵۶ تا
۲۶۳، ۲۶۶، ۲۷۹، ۲۸۱،
۲۹۹، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۴ تا ۳۱۹،
۳۲۱ تا ۳۲۵، ۳۲۸ تا ۳۳۰، ۳۳۳،
۳۴۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۱۰، ۴۱۲،
۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۵، ۴۳۵، ۴۳۶،
۴۳۹، ۴۴۱، ۴۴۸، ۴۵۰ تا
۴۵۱، ۴۵۳، ۴۶۳، ۴۶۴،
۴۶۶، ۴۶۷، ۴۷۷، ۴۸۵،
۵۱۱، ۵۵۰، ۵۷۶، ۵۸۰،
۵۸۲، ۵۸۳، ۵۹۰۔

کتب و رسائل

احیاء الملوک (تاریخ سیستان) ۱۸۰، ۲۷۴،
۴۳۹
اردو، کراچی ۴۲۷
اکبر نامہ ۱۷، ۲۱، ۲۲، ۵۰، ۵۳، ۵۶، ۲۲۰،
۲۲۳، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۹، ۵۹۱
امرائے ہنود ۲۶۵
انتخاب نادرہ ۱۴۵، ۲۲۰، ۲۲۱
انڈو ایرانیکا، مجلہ ۵۹۷
ایران اور سندھ کے تعلقات ۴۲۹
ایرج و گیتی ۲۶۲
آتش کدہ ۲۵۶، ۴۳۳، ۴۶۶، ۴۷۶، ۴۸۴،
۴۷۱، ۵۰۸
آثار الشعراء ۴۳۹
آئین اکبری ۲۶۶
باغ و بہار ۳۲۳
بزم تیموریہ ۳۰۱
بیاض ۳۰۴
بیاض گنجینہ ۱۵۶
بیگار نامہ ۳۹، ۱۱۸، ۲۵۷، ۲۵۸، ۳۶۱،
۵۸۰
پدماوت (رت پدم) ۲۳۳، ۲۳۴
پری خانہ سلیمان، مثنوی ۵۹۶
تاریخ حیدر آباد ۲۲۰، ۲۲۱
تاریخ ادبیات فارسی ۳۲۳
تاریخ اعظمی ۱۹۹
تاریخ افغانستان در عصر گورگانی ۲۳۰، ۲۳۱،
تاریخ بلوچستان ۲۳۰
تاریخ طاہری ۱۸ تا ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۵ تا ۲۹،
۳۱ تا ۳۳، ۳۵ تا ۳۸، ۴۰،
۴۱، ۴۲، ۴۵، ۴۸ تا ۵۱، ۵۴،
۵۵ تا ۵۷، ۶۱، ۶۳، ۶۸، ۶۹،
۷۵ تا ۸۰، ۸۳ تا ۸۷، ۹۳ تا ۹۸،
۱۰۲، ۱۰۹ تا ۱۱۱، ۱۲۱، ۱۲۶ تا
۱۲۹، ۱۳۴، ۱۴۳، ۱۴۹، ۱۵۰،
۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۷ تا ۱۷۰، ۱۸۳،

Marfat.com

۱۸۶ تا ۱۸۸، ۱۹۱، ۲۱۳، ۲۲۸ تا
۲۵۱، ۲۹۰، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۶۰،
۴۸۴، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۴۲، ۵۴۴،
۵۴۵، ۵۶۰، ۵۶۲، ۵۶۳ تا ۵۶۶،
۵۶۹، ۵۸۰، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۸
تاریخ عالم آرائے عباسی ۳۰۴، ۳۱۲، ۴۲۵
تاریخ لاہور ۳۳۷
تاریخ محمدی ۱۱۶
تاریخ معصومی ۱۸۳، ۱۸۵، ۲۱۰، ۲۲۷، ۴۲۹،
۵۶۵، ۵۸۰
تاریخ مغفرت پناہی ۲۵۵
تاریخ نظامی ۱۸۵
تحفۃ الکرام ۳۴، ۵۴، ۷۵، ۸۸، ۸۹،
۱۲۳، ۱۲۹، ۱۳۳ تا ۱۳۷، ۱۳۹،
۱۶۷ تا ۱۷۰، ۱۸۳، ۲۱۴، ۲۱۷،
۲۱۸، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۶،
۲۴۸، ۲۵۰، ۲۷۵، ۲۷۸ تا ۲۸۴، ۳۴۰،
۴۵۸، ۵۶۱، ۵۶۵
تحفہ سامی ۲۰۲
تحفہ قادریہ ۳۳۷
تذکرۃ الامرا ۱۱۷
تذکرہ امیر خانی ۵۳، ۵۶، ۸۸، ۴۳۰، ۵۹۴
تا ۵۹۷
تذکرہ حدیقۃ الاولیاء ۲۴۲
تذکرہ حسینی ۲۳۵
تذکرہ سخن وران یزد ۲۵۵
تذکرہ شعرا (عبدالغنی) ۲۵۷

تذکرہ شعرائے کشمیر ۱۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۱،
۲۰۳، ۲۵۲، ۲۹۴، ۳۰۴، ۳۱۱،
۲۳، ۳۲۴، ۴۱۱، ۴۱۴
تذکرہ نصرآبادی ۱۵۵، ۱۵۷، ۲۰۰، ۳۲۵،
۴۳۳، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۵۲،
۵۱۸
تذکرہ ہمیشہ بہار ۲۰۰
ترخان نامہ ۵۹، ۶۱، ۶۸، ۶۹، ۸۲، ۸۹،
۹۱، ۹۳، ۱۰۳ تا ۱۰۶، ۱۱۸، ۱۱۹،
۱۲۲، ۱۲۳، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۴۲،
۱۴۷ تا ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۵،
۱۶۶، ۱۹۱، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۹،
۲۵۰، ۳۷۱
تزک جہانگیری ۶۲ تا ۶۶، ۷۰، ۷۲، ۷۷،
۷۹، ۸۲، ۸۶، ۹۲، ۹۳، ۱۰۴،
۱۰۶، ۱۱۸، ۱۵۱، ۱۵۵، ۲۱۱،
۲۳۷، ۲۹۱، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۲،
۳۲۳، ۴۰۹، ۴۵۰ تا ۴۵۲، ۴۹۸،
۵۰۷
تنویر ۲۲۲
جام جم، کراچی ۱۸۵
جرنل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۵۹۷
جوامع الجواہر ۵۹۷
جواہر العجائب ۲۰۲
چچ نامہ ۵۸۰
چراغ ہدایت المعروف بہ بہرور شاہی ۱۸۸، ۴۳۰
چنیسر نامہ ۳۹، ۴۰، ۲۵۵، ۲۵۷، ۴۴۰

Marfat.com

حبیب السیر ۸۸، ۴۲۵، ۴۲۸
حدائق الازہار ۴۲۲
حدیقۃ الابصار ۴۲۲
حلیۂ سرور دو عالم ۳۳۷
حماسہ سرائی در ایران ۴۶۲
حیات الشعرا ۵۱۰
حیات میر معصوم بکھری ۱۳۰، ۲۱۹، ۲۲۹،
۲۳۱،
حسن و ناز ۲۲۰
خزانۂ عامرہ ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷،
۲۶۹، ۲۷۹، ۲۸۱، ۳۱۵، ۳۲۱،
۳۲۳
خزینۃ الاصفیا ۳۳۷
خزینۂ گنج الٰہی ۲۰۳
خسرو شیریں ۳۱۲
خلاصہ احوال شعرا ۲۹۸
خلاصۃ الاشعار ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۸۹، ۳۲۳،
۴۱۱
خمسہ متحیرہ ۲۲۰
خیر البیان ۱۸۰، ۱۸۱، ۲۵۶، تا ۲۵۸،
۲۶۷، ۲۷۰، ۲۷۵، ۲۸۱، ۲۸۲،
۲۸۸، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۹، ۳۰۰،
۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۹،
۳۲۰، ۳۲۳، ۳۲۹، ۴۱۲، ۴۱۴،
۴۱۷، ۴۱۹، ۴۲۱، ۴۳۹، ۴۴۰،
۴۴۲، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۶۲،
۴۶۵، ۴۶۶، ۴۸۵، ۴۹۶، ۵۰۰،

۵۸۱.
خیبر نامہ ۱۰۰
دار الامان (دیوان) ۴۳۶
دانش مندان آذربائیجان ۴۶۸
دلیل الذاکرین ۲۰، ۲۱۵، ۲۱۶، ۱۷
دہ سالہ ۱۵۳
دیوان شانی تکلو ۲۷۵
دیوان شہرتی ۳۰۱
دیوان طالب ۱۵۸ تا ۱۶۰، ۳۰۶، ۳۰۹ تا ۳۱۲
۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۳۰ تا ۳۳۴
۳۳۹،
دیوان عطا تتوی ۳۶
دیوان فصیحی ۴۳۷
دیوان مرشد ۱۹۱، ۲۷۸ تا ۵۶۰
دیوان منتخب سراج ۴۳۶
ذخیرۃ الخواتین ۵۳، ۶۰، ۶۱، ۷۳، ۹۰، ۹۱،
۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۲۲،
۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۷ تا ۱۴۰، ۱۵۲ تا
۱۵۵، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۲، تا ۱۷۴،
۱۸۴، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳،
۲۱۴، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۳۱، ۲۳۹،
۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۵، ۲۶۲، ۲۹۳،
۴۰۸، ۴۵۹، ۴۶۰
رسالہ غوثیہ ۳۳۷
روز روشن ۱۴۳، ۱۵۲، ۱۵۷، ۲۵۴،
۲۵۵، ۴۱۱، ۴۱۸، ۴۳۳، ۴۳۸،
۴۵۲.

Marfat.com

روضۃ الاصحاب ۴۳۳
روضۃ الصفا ۴۲۵
رای صورت ۲۲۰
ریاض الشعراء ۱۹۷، ۲۵۲، ۲۵۳، ۳۰۰،
۳۱۴، ۴۱۰، ۴۵۲، ۴۶۶
ریحانۃ الادب ۳۲۳،
زعفران زار ۳۳۷
ساقی نامہ ۱۶۰، ۲۷۰، ۲۹۸، ۴۲۳، ۴۷۸،
۶۰۳
سام و پری ۴۲۲
سرخوش ۴۳۸
سروِ آزاد ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۹۹، ۲۶۱، ۲۶۶،
۲۶۹، ۲۷۴، ۳۱۵، ۴۳۳، ۴۳۴،
۴۳۸، ۴۴۵، ۴۵۷، ۵۰۸، ۵۱۰،
۵۱۷
سفینۃ الاولیا ۳۳۷
سفینۂ خوشگو ۱۵۲، ۱۹۳، ۲۰۰، ۲۵۴، ۲۷۰،
۴۳۲، ۴۹۰، ۵۰۷
سکندر نامہ ۴۲۳
سواطع الالہام ۲۵۹
سورہ قرآنی
اخلاص ۲۵۹
آل عمران ۱۲۴
بقرہ ۱۲۴
رمز ۱۲۵
کہف ۱۲۵
ملک ۱۲۴

سوز و گداز ۳۱۲، ۳۲۸
شاہجہاں نامہ ۱۹۷
شاہ نامہ ۱۸۹
شعر العجم ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۷، ۳۰۶، ۳۰۹،
۳۱۶، ۳۲۳، ۳۲۶
شمع انجمن ۱۹۹، ۲۰۳، ۲۶۹، ۳۲۳، ۴۲۱،
۴۳۳، ۴۳۸، ۴۶۸، ۴۷۱،
۵۰۸
صبا ۱۵۷
صبح صادق ۲۹۸، ۳۰۰
صبح گلشن ۱۹۵
صحف ابراہیم ۲۰۰، ۲۵۲، ۳۱۵، ۳۲۳،
۴۰۹ تا ۴۱۱
طبقات اکبری ۱۸۴، ۱۸۵، ۴۱۰
طبقات شاہجہانی ۳۲۳
عرفات العاشقین ۱۵۷، ۱۹۵، ۱۹۷، ۲۰۱ تا
۲۰۳، ۲۰۹، ۲۷۵، ۲۹۵، ۲۹۸،
۲۹۹، ۳۱۰، ۳۱۳، ۴۱۷، ۴۱۸،
۴۷۰۔
فتح نامۂ نور جہاں = وقایع الزمان
فرہنگ عمید ۳۰۳
فہرست اسپرنگر ۲۰۳
فہرست کتب خانہ بانکی پور ۴۳۷، ۴۳۹
قاموس الاعلام ۳۲۳
قصہ عمر ماروی مسمی بہ ناز و نیاز ۵۶۲، ۵۸۷

Marfat.com

قصہ ولادت حضرت شاہ اولیا ۲۸۰

کاروان ہند ۲۰۹

کلمات الشعرا ۳۲۴، ۳۳۱

گلدستۂ باغ ارم ۳۳۷

گل رعنا ۲۵۲، ۲۵۳

لبِ تاریخ سندھ ۲۲، ۵۶، ۱۲۳

لطائف الخیال ۲۹۹، ۳۱۴، ۴۲۱

مآثر الامرا ۱۸، ۲۳، ۴۴، ۴۵، ۵۴، ۵۶، ۷۴، ۸۶، ۹۰، ۹۱، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۳۸، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۳، ۲۱۳، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۲ تا ۱۷۴، ۱۷۸، ۱۸۵، ۲۳۱، ۲۵۷، ۲۶۵، ۲۹۲، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۱، ۳۲۱ تا ۳۲۳، ۴۰۸، ۴۵۱، ۴۸۵، ۵۹۰۔

مآثر رحیمی ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۴۱، ۴۵، ۹۱، ۱۱۱ تا ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۳۰، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۴۷، ۱۵۲، ۱۵۴ تا ۱۵۸، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۸۹، ۱۹۶، ۲۵۶ تا ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۷۰، ۳۷۳، ۲۹۰، ۲۹۳، ۴۱۰، ۴۱۵، ۴۳۳، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۵۱، ۴۵۴ تا ۴۵۳، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۱، ۵۰۲ تا ۵۰۷

مثنوی مولانا روم ۱۸۷، ۴۲۲

مجالس النفائس ۲۰۲

مجالس عبدالقادر ۲۰۲

مجلہ علوم اسلامیہ علی گڑھ ۴۶۲، ۴۶۵

مجمع البحرین ۴۲۲

مجمع الخواص ۲۷۶

مجمع الفصحا ۱۵۵

مجمع النفائس ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۵۲، ۲۵۳، ۳۱۴، ۴۱۰

مخزن اسرار ۴۲۲

مخزن الغرائب ۱۵۲، ۲۳۵، ۲۳۶، ۳۰۷، ۴۶۶

مذکر احباب ۲۰۲

مراۃ العالم ۱۴۵، ۳۲۳

مظہر شاہجہانی ۱۸، ۵۲، ۵۳، ۶۸، ۱۰۰، ۲۵۷، ۲۹۱ تا ۲۹۴، ۵۹۶

معدن الافکار ۲۲۰

معلومات الآفاق و رشحات الفنون ۵۱۶

مفتاح التواریخ ۵۷۶

مقالات الشعرا ۷۰، ۸۸، ۱۱۱ تا ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۵۳ تا ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۸۸، ۱۹۱، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۶۳، ۲۷۲، ۳۰۲، ۴۰۶، ۴۲۵، ۴۲۸ تا ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۵۵، ۴۵۹ تا ۴۶۹، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۸۷ تا ۵۸۹

مقالۃ الابرار ۲۰۲

مکلی نامہ ۱۹، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۲۳، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴، ۴۲۶، ۴۶۷، ۴۶۸

Marfat.com

منشآت نمکین ۵۹۷
منظر الابرار ۳۲۲
مونس جان ۳۳۷
مہران، حیدرآباد ۲۳۸
میخانہ ۹۱، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۸، ۱۲۲، ۱۳۷،
۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۷، ۱۵۱ تا ۱۵۵،
۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۴، ۱۸۹، ۱۹۱ تا
۱۹۵، ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۴۴،
۲۵۱، ۲۵۴، ۲۵۶ تا ۲۵۸،
۲۶۴ تا ۲۶۸، ۲۷۴، ۲۷۸،
۲۹۰، ۲۹۵ تا ۳۰۰، ۳۰۴، ۳۱۰،
۳۱۱، ۳۱۶، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۳۰،
۴۰۵، ۴۱۶ تا ۴۱۹، ۴۲۰ تا ۴۲۳،
۴۳۲، ۴۳۶ تا ۴۳۸، ۴۴۵ تا
۴۵۰، ۴۵۲، ۴۶۶ تا ۴۷۲، ۴۷۵،
تا ۴۷۶، ۴۷۸، ۴۸۱، ۴۸۶، ۴۸۹ تا
۴۹۰، ۵۰۶ تا ۵۰۸، ۵۱۰، ۵۱۸،
۵۹۸، تا ۶۰۱، ۶۰۳۔
نازونیاز ہ قصہ عمر ماروی
نتائج الافکار ۱۹۹، ۳۲۲، ۴۲۱، ۴۳۳
نشتر عشق ۱۱۶، ۲۵۲، ۳۹۶۔
نقوش لاہور ۳۳۷، ۴۲۹
نگارستان انجمن ۳۳۳
وقایع الزمان یعنی فتح نامہ نور جہاں بیگم ۴۴۲، ۴۴۳
ہشت محفل ۳۳۷
ہفت اقلیم ۳۱۰
ہفت پیکر ۳۲۳
یادگار میر مراد علی ۲۲۲
ید بیضا ۳۲۳

ذخیرہ محمد باقر لاہور

Marfat.com

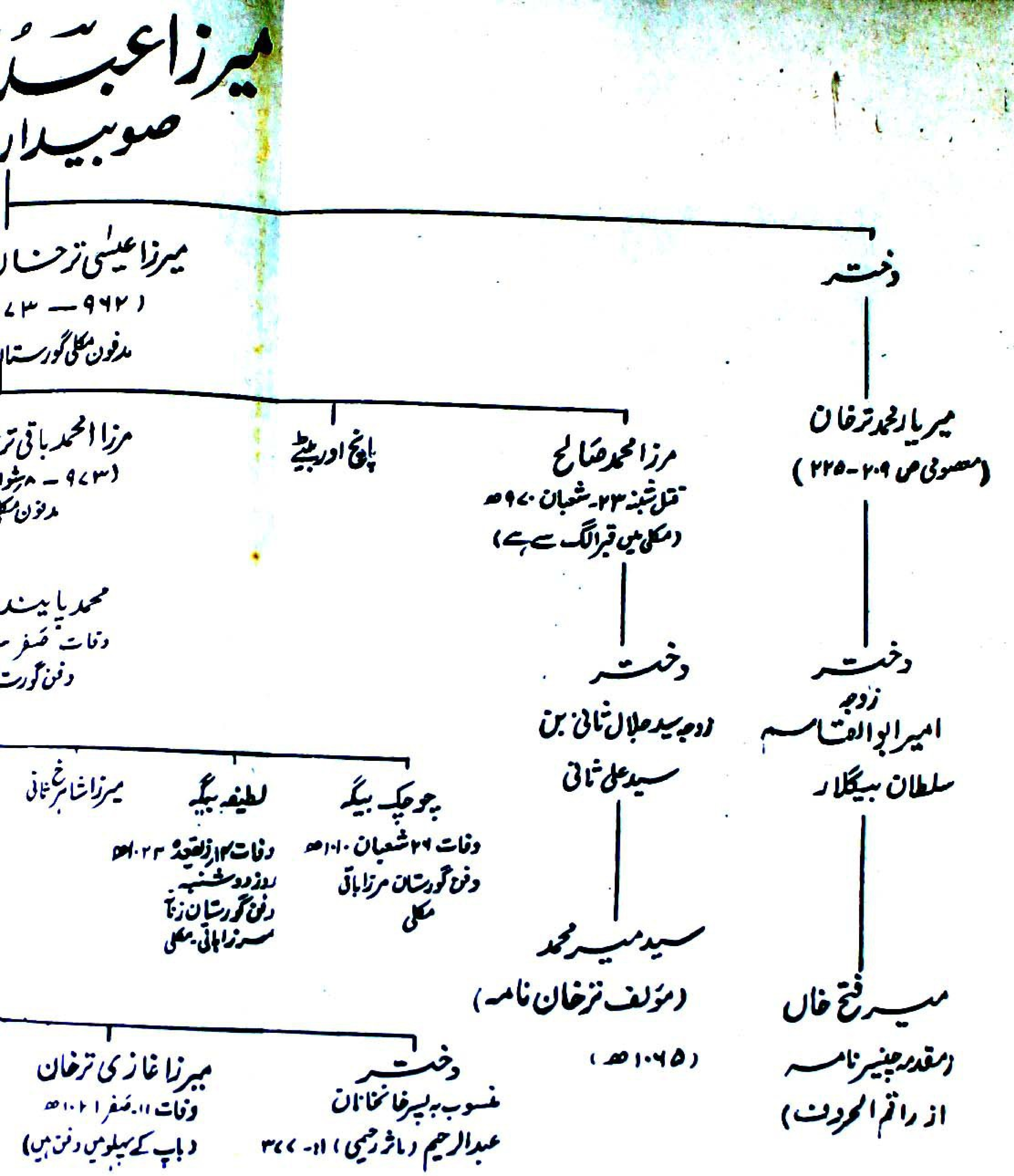

لہ - سلطان محمود (۸۶۴ — ۹۰۰ھ) بن ابوسعید میران شاہی (
مارا گیا۔ میرزا عیسیٰ کو ذوالنون ارغون نے پالا اور تربیت د

Marfat.com

لی ترخانؒ

را

(...ل)

میرزا جان بابا
(مقتول بحکم میرزا باقی
۹۷۰ھ
(مکلی میں علیحدہ مقبرہ ہے)

میرزا عیسیٰ (ثانی)
حاکم گجرات
وفات ۱۰۶۲ ہجری
مکلی میں علیحدہ مقبرہ ہے

میرزا محمد صالح (ثانی)
حاکم گجرات
۱۰۷۶ھ کے بعد تک زندہ تھا
ترخان نامہ اسی کی تحریک پر لکھا گیا

پانچ لڑکیاں

...
...ی)
...نحدہ
...
...جری
...ول)

...جانی بیگ ترخان
...ا رجب ۱۰۰۹ھ
...
...ڈ ہے

میرزا ابوالفتح (اول)
وفات ۱۰۰۱ ہجری
دفن گورستان میرزا باقی
نواسہ امیر شاہ قاسم بیگلار
داماد امیر ابوالقاسم بیگلار

دختر
منگیتر شاہزادہ خسرو
بن جہانگیر

...۸۷ھ) کے دور میں بخارا کا حاکم تھا، شیبانی خان کی جنگ میں (۹۱۲ھ)
...۳۸) مفصل شجرے دیکھیے مکلی نامہ A.B.C. ترخان نامہ H -

Marfat.com

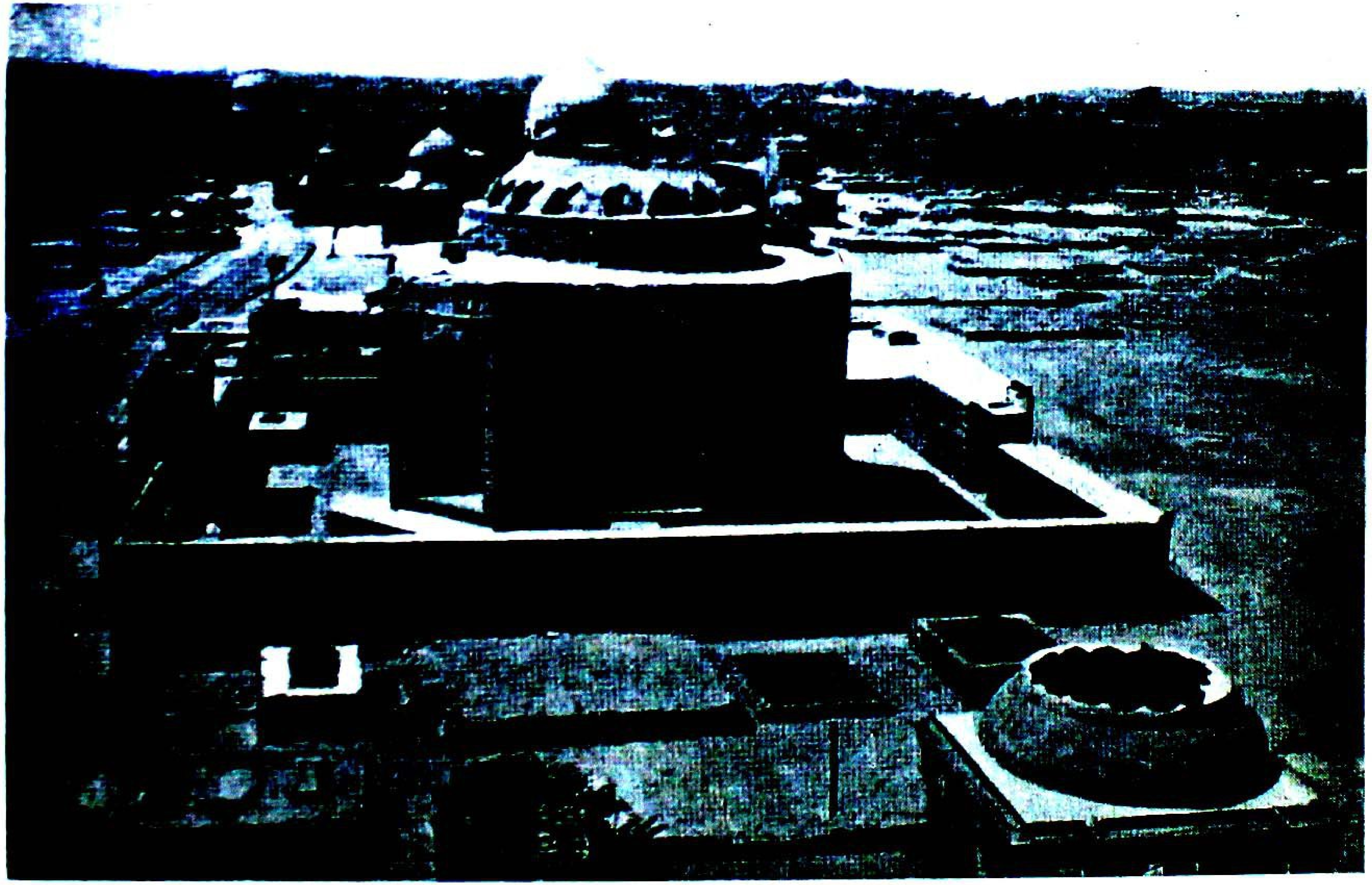

مقبرہ میرزا جانی بیگ و میرزا غازی بیگ
مکلی - ٹھٹھہ

Marfat.com

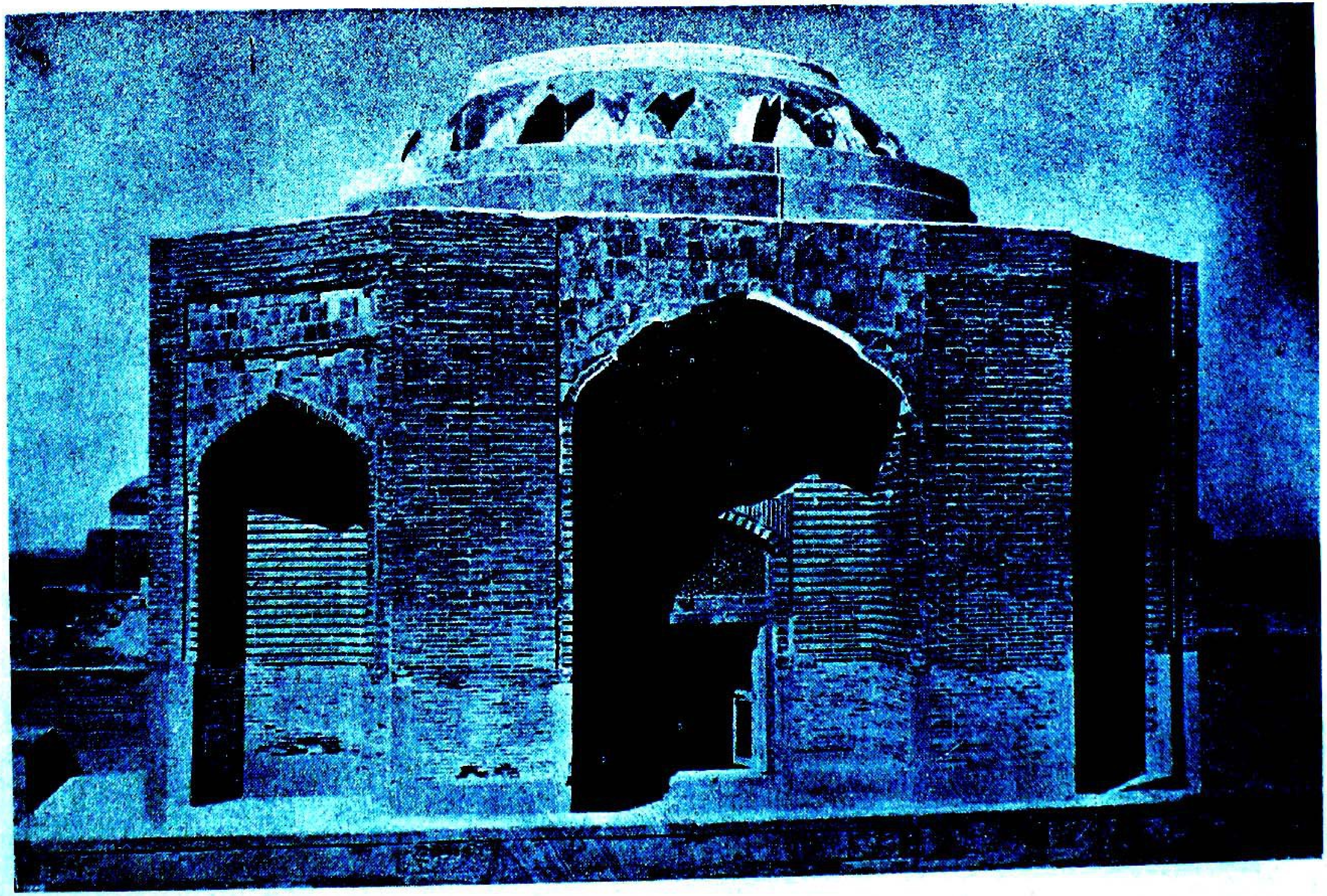

میرزا جانی بیگ اور میرزا غازی بیگ کا مقبرہ
مکلی - ٹھٹھہ

Marfat.com

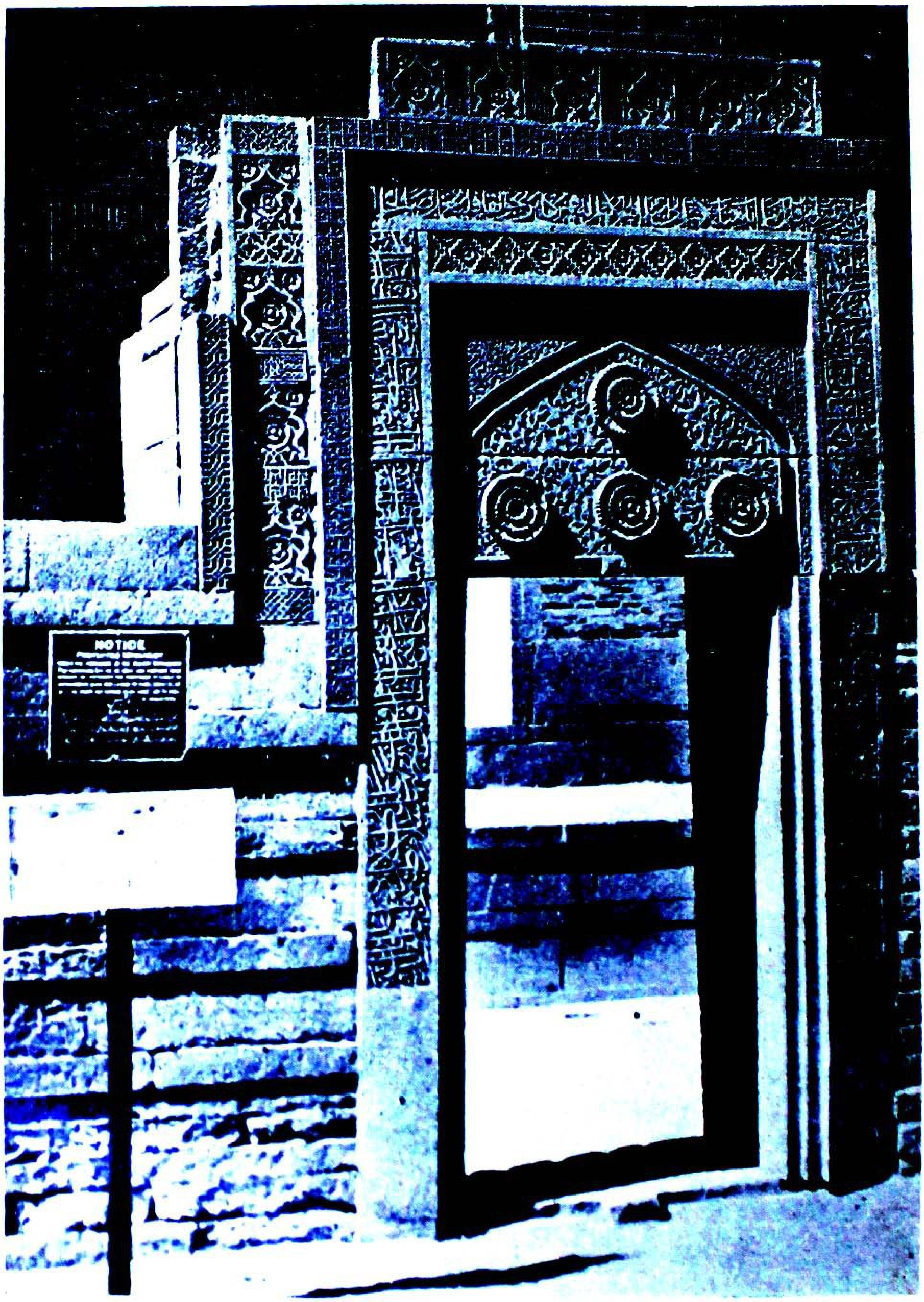

داخلی دروازہ احاطہ، مقبرہ میرزا جانی بیگ و میرزا غازی بیگ۔
مکلی - ٹھٹھہ

Marfat.com

میرزا غازی بیگ کا فرمان

Marfat.com